جدید نظرثانی ایڈیشن

مجبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حسنہ
المعروف بہ
شمائلِ کبریٰ

چوبیس گھنٹے کی زندگی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور نورانی طریقوں اور اعمال پر مشتمل ایک نایاب کتاب، جسے پڑھ کر دلوں میں سنتوں کے اپنانے کا شوق پیدا ہوگا۔

مؤلفہ
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

زمزم پبلشرز

جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حَسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

جلدِ دوم

حصہ سوم

معاملات تجارت، ہبہ، عاریت، قرض، بکری اونٹ پالنے اور سفر وغیرہ ۱۵ رمضامین پر مشتمل ہے

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

اُستاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

اُستاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

کتاب کا نام ــــــ شمائلِ کبریٰ جلدِ دوم

تاریخ اشاعت ــــــ اپریل ۲۰۱۰ء

باہتمام ــــــ احبابِ زمزم پبلشرز

کمپوزنگ ــــــ فاروقِ اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق ــــــ احبابِ زمزم پبلشرز

ناشر ــــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374 - 021-32725673

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح واصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيْلًا جَزِيْلًا

ــــ مِنْجَانِبْ ــــ

احبابِ زمزم پبلشرز

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36,Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph: 0044-116-2537640
Fax: 0044-116-2628655
Mobile: 0044-7855425358

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton BI1 3NE
Tel/Fax : 01204-389080
Mobile 07930-464843

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

شمائلِ کبریٰ نئے انداز میں پانچ جلدیں (مکمل دس حصے) شائع ہوچکی ہیں۔ الحمد للہ اب شمائلِ کبریٰ کی چھٹی جلد (گیارہواں حصہ) اور ساتویں جلد (بارہواں حصہ) پیشِ خدمت ہے۔

اُمت میں حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب کی تالیف شمائلِ کبریٰ کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں مختصر سے عرصے میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خود پاکستان میں زمزم پبلشرز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں سب سے پہلے زمزم پبلشرز ہی نے یہ کتاب قدرداں قارئین کے سامنے متعارف کرائی اور اب پاکستان میں پہلی بار شمائلِ کبریٰ کے مکمل دس حصے بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں پیش کرنے کا اعزاز بھی الحمد للہ زمزم پبلشرز کو حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ عزوجل سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نئے انداز کو بھی اُمت میں پذیرائی اور اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رفیق زمزمی

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ ''شمائل کبریٰ'' جو شمائل وسنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے ایڈیشن ہند و پاک میں شائع ہو کر خواص وعوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور اس پر منامی بشارت نبی پاک ﷺ بھی ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے بعافیت پایۂ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

ان دس جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون سی جلد کن مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ اول: ① کھانے ② پینے ③ لباس کے متعلق آپ کے شمائل اور سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ دوم: ① سونے ② بیدار ہونے ③ بستر ④ تکیہ ⑤ خواب ⑥ سرمہ ⑦ انگوٹھی ⑧ بال ⑨ داڑھی ⑩ لب ناخن ⑪ امور فطرت ⑫ خضاب ⑬ عصا کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ سوم: ① معاملات ② تجارت ③ خرید وفروخت ④ بازار ⑤ ہبہ ⑥ عاریت ⑦ اجارہ اور مزدوری ⑧ ہدیہ ⑨ قرض ⑩ مرغ ⑪ گھوڑے ⑫ بکری ⑬ اونٹ ⑭ سواری ⑮ سفر کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا نہایت ہی مفصل بیان جو ۵۷ عناوین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ چہارم: ① اخلاص ② صدق ③ محبت والفت ④ محبت وعداوت خدا کے واسطے ⑤ حب خدا ورسول ⑥ مؤمن کو خوش کرنا ⑦ مسلمانوں کی مدد ونصرت ⑧ پریشان حال کی مدد ونصرت ⑨ مظلوم کی مدد ⑩ یتامیٰ اور بیواؤں کی خدمت ⑪ احباب کی ملاقات اور زیارت ⑫ اولیاء وصلحاء کی زیارت ⑬ عفو ودرگزر ⑭ اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر ⑮ سائلین کی رعایت ⑯ اکرام مسلم ⑰ بڑوں کی تعظیم ⑱ اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر کرنا ⑲ مؤمن کی عزت ⑳ لوگوں کے مرتبہ کی رعایت ㉑ خاطر مدارات ㉒ مہمان نوازی ㉓ امانت اور دیانتداری ㉔ وعدہ پورا کرنا ㉕ حلم و بردباری ㉖ اعتدال اور میانہ روی ㉗ سنجیدگی ㉘ نرمی سہولت ㉙ پردہ پوشی ㉚ غصہ برداشت کرنا ㉛ توکل ㉜ قناعت ㉝ استغناء ㉞ صبر ㉟ شکر ㊱ سادگی ㊲ قناعت ㊳ تواضع وانکساری ㊴ شرم اور حیا ㊵ سخاوت ㊶ استقامت ㊷ شجاعت اور بہادری ㊸ نیکی پر خوشی، گناہ پر رنج ㊹ زائد پر دوسروں کو ترجیح ㊺ دوسروں کے لئے وہی جو اپنوں کے لئے ㊻ توڑ والوں سے جوڑ ㊼ حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے پرہیز ㊽ سلامتی صدر ㊾ خوش کلامی ㊿ خندہ پیشانی (۵۱) خاموشی اور قلت کلام (۵۲) شفقت اور رحمت (۵۳) ایثار (۵۴) سفارش (۵۵) حسن ظن (۵۶) مشورہ (۵۷) عدل وانصاف (۵۸) اجتماعیت اور اتحاد (۵۹) اصلاح بین الناس (۶۰) نیکوں کی صحبت (۶۱) بروں سے اجتناب (۶۲) مشتبہات سے بچنا (۶۳) مؤمن کو نفع پہنچانا (۶۴) کھانا کھلانا (۶۵) کپڑا پہنانا (۶۶) راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا (۶۷) اہل

محبت کی آمد پر خوشی (۶۸) سلام (۶۹) مصافحہ (۷۰) والدین کے ساتھ حسن سلوک (۷۱) اولاد کے ساتھ حسن سلوک (۷۲) رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک (۷۳) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک (۷۴) تمام مخلوق کے ساتھ اچھے برتاؤ کے متعلق آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد سوم ...... حصہ پنجم: اس جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال واوصاف کا اور آپ کے اخلاق و عادات واطوار کا مفصل بیان ہے جو ۱۰۰ عنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) چہرہ مبارک (۲) پیشانی مبارک (۳) دندان مبارک (۴) آنکھ مبارک (۵) سر مبارک (۶) سینہ مبارک (۷) لعاب دہن (۸) برکات دہن (۹) رخسار مبارک (۱۰) کان مبارک (۱۱) پلک مبارک (۱۲) داڑھی مبارک (۱۳) گردن مبارک (۱۴) کندھا مبارک (۱۵) ہڈیوں کے جوڑ (۱۶) بغل مبارک (۱۷) سینہ مبارک (۱۸) پیٹ مبارک (۱۹) پیٹھ مبارک (۲۰) بال مبارک (۲۱) رنگ مبارک (۲۲) آواز مبارک (۲۳) قلب مبارک (۲۴) دست مبارک (۲۵) پیر مبارک (۲۶) قد مبارک (۲۷) سایہ مبارک (۲۸) حسن مبارک (۲۹) عقل مبارک (۳۰) پسینہ مبارک (۳۱) مہر نبوت (۳۲) خون مبارک (۳۳) پاخانہ مبارک (۳۴) آپ کا ختنہ شدہ ہونا (۳۵) قوت وشجاعت (۳۶) فصاحت و بلاغت (۳۷) خشیت و بکاء (۳۸) ہیبت و وقار (۳۹) آپ کے بلند پایہ مکارم اخلاق (۴۰) جود وسخا (۴۱) آپ کی تواضع کا بیان (۴۲) شفقت و رحمت (۴۳) حلم و بردباری (۴۴) گفتگو اور کلام مبارک (۴۵) قصہ گوئی (۴۶) آپ کے اشعار (۴۷) خوش مزاجی (۴۸) مسکراہٹ (۴۹) خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ کی عادت طیبہ (۵۰) مزاج (۵۱) شرم وحیاء (۵۲) آپ کی مجلس (۵۳) بیٹھنے کا طریقہ (۵۴) بدلہ کے متعلق (۵۵) گرفت کی عادت نہیں (۵۶) صبر کے متعلق (۵۷) اہل خانہ کے متعلق (۵۸) گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں (۵۹) احباب اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ (۶۰) بچوں کے ساتھ برتاؤ (۶۱) خادموں اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ (۶۲) خدمت گاروں کا بیان (۶۳) یتیموں کی خدمت (۶۴) غرباء اور مساکین کی خدمت (۶۵) سائلین کے ساتھ برتاؤ (۶۶) مشورہ فرماتے (۶۷) تفاؤل خیر (۶۸) ایثار (۶۹) پچھنے لگانا (۷۰) رفتار مبارک (۷۱) نعل مبارک (۷۲) جوتا چپل پہننے کے متعلق (۷۳) موزے کے متعلق (۷۴) لینے دینے کے متعلق آپ کی عادت (۷۵) بارش کے سلسلے میں آپ کی عادت (۷۶) احباب کی خامیوں کے متعلق آپ کی عادت (۷۷) سیر وتفریح کے متعلق (۷۸) تصویر کے متعلق آپ کی عادت (۷۹) سلام کے متعلق آپ کی عادت (۸۰) مصافحہ کے بارے میں آپ کی عادت (۸۱) معانقہ کے متعلق (۸۲) تقبیل اور بوسہ کے سلسلے میں (۸۳) چھینک کے متعلق (۸۴) نام اور کنیت کے متعلق (۸۵) جنگی سامان کا ذکر (۸۶) گھریلو سامان کا ذکر (۸۷) پہرے داروں کا ذکر (۸۸) رہن سہن کے متعلق آپ کی عادات طیبہ (۸۹) وعظ وتقریر (۹۰) قرأت کا ذکر (۹۱) عبادت میں اہتمام (۹۲) نوافل کے متعلق آپ کی عادات (۹۳) لوگوں کے گھروں میں نفل پڑھنے کے متعلق (۹۴) ذکر الٰہی کرنے کے بارے میں (۹۵) توبہ واستغفار (۹۶) عمر مبارک (۹۷) متفرق پاکیزہ عادتیں۔

شمائلِ کبریٰ جلد سوم ...... حصہ ششم: (۱) طہارت و نظافت (۲) پاخانہ پیشاب کے متعلق (۳) مسواک (۴) وضو (۵) مسح موزہ (۶) تیمم (۷) غسل (۸) مسجد (۹) اذان (۱۰) اوقات صلوٰۃ کے متعلق آپ کے شمائل اور طریق مبارک کا مفصل بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہفتم: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ (۲) مستحبات (۳) مکروہات وممنوعات

④ سجدہ سہو ⑤ خشوع وخضوع ⑥ سترہ ⑦ جماعت ⑧ امامت ⑨ صف کی ترتیب ⑩ اور سنن راتبہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا ذکر ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہشتم: ① نماز شب وتہجد ② تراویح ③ وتر ④ اشراق ⑤ چاشت ⑥ دیگر تمام نفل نمازیں، صلوٰۃ الحاجہ، صلوٰۃ الشکر، صلاۃ التسبیح والحفظ وغیرہ ⑦ نماز استسقاء ⑧ نماز گہن ⑨ نماز خوف ⑩ جمعہ ⑪ عید بقرعید ⑫ نماز سفر کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ نہم: ① زکوٰۃ وصدقات ② رؤیت ہلال ③ روزہ رمضان ④ افطاری وسحری ⑤ شب قدر ⑥ اعتکاف ⑦ نفلی روزے، ماہانہ اور ہفتہ واری روزے ⑧ ممنوع روزے ⑨ اور سفر کے روزے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور تعلیم وطریق مبارک کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ دہم: موت میت اور برزخ کے متعلق ① قبض روح ② غسل میت ③ کفن میت ④ جنازہ میت ⑤ تدفین میت ⑥ قبر اور اموات پر برزخ ⑦ تعزیت ⑧ وصیت ⑨ وراثت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیم وطریق کا مفصل بیان ⑩ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک اور تجہیز وغسل وغیرہ کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ششم ...... حصہ یازدہم: نکاح، طلاق، اور اس کے متعلقات کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ہفتم ...... حصہ دوازدہم: آپ کے حج وعمرہ مبارک وغیرہ کا مفصل ذکر۔

اس کے بعد کی جلدوں میں دیگر بقیہ شمائل وخصائل عیادت، مرض، علاج ومعالجہ، طب نبوی وغیرہ امور کا مفصل ذکر ہوگا۔ اللہ پاک صحت وعافیت وبرکت کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے امت کے حق میں نافع اور اپنے حق میں باعث رضا بنائے۔ آمین۔

فہرست مضامین

مرغ پالنے کے متعلق آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کا بیان ۱۲۰

گھوڑے کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان ۱۲۴

سواری کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان ۱۲۷

بکری پالنے کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان ۱۳۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

خداوند قدوس کا بے انتہا فضل و کرم ہے کہ ''شمائل کبریٰ'' کی یہ تیسری جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات، خرید و فروخت، ہدیہ، قرض، گھوڑے اونٹ بکری پالنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری اور سفر کے متعلق سنن و عادات اقوال و تعلیمات کا مفصل ذکر ہے۔

حسب سابق باب کے متعلق آداب و فقہی مسائل بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ اہل فضل و ارباب عمل کے لئے کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔

سنت کی عظیم دولت ہر مؤمن کا مقصد حیات، دنیا کی سعادت کے ساتھ آخرت کی بیش بہا دولت ہے۔

اسوۂ رسول کے شیدائیوں، سنت کے متلاشیوں کے لئے یہ نہایت ہی قیمتی ذخیرہ ہے، جس میں موضوع کی جامعیت کا اہتمام کیا گیا ہے۔

معاونین کے حق میں دعا ہے کہ انہیں خدائے پاک اپنی شایان شان جزا عطا فرمائے۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت و خوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا و تقرب کا باعث بنائے۔ آمین

محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری
استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جونپور
ربیع الاول ۱۴۱۸ھ جولائی ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

معاملات کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

حلال کمائی فرض ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ’’فرائض کے بعد حلال کمائی کا حاصل کرنا فرض ہے۔‘‘ (بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ فریضہ عبادت کے بعد دنیاوی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے حلال کمائی کے ذریعہ مال کا حاصل کرنا فرض ہے تاکہ دوسروں کا محتاج نہ ہو اور سوال کی ضرورت پیش نہ آئے اور اس کے نفس اور اس کے ماتحتوں کا حق ضائع نہ ہو۔ جس طرح عبادت کا حکم بندوں پر ہے کہ وہ خدا کی عبادت کریں اسی طرح ضروریات دنیوی کی تکمیل کے لئے حلال ذریعہ سے مال کا حاصل کرنا بھی خدا کا حکم ہے اس کی اطاعت میں داخل ہے۔ مگر اس کمائی میں اتنا نہ لگے کہ یادِ خدا، تعمیر آخرت سے غافل ہو جائے۔

کسب میں خصوصاً دو چیزوں کی رعایت رکھی جائے۔

1. حلال طریقہ سے ہو۔
2. اتنی مشغولیت نہ ہو کہ خدا کی یاد سے غفلت یا دوسرے نمبر پر ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ بندے پر حلال کمائی کے تعب کو دیکھے۔ (کنز العمال صفحہ ۹۲۰۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حلال کمائی کے حاصل کرنے میں جو پریشانی ہوئی ہو، اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ حلال کمائی جہاد ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۹۲۰۵)

تجارت رزق حلال کا ذریعہ ہے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" کی تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تجارت خدا کے حلال رزق میں سے ہے۔ اسے سچائی اور بھلائی کے ساتھ حاصل کرے۔ (بیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۶۳)

مطلب یہ ہے کہ خدا کی پاک اور حلال کمائی تجارت سے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ اسے سچائی اور شریعت کے مطابق اختیار کرے۔ اسی سچائی اور دیانت داری کی وجہ سے ایسے تاجروں کا حشر بھی مقربین کے ساتھ ہوگا۔

اپنے ہاتھ کی کمائی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔" (بخاری صفحہ ۲۷۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دوسرے کی ملازمت اور اجارہ سے بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کی کمائی کھائے۔ نیز یہ اس سے بھی بہتر ہے کہ آدمی دوسروں کے ہدایا اور تبرعات پر اعتماد کرے۔

اسی لئے حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی سے بہتر کسی نے نہیں کھایا جس نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا۔ (صفحہ ۲۷۸)

کون سی کمائی بہتر ہے؟

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی کمائی بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھانا۔ (یعنی صنعت و حرفت کے ذریعہ مال حاصل کرنا، جیسے کپڑا بننا، برتن بنانا، لکڑی کا کام کرنا وغیرہ)۔ (بیہقی صفحہ ۲۶۳، مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۲)

اور بیع مبرور، یعنی مشروع طریقہ سے خریدنا بیچنا۔ (بیہقی صفحہ ۲۶۳، مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: بیع مبرور اور مشروع کا مطلب یہ ہے کہ احکام خداوندی کی رعایت کے ساتھ کرنا۔ شریعت سے جو طریقہ ممنوع ہے اس سے بچنا۔ مثلاً دھوکہ نہ دینا، سودی طریقہ اختیار نہ کرنا، فاسد معاملہ نہ کرنا، مشتبہ امور سے بچنا وغیرہ۔

سچے تاجروں کا مقام

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچے تاجروں کا حشر قیامت میں

شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (سنن کبری صفحہ ۲۶۶، ترغیب صفحہ ۵۸۵)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچے تاجروں کا مقام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی، جامع صغیر صفحہ ۲۰۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچے تاجر قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ (جامع صغیر صفحہ ۲۰۳، ترغیب صفحہ ۵۸۵)

فائدہ: حلال اور شریعت کے موافق سچائی اور دیانت داری کے ساتھ تجارت ایک مشکل ترین امر ہے۔ مال اور اس کے نفع کے مقابلہ میں بسا اوقات انسان شریعت کی حدود اور کبھی اخلاقی امور کی رعایت نہیں کر پاتا ہے۔ خصوصاً آج کل کے دور میں اس لئے اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو دیانت داری اور سچائی سے اس خرید وفروخت کے معاملہ کو چلائے گا اور شریعت کے جائز اور ناجائز امور کی رعایت کرے گا محض مال اور نفع کو بنیاد نہیں بنائے گا تو ایسے تاجروں کا یہ قابل رشک انجام ہوگا۔

سب سے پہلے جنت میں کون؟

حضرت ابوذر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ ’’سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا سچا تاجر ہوگا۔‘‘ (کنز العمال صفحہ ۹۲۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ سچے تاجر کو جنت میں جانے سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۹۲۱۹)

کمائی کے پاکیزہ ہونے کے اوصاف

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی میں یہ چار باتیں پائی جائیں تو اس کی کمائی پاکیزہ ہوگی۔

1. خریدے تو برائی نہ بیان کرے۔
2. فروخت کرے تو تعریف نہ کرے۔
3. کسی کمی کو نہ چھپائے۔
4. درمیان میں قسم نہ کھائے۔

ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے:

تاجروں کی کمائی میں بہتر و پاک وہ ہے۔ (جس میں یہ بات ہو) بولے تو جھوٹ نہ بولے۔ امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرے۔ وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے۔ خریدے تو برائی نہ بیان کرے۔ بیچے تو تعریف نہ

کرے۔ ان کے ذمہ دینا ہو تو ٹال مٹول نہ کرے۔ لینا ہو تو اس میں تنگی (جھجک) نہ کرے۔

فائدہ: اس حدیث پاک میں کمائی اور نیک تاجروں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں:

❶ خریدتے وقت برائی کا مطلب یہ ہے کہ عموماً تاجر جب کسی سے کچھ خریدتے ہیں تو ضرور اس میں نقص نکالتے ہیں کہ اچھا نہیں ہے۔ اس میں فلاں فلاں کمی ہے تاکہ وہ اس کی قیمت کم کردے یا متاثر ہو کر گھاٹا کھا کر بیچنے پر راضی ہو جائے۔

❷ فروخت کرتے وقت تعریف کا مطلب یہ ہے کہ کیسا ہی سامان ہو، اس کی بے حد خوبی اور اچھائی بیان کریں گے تاکہ خریدار کسی طرح متاثر ہو کر مال لے لے اور اس کا مال بک کر کے اسے نفع حاصل ہو اور خریدار اس کی بات سے متاثر ہو کر اس وقت لے لیتا ہے پھر بعد میں افسوس کرتا ہے کہ اس کے کہنے سے پھنس گیا۔

خیال رہے کہ تاجر چیز کی اچھائی یا برائی جو حقیقت میں ہو اگر بیان کرتا ہے تو یہ ممنوع نہیں کہ یہ ضروری ہے۔

اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے کہنے سے متاثر ہو کر خریدے یا بیچ دے اور بعد میں افسوس ہو کہ اس کے کہنے سے دھوکہ ہو گیا ایسا نہ ہو۔

ادائیگی پر ٹال مٹول کا مطلب یہ ہے کہ تاجروں کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی حق نکلتا ہے تو جلدی نہیں دیتے۔ کہتے ہیں کہ کل لے جانا، پرسوں لے جانا، فرصت کے وقت آنا۔ تاکہ اس کی جیب اور خزانہ جلد نہ خالی ہو۔ سو یہ بھی بہت بری عادت ہے۔ دوسروں کی ضرورت رکی رہتی ہے اور پریشانی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے اسے ظلم اور گناہ فرمایا ہے۔ خدائے پاک ہی ان امور سے بچائے۔ (آمین)

تجارت صنعت سے بہتر ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا رزق کے بیس دروازے ہیں، انیس اس میں سے تجارت کے لئے ہیں اور ایک اس میں سے زرگری کے لئے ہے۔ (کنز العمال جلد۴ صفحہ۳۳)

فائدہ: اس سے تجارت کی اہمیت اور وسعت کا پتہ چلتا ہے

تجارت بہتر ہے یا زراعت؟

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ مال کمانے اور حاصل کرنے کے تین ذرائع ہیں۔ ① زراعت ② تجارت ③ صنعت وحرفت۔ ان تینوں میں کون بہتر ہے آئمہ کرام و علمائے عظام کا اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تجارت کو افضل قرار دیتے ہیں۔ کسی نے کہا زراعت افضل ہے کہ یہ توکل کے زیادہ قریب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بخاری کی حدیث نے زراعت اور صنعت و

حرفت کو ترجیح دی ہے کہ ان دونوں کا تعلق عمل یدکسب ید سے ہے۔ نیز اس وجہ سے کہ اس میں عام انسانوں کا فائدہ ہے۔ (جلد۱۲صفحہ۱۸۶)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ایک موقع پر ذکر کیا ہے کہ بعضوں نے تجارت کو افضل قرار دیا ہے مگر بیشتر احادیث زراعت اور ہاتھ کی کمائی پر فضیلت کو ثابت کرتی ہیں۔

کون سی تجارت بہتر ہے؟

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اگر اہل جنت کو تجارت کا موقع اور اس کی اجازت دی جاتی تو وہ کپڑے اور عطر کی تجارت کرتے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ ۶۶)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا عطر کی تجارت بہتر ہے۔ اسلاف و اکابرین کی ایک جماعت نے بزازی کا مشغلہ اختیار کیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی بھی اس شرف کے حامل تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک حدیث میں ہے۔ ''تم پر کپڑے کی تجارت لازم ہے۔''
(کنز العمال جلد۴ صفحہ۳۱)

مسند دیلمی میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اگر جنت میں تجارت کی اجازت ہوتی تو لوگ کپڑے بیچتے۔ (کنز العمال جلد۴ صفحہ۳۳)

ایک روایت میں ہے کہ اگر جنت میں تجارت کی اجازت ہوتی تو میں کپڑے کی تجارت کا حکم دیتا۔ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کپڑے کے تاجر تھے۔ (کنز جلد۴ صفحہ۳۳)

بہترین ذریعۂ معاش کیا ہے؟

حضرت جمیع ابن عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے معلوم کیا گیا کہ بہترین کمائی کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بیع مبرور اور ہاتھ کی کمائی۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ۵۲۳)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں بیع مبرور کو افضل کسب قرار دیا گیا ہے دراصل یہ فضیلت الگ الگ حالتوں کے اعتبار سے ہے۔ کسی وقت یا کسی شخص کے لئے بیع مبرور کی فضیلت ہے کسی کی ہاتھ کی کمائی میں ہے۔

بیع مبرور کا مطلب یہ ہے کہ خرید و فروخت محض مال حاصل کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ سچائی اور دیانت داری کے ساتھ حلال مال حاصل کرنا اور دیئے گئے حقوق کو ادا کرنا ہو۔

بہترین رزق

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین ذکر، ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو گزارے کے لئے کافی ہو۔ (ترغیب صفحہ۵۳۷)

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ کی طرف چلو۔ یقیناً تھوڑا اور کافی بہتر ہے اس زائد سے جو غفلت میں ڈال دے۔ (مسند احمد، ترغیب جلد۲ صفحہ ۳۳۷)

فَائِدَہ: بقدر کفاف رزق اتنا مال ہو کہ ضرورت پوری ہو جاتی ہو۔ پریشانی اور دوسرے کی محتاجگی اور سوال کی نوبت نہ آئے، قابل تعریف ہے۔ حدیث پاک میں اس کی فضیلت مذکور ہے۔ مال کی وسعت اور فراوانی اکثر گناہ اور غفلت کا باعث ہو جاتا ہے اس لئے یہ محمود نہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے اہل وعیال کے لئے بقدر کفاف رزق کی دعا کی ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا بھی اکثر یہی حال رہتا ہے۔

کپڑے اور عطر کی تجارت اہل جنت کی تجارت

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ اگر خدائے پاک اہل جنت کو تجارت کی اجازت دیتا تو وہ لوگ کپڑے اور عطر کی تجارت کرتے۔

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے اور عطر کی تجارت افضل ترین تجارت ہے۔

صنعت وحرفت کی فضیلت

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا حلال کمائی جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ صنعت وحرفت کو پسند کرتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا جلد۲ صفحہ ۱۶۲)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حرفت اختیار کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا جلد۲ صفحہ ۷۳)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ایک جوان کے زہد اور تقویٰ کا ذکر کیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ (ہاں) اگر وہ صنعت وحرفت سے کماتا ہو۔ (ابن ابی الدنیا جلد۲ صفحہ ۷۲)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی صنعت وحرفت کے ذریعہ سے کما کر زندگی گزارنا ملازمت سے بہتر ہے۔ حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذریعۂ معاش بھی صنعت وحرفت اور ہاتھ کی کمائی تھا۔

بڑھئی کا پیشہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام بڑھئی تھے۔ (ابن ماجہ نمبر ۲۷۷)

زراعت اور کھیتی کی فضیلت

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو مسلمان کوئی پودا بوتا ہے یا کھیتی کرتا ہے

اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا کوئی جانور بھی کھاتا ہے تو اس کے حق میں صدقہ لکھا جاتا ہے۔

(بخاری، عمدہ جلد۱۲صفحہ۱۵۴)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی پودا یا درخت بوتا ہے تو جس مقدار میں وہ نکلتا ہے (یعنی پھلتا اور پھولتا ہے) اسی مقدار نیکی اس کے حق میں لکھی جاتی ہے۔

(عمدہ جلد۱۲صفحہ۱۵۴، مجمع الزوائد جلد۴صفحہ۷۰)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی پودا یا درخت بوتا ہے اس سے جو مخلوق بھی یا آدمی فائدہ اٹھاتا ہے تو اس کے حق میں یہ صدقہ ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۴صفحہ۷۰)

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ''اے اہل قریش! تم ایسی جگہ ہو، جہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ پس کھیتی کرو، کھیتی مبارک چیز ہے۔''

(کنز العمال جلد۴صفحہ۱۲۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسانی کا پیشہ نہایت بابرکت ہے۔ اس سے پوری دنیا کی غذائی ضرورت پوری ہوتی ہے جو کسی قدر ثواب کی بات ہے اور خوبی کی بات یہ کہ بلانیت وصدقہ کے اس کو صدقہ کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

کھیتی سے کوئی بھی کھالے یا چرالے تو ثواب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی پودا بوتا ہے اس سے کوئی کھالے تو ثواب، چرالے تو ثواب، درندے کھالیں تو صدقہ کا ثواب، پرندے کھالیں تو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (عمدہ القاری جلد۱۲صفحہ۱۵۴)

بونے کی تاکید

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی کے ہاتھ میں بونے کے لئے کوئی پودا ہو اور قیامت آجائے اور وہ بو سکے تو بونے سے پہلے کھڑا نہ ہو۔ (عمدہ القاری جلد۱۲صفحہ۱۵۴)

صدقۂ جاریہ ہے

حضرت معاذ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کوئی تعمیر کرے جو ظلماً یا ناحق نہ ہو یا کوئی درخت بوئے جو ناحق یا ظلماً نہ ہو تو جب تک خدا کی مخلوق اس سے فائدہ اٹھاتی رہتی ہے اس کو ثواب ملتا رہتا ہے۔ (مسند احمد، عمدہ القاری جلد۱۲صفحہ۱۵۵)

مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے کی زمین پر ناجائز طریقہ سے نہ ہو تو اس کا ثواب صدقۂ جاریہ کے طور پر ملتا

رہتا ہے۔

خوش حالی اور فراوانی مقبولیت کی علامت نہیں

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ پاک نے تمہارے درمیان رزق (مال) کو تقسیم فرمایا ہے۔ اللہ پاک دنیا اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا اور اللہ پاک دین نہیں دیتا مگر صرف اسی کو جس سے محبت کرتا ہے، پس اللہ پاک نے جسے دین دیا اس سے محبت فرمائی۔ (ابن ابی الدنیا جلد۲ صفحہ ۳۱، حاکم جلد ا صفحہ ۳۳)

مال کی فراوانی کا انجام

ضمرہ ابن حبیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس کا مال زیادہ ہوگا اس کے افکار زیادہ ہوں گے اور جس کا فکر زیادہ ہوگا اس کا دل ادھر ادھر بھٹکتا رہے گا۔ ایسے شخص کی خدا کو کوئی پرواہ نہیں کہ کدھر جائے گا اور جس شخص نے ایک فکر (آخرت) اختیار کر لی، اللہ پاک اس کے لئے دنیا کی فکروں میں کافی ہوگا۔ (حاکم صفحہ ۳۲۹، ابن ماجہ نمبر ۴۱۰۶)

جائیداد کی زیادتی میں نہ پڑے

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا زیادہ جائیداد کے جھمیلوں میں نہ پڑو کہ دنیا میں پھنسے رہو۔ (حاکم جلد۳ صفحہ ۳۲۲، ترمذی نمبر ۲۳۲۸، ابن ابی الدنیا جلد۲ صفحہ ۲۶)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ جائیداد کی کثرت اس میں مصروفیت پیدا کرتی ہے اور اس سے انسان دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے زاہدین کی جماعت نے مکروہ قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۶)

واقعۃً جائیداد اور اسباب کی کثرت انسان کو خدا کی عبادت اور آخرت کی تیاری سے محروم کر دیتی ہے۔ مؤمن کے لئے اس دنیا سے کیا فائدہ جو آخرت کے خسارہ یا آخرت کے اعمال ذکر، عبادت، تلاوت و دینی کاموں میں رکاوٹ کا باعث بنے۔

جسے خدا نے حقیقی عقل دی ہے وہی اس کے فوائد و نقصان کو سمجھ سکتے ہیں۔ ورنہ عوام تو عوام، خواص کے سمجھ میں نہیں آتی۔ ہاں! اگر اسباب دنیا کی کثرت یاد خدا سے غفلت کا سبب نہ ہو بلکہ خدمت دین صدقہ و ہدایا کا باعث ہو، مدارس، مکاتب، دینی مواقع، اہل اللہ اور دینداروں پر خرچ ہوتا ہو تو پھر یہ محمود اور مطلوب ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق احادیث پاک میں تعریف ہے۔ "نِعْمَ الْمَالُ لِرَجُلٍ صَالِحٍ" نیک و صالح لوگوں کے لئے مال بہترین شے ہے۔

خلاف شریعت معاش سے بچے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور لوگوں کو بلایا اور فرمایا۔ قریب آ جاؤ۔ لوگ قریب آئے اور بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ رب العالمین کے قاصد حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہیں۔ انہوں نے یہ وحی لائی ہے کہ کسی جان کو موت نہیں آ سکتی جب تک وہ اپنے رزق کو پورا نہ کر لے۔ اگر دیر ہو جائے تو اللہ سے خوف کرو اور تلاش رزق میں سنجیدگی اختیار کرو۔ رزق کی تاخیر تمہیں خدا کی نافرمانی گناہ پر آمادہ نہ کرے۔ کیونکہ اللہ کے پاس جو ہے اسے طاعت کے ذریعہ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ طیب معاش میں اگر معاش حاصل نہ ہو، اور اسباب معیشت کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے تنگی ہو تو پریشان ہو کر خلاف شریعت راستہ سے رزق حاصل نہ کرے۔ کسی ناجائز کسب یا کسب میں ناجائز امور کو اختیار نہ کرے کہ دنیا میں بے برکتی، پریشانی اور آخرت میں وبال جان بن جائے۔ حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تنگی اور عسر آ جائے تو اللہ کی فرماں برداری اور اطاعت ہی کے ذریعہ اسے حاصل کرو۔ (جلد۲ صفحہ ۵۲۶)

فائدہ: بہت مرتبہ دیکھا جاتا ہے کہ شریعت کے موافق تلاش معاش میں کامیاب نہیں ہوتا تو گناہ اور ناجائز راستہ سے طلب معاش میں لگ جاتا ہے۔ سو ایسی حرکت نہ کرے۔ مثلاً سچ بولنے سے مال نہیں بکتا ہے تو جھوٹ اور فریب سے مال فروخت کر کے نکل جاتا ہے، ایسا نہ کرے، صبر کرے خدا کی نصرت ہوگی۔ قرآن پاک میں ہے:

''جو تقویٰ اختیار کرے گا خدا اسے بے گمان رزق دے گا۔''

حصول معاش میں سنجیدگی اختیار کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! غناء کا تعلق اسباب و سامان کی زیادتی سے نہیں ہے اصل غناء دل کا غناء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو رزق لکھ دیا ہے وہ بندے کو دے کر رہتا ہے۔ لہٰذا رزق کی تلاش میں سنجیدگی اور متانت اختیار کرو۔ حلال کو اختیار کرو اور حرام کو چھوڑ دو۔

(ابو یعلی ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۵)

تلاش روزی میں حیران و سرگرداں نہ ہو

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! خدا سے ڈرو، روزی کو اچھی طرح (اطمینان اور عزت سے) تلاش کرو۔ کوئی جان اس وقت تک مر نہیں سکتی جب تک کہ

پورا رزق (مقسوم) وصول نہ کرے، گو تاخیر ہو جائے۔ خدا سے ڈرو اور تلاش رزق میں بہتر طریقہ (شریعت کے مطابق) حاصل کرو۔ حلال کو حاصل کرو اور حرام کو چھوڑ دو۔ (ابن ماجہ نمبر ۲۱۴۴)

قرب قیامت میں حلال و حرام کی پرواہ نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ مال حاصل کرنے میں حلال و حرام کی پرواہ نہ کریں گے۔ (ابن ابی الدنیا جلد۲ صفحہ ۲۷، مسند احمد صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: بس مقصد یہ ہوگا کہ مال آجائے تاکہ عیش و راحت نصیب ہو اور اس مال کے حاصل کرنے میں وہ شریعت کے قانون کو نہ دیکھے گا۔ آج امت کا یہی حال ہے وہ تجارت اور مال میں حرام و حلال کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔

ایک لقمہ حرام سے چالیس دن کی نماز و دعا قبول نہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس شخص نے ایک لقمہ حرام کھایا اس کی چالیس دن تک کی نماز قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی چالیس دن تک کی دعا قبول کی جائے گی۔

(کنز العمال جلد۴ صفحہ ۱۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس کا کچھ بھی باقی رہے۔

(کنز العمال جلد۴ صفحہ ۱۳)

مال حرام کے صدقہ و خیرات میں بھی ثواب نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مال حرام جمع کرے اور صدقہ خیرات کرے اس کا کوئی ثواب نہ ہوگا اور اس کا گناہ ہوگا۔ (ابن حبان، کنز العمال جلد۴ صفحہ ۱۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مال حرام جمع کرنے والا تم کو رشک میں نہ ڈال دے کہ صدقہ کرے تو قبول نہ ہو۔ رکھ چھوڑے تو جہنم کا توشہ بنے۔ (حاکم، کنز العمال جلد۴ صفحہ ۱۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ (مال حرام) اگر خرچ کرے (اہل و عیال پر) یا صدقہ و خیرات کرے تو ثواب نہ پائے، روک کر رکھے تو برکت نہ ہو، چھوڑ کر مر جائے تو جہنم کا سبب بنے۔ (طبرانی، کنز العمال جلد۴ صفحہ ۱۷)

فائدہ: بہت سے مالداروں کو دیکھا گیا ہے، خلاف شرع ناجائز مال خوب جمع کرتے ہیں اور مسجد، مدرسہ میں اور دین کی طرف منسوب کام میں خوب خرچ کرتے ہیں۔ لوگ اس سے متاثر بھی ہوتے ہیں۔ مال والا بھی یہ

سمجھتا ہے کہ دینی لائن میں خرچ کرنا حرام کا کفارہ بن جائے گا۔ سو اس حدیث پاک سے ایسے خیال کی تردید ہوتی ہے۔ ثواب ہی نہیں، قبول ہی نہیں بلکہ مال حرام کے حاصل کرنے کا شدید گناہ سر پر رہے گا اور یہ صدقہ خیرات کام نہ دے گا۔ خلاف شرع مال جمع کرنے اور صدقہ خیرات کرنے والے غور کریں۔

مال حرام کا انجام

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جو شخص مال حرام حاصل کرتا ہے۔ اگر پاس رکھے رہا تو برکت نہ ہوگی۔ خرچ کرے گا تو اللہ پاک قبول نہیں فرمائیں گے۔ اگر چھوڑ کر مر گیا تو جہنم اس کا انجام ہوگا۔ (ابن أبی الدنیا جلد۲ صفحہ۱۸)

مال گناہ میں خرچ کرنا مال کی بربادی ہے

سعید بن جبیر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مال کو برباد و ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بربادی یہ ہے کہ اللہ پاک حلال کمائی سے نوازے اور اسے اللہ کے حرام کردہ راستہ میں خرچ کیا جائے۔ (ابن ابی الدنیا جلد۲ صفحہ۵۲)

فَائِدَہ: مال خدائے پاک کی نعمت ہے۔ گناہ میں اور اس کے بتائے ہوئے راستہ کے خلاف خرچ کرنا ناشکری ہے اور ناشکری نعمت کو گھٹاتی ہے اور اس سے محروم کرتی ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ مال کی فراوانی کی وجہ سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہے اور پھر یہ نافرمانی مال کی بے برکتی، مصیبت و حادثہ کی آمد، تنگی و غربت کا سبب ہوتا ہے۔ جس کا احساس نہیں ہوتا۔

کس مال میں برکت ہے؟

حضرت خولہ بنت قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے سنا کہ "یہ مال شیریں وشاداب ہے جو اسے جائز اور صحیح طور سے حاصل کرے گا، برکت دی جائے گی۔"

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جو مال کو اس کے حق (شرعی قاعدہ) کے ساتھ حاصل کرے گا اسے برکت دی جائے گی اور جو ناحق (خلاف شرع طور سے) حاصل کرے گا تو اس کی مثال اس طرح ہے جو کھائے پیٹ نہ بھرے، یعنی مال سے فائدہ حاصل نہ ہوگا، پریشانی بڑھے گی اور پتہ نہیں چلے گا کہاں سے آیا اور کہاں گیا۔ (اصلاح المال، ابن ابی الدنیا جلد۲ صفحہ۱۳)

دین وشریعت پر عمل مالداری سے بڑھ کر ہے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ اللہ پاک نے لوگوں کے

درمیان رزق تقسیم فرمادیا ہے، اور اللہ پاک نے دنیا اسے بھی دی ہے جس سے وہ محبت کرتے ہیں اور اسے بھی دیا ہے جس سے وہ نفرت کرتے ہیں۔ اور دین صرف اسی کو دیا ہے جس کو محبوب رکھتے ہیں۔ پس جسے خدائے پاک نے دین سے نوازا ہے بس وہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔ (ابن ابی الدنیا جلد۲ صفحہ۳۱، حاکم جلد۱ صفحہ۳۳)

فَائِدَۃ: اس سے واضح ہوا کہ مال محبوبیت کی علامت نہیں ہے۔ اگر خدا نے دین اور شریعت پر عمل سے نوازا ہے تو بہت بڑی دولت ہے۔ مال کے پیچھے نہ لگے اور نہ افسوس کرے۔

ترغیب وفضائل

بازار میں جانا اور خرید وفروخت کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بازار گیا آپ کپڑا فروش کے پاس تشریف فرما ہوئے اور چار درہم میں ایک پاجامہ خریدا۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۴)

سوید ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور مخر مہ عبدی نے (یمن کے مقام) ہجر سے کپڑا لاکر اس کی تجارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور پاجامہ کا بھاؤ کیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۶۱)

حضرت ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سوق نبیط تشریف لے گئے اور دیکھنے کے بعد فرمایا کہ یہ تمہارا بازار نہیں ہے۔ پھر ایک دوسرے بازار تشریف لے گئے اور فرمایا یہ تمہارا بازار نہیں۔ پھر لوٹ آئے اور فرمایا یہ تمہارا بازار ہے نہ ان کا کچھ کم کیا جائے اور نہ ان پر کوئی ٹیکس لگایا جائے۔

فائدہ: آپ نے جو فرمایا کہ "تمہارا بازار نہیں ہے" اس کا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ یہاں دھوکا وغیرہ بہت ہے۔ صحیح سامان اور قیمت کا اندازہ مشکل ہے۔ اس لئے یہاں نہ خریدا جائے اور "کم نہ کیا جائے" کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ جو بازار کے منتظم ہوتے ہیں وہ ٹیکس اور چنگی وغیرہ کے طور پر بیچنے والے کا کچھ سامان لے لیتے ہیں، یہ ظلم ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ اسی طرح نقد ٹیکس لینا بھی جائز نہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ (بازار میں) ایک شخص کے پاس سے گزرے جو غلہ بیچ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ میں ہاتھ ڈالا، تو اس نے دھوکہ کر رکھا تھا۔ (یعنی اوپر اچھا تھا اور اندر خراب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو دھوکہ دے ہم میں سے نہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۶۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے تو ایک شخص نے آپ کو ابو القاسم کہہ کر پکارا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو نکلے نہ آپ نے مجھ سے گفتگو کی نہ میں نے آپ سے۔ یہاں تک کہ بنی قینقاع بازار آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کے سامنے بیٹھ گئے۔ (بخاری مختصراً جلد ۱ صفحہ ۲۸۵)

فائدہ: ان روایتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بازار تشریف لے جانا اور حسب ضرورت سامان خریدنا معلوم ہوا۔

یہی بازار جانا تو کفار کے نزدیک باعث اعتراض ہوا تھا۔

علامہ قرطبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ مشرکین نے آپ کو عار اور شرم دلائی کہ یہ کیسے خدا کے رسول اور پیغمبر ہیں کہ جو کھانے اور پینے کے محتاج ہیں اور بازار بھی آتے جاتے ہیں۔ (یعنی اپنی ضرورت کے سامان کی خریداری کے لئے بازار خود جاتے ہیں۔ کوئی خادم، نوکر چاکر نہیں، جو ان کا سامان لا دیا کرے) آپ اس واقعہ سے سخت غمگین ہوئے۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ تشریف لائے اور فرمایا خدائے پاک آپ کو سلام کہتے ہیں اور یہ آیت "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ الخ" پیش کرتے ہیں یعنی آپ سے پہلے جتنے رسول و پیغمبر آئے ہیں ان کو کھانے اور پینے کی ضرورت ہوئی اور بازاروں میں ان کا (سامان معیشت خریدنے کے لئے) جانا ہوتا رہا۔ یعنی یہ بتا کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی۔ (جلد ۷ صفحہ ۱۱۲)

ضرورت سے بازار جانا تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی سنت

ابن ابی حاتم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے حضرت قتادہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پہلے تمام انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بازاروں میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ (الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۲۴۳)

فَائِدَہ: یعنی اپنی ضرورت کا سامان بازار سے جا کر لانے کو وقار اور شرافت کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ بعض لوگ بازار جانا شان اور وقار کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اہل علم اور مقتدیٰ حضرات کا بازار جانا

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے "عمدۃ القاری" میں امام بخاری کے باب "ما ذکر فی الاسواق" کے تحت ابن بطال کا قول ذکر کیا ہے کہ اس سے امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا مقصد اہل فضل و شرف کا بازار میں جانا ثابت کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بازار باوجودیکہ "شر البقاع" ہے لیکن پھر بھی انبیاء اور صلحاء کا ضرورت سے بازار جانا ثابت ہے۔ (جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۵)

اسی طرح امام بخاری نے "شری الامام الحوائج بنفسہ" کا باب قائم کیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ امام کا جلالت شان کے باجود حاجت ضروریہ کے لئے بازار جانا شرافت کے خلاف یا خلاف تقویٰ نہیں۔

عموماً دیہاتوں اور قصبوں کے بازار میں جہاں منکرات اور فواحش نہیں ہوتے یا بہت کم ہوتے ہیں اور عورتوں کا بھی فتنہ نہیں ہوتا۔ ضرورت سے جانا یقیناً تواضع اور سنت کی اتباع ہوگی۔

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ بڑے اور اونچے مرتبہ والوں کا خود سے سامان خریدنا۔ باوجودیکہ ان کے خدام ہوں، سنت اور تواضع و مسکنت کا اظہار ہے۔ حضرات صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ اور اسلاف صالحین رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا طریق ہے۔

بعض اہل فضل کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ بازار جانا شان اور مرتبہ کے خلاف سمجھتے ہیں، اس لئے خدام اور متعلقین سے یہ کام لیتے ہیں اور اس میں وہ اپنا وقار اور شان محسوس کرتے ہیں، شاید اس کا سبب کبر وعجب ہو، جسے اہل بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

خیال رہے کہ وقار وعزت اور فضیلت سنت کی اتباع میں ہے نہ کہ متکبرین اور رؤسا کی اتباع میں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ مالدار اور سیاسی اقتدار والے خود سے بازار جانا شان اور مرتبہ کے خلاف اور اسے عیب سمجھتے ہیں۔

واضح ہو کہ بعض لوگ اسے دیانت اور تقویٰ کے بھی خلاف سمجھتے ہیں۔ سو ولایت اور تقرب کے امور سنت سے ہٹ کر نہیں ہو سکتے۔

ضرورت کا سامان خود خریدنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اونٹ خریدا اور حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک بت پرست بکری لے کر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بکری خریدی۔ (بخاری صفحہ ۲۸۱)

فائدہ: آپ نے خود بھی خرید فرمایا ہے اور کبھی خادم وکیل کی معرفت بھی خرید فرمائی ہے۔ حسب حال اور وقت دونوں سنت ہے۔

فروخت کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریداری زائد کی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید وفروخت دونوں کا معاملہ کیا ہے۔ رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خریداری بمقابلہ فروختگی زائد ہے۔ ہجرت کے بعد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شے کے فروخت کرنے کا معاملہ بس شاذ ونادر ہی ہے۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۱۶۰)

آج کل شہروں کے بازاروں کا حکم

خیال رہے کہ بازار میں ضرورت سے جانا اور سامان وغیرہ کی خرید وفروخت خود سے کرنا سنت اور تواضع و مسکنت ہے۔ لیکن اگر بازار میں منکرات اور عریانیت ہو۔ نظر وغیرہ کی حفاظت نہ ہو سکتی ہو یا عورتیں حد درجہ بے حیائی کرتی پھرتی ہوں تو ایسی حالت میں بازار نہ جانا ہی بہتر ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الجامع لاحکام القرآن'' میں لکھا ہے:

''مَهْمَا كَثُرَ الْبَاطِلُ فِي الْأَسْوَاقِ وَظَهَرَتْ فِيهَا الْمَنَاكِيرُ كُرِهَ دُخُولُهَا لِأَرْبَابِ الْفَضْلِ وَالْمُقْتَدىٰ بِهِمْ'' (الجامع لاحکام القرآن جلد ۷ صفحہ ۱۶)

اس سے معلوم ہوا وہ اہل علم جو مقتدی اور مشیخت کے مقام پر ہوں۔ ان کے لئے بازار میں خرید وفروخت جب کہ بے حیائی اور بے پردگی کا غلبہ ہو مکروہ ہے۔

چنانچہ وہ اس مسئلہ پر مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اہل علم مشائخ نے کہا کہ کتابوں اور ہتھیار کے بازار کے علاوہ میں نہ جائے۔ امام قرطبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ اپنی رائے لکھتے ہیں کہ ضرورت پر بازار چلا جائے مگر وہاں کھائے پیئے نہیں چونکہ یہ مروت اور وقار کے خلاف ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بازار میں ناشتہ اور چائے پینے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ اہل علم وفضل کے مقام کے مناسب نہیں کہ وہاں ہر طبقہ کے لوگوں کا مجمع ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ جن بازاروں میں فواحش اور عورتوں کی ایک بھیڑ ہوتی ہے۔ اس کو اس زمانہ کا منکر قرار دیتے ہوئے اس میں جانے کے قائل نہیں:

”حتی تری المراة فی القیساریات وغیرهن قاعدة متبرجة بزینتها وهذا من المنکر الفاشی فی زماننا هذا“ (جلد ۷ صفحہ ۲۲)

جب علامہ قرطبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ ساتویں صدی کے بازاروں کا یہ حال بتا رہے ہیں تو اس دور میں بازاروں میں منکرات فواحش اور عورتوں کا کتنا فتنہ ہو سکتا ہے۔ کتنی بے حیائی اور عریانیت ہو سکتی ہے۔ اہل بصیرت پر مخفی نہیں اس لئے آج کل شہروں کے بازاروں سے حتی الوسع احتیاط چاہیے تا کہ کم از کم نگاہوں کی حفاظت ہو سکے۔

خرید وفروخت کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند قیمتی ارشادات

خرید وفروخت میں نرمی اور خوش اخلاقی کا حکم اور اس کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک خرید وفروخت اور فیصلے میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۷۸، ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (معاملات میں) نرمی اختیار کرو۔ تمہارے ساتھ نرمی کی جائے گی۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۶۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل ایمان میں افضل وہ آدمی ہے جو خریدے تو نرمی اختیار کرے۔ بیچے تو نرمی سے بیچے، فیصلہ کرے تو نرمی سے فیصلہ کرے۔ فیصلہ لے تو نرمی سے لے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۶۳)

فائدہ: اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ معاملات اور لین دین میں نرمی، خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے۔ مثلاً خریدار کہے اسے بدل دو، یا دوسرا دو یا اس سے اچھا دو تو بگڑے نہیں، انکار نہ کرے، اگر مبیع چنے تو اس پر نکیر نہ کرے بلکہ اس کو خوشی سے لینے کا موقعہ دے، جھڑکے نہیں۔ ایسا شخص اللہ کو محبوب ہے۔ اور ایسے احوال جنتی کے احوال ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ پاک نے ایک ایسے شخص کو جنت میں داخل فرمادیا جو خرید وفروخت اور فیصلے میں لوگوں کے ساتھ درگزر اور نرمی کرنے والا تھا۔ (فتح الباری جلد۴ صفحہ ۳۰۷)

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ تاجروں اور دکانداروں کو لوگوں کے ساتھ درگزر، نرمی اور خوش اخلاقی کا معاملہ کرنا سنت اور ثواب عظیم کا باعث ہے۔

کاروبار اور تجارت میں برکت اور وسعت کیسے ہو؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے رزق میں برکت چاہے یا اپنی وفات کے بعد ذکر خیر چاہے، تو اسے صلہ رحمی کرنا چاہئے اور چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۲۷۷)

فَائِدَہ: یعنی جس شخص کو تجارت میں یا اور کسی معاملہ میں برکت اور وسعت چاہئے تو اسے چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ برکت رزق کے لئے کون سا عمل کرے۔ حدیث پاک میں اس کا جواب ہے۔ امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے کتاب البیوع میں اسے ذکر کر کے بیوع میں سبب برکت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۰)

ایک حدیث میں ہے کہ رزق میں زیادتی نہیں ہوتی مگر صلہ رحمی سے۔

داؤد بن عیسیٰ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بیان کیا کہ تورات میں یہ لکھا ہے کہ حسن سلوک، حسن اخلاق اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھائی گھروں کو آباد، مال کو زائد اور عمر میں اضافہ کرتا ہے۔ خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۱)

اگر تجارت سچائی اور دیانت داری کے ساتھ نہ ہو تو برا حشر

حضرت رفاعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل کرتے ہیں کہ تاجر لوگ قیامت میں تاجر اور بدکار اٹھائے جائیں گے۔ سوائے ان کے جنہوں نے اپنی تجارت میں سچائی اور دیانت اختیار کیا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۵۵، ترمذی صفحہ ۱۵۵)

فَائِدَہ: عموماً تاجر لوگ اس فکر میں رہتے ہیں کہ محض دنیاوی نفع زیادہ سے زیادہ ہو جائے، آخرت برباد ہو، اس کا خیال نہیں کرتے کہ یہ تجارت، خرید و فروخت شریعت اور حکم خداوندی کے مطابق ہے یا نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت میں ان کا حشر بدکار مجرموں کی طرح ہوگا اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا۔ لہٰذا ایسے برے حشر سے بچنے کے لئے دنیا میں شریعت کے مطابق تجارت کرے کہ سچے اور دیانت دار تاجروں کا حشر انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

ہبہ اور ہدیہ پر گزر کرنے کے مقابلہ میں کسب افضل ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ آئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمارے اور سعد بن ربیع کے درمیان بھائی چارگی فرما دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں بہت مالدار ہوں، میں نصف مال تم کو دیتا ہوں اور میری جس بیوی کو تم پسند کرو، میں طلاق دیتا ہوں۔ تم اس سے شادی کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یہاں کوئی بازار ہو تو بتا دو جس میں تجارت ہو سکے۔ انہوں نے بازار قینقاع بتا دیا۔ چنانچہ پنیر اور گھی کی تجارت میں لگ گئے۔ (بخاری مختصراً صفحہ ۲۷۵)

فَائِدَہ: اس روایت میں حضرت عبدالرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے بجائے ہدایا اور احسان کے بازار میں جا کر خرید و فروخت کے ذریعہ مال حاصل کرنے کو ترجیح دی۔ اس پر حافظ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ اس سے تجارت

وغیرہ میں لگ کر مال کا حاصل کرنا ہدایا وغیرہ پر اکتفا سے افضل ہے۔ (جلد۴ صفحہ ۲۹۰)

یہی سنت اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کا راستہ ہے۔

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حبیب بن عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ایک باندی تھی جو دودھ فروخت کرتی تھی اور اس کی قیمت حضرت مقدام لیتے تھے۔ اس پر بعض لوگوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ آپ دودھ فروخت کراتے ہیں اور اس کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ (یعنی دنیا حاصل کرتے ہیں) انہوں نے کہا ہاں! میں ایسا کرتا ہوں اور اس (دنیا کمانے) میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سوائے درہم و دینار کے انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔

(مجمع الزوائد جلد۴ صفحہ ۶۸)

آخری زمانہ میں مال اختیار کرنے کا حکم

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں لوگوں کو دراہم و دنانیر (روپیہ پیسہ) ضروری ہوگا کہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنی دنیا اور دین کو درست رکھ سکیں۔

(مجمع جلد۴ صفحہ ۶۸)

فائدہ: ایک تو اس وجہ سے کہ بیت المال کا انتظام نہ رہے گا۔ دوسری اس وجہ سے کہ لوگوں میں ایک دوسرے کی اعانت و نصرت کا اور کام آنے کا جذبہ ختم ہو جائے گا۔ ہر شخص اپنی عیش و راحت کی فکر میں رہے گا۔ لہٰذا دینی ضرورت میں اس کا کوئی خیال نہ کرے گا۔ ایسی حالت میں اگر اس کے پاس کچھ بھی دنیا نہ ہوگی تو اس کے دین میں بھی رخنہ پڑے گا اور دنیاوی پریشانی موجب ہلاکت ہوگی۔

آج کل اس دور میں اپنی دینی ضرورت کی کفالت کے لئے بقدر ضرورت دنیا ہر اہل دین کے لئے ضروری ہے تاکہ وہ دنیاداروں کا محتاج نہ رہے۔

تقویٰ کے ساتھ مال بہترین شئے ہے

عبداللہ بن خبیب نے اپنے چچا سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مالداری میں کوئی حرج نہیں جو خوف و تقویٰ خداوندی کے ساتھ ہو۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۲۴)

فائدہ: خوف و تقویٰ کے ساتھ مالداری بہترین نعمت خداوندی ہے کہ اس سے بندگان خدا کی خدمت کا موقع ملتا ہے۔ جب یہ مال کے حقوق ادا کرتا ہے تو فقراء و مساکین اور اہل ضرورت کی اعانت ہوتی ہے۔ دین پر مال خرچ کرنے کی وجہ سے دین اور اہل دین کا فائدہ ہوتا ہے۔ اس کی دنیا بھی اچھی گزرتی ہے اور آخرت کی تعمیر کا

بھی خوب موقع ملتا ہے۔ اس لئے حدیث پاک میں ہے۔ "نِعْمَ الْمَالُ لِرَجُلٍ صَالِحٍ" نیک آدمی کے لئے مال کیا ہی بہترین شئے ہے۔

بازار میں کب جائے اور کب آئے؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان صبح کے وقت اپنا جھنڈا لیتا ہے اور سب سے پہلے داخل ہونے والے کے ساتھ داخل ہوتا ہے اور سب سے آخر میں آنے والے کے ہمراہ آتا ہے۔ (ابن ماجہ، مجمع الزوائد صفحہ ۸۰)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بازار میں اول داخل ہونے والا اور آخر میں آنے والا نہ ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۸۰)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کو نماز کے لئے جاتا ہے تو ایمان کے جھنڈے کے ساتھ جاتا ہے اور جو صبح کو بازار جاتا ہے تو ابلیس کے جھنڈے کے ساتھ بازار جاتا ہے۔

(ابن ماجہ نمبر ۲۲۳۴ جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

فائدہ: بازار میں اولاً اور سب سے پہلے جانا اہتمام پر اور سب سے آخر میں حد درجہ مشغولیت پر دلالت کرتا ہے اور بدترین و مبغوض مقامات کے ساتھ اس درجہ اہتمام اور شغل مذموم ہے کہ عبادت اور آخرت سے غفلت کی علامت ہے۔ جو یقیناً اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ اولاً صبح کی نماز کے بعد تلاوت اور دعاء و وظائف وغیرہ سے فراغت حاصل کر لے پھر جائے۔ ذکر، اذکار اور اوراد وغیرہ کو چھوڑ کر بازار جانا حرص، طمع اور حب دنیا کی علامت ہے۔

بازار بدترین مقامات میں سے ہیں

حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اس نے معلوم کیا بہترین اور بدترین مقام کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے نہیں معلوم! میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے معلوم کر کے بتاؤں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین مقامات اللہ کے نزدیک مساجد اور بدترین مقامات اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔ (بزار، مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۷۹)

دن کے شروع حصہ میں سفر تجارت وغیرہ کرے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو بھیجتے تو دن کے شروع حصہ میں بھیجتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! میری امت کو دن کے شروع حصہ میں برکت عطا فرما۔

(مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۶۵)

فائدہ: شروع دن برکت کا وقت ہے۔آپ نے شروع دن اور جمعرات کے دن کے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے۔(مجمع الزوائد جلد۴ صفحہ ۶۵)

اسی وجہ سے آپ عموماً شروع دن میں کام شروع فرماتے۔اگر لشکر وغیرہ بھیجنا ہوتا تو آپ اسی وقت کا لحاظ فرماتے۔اس وجہ سے بہتر ہے کہ سفر یا اہم امور کو دن کے اول وقت میں کرے۔

شروع دن میں برکت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تلاش رزق میں صبح کا وقت اختیار کرو۔صبح کا وقت برکت اور کامیابی کا وقت ہے۔(مجمع الزوائد جلد۴ صفحہ ۶۴، کنز العمال جلد۴ صفحہ ۴۸)

شروع دن کے کام میں برکت کی دعا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی۔اے اللہ! میری امت کو دن کے شروع حصہ میں برکت عطا فرما۔(بزار جلد۲ صفحہ ۷۹)

معاملات کے متعلق آپ ﷺ کی چند اہم تعلیمات

بیع کی واپسی کا حکم اور اس کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کسی مسلمان کے خریدے ہوئے مال کو واپس کر لے (جب کہ وہ واپس کرنا چاہے) تو اللہ پاک قیامت کے دن اس کے گناہ کو معاف کر دے گا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۶۶)

حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے بھائی کے خریدے ہوئے مال کو واپس لے لے، اللہ پاک قیامت کے دن اس کے گناہوں کو واپس فرمالے گا۔ یعنی معاف فرما دے گا۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۶۷)

فائدہ: بسا اوقات آدمی کوئی سامان خرید لیتا ہے۔ پھر بعد میں کسی وجہ سے نادم ہوتا ہے، افسوس کرتا ہے، نہیں رکھنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں فروخت کرنے والے کو وہ سامان واپس لے کر اس کی قیمت دے دینی چاہئے۔ اس کو واپس کر لینے کی فضیلت مذکور ہے۔

عام تاجروں کا ذہن ہوتا ہے کہ خریدا ہوا مال واپس نہیں کرتے۔ اگر کرتے ہیں تو بہت پریشان کرتے ہیں۔ بعضے تو رقم بھی کاٹ لیتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ لکھ دیتے ہیں ''بکا مال واپس نہ ہوگا'' سو اس حدیث پاک کی رو سے اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ غیر مسلموں کے اس طرز سے مسمانوں کو بچنا چاہئے۔

خریدنے کے بعد واپسی کا اختیار

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی سے کچھ فروخت کیا۔ پھر آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اسی طرح بیع ہوتی ہے۔ (یعنی اختیار دے تاکہ کسی وجہ سے پسند نہ آنے پر واپسی کا اختیار رہے)۔ (بزار جلد۲ صفحہ ۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دیہاتی کو فروخت کرنے کے بعد اختیار دیا تھا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے کہا میں

خریدنے میں بسا اوقات دھوکہ کھا جاتا ہوں تو آپ نے فرمایا جب تم خریدا کرو تو کہہ دیا کرو میں دھوکا نہیں کھاؤں گا (یعنی واپسی کا اختیار رہے گا) چنانچہ وہ شخص یہ کہتا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۴، بخاری، مسلم)

فَائِدَہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خریدار کو خریدنے کے بعد واپسی کا بھی اختیار رہتا ہے۔ خریدنے کے بعد کسی وجہ سے واپس کرے۔ مثلاً کہ یہ جلدی میں خرید لیا۔ زیادہ دیکھ نہیں پایا۔ غور نہیں کر پایا تو بائع کو چاہئے کہ واپس کر لے۔ اس کا بڑا ثواب ہے۔ دیکھنے کے بعد واپس نہیں ہوگا۔ یہ اسلامی طریقے کے خلاف ہے۔ شریعت کا حکم ہے، سنت ہے کہ واپس لے کر پوری قیمت واپس کرے۔ ہاں اگر سامان بدل جائے، عیب پیدا ہو جائے تو پھر دوسری بات ہے۔

جائیداد فروخت کرے تو رقم کیا کرے؟

سعید بن حریث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے جو کوئی گھر یا جائیداد فروخت کرے اور اس کی قیمت کو اسی جیسے میں نہ لگائے تو اس کیلئے یہی لائق ہے کہ اس میں برکت نہ ہو۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی گھر یا زمین فروخت کرے اور اس کی قیمت اسی جیسے گھر یا جائیداد میں نہ لگائے تو اس مال میں برکت نہیں ہوتی۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۳۲)

فَائِدَہ: مکان یا جائیداد چونکہ نہ اسے چرایا جا سکتا ہے نہ عموماً حادثہ آتا ہے اور اس کا خریدنا ایک مشکل مسئلہ ہوتا ہے اور نسلوں میں کام آتا ہے۔ اس لئے بغیر کسی خاص ضرورت اور مصلحت کے ان چیزوں کو فروخت نہ کیا جائے کہ عموماً رقم خرچ ہو جاتی ہے اور باقی نہیں رہ پاتی۔ جیسا کہ عموماً دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے آپ نے حسن معاشرہ کے طور پر یہ مشورہ اور ہدایت دی ہے کہ اس کی قیمت سے پھر کوئی جائداد وغیرہ خرید لی جائے۔ خیال رہے کہ یہ مشفقانہ ہدایت ہے کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔

جھکتا تولنا مسنون ہے

حضرت سوید بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔ پاجامہ کا بھاؤ کیا۔ ہم نے آپ کے ہاتھ اسے فروخت کر دیا۔ پھر ایک شخص جو اجرت سے وزن کر رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا ناپو اور جھکتا تولو۔ (ترمذی، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۴۷، سبل جلد ۹ صفحہ ۶)

فَائِدَہ: جھکتا تولنا سنت ہے اور باعث برکت ہے اور عرف و ماحول میں بھی محمود سمجھا جاتا ہے۔

نیلامی جائز ہے

حضرت انس ابن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری آپ ﷺ کے پاس مانگنے آیا۔ آپ

نے اس سے پوچھا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ کہا ہاں! ایک چادر۔ جس کے کچھ حصہ کو بچھا لیتا ہوں اور کچھ حصہ کو اوڑھ لیتا ہوں۔ ایک پیالہ جس سے پانی پیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جاؤ دونوں لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے کر آیا۔ آپ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کون ان دونوں کو خریدتا ہے۔ ایک شخص نے کہا میں ایک درہم میں خریدوں گا۔ آپ نے فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ ایک شخص نے کہا میں دو درہم میں لے لوں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہ دونوں درہم انصاری کو دے دیئے اور کہا کہ ایک درہم سے کھانا خرید لو اور گھر والوں کو دے دو اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لایا۔ آپ نے اس میں اپنے دست مبارک سے دستہ لگا دیا اور فرمایا لے جاؤ اور لکڑیاں کاٹ لاؤ۔ میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ چنانچہ وہ لکڑیاں کاٹتا رہا اور بیچتا رہا۔ پھر وہ آیا اور دس درہم ساتھ لایا۔ آپ نے فرمایا کچھ کا غلہ اور کچھ کا کپڑا خرید لو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے بہتر تھا کہ تم اس مانگنے کی وجہ سے قیامت کے دن چہرے میں داغ لے کر آتے۔ مانگنا صرف اسی کے لئے جائز ہے جو سخت فاقہ میں یا سخت قرضہ میں یا خوں بہا میں پھنسا ہو۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۹۹، ترمذی)

حضرت عطاء رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو میں نے دیکھا کہ مال غنیمت زائد بھاؤ لگانے والے کو دیتے تھے۔ (بخاری)

فائدہ: علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے۔ نیلامی کی بیع جس میں ایک بھاؤ دوسرے سے زائد ہو جائز ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد۱۲ صفحہ ۲۰۷)

خیال رہے کہ جب کہ خریدار نے بھاؤ پر منظوری نہ دی ہو اور اگر بھاؤ کی منظوری دے دی ہے اور دونوں جانب سے رقم کی تعیین ہو چکی ہو تو پھر کسی دوسرے کو دینا، جو زائد رقم دے رہا ہو، درست نہیں ہے۔

بیع نامہ مستحب ہے

ابن وہب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ عدا ابن خالد بن ہوزہ نے ذکر کیا کہ میں تم کو بیع نامہ نہ دکھا دوں جو رسول پاک ﷺ نے مجھے لکھوا کر دیا تھا۔ میں نے کہا ہاں! چنانچہ انہوں نے نکالا جس میں لکھا تھا:

"یہ وہ ہے جسے عدا ابن خالد نے خدا کے رسول محمد ﷺ سے خریدا۔" (ترمذی صفحہ ۱۴۶، ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۲۵)

فائدہ: بیع نامہ مستحب ہے۔ اہم اشیاء میں بیع نامہ لکھ لیا جائے تاکہ بعد میں انکار وغیرہ کی گنجائش نہ رہے۔

آج کل جو کیش میمو رائج ہے یہ بھی ایک قسم کا بیع نامہ ہی ہے۔

ادھار خریدنا

حضرت ابورافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے پاس کوئی مہمان آیا۔ آپ کے پاس

کچھ نہیں تھا جس سے آپ اس کی خاطر فرماتے۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو یہودی کے پاس بھیجا کہ وہ آپ کو رجب کی چاند تک آٹا ادھار دے دے۔ (مختصراً، مجمع الزوائد جلد۴ صفحہ ۱۲۹)

فائدہ: ضرورت پر ادھار خریدنا جائز ہے۔ حسب وعدہ یا جب وسعت ہو قرضہ ادا کر دے۔ بلا ضرورت یا مال رہتے ہوئے ادھار خریدنا اور ٹال مٹول کرنا درست نہیں ہے اور بے برکتی کی بات ہے۔

خیال رہے کہ سونے، چاندی کے زیورات کو ادھار خریدنا جائز نہیں ہے۔ سونے چاندی کے مسائل عام خرید وفروخت کے مسائل سے جداگانہ ہیں۔ ناواقف ہونے کی وجہ سے بعضے معاملات ایسا کر لیتے ہیں جو سودی ہوتا ہے۔

ایک دام میں فروخت کرنا

حضرت قیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے مروہ کے مقام پر کبھی ملاقات کی اور کہا اے اللہ کے رسول! میں خرید وفروخت کرتی ہوں۔ میں جب کسی چیز کو خریدنا چاہتی ہوں تو جو دینے کا ارادہ کر لیتی ہوں اس سے کم دام لگاتی ہوں پھر زیادہ کرتی ہوں تاکہ میرے بھاؤ تک آ جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے قیلہ تم ایسے مت کرو۔ جب تم خریدنا چاہو تو وہ لگاؤ جو تم دینا چاہتی ہو۔ خواہ وہ دے یا نہ دے۔ اسی طرح جب کسی چیز کو بیچنا چاہو تو وہی بھاؤ کہو جو تم چاہتی ہو، خواہ ملے یا نہ ملے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۴۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مول بھاؤ زیادہ رکھتے ہیں کہ ایک ماحول سے ناواقف شخص کو بسا اوقات دھوکا ہو جاتا ہے، درست نہیں۔

بعض لوگ دام اور قیمت زیادہ بڑھا کر کہتے ہیں کہ خریدار دھوکا کھا جاتا ہے اور اپنے تخمینہ سے کم کرنے کے باجود اس کی قیمت زائد ہی رہتی ہے۔ پھر بعد میں دھوکے کا احساس ہوتا ہے۔ یہ طریقہ ممنوع ہے کہ دھوکہ دینے کی ایک خاص صورت ہے۔ معاملہ صاف رکھنے سے ہر ایک کو راحت رہتی ہے اور ایسوں کی تجارت بھی زائد چلتی ہے۔

شرکت کے امور میں خدا کی شمولیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدائے پاک فرماتے ہیں کہ دو شریک کے درمیان تیسرا میں ہوتا ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی خیانت نہ کرے۔ جب کوئی خیانت کرتا ہے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۸۰، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کام میں لوگ شریک ہوں۔ مثلاً تجارت میں دکانداری میں یا صنعت وحرفت میں تو اس میں میری اعانت اور مدد شامل رہتی ہے اور ہر شریک میں سے جو کوئی خیانت کرتا ہے تو میری مدد اور نصرت

ختم ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب خدا کی اعانت اور نصرت ختم ہو جائے گی تو نقصان اور خسارہ کے سوا اور کیا ہوگا۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی شریک گڑ بڑ کرتا ہے تو مال کا نفع تو درکنار، پونجی تک ختم اور برد باد ہو جاتی ہے۔

شرکت کے کام میں برکت ہے

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں میں برکت ہے۔ مقرر شدہ وقت تک بیچنے میں۔ شرکت کے کام یعنی مضاربت میں اور گھر کے کھانے کے لئے گیہوں کے ساتھ جو ملانے میں۔ فروخت کرنے کے لئے نہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۴)

فائدہ: شرکت کے جو امور ہیں اس میں خدا کی نصرت اور مدد ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر شرکاء امانت اور دیانت داری کے ساتھ کام کریں تو کام اور نفع میں بڑی تیزی کے ساتھ ترقی ہوتی ہے۔

شرکت کی برکت کا واقعہ

حضرت زہرہ بن معبد تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ میرے دادا عبداللہ بن ہشام کو ان کے بچپن ہی میں ان کی والدہ زینب بنت حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ میرے اس بچہ کو بیعت فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ابھی بہت کم عمر ہے اور آپ نے اس کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ چنانچہ زہرہ فرماتے ہیں کہ پھر میرے دادا جب تجارت اور کاروبار کرنے لگے تو میں ان کے ساتھ بازار اور منڈی جایا کرتا تھا تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ وہ تجارت کے لئے غلہ کی خریداری کرتے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ملتے اور کہتے کہ ہم کو بھی شریک کرلو اور حصہ دار بنالو کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی تو میرے دادا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت میں ان کو شریک کر لیتے تھے تو بسا اوقات اتنا نفع ہوتا کہ پورا ایک اونٹ بھر غلہ نفع میں بچ جاتا جس کو وہ اپنے گھر بھیج دیتے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۳۴۰)

کس کو کاروبار میں شریک نہ کرے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ اپنے کاروبار میں یہودی، نصرانی اور مجوسی کو شریک نہ کرے۔ پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا۔ چونکہ وہ لوگ سودی معاملہ کرتے ہیں اور سود حلال نہیں ہے۔

(عبدالرزاق، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۹۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عموماً غیر مسلمین سودی کاروبار کرتے ہیں اور سود مسلمانوں کے حق میں حرام ہے۔ اس

لئے ایسوں کے ساتھ شریک نہ ہو۔ اسی طرح آج کل مسلمان بھی بہت سی باتیں تجارت میں خلاف شرع کرتے ہیں اور اس فتنہ بددینی کے دور میں تو بعض مسلمان بھی اپنے کاروبار میں سود کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ سو ایسی شرکت سے احتیاط کرے۔

رزق اور معیشت میں بے برکتی کا باعث

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں صبح کو لیٹی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر سے مجھے حرکت دی اور فرمایا اے بیٹی! اٹھو، یہ تقسیم رزق کا وقت ہے۔ اس وقت غافلین میں مت ہو۔ خدائے پاک عزوجل صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک لوگوں کا رزق تقسیم فرماتے ہیں۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کا سونا رزق کو روک دیتا ہے۔

(جلد۲ صفحہ ۵۳۰)

فائدہ: صبح کا سونا رزق اور معیشت کی برکت کو کھو دیتا ہے۔ مزید صحت کے لئے بھی بہت مضر ہے کہ اس سے کسل اور سستی پیدا ہوتی ہے۔ (حاشیہ ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۰)

صبح تقسیم رزق کا وقت ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن کے شروع حصہ میں رزق تلاش کرو کہ صبح کا وقت برکت اور کامیابی کا ہے۔ (بزار، ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۰)

لگی ہوئی روزی کو ختم نہ کرے

حضرت نافع بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں شام اور مصر سامان بھیجا کرتا تھا میں نے (اسے چھوڑ کر) عراق بھیجا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا تو میں نے بتایا کہ پہلے میں شام سے تجارت کرتا تھا اور اب میں نے عراق مال بھیجا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ تم کو اور تمہاری تجارت کو کیا ہوگیا؟ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ پاک جب کسی طریقہ اور راستہ سے رزق دے رہا ہو تو اسے نہ چھوڑے تاوقتیکہ اس میں کوئی نمایاں تغیر اور خرابی واقع نہ ہو۔ (احمد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب ایک راستہ سے رزق حاصل ہو رہا ہو تو بلا کسی خاص اور معقول وجہ کے محض احتمال اور امید پر اسے نہ چھوڑے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ احتمال اور امید والا راستہ کامیاب نہ ہو، اس سے رزق نہ مل سکے تو ہر طرف سے محروم ہونے کی وجہ سے شدید پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ لگے ہوئے اسباب رزق و معیشت کو نہ چھوڑے تاوقتیکہ اس میں گھاٹا یا نقصان ظاہر نہ ہونے لگے یا دیگر ذہنی اور خارجی کلفتوں اور پریشانیوں کا باعث نہ ہو جائے۔ اسی طرح ملازمت خواہ کسی دینی یا دنیوی جائز امور سے متعلق ہو۔ معمولی باتوں پر نہ چھوڑے کہ خدا کی لگی نعمت کی ناشکری ہے جو خدا کو پسند نہیں

ہے۔ ہاں اگر چھوٹ جائے یا کسی مجبوری کی بناء پر چھوڑنے کی نوبت آجائے تو ہرگز پریشان نہ ہو کہ وہ مسبب الاسباب ہے اس کے قبضۂ قدرت میں ہزاروں اسباب ہیں۔ کسی بھی سبب کو کھول سکتا ہے۔ سنجیدگی سے تلاش میں رہے اور دعاؤں میں لگ جائے۔ اللہ پاک اس سے بہتر رزق کا راستہ کھولے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ پاک جب کسی کے رزق کے دروازے کو کھولے تو اسے چاہئے کہ وہ اس سے لگا رہے (یعنی اسے چھوڑے نہیں)۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ایک روایت میں ہے کہ اللہ پاک رزق دے تو اس کو لازم پکڑے رہے۔

رزق کی تنگی ہو تو کیا کرے؟

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ خدائے پاک کی حمد وثناء کے بعد آپ نے فرمایا:

اے لوگو! میں اسی چیز کا حکم دیتا ہوں جس کا خدائے پاک حکم دیتا ہے اور اسی چیز سے منع کرتا ہوں جس سے خدا نے منع کیا ہے۔ پس تلاش رزق میں سنجیدگی اختیار کرو۔ قسم اس خدا کی جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو رزق اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح موت۔ پس اگر رزق میں تنگی ہو جائے تو اللہ کی اطاعت سے اسے حاصل کرو۔ (طبرانی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۲۶)

فائدہ: گناہ سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے مقابل اطاعت اور فرمانبرداری سے رزق میں وسعت اور برکت ہوتی ہے۔ خود قرآن پاک میں تقویٰ کی بنیاد پر بے حساب رزق کا وعدہ ہے۔

بنی اسرائیل کے متعلق قرآن پاک میں ہے کہ اگر وہ ایمان اور تقویٰ کو اختیار کرتے تو ہم ان کے لئے آسمان سے رزق کے دہانے کھول دیتے۔ خیال رہے اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسباب رزق سے غافل ہو کر عبادت میں لگ جائے بلکہ اسباب رزق کو تلاش کرتے ہوئے اور اس کو اختیار کرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرے تو رزق میں برکت اور نصرت خداوندی ہوتی ہے۔

ہر وقت کمانے اور مال کے پیچھے پڑے رہنے کا انجام

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد خیف میں ہمیں خطبہ دیا۔ اللہ پاک کی حمد وثناء بیان کیا جس کے وہ لائق ہے پھر فرمایا۔ جس کی ساری فکر دنیا سے وابستہ ہو (یعنی ہر وقت دنیا اور مال کی فکر میں مشغول رہتا ہو) اللہ پاک اس کے ذہن کو منتشر کر دے گا۔ (یعنی سکون وطمانیت سے محروم کر دے گا) اور اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے فقر لکھ دے گا۔ (یعنی ہمیشہ مال کے باوجود تنگی ہی محسوس کرے گا) اور دنیا

تو اتنی ہی ملے گی جتنی لکھی ہوگی۔ (طبرانی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۹)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کرے اس حال میں کہ اس پر دنیا کی فکر غالب ہو۔ اللہ پاک کو ایسے شخص سے کوئی مطلب نہیں۔ (ترغیب صفحہ ۵۳۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر دنیا ہر وقت سوار رہتی ہو، ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہو کہ کتنا مال بکا اور کتنا نفع ہوا، بس اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے، نہ حلال وحرام کی پرواہ، نہ نماز روزہ کی فکر، نہ جائز و ناجائز امور سے تعلق۔ ایسے شخص کی اللہ کے نزدیک کوئی وقعت نہیں۔ اس سے استغناء اور قناعت کو کھینچ کر فقر اور فکر کو اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ مال اور جائیداد کے باوجود تنگی محسوس کرتا ہے اور مال سے اسے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ نہ دوسرے ہی کو اس کے مال سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ نہ خدا کے دین میں اس کی اشاعت میں مال صرف کرتا ہے۔ چونکہ اپنے آپ کو مال کا حد درجہ محتاج پاتا ہے، پس ایسا شخص مال و جائیداد کے ایک بھاری بوجھ کا حساب لے کر دربارِ خداوندی مین حاضر ہوگا۔ عموماً آج کل کے دنیا دار مال داروں کا یہی حال ہے۔ اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مال سے جو وبال جان ہو پناہ مانگی ہے۔

خرید وفروخت کے متعلق چند اہم فقہی ارشادات

بلاعیب بتائے کسی چیز کو فروخت کرنا

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی عیب دار چیز کو بلا ظاہر کئے فروخت کر دیا وہ ہمیشہ اللہ پاک کے غضب میں رہے گا اور فرشتہ لعنت کرتا رہے گا۔ (کنز العمال جلد۴ صفحہ ۵۹)

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مرد مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ وہ بلاعیب بتائے اپنے بھائی سے کچھ بیچ دے۔ (در)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو دھوکا دے، ہم میں سے نہیں۔

(ترمذی صفحہ ۱۵۷، کنز العمال جلد۴ صفحہ ۶۰)

فائدہ: بہت سے لوگ عیب دار اشیاء کو نکالنے کے لئے اس کے عیب کو ظاہر نہیں کرتے۔ یہ حرام ہے۔ اگر عیب ہو جس کی وجہ سے لوگ بسہولت نہ لیں اور قیمت کم ہو جائے تو بلا ظاہر کئے اس کا فروخت کرنا شدید گناہ ہے۔ بسا اوقات تاجر حضرات اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

گراں فروخت کرنے کے انتظار میں اشیاء کو روک کر رکھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غلہ روک کر بیچنے والا ملعون ہے۔

(ابن ماجہ، صفحہ ۱۵۶، ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۸۳)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ غلہ کو روک کر ایسا بندہ جو گراں ہونے پر خوش ہو اور ارزاں ہونے پر رنجیدہ ہو بہت ہی برا ہے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۸۳)

فائدہ: کھانے پینے کی اشیاء کو روک کر رکھنا اور لوگ ضرورت مند ہوں تاکہ جب ذرا نہ ملنے کی وجہ سے گراں ہو جائے تب فروخت کروں یہ ناجائز اور حرام ہے۔ خدا کی نافرمانی اور مخلوق پر ظلم ہے اور اگر غلہ مل رہا ہو پھر روک کر رکھے تو درست ہے۔

عیب دار خراب چیزوں کو الگ رکھ کر فروخت کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلہ فروخت کرنے والے کے پاس سے

گزرے، جسے وہ عمدہ کہہ کر فروخت کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے جب اندر ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ خراب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہر ایک کو الگ بیچو۔ جو دھوکا دے ہم میں سے نہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۸۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خراب اور ردی شے کو اچھے اور درست کے ساتھ ملا کر نہ فروخت کرے کہ اس میں دھوکہ ہے۔ خراب کو گویا اچھا دکھلا کر فروخت کیا جا رہا ہے بلکہ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ فروخت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خراب کو فروخت کرنا ناجائز نہیں ہے بلکہ ملا کر فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

عیب کو چھپا کر فروخت کرنا جائز نہیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی سامان فروخت کرے اور اس میں عیب ہو تو اسے نہ چھپائے۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۸۳)

خرید و فروخت میں شرط لگانا

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے (بیع) خرید فروخت کے ساتھ شرط لگانے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۴۹۵، نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: مثلاً یہ کہ کوئی شخص مکان بیچے اور شرط لگا دے کہ میں ایک ماہ تک رہوں گا یا یہ کہ اس مکان کو مجھے کرایہ پر دے دینا وغیرہ یہ شرطیں درست نہیں ہیں۔

دو معاملہ ایک ہی ساتھ نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی ساتھ دو عقد (معاملہ) کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مثلاً زید ایک گھوڑا خالد کے ہاتھ بیچے کہ خالد اپنا بکرا اس کے ہاتھ فروخت کر دے) یہ جائز نہیں ہے۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۷، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۴۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دو معاملہ ہے تو الگ الگ کرے۔ ایک ہی عقد میں دونوں کو شریک نہ کرے۔

کئی سال کی بیع یا باغوں کا ٹھیکہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے چند سالوں کا (پھل وغیرہ) فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۷۹، مسلم، نسائی صفحہ ۴۱۸)

فائدہ: پھل کے خریدار باغوں کو کئی کئی سال کے لئے خریدتے ہیں۔ ۳، ۴ سال کی بیع ایک ہی مرتبہ کر لیتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ جب تک کہ پھل آ کر پختہ نہ ہو جائے خرید و فروخت ناجائز اور گناہ کی بات ہے۔ نہیں معلوم کہ پھل آئے گا بھی یا نہیں۔ باقی رہے گا یا کسی حادثہ کا شکار ہو جائے گا۔ تم ناحق اپنے بھائی کے مال کو کیوں لیتے ہو۔

فائدہ: پھل کو پختہ اور مضبوط ہونے سے پہلے پھول کے آنے کے وقت یا پھول آنے کے بعد اس وقت ہی بیچ دینا جب کہ وہ کسی استعمال کے قابل اور فروخت نہ ہو سکتے ہوں تو درست نہیں، بکثرت روایتوں میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

افسوس کہ آج پورا ماحول، آم، امرود وغیرہ پھلوں کی بیع میں اسی ناجائز طریقہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ خدا ہی حفاظت فرمائے۔ شاذ و نادر ہی کوئی اللہ کا بندہ اس سے محفوظ ہوگا۔

آج مسلمانوں کو اس خلاف شرع ناجائز بیع کو روکنے کی شدید ضرورت ہے۔ ایسی خریداری جائز نہیں ہے اور ہر وقت اس بیع کو ختم کرنا خریدار کے ذمہ واجب ہے۔

جب پھل اس قابل ہو جائیں کہ چٹنی وغیرہ بنائی جا سکے تو اس کا بیچنا درست ہو جاتا ہے۔ مزید اس کے مسائل کتب فقہ سے یا اہل علم سے معلوم کر لیں تا کہ شریعت کی نافرمانی ہو کر گناہ نہ ہو۔

درخت پر پھل آنے سے پہلے کی بیع

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھلوں کو اس وقت تک نہ بیچو، جب تک کہ اس کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے اور یہ ممانعت خریدنے اور بیچنے والے دونوں کے لئے ہے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، ابوداؤد صفحہ ۴۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم نے اپنے پھلوں کو اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ فروخت کیا پھر ان پھلوں پر کوئی آفت نازل ہوئی۔ (مثلاً پھل بالکل شروع میں ہونے کی وجہ سے کمزور تھے اور تیز ہوا کی وجہ سے گر گئے) اور وہ برباد ہوئے تو تم کو اپنے بھائی سے کچھ لینے کا حق نہیں۔

کسی کو ابھارنے اور برانگیختہ کرنے کے لئے بیع

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھارنے والی بیع سے منع فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۵۷، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۵۶)

فائدہ: ابھارنے کا مطلب یہ ہے کہ خریدنے کا ارادہ نہ ہو مگر سامان کی قیمت زیادہ لگا کر اپنے کو خریدار اور لینے والا ظاہر کرے تا کہ دوسرے لوگ دھوکہ میں آکر جلدی خرید لیں۔ یہ شخص دوسرے کو خریدنے پر ابھار رہا ہے اور خود نہیں خریدنا چاہتا ہے۔ یہ جھوٹ اور خداع کی شکل ہے جو ممنوع ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۷۹)

کسی چیز کے آنے سے پہلے کی بیع

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "دھوکے کی بیع" سے منع فرمایا کہ جو اس کے پاس نہ ہو، اس کو وہ فروخت کرے۔ (یعنی ابھی اس کے پاس نہ ہو آنے کی امید پر بیع کرے)۔

فائدہ: دھوکہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ نہ معلوم ہو سکے کہ وہ قبضہ میں آسکے گا یا نہیں، ہم اسے پاسکیں گے یا نہیں یا کتنا پاسکیں گے۔ مثلاً تالاب میں مچھلی کی بیع، کمپنی سے مال آنے سے پہلے امید پر بیع۔ یہ طریقہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

غیر موجود کی بیع

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے پاس لوگ خرید وفروخت کے لئے آتے ہیں اور وہ میرے پاس نہیں ہوتا تو میں اسے بازار سے خرید کر اس کو دے دیتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو تمہارے پاس نہ ہو اس کو مت بیچو۔ (ترمذی صفحہ ۱۴۸)

فائدہ: جو سامان آدمی کے پاس نہ ہو، اس کے متعلق ہرگز خرید وفروخت کا معاملہ نہ کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر موجودگی کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ ہاں! وعدہ کرے کہ آئے گا تو دے دوں گا۔

بہت سے لوگ کمپنی اور فیکٹری کا وہ مال جو ابھی تیار ہو کر نہیں نکلا ہے صرف امید کی بناء پر معاملہ کر لیتے ہیں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

منڈی میں آنے سے پہلے کی بیع

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سامان تجارت کو آگے بڑھ کر مت لو تاوقتیکہ وہ منڈی میں نہ اتر جائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۸۷)

فائدہ: بعض تاجر ایسا کرتے ہیں کہ بازار اور منڈی میں پہنچنے سے پہلے راستہ میں جا کر مال کا سودا کر لیتے ہیں۔ اس میں ہوسکتا ہے کہ بازار کے بھاؤ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ کم دام میں فروخت کر دے اور وہ دھوکے میں پڑ کر خسارہ اٹھائے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ اس طرح باہر سے آنے والا مال منڈی اور بازار میں پہنچنے کے بجائے چالاک سرمایہ داروں کے ہاتھ میں چلا جائے گا پھر وہ من مانے دام میں فروخت کریں گے جس سے عام بازار پر خراب اثر پڑے گا۔

زر بیعانہ کے متعلق

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زر بیعانہ لے کر نہ خریدنے کی صورت میں واپس نہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۹۵)

آج کل یہ بات رائج ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار سے زر بیعانہ جمع کرا لیتا ہے۔ اب اگر خریدار خرید لیتا ہے تو زر بیعانہ قیمت میں شامل ہو کر منہا ہو جاتا ہے اگر خریدار کسی وجہ سے نہ خرید سکا تو زر بیعانہ کی رقم فروخت کرنے والا واپس نہیں کرتا ہے اپنی ملک اور نفع سمجھتا ہے۔ یہ حرام ہے، حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا

ہے۔ فقہاء کرام نے رقم کی واپسی کو واجب قرار دیا ہے اور اس کا رکھنا حرام کہا ہے۔ خدائے پاک اس غلط عرف اور رواج سے بچائے۔

قبضہ اور تحویل میں آنے سے پہلے کی بیع

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص غلہ وغیرہ خریدے تاوقتیکہ اسے اپنے قبضہ اور تحویل میں نہ لے لے اسے فروخت نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی غلہ وغیرہ خریدے تو جب تک کہ وہ اسے اپنی تحویل اور قبضہ میں نہ لے لے اسے فروخت نہ کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اسی طرح غلہ کے علاوہ تمام اشیاء کا یہی حکم ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۹۴)

فَائِدَۃ: عموماً تاجر لوگ منڈی اور بازار میں آنے سے پہلے محض اطلاع یا وعدہ کی بنیاد پر فروخت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ شکل شرعاً ناجائز ہے۔ جب تک کہ اس کی تحویل اور اس کے قبضہ اور ضمان میں نہ آ جائے۔ خرید و فروخت دونوں درست نہیں۔

ٹی وی کی تجارت جائز نہیں

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گانے والیوں کو مت فروخت کرو اور نہ اسے خریدو۔ اس کی تجارت میں کوئی بھلائی نہیں اور اس کی قیمت حرام ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے اس کی خرید و فروخت حرام ہے نہ اس کی تجارت جائز ہے اور اس کی قیمت بھی حرام ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۱۵)

”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ الخ“ کی آیت جس میں ”لہو الحدیث“ کا یقینی مصداق ”ٹی وی“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے خریدنے پر جہنم کے رسوا کن عذاب کی وعید بیان کیا ہے۔

ٹی وی کی تجارت فواحش کی اشاعت اور کبائر پر اعانت ہے۔ جس قدر لوگ خرید کر لے جائیں گے اور اس کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوں گے یہ فروخت کرنے والا اس کا ذریعہ بنے گا اور گناہ میں شریک رہے گا۔ اللہ پاک نے کلام پاک میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ گناہ اور حکم عدولی میں ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔

فقہاء کرام نے بھی اس کی تجارت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”لَا يَجُوْزُ بَيْعُ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ قَبْلَ الْكَسْرِ“ (جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

مجالس الابرار میں ہے:

''آج کل ہمارے دکاندار حضرات ریڈیو، ٹی وی کو آمدنی کی زیادتی کا سبب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دن بھر جتنے لوگ اس دکان پر گانے اور عورتوں کی تصاویر دیکھنے کا گناہ کرتے ہیں وہ سب جمع کر کے جب اس دکاندار کی گردن ڈالا جائے گا تب اس کو آمدنی کا حال معلوم ہوگا۔'' (صفحہ ۷۵)

ٹی وی کی سروس، درست کرنا بھی جائز نہیں

خیال رہے کہ جس طرح ''ٹی وی'' کا فروخت کرنا گناہ ہے اسی طرح ٹی وی کمپنی میں سروس کرنا، ٹی وی کو درست کرنا۔ یعنی اس کی سروسنگ، ملازمت درست نہیں ہے۔ چونکہ جس کی تجارت درست نہیں اس کی اصلاح اور لائق استعمال بنانا درست نہیں۔ اسے تو خراب کرنا اور توڑنا حسب استطاعت واجب ہے کہ اس میں گناہ پر تعاون ہے اور خدائے پاک نے جس طرح گناہ سے منع فرمایا ہے اسی طرح اعانت علی المعصیۃ سے بھی منع فرمایا ہے۔

شراب کی تجارت اور اس کے کارخانہ کی ملازمت ناجائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیت (جو شراب کے متعلق تھی) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔ شراب کی تجارت حرام کر دی گئی ہے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۹۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔
(بخاری جلد ا صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے شراب کو پینا حرام قرار دیا ہے اس نے اس کی تجارت بھی حرام قرار دی ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۱۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی لعنت ہو شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر اور خریدنے والے پر، اس کے بنانے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے پاس اٹھا کر لے جائے اس پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۱۲)

فائدہ: حدیث پاک میں شراب اور اس کے تمام متعلقین پر جو اس گناہ کا ذریعہ بنے اور بنائے لعنت فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شراب کی تجارت جائز ہے اور نہ اس کی فیکٹری میں ملازمت جائز ہے کہ خدا و رسول کی لعنت ہر اس شخص پر ہے جو اس کی اعانت میں شریک ہو۔ شراب کی بوتلوں کا ٹرکوں پر لاد کر لے جانا بھی درست نہیں۔ اسی طرح تمام نشیلی اشیاء کا یہی حکم ہے۔ اس کا استعمال اس کی خرید و فروخت درست نہیں ہے۔

مجبوری سے فائدہ اٹھانا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور اور پریشان حال کی بیع سے منع فرمایا

ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۷۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص مجبور اور پریشان ہو کر کسی مصیبت سے متاثر ہو کر کوئی سامان فروخت کرے تو عموماً ایسے موقع پر وہ بہت رعایت کر کے بیچتا ہے تو اس کے خریدنے سے منع فرمایا ہے۔ چونکہ کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا ہے جو انسانی اخلاق اور مروت کے خلاف ہے۔ مکروہ ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۶)

ایسے موقع پر اس کی مدد و نصرت کرنی چاہئے۔ اگر سامان خریدے تو رائج قیمت ادا کرے تاکہ اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا جو بری بات ہے نہ ہو بہتر ہے کہ قرض دے دے تاکہ وہ اپنی ضرورت میں کام لا سکے اور اتنی مہلت دے کہ وہ بسہولت ادا کر سکے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۶)

خرید پر خرید

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ (مسلم صفحہ ۱۸۱، بیہقی جلد ۵ صفحہ ۳۴۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے اگر خرید لیا ہے یا خریدنے کی بات ہو جس کی قیمت وغیرہ طے ہو چکی ہے اب دوسرا شخص آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے بیچ دو میں اس سے زائد قیمت دوں گا تو یہ جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ انکار نہ کر دے۔ بیچنا اور خریدنا دونوں ناجائز اور گناہ کی بات ہے۔

عموماً زمین وغیرہ میں لوگ ایسا کرتے ہیں جو ممنوع ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۱۴ صفحہ ۱۸۱)

اسی طرح ایک شخص کسی سامان یا زمین کی قیمت لگا چکا ہو اور ابھی انکار کسی کی جانب سے نہ ہوا ہو تو دوسرے کا بھاؤ لگا کر اپنی جانب راغب کرنا درست نہیں۔ ہاں! جب انکار ہو جائے تب درست ہے۔

خرید و فروخت میں قسم کھانے کی ممانعت

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خرید و فروخت میں کثرت سے قسم کھانے سے احتیاط کرو کہ اس وقت تو بک جاتا ہے بعد میں بے برکتی ہوتی ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم سامان کو تو بکوا دیتا ہے مگر برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۸۰، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے قیامت کے دن نہ گفتگو فرمائیں گے نہ ان کی جانب نگاہ فرمائیں گے نہ انہیں پاک و صاف فرمائیں گے یعنی (گناہوں سے) ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ لوگ بڑے گھاٹے اور خسارے میں ہوں گے۔ وہ کون لوگ ہیں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱ ٹخنوں سے نیچے پاجامہ لٹکانے والے۔

۲ احسان جتلانے والے اور

۳ جھوٹی قسم کے ذریعہ سامان نکالنے والے۔ (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۳)

حضرت سعید بن مسیب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے مرفوعاً روایت ہے کہ قسم مال کی برکت کو کھو دیتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق صفحہ ۴۷۶)

فَائِدَہ: کسی بھی معاملہ میں قسم کی کثرت (بار بار قسم کھانا) برا ہے۔ خاص کر خرید وفروخت میں۔

قسم کھا کھا کر تعریف کرنا اور خوبیوں کا بیان کرنا کہ مال جلدی سے بک جائے بظاہر تو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس کی قسم کا اعتبار کر کے خرید لیتے ہیں۔ مگر خدائے پاک کے نام کی بے حرمتی ہوتی ہے اور اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے بہت احتیاط کرنی چاہئے۔

چوری کے مال کے خریدنے کی وعید

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو شخص چوری کا مال خریدے اور اسے معلوم ہے کہ یہ چوری کا مال ہے تو وہ اس کی برائی اور گناہ میں پورا شریک ہے۔

(مستدرک حاکم، بیہقی، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۳)

فَائِدَہ: چوری یا اور کسی قسم کا غلط مال عموماً ارزاں دیکھ کر خرید لیتے ہیں۔ یہ حرام ہے۔ ایسا شخص باوجودیکہ رقم دے کر خرید رہا ہے مگر گناہ میں برابر کا شریک رہے گا۔ عموماً سرکاری یا ریلوے وغیرہ کا چوری کے مال کے خریدنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے، یہ غلط فہمی ہے، پبلک اور سرکاری سب کا حکم یکساں ہے۔

مشتبہ امور اور مال سے بچنے کا حکم

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور اس کے درمیان میں مشتبہ امور ہیں جس سے بیشتر لوگ واقف نہیں ہیں کہ وہ آیا حلال ہے یا حرام۔ سو جو ایسے مشتبہات کو چھوڑ دے گا اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لے جائے گا اور جو اس مشتبہات کی چیزوں کو اختیار کرے گا قریب ہے کہ وہ حرام میں گرفتار ہو جائے گا۔ (بخاری صفحہ ۲۷۵، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۵۵۵)

اور حضرت نعمان ابن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ حلال بالکل واضح ہے۔ حرام بالکل واضح ہے۔ اس کے درمیان مشتبہ امور ہیں۔ (یعنی جس کی حرمت واضح ہے نہ حلت) پس جو ایسے مشتبہ امور کو اختیار کرے گا قریب ہے کہ وہ گناہ میں گرفتار ہو جائے۔ (بخاری صفحہ ۱۳ مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۱)

فَائِدَہ: حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے امور ایسے ہیں کہ جن کے جائز و ناجائز ہونے کا صاف علم

نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ناجائز ہوتو ایسے امور سے بھی بچنا لازم ہے تا کہ ایسے اشتباہات کو اختیار کرنا حرام تک نہ پہنچادے۔ کیونکہ آدمی آہستہ آہستہ ہی برائی تک پہنچتا ہے۔ نیز یہ کہ مشتبہ امور کے بے دریغ کرنے کی وجہ سے ناجائز امور کے ارتکاب کی بھی ہمت ہو جائے گی۔

اسی لئے شریعت نے مستقبل کے خطرے سے بچنے کے لئے شروع سے ہی مشتبہ امور سے احتیاط کی تاکید کردی ہے۔

سودی معاملات

سود کا لینا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سود کے ستر گناہ ہیں، سب سے کم تر درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۶۴)

فائدہ: متعدد روایتوں میں سود کو ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی بدتر بیان کیا گیا ہے۔ خدا کی پناہ! کیسی ملعون چیز ہے۔ ایک شریف انسان ہرگز ایسی لعنت کو اختیار نہیں کر سکتا۔

سود عذاب الٰہی کا باعث

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس علاقے میں سود اور زنا عام ہو جاتے ہیں۔ وہاں خدا کا عذاب ان پر حلال ہو جاتا ہے۔ (کنز جلد ۴ صفحہ ۱۰۷، جدید حاکم)

فائدہ: سود ایسی ملعون چیز ہے کہ خدا کا عذاب حلال ہو جاتا ہے۔ یعنی خدائے پاک کے عذاب نازل ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ کیسی تباہ کن چیز ہے۔ آج باوجود معاشی فراوانی کے کیسی پریشانی اور مصائب میں ماحول گرفتار ہے۔ حوادثات اور نامناسب امور کا سلسلہ کس طرح قائم رہتا ہے کہ اسباب راحت میں رہ کر راحت سے دور ہے۔ یہ عذاب الٰہی کی پہچان ہے جس میں سود اور زنا کو عامۃً دخل ہے۔

سود کھانے والا جنت سے محروم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار شخصوں کو یہ حق ہے کہ اللہ پاک اسے جنت میں داخل نہ فرمائے اور نہ جنت کا مزہ چکھائے۔

1. شراب کا عادی۔
2. سود کھانے والا۔
3. یتیم کا مال ناحق کھانے والا۔
4. ماں باپ کا نافرمان۔ (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۶۲، حاکم)

فائدہ: اللہ کی پناہ! کس قدر ہلاکت اور خسارہ کی بات ہے۔ دنیا کا معمولی فائدہ جو سود سے نظر آتا ہے اور آخرت کا یہ عظیم گھاٹا۔

آخری زمانہ میں سود کا فتنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ہر شخص سود کھانے والا ہوگا۔ (کوئی بھی اس سے محفوظ نہ رہے گا) اگر سود نہ کھائے گا تو اس کا دھواں اور غبار ضرور پہنچے گا۔ (یعنی اس سے بچنا مشکل ترین مسئلہ ہوگا۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۷۳، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشن گوئی پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ شہری اور تجارتی ماحول میں اس درجہ عام ہوتا جارہا ہے کہ تجارت اور سودی تعلق لازم وملزوم ہوتا جارہا ہے۔

دنیا کو پیش نظر رکھنے والا ایک طبقہ پوری طرح اس میں گرفتار ہے۔ جو حضرات دین سے متعلق ہیں بینکنگ سسٹم اور مضاربت وتجارت کے ذریعہ اس میں گرفتار نظر آتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ نفع اور تجارت کو فروغ دینے کے لئے سودی امور اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ پس اس سے بچنے کی شکل یہ ہے کہ سودی معاملہ بالکل اختیار نہ کرے اور مال کی فراوانی پر تقویٰ اور آخرت کو ترجیح دے اور سادہ زندگی اختیار کرے۔ دنیا کے زیادہ جھمیلے میں نہ پڑے۔ آج بینک اور تجارت کی غیر اسلامی شکلوں نے اسے عام کر دیا ہے۔ پس آلودگیوں سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے، دنیا کی فراوانی کو قربان کرتے ہوئے زندگی گزارے تاکہ آخرت میں مزے سے رہ سکے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرب قیامت میں زنا عام ہو جائے گا۔ (طبرانی، جواہر الفقہ صفحہ ۹۹، مجمع)

فائدہ: دیکھئے آج شہری ماحول میں زنا کس قدر آسان ہے اور تجارتی منڈیوں اور شکلوں میں جاکر دیکھئے کہ کس قدر سود عام ہے۔ بس اللہ ہی دین کی فہم عطا کرے۔

سود حاصل کرنے کے لئے ڈپوزٹ کھاتا کھولا جاتا ہے جس کا مقصد ہی سود کا حصول ہوتا ہے۔ یہ ہرگز درست نہیں۔ ہاں! حفاظتی شکل نہ ہو تو سیونگ یا کرنٹ اکاؤنٹ کھولنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

سود کے تمام متعلقین پر لعنت خداوندی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کے لکھنے والے اور گواہ پر لعنت فرمائی اور یہ فرمایا کہ گناہ میں سب برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: خیال رہے کہ سودی کاروبار میں جتنے لوگ بھی اعانت اور سبب کے طور پر شریک ہوں گے سب پر خدا کی لعنت ہوگی اور حرام، گناہ میں شریک ہوں گے۔ اسی وجہ سے بینک ملازمت جس کا تعلق کسی بھی طرح سودی اعانت سے ہونا جائز اور گناہ کی بات ہے۔

سود خور کے پیٹ میں سانپ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس رات مجھے معراج ہوئی۔ میرا گزر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح ہیں اور ان میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باہر سے نظر آتے ہیں۔ میں نے جبرئیل امین سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا سود کھانے والے ہیں۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۶)

فائدہ: خدا کی پناہ کس قدر سخت عذاب ہے۔ افسوس کہ دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے لئے آخرت کا ایسا خوفناک عذاب مول لیتے ہیں۔

سودی کاروبار

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونا سونے کے بدلے چاندی چاندی کے بدلے۔ گیہوں گیہوں کے بدلے۔ جو جو کے بدلے۔ کھجور کے بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک برابر سرابر، نقد، ہاتھ در ہاتھ بیچو۔ البتہ ان کو دوسری اشیاء کے ساتھ بیچو تو جس طرح چاہو، فروخت کرو۔ ہاں! مگر یہ کہ نقد ہو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: خیال رہے کہ چھ چیزیں سودی اشیاء ہیں۔ ان کا تبادلہ جب اسی چیز سے کیا جائے تو برابر سرابر اور نقد ہو۔ کمی بیشی اور ادھار دونوں صورتوں میں سود کا گناہ ہوگا اور جب ان کے جنس کے خلاف معاملہ ہوگا تو کمی بیشی تو جائز ہوگی مگر ادھار درست نہ ہوگا۔ اسی طرح آج کل سونے چاندی کی خرید ادھار کر لیتے ہیں۔ خصوصاً عورتیں، یہ جائز نہیں۔ سود کا گناہ ہوگا۔ ایک آدھ روپیہ بھی ادھار کا بعد میں دینا درست نہیں۔

سود کے مسائل بڑے پیچیدہ ہیں۔ ان اشیاء کے علاوہ دیگر چیزوں میں بھی سود کا تحقق ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مسائل فقہ کی کتابوں سے یا اہل علم حضرات سے معلوم کر لیا کریں تاکہ سود کی سخت ترین سزا سے محفوظ رہ سکیں۔

سونے چاندی کی خرید وفروخت ادھار حرام ہے

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ سونے کو سونے کے بدلہ فروخت کیا جائے مگر یہ کہ برابر سرابر ہو، زائد نہ ہو اور نہ ادھار ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴)

فائدہ: سونے چاندی کی بیع ادھار خواہ کل کا ہو یا کچھ کا ہو، ناجائز ہے زیورات کی خریداری میں لوگ خاص کر عورتیں ادھار کر لیا کرتی ہیں اور عموماً ایسا ہوتا ہے کہ کچھ رقم بعد میں دیتی ہیں اور زیور لے آتی ہیں یہ درست اور ئز نہیں۔ زیور کی جس مقدار کو وہ لے رہی ہیں اس کی کل رقم اسی وقت جس وقت خرید کر اپنے پاس لا رہی ہیں، دینا واجب ہے۔ ایک روپیہ بھی ادھار درست نہیں ہے۔

اگر ایسا اتفاق آ ہی جائے تو کسی سے خواہ سنار ہی سے باقی رقم قرض لے کر اسے حوالہ کرے تا کہ یہ نقد ہو اور بعد میں جب چاہے قرضہ ادا کرے۔ خوب غور سے یہ معاملہ کیا جائے۔ گناہ سے بچنے کے لئے مسئلہ کسی عالم سے معلوم کر لیا جائے۔

سود سے حاصل ہونے والے مال کی حقیقت

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سود کا ایک درہم جو حاصل کرتا ہے اللہ پاک کے نزدیک تینتیس ۳۳ مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ اہم اور بڑا ہے۔ (طبرانی، کنز العمال جلد۲ صفحہ ۹۷۸۱)

فائدہ: کس قدر سخت وعید کی بات ہے۔ تینتیس ۳۳ مرتبہ زنا کے گناہ سے بدتر اور بڑا وہ ایک درہم ہے جو سودی طریقہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔ خدا کی پناہ جو سودی کاروبار ہی کو ذریعۂ معاش بنائے ہوئے ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

ہم جنس اشیاء کو کمی بیشی کے ساتھ نہ فروخت کیا جائے

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بعض بیویوں کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے ان کے پاس موجود کھجور میں سے بہتر کھجور پایا۔ تو آپ نے پوچھا یہ کہاں سے آیا۔ انہوں نے کہا ہم نے دو صاع کو ایک صاع (کھجور سے جو عمدہ تھا) بدلا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا دو صاع کو ایک صاع سے اور ایک درہم کو دو درہم سے مت بدلو۔ (عبدالرزاق، کنز جلد۴ صفحہ ۱۹۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہم جنس اشیاء کو کمی بیشی کے ساتھ بدلنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ مثلاً دو کلو پرانے آلو کو ایک کلو اچھے آلو سے بدلنا، دو کلو کھٹے یا کم اچھے سیب کو ایک کلو عمدہ سیب سے بدلنا حرام ہوگا۔ اس کا طریقہ دوسری حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ دو کلو کو قیمت سے اولاً فروخت کر دیا جائے پھر اس قیمت سے عمدہ ایک کلو خرید لیا جائے۔ اس طرح جائز ہو جائے گا۔

خیال رہے کہ جو چیزیں وزن اور پیمانے میں آنے والی ہیں۔ اگر وہ دونوں ایک ہی جنس سے ہوں۔ صرف اچھا خراب کا فرق ہو تو اس کا تبادلہ کمی بیشی اور ادھار دونوں جائز نہ ہوگا۔ مثلاً پہاڑی آلو کا تبادلہ دیسی آلو سے۔ کاشمیری سیب کا تبادلہ ہندوستانی سیب سے۔ اور اگر ایک جنس سے نہ ہو مثلاً آلو کا تبادلہ سیب سے اور گیہوں کا تبادلہ جو سے ہو تو کمی بیشی تو درست ہوگی مگر ادھار کا معاملہ درست نہ ہوگا۔ نقد کرنا ہوگا۔

مزید اس قسم کے مسائل اہل علم سے بوقت ضرورت معلوم کر لئے جائیں۔

سودی معاملہ کرنے والوں کے ساتھ شرکت جائز نہیں

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کہا کہ نہ کسی یہودی نہ نصرانی نہ کسی مجوسی کو اپنے کاروبار میں شریک کیا

کرو، ان سے پوچھا گیا ایسا کیوں؟ انہوں نے کہا اس وجہ سے کہ وہ سودی کاروبار کرتے ہیں اور سود حلال نہیں ہے۔ (کنز جلد۴ صفحہ۱۹۳)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں یا ان کے کاروبار میں سود کی آمیزش ہو، ان کے ساتھ شریک تجارت ہونا درست نہیں ہے۔ اسی طرح جو کمپنیاں، جو تنظیمیں، سودی اسکیمیں کچھ نہ کچھ رکھتی ہیں ان سے معاملہ رکھنا درست نہیں۔ جیسے یونٹ ٹرسٹ، بیمہ کمپنیاں وغیرہ۔

اسی طرح شیئرز بازاروں کے شیئرز کی شرکت اور خریداری اور بینک کی ملازمت یہ سب سود کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

تاجروں کو صدقہ خیرات کا خصوصی حکم

قیس بن غزوہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ عہد نبوی میں سماسرہ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ ہمارے قریب سے آپ ﷺ گزرے اور ہمارا نام اس سے بہتر مقرر فرما دیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے تاجروں کی جماعت خرید وفروخت میں نامناسب باتیں اور قسم وغیرہ ہو جاتی ہیں تو صدقہ کے ذریعہ سے اس کی تلافی کر لیا کرو۔

(ابوداؤد جلد۲ صفحہ۴۷۲)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اپنا سودا بیچنے اور گاہک کو خریداری پر آمادہ کرنے میں اور اپنے مال کے زیادہ سے زیادہ فروخت کر کے نفع کی فکر میں بسا اوقات ایسی باتیں ہو جاتی ہیں جو لغو لایعنی خدا اور رسول کے نزدیک ناپسندیدہ تقاضہ ایمانی اور خدا پر توکل بھروسے کے خلاف ہوتی ہیں۔ اس کی تلافی اور کفارہ کے طور پر رسول پاک ﷺ نے تاجر حضرات کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دی ہے کہ اس سے نامناسب باتوں کا کفارہ اور صدقہ کی وجہ سے تجارتی حوادث و پریشانی کا ازالہ اور اس میں برکت ہوگی۔

خیال رہے کہ یہ صدقہ، نافلہ ہے اس کے مصداق محض غریب ومسکین ہی نہیں بلکہ ہر وہ حضرات ہیں جو خیر و صلاح کے طریق پر ہیں۔ جیسے دین کی خدمت کرنے والے۔ حضرات صلحاء کرام وعلماء عظام کہ ان میں دین کی اشاعت اور عام صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

بازار میں ذکر خدا کی فضیلت

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا غفلت کے مقام میں ذکر کرنے والا اس شخص کے مرتبہ میں ہے جو میدان جنگ میں بھاگنے والے کے مقابلہ میں جم کر قتال کرتا رہے۔

(ترغیب جلد۲ صفحہ۵۳۳، بزار، طبرانی)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ غفلت

کے مقام (بازار وغیرہ میں) ذکر خدا کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ میدان جنگ میں بھاگنے والوں کے مقابلہ میں تنہا قتل کرنے والا۔ اسی طرح غفلت کے مقام میں ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک درخت میں کوئی سبز ٹہنی۔

ایک اور روایت میں ہے غفلت کے مقام (بازار وغیرہ) میں ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے کسی تاریک اندھیرے گھر میں روشن چراغ اور غفلت کے مقام میں ذکر کرنے والے کو اسی دنیا میں اس کا ٹھکانہ جنت، خدا دکھادے گا۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۲)

ایک روایت میں ہے کہ بازار میں ذکر کرنے والے کو ہر بال کے بدلہ ایک نور قیامت کے دن ہوگا۔

(ترغیب)

حضرت عصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل سبحۃ الحدیث ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجمع میں سب تو باتیں کر رہے ہوں اور یہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ فضیلت ہر دنیاوی مشغول مقام کی ہے۔

بازار کی دعا

جب بازار کے دروازے پر آئے تو کیا پڑھے؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بازار کے دروازے پر آتے تو یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِھَا وَخَیْرِ اَھْلِھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا"

(مجمع صفحہ ۱۲۹، الدعاء صفحہ ۷۹۶، رجالہ ثقات)

ترجمہ: "اے اللہ میں سوال کرتا ہوں اس کی بھلائی کا اور اس کے اہل کی بھلائی کا، پناہ مانگتا ہوں میں اس کی برائی سے اور اس کے اہل کی برائی سے۔"

بازار کا وظیفہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے بازار میں یہ پڑھا، دس لاکھ اسے نیکیاں ملیں گی۔ دس لاکھ اس کے گناہ معاف ہوں گے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"

ترجمہ: "نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، یکتا ہے وہ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی سلطنت اسی کی تعریف، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸۰، ابن ماجہ صفحہ ۱۶۱)

فائدہ: مسند حاکم کی روایت میں ہے کہ دس لاکھ اس کے درجے بلند ہوں گے۔ (جلد ۱ صفحہ ۵۳۹)

ترمذی ابن ماجہ میں مزید یہ ہے کہ اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ (نمبر ۲۲۳۵)

یہی ایسا ذکر ہے جس میں اس قدر ثواب ہے۔ چونکہ یہ مقام غفلت ہے۔

ایک روایت میں یہ دعا بھی آئی ہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِهِ السُّوْقِ"

جب بازار میں جائے تو کیا پڑھے؟

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب بازار میں داخل ہوتے یہ دعا پڑھتے:

"بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْهَا یَمِیْنًا فَاجِرَةً اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً" (حاکم جلد ا صفحہ ۵۳۹، اذکار نمبر ۲۵۹، بسند ضعیف)

ترجمہ: "اللہ کے نام سے، اے اللہ میں آپ سے اس بازار کی بھلائی کا اور جو کچھ اس میں بھلائی ہے سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے اور اس کے اندر جو شر ہے (سے) پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں کہ کسی جھوٹی قسم یا گھاٹے کے معاملے میں پڑ جاؤں۔"

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ هٰذِهِ السُّوْقِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفُسُوْقِ"

ترجمہ: "اے اللہ میں سوال کرتا ہوں اس بازار کی بھلائی کا پناہ مانگتا ہوں میں کفر اور گناہ سے۔"

(مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۹، الدعاء صفحہ ۷۹۴، بسند ضعیف)

ہبہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے مال (ہماری زندگی میں) آئے گا تو میں اتنا اتنا تین مرتبہ دوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور نہیں آیا۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں آیا) تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جس سے کوئی وعدہ ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرضہ ہو تو وہ ہمارے پاس آکر لے لے۔ چنانچہ میں آیا اور کہا کہ مجھ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے تین مٹھی بھر دیا۔ (بخاری صفحہ ۳۵۴)

اولاد کے درمیان مساوات

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے میرے والد نے (کوئی جائیداد وغیرہ) ہبہ کیا۔ میری والدہ عمرہ نے کہا میں اس وقت تک خوش نہ ہوں گی جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا گواہ نہ بنا لیا جائے۔ چنانچہ (والد) آئے اور کہا کہ میں نے اپنے لڑکے کو یہ ہبہ کیا ہے۔ ان کی والدہ نے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی مقدار دیا ہے۔ کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو۔ (بخاری صفحہ ۳۵۲)

فائدہ: کوئی جائیداد یا کوئی اور چیز اولاد کے درمیان تقسیم کرے تو سب کے درمیان برابر تقسیم کرے تاکہ آپس میں انتشار اور سوءِ ظن قائم نہ ہو۔ اسی طرح والد سے بھی بدگمان نہ ہو۔ اولاد کے درمیان ہبہ وغیرہ میں برابری اختیار کرنا مستحب ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اولاد کے درمیان وراثت کے اعتبار سے تقسیم کو بہتر مانتے ہیں۔ جتنا لڑکے کو دیا جائے اس کا نصف لڑکی کو دیا جائے۔ زندگی میں جائیداد وغیرہ کے تقسیم کے یہی دو طریقے مشروع ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۶)

لیکن خیال رہے کسی ضرورت یا فضیلت کی بنیاد پر ہبہ میں کمی زیادتی کی جا سکتی ہے۔ اس کی گنجائش ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوسری اولاد کے مقابلہ میں زائد دیا۔ (طحاوی)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرے کے مقابلہ میں زائد دیا۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی۔

لہٰذا اگر علم وتقویٰ کی بنیاد پر دوسرے کے مقابلہ میں زائد دے دیا جائے تو درست ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ میں ایک شریر اونٹ پر سوار تھا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا وہ لوگوں سے آگے بڑھ جاتا تو حضرت عمر جھڑکتے اور پیچھے کر دیتے۔ اسی طرح ہوتا رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اسے میرے اوپر بیچ دو۔ انہوں نے کہا آپ کے لئے ہبہ ہے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے میرے اوپر بیچ دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیچ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا یہ تم کو ہبہ ہے۔ اے عبداللہ بن عمر جو چاہے تم کرو۔ (بخاری صفحہ۲۸۴)

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونٹ پر ان کے صاحبزادے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوار تھے۔ سواری کی حالت میں آپ نے خریدتے ہی ہبہ کر دیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراخ دلی کی بات ہے۔

ہبہ کر کے واپس کرانا بہت برا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہبہ کر کے واپس لے لینا ایسا ہے کہ جیسے کہ کتے کا قے کر کے چاٹ لینا ہے۔ (بخاری صفحہ۳۵۲)

فائدہ: کسی کو عطیہ اور ہبہ کے طور پر دے کر واپس لینا یہ اچھی بات نہیں۔ یہ بخل اور مروت اور اخلاق کے خلاف ہے۔

مزید اس کے فقہی احکام کتب فقہ میں دیکھیں یا علماء سے رجوع کریں۔

عاریت

عاریت پر کسی سامان کا لینا

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں خوف و دہشت کا زمانہ چل رہا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوطلحہ سے گھوڑا عاریت پر لیا جس کا نام مندوب تھا اور آپ اس پر سوار ہوئے۔

(بخاری صفحہ ۳۵۸، فتح جلد ۵ صفحہ ۲۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے بیان کیا کہ حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صفوان بن امیہ سے زرہ اور ہتھیار غزوہ حنین کے موقع پر عاریۃً لیا تھا۔ (بیہقی جلد ۶ صفحہ ۸۸)

صفوان بن امیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان سے غزوۂ حنین کے موقع پر زرہ عاریۃً لیا تھا۔

حضرت صفوان بن امیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کیا یہ مفت میں چلے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ضمان کے ساتھ عاریت ہے۔ چنانچہ بعض زرہیں گم ہوگئیں۔ آپ نے ان سے پوچھا اگر چاہو تو تاوان لے لو۔ انہوں نے نہیں لیا اور کہا آج میرے دل میں اسلام کی وہ عظمت ہے جو آج سے قبل نہیں تھی۔

(بیہقی جلد ۶ صفحہ ۸۹، ابوداؤد صفحہ ۵۰۱، سبل جلد ۹ صفحہ ۱۴)

حضرت صفوان بن یعلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب میرا قاصد تمہارے پاس آجائے تو ان کو تیس زرہ، اور تین اونٹ دے دینا۔ (مختصراً ابوداؤد صفحہ ۵۰۲، دارقطنی جلد ۳ صفحہ ۲۹)

فَائِدَہ: کسی سے ضرورت کا کوئی سامان مانگ کر استعمال کرنا درست اور سنت سے ثابت ہے۔ اگر بے پرواہی سے ضائع ہو جائے یا خراب ہو جائے تو اس کا بدل دینا واجب ہوتا ہے۔ ورنہ شرعاً تو واجب نہیں۔ مگر اخلاقاً اور خوشگواری تعلقات کے پیش نظر دے دینا اچھا ہے اور حدیث پاک سے ثابت ہے۔ خیال رہے کہ صفوان بن امیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ واقعہ حالت کفر کا ہے۔ جب حنین کے موقع پر صحبت ملی تو آپ سے حد درجہ متاثر ہوا اور ایمان قبول کر لیا۔

عاریت کے سامان کو واپس کرنا

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا۔ مانگ کر لی

ہوئی چیز کو واپس کرنا واجب ہے۔ (ترمذی جلد اصفحہ ۱۵۲)

فائدہ: ضرورت پوری ہونے کے بعد فوراً ادے دینا چاہئے۔لوگ اس سے تغافل برتتے ہیں جو درست نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ عاریۃً لیا تھا۔ وہ ضائع ہو گیا تو اس کا عوض دیا۔ (ترمذی، سبل جلد ۹ صفحہ ۱۴)

فائدہ: آپ نے اخلاقاً اور مروۃً اس کا عوض عنایت فرما دیا ورنہ اگر لا پرواہی سے ضائع نہ ہو تو اس کا ضمان اور تاوان شرعاً واجب نہیں ہے۔

شادی وغیرہ کے موقع پر کسی سامان کو مانگ کر استعمال کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمارے پاس ایک کپڑا (جو بحرین کا تھا)۔ مدینہ میں کسی عورت کو بھی زینت کی ضرورت (شادی وغیرہ کے موقع پر) ہوتی تو وہ کپڑا ہم سے مانگ لیا جاتا۔ (بخاری جلد اصفحہ ۳۵۸)

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ میں کوئی ایسا گھر نہیں تھا جہاں شادی کے موقع پر کپڑا یا کرتا استعمال نہ ہوا ہو۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے موقع پر دلہن کے لئے کسی دوسرے کا کپڑا عاریۃً استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (جلد ۱۴ صفحہ ۱۸۴)

اسی طرح سامان وغیرہ بھی عاریت کے طور پر لے کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس میں شرافت کے خلاف کوئی بات نہیں ہے جو بات سنت اور حدیث پاک سے ثابت ہو وہ عار اور شرافت کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شادی وغیرہ کے موقعہ پر کسی سامان کو عاریۃً (مانگ کر) لینے پر باب قائم کیا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث کو پیش کیا جس میں یہ ذکر ہے کہ اپنی بہن اسماء سے ایک ہار عاریۃً مانگا تھا۔ (جلد ۲ صفحہ ۷۷۶)

اس وقت اتنی فراوانی نہیں تھی کہ ہر ایک کے پاس شادی کے موقع پر عمدہ عمدہ کپڑے ہوں۔ خاندان اور قبیلہ میں سے کسی کے پاس اچھے کپڑے وغیرہ ہوتے تو مانگ کر کام چلا لیا جاتا۔ کیسی سادی زندگی تھی۔ آج اس کے مقابلہ میں کس قدر اسراف ہے۔ "اللّٰھم احفظنا"

بٹائی پر دینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین کو اس کی نصف پیداوار پر بٹائی میں دیا تھا۔ (بخاری جلد اصفحہ ۳۱۳، ابوداؤد صفحہ ۲۶۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین کو نصف یا تہائی پر بٹائی میں دیا

تھا۔ (بزار جلد ۲ صفحہ ۹۵)

حضرت شعبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خیبر کی زمین یہود کو بٹائی کے طور پر دیا تھا اور حضرت ابن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اندازہ (پیداوار کا) لگانے بھیجا تھا۔ (کنز جلد ۱۵ صفحہ ۵۳۹)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خیبر کی زمین کو نصف پیداوار کی بٹائی پر دیا تھا کہ خواہ پھل ہو یا کھیتی۔ (بخاری صفحہ ۳۱۳)

قیس بن مسلم نے حضرت ابوجعفر سے نقل کیا ہے کہ مہاجرین کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جنہوں نے تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی کے لئے نہ دیا ہو۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

غیر مسلم کے ساتھ معاملہ کرنا

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خیبر کی زمین پر یہود سے بٹائی کا معاملہ شروع کیا تھا۔ (بخاری صفحہ ۳۴۰)

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے مشارکۃ الذمی والمشرکین سے اس کے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ عینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس قسم کی شرکت جائز ہے۔ یہ دراصل اجارہ ہے۔

فَائِدَہ: کھیت کو نقد کرایہ پر دینا یا اس کی پیداوار کے اعتبار سے نصف یا ثلث پر جو مابین طے ہو جائے۔ دینا جائز ہے البتہ متعین وزن کی کسی مقدار کو اجرت بنانا درست نہیں۔ مزید فقہی مسائل کتب فقہیہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں صرف اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے یہ معاملہ ثابت ہے۔

شرکت اور مضاربت

حضرت سائب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نبوت سے قبل شرکت پر معاملہ کیا تھا۔ سائب نے کہا آپ بہترین شریک تھے۔ نہ آپ سے کوئی اختلاف ہوتا تھا نہ کوئی جھگڑا نہ لڑائی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۶۸)

شرکت میں برکت ہے

حضرت صہیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تین چیزوں میں برکت ہے۔ ادھار قیمت کے ساتھ (ضرورت مندوں کو) شرکت و مضاربت میں اور گیہوں میں جو ملا کہ گھر میں کھانے کے لئے نہ کہ فروخت کے لئے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۶۸)

حضرت عبداللہ بن ہشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب بازار جاتے اور غلہ وغیرہ (تجارت کے لئے) خریدتے تو حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ان سے ملاقات ہوتی تو یہ حضرات فرماتے کہ مجھے

بھی اپنے ساتھ شریک فرما لیجئے کہ نبی پاک ﷺ نے آپ کے لئے برکت کی دعا کی ہے۔ چنانچہ وہ شریک کر لیا کرتے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۹۴۰)

فائدہ: شرکت کے ساتھ تجارت یا اور کسی کام میں برکت ہوتی ہے۔ ہاں مگر یہ کہ حقوق کی رعایت ہو اور خیانت نہ ہو۔ آج کل ایسی بات نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

پڑی ہوئی چیز پانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ راستے سے گزرے تو آپ نے کھجور پڑا ہوا پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اسے کھالیتا۔ (بخاری صفحہ ۳۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں جب اپنے اہل میں جاتا ہوں تو اپنی جگہ پر کھجور پاتا ہوں۔ اسے کھانے کے لئے اٹھاتا ہوں مگر صدقہ کے خوف سے اسے ڈال دیتا ہوں۔

(بخاری جلد۱ صفحہ ۳۲۸)

فائدہ: چونکہ آپ ﷺ کو صدقہ کا مال حرام تھا اس لئے اندیشہ کی وجہ سے آپ ﷺ اسے چھوڑ دیتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ شبہ کی وجہ سے نہیں کھاتے تھے۔ اس وجہ سے نہیں کہ راستہ میں پڑا کون کھائے۔ (جلد۵ صفحہ ۸۶)

جیسے امراء اسے شرافت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ معمولی چیز جس کی کوئی حیثیت نہ ہو اور اسے آدمی تلاش کرنے نہ نکلے تو ایسی پڑی چیز کو اٹھا کر کھالے اور استعمال کرلے تاکہ ضائع بیکار نہ ہو جائے۔ اس کا اعلان نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انار کا دانہ پایا تو اسے کھالیا اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کھجور پایا تو اسے کھالیا۔ ابھی نصف ہی کھایا تھا کہ ایک فقیر پر نظر پڑی تو آدھا اسے دے دیا۔ (جلد۱۲ صفحہ ۲۷۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھا ہے کہ ایک کھجور انہوں نے پایا تو کھالیا اور کہا اللہ پاک ضائع کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی اگر نہیں کھاتی تو برباد اور ضائع ہی ہو جاتا اور کسی کے حق نہ لگتا۔ (جلد۵ صفحہ ۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چیزوں کے کھانے اور استعمال کرنے میں جو عار سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے بلکہ تواضع اور صلاح کی بات ہے کہ خدا کی نعمت کو ضائع نہ ہونے دے استعمال کرلے۔

پڑی ہوئی چیز کے پانے پر اعلان کرنا

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک تھیلی پڑی پائی۔ جس میں سو دینار تھے۔ میں

آپ ﷺ کے پاس آیا (اور واقعہ بتایا) آپ نے فرمایا ایک سال تک اعلان کرو۔ میں نے اس کا مالک نہیں پایا۔ آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا ایک سال تک اعلان کرو۔ پھر میں نے کسی کو نہیں پایا۔ (کہ یہ مال کس کا ہے) آپ کے پاس پھر آیا تیسری مرتبہ تو آپ نے فرمایا اس کی تھیلی اور اس کی مقدار وغیرہ کو یاد رکھو اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھالو۔ (بخاری جلد ا صفحہ ٣٢٧)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس شے کی قیمت ہو اور گم ہونے کے بعد اسے تلاش کیا جائے۔ گم ہونے والے کو اس کا رنج و افسوس ہو تو ایسی صورت میں اس کا اعلان کرنا، مالک کو تلاش کرنا واجب ہے۔ اپنے استعمال میں لانا درست نہیں ہے۔ بعض لوگ پائی ہوئی چیز کو اپنا ملک سمجھنے لگتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں۔ خدا نے غیب سے بھیجا ہے۔ یہ جہالت ہے۔

اکثر و بیشتر عورتوں کو بچوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ پائی ہوئی چیز کو اپنا ملک سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ حرام ہے۔ اگر بچے پائی ہوئی چیز گھروں میں لائیں اور عرف ماحول میں اس کی کوئی قیمت ہو تو مالک تک پہنچائے اور اعلان کرنے کا حکم دیں اور مالک کو تلاش کریں، بچوں کو پڑی ہوئی چیز کے اٹھانے سے منع کریں تاکہ عادت خراب نہ ہو۔

اگر اعلان و اشتہار کے باوجود مالک کا پتہ نہ چلے اور پانے والا غریب ہو تو وہ استعمال کرسکتا ہے۔ اگر امیر ہے تو احناف کے نزدیک اس کا کسی غریب کو دینا واجب ہے۔ اگر استعمال کے بعد مالک کا پتہ چل جائے اور وہ طلب کرے تو اس کا مثل دینا واجب ہے۔ اس کے جزئیاتی مسائل اہل علم سے معلوم کریں۔

گروی رکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ خریدا اور اس کے عوض لوہے کا زرہ رہن رکھا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ٣٢١)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ کی زرہ تیس ٣٠ صاع جو کی وجہ سے گروی رکھی ہوئی تھی۔ (یعنی اتنا مال نہ تھا کہ نقد خریدتے)۔ (سنن کبری جلد ۵ صفحہ ٢٦)

فائدہ: آپ ﷺ کے پاس گھر کی ضرورت کے لئے اتنی رقم نہ تھی کہ نقد خریدتے۔ چنانچہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے نفقہ کے لئے آپ نے رہن رکھ کر جو خریدا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے رہن رکھنا خلاف سنت نہیں ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے قرض رہن اور بغیر رہن دونوں طرح سے لیا ہے۔ (جلد ا صفحہ ١٦٢)

کسی دوسرے کے ذمہ کام سپرد کرنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو بکرے دیئے کہ وہ اصحاب

میں تقسیم کر دیں۔ ایک چھوٹا سا بچہ بچ گیا تو آپ سے ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا تم قربانی کرلو۔

(بخاری جلد اصفحہ ۳۰۸)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر ایک صاحب کا قرضہ تھا۔ وہ شخص آیا تو آپ نے اصحاب سے فرمایا اس کو ادا کر دو۔ انہوں نے اس جیسا (جیسا کہ آپ نے دیا تھا) نہیں پایا تو آپ سے کہا۔ اس پر آپ نے فرمایا اس سے بہتر دیدو۔ تم میں بہتر وہ ہے جو ادا میں بہتر ہو۔ (بخاری جلد اصفحہ ۳۰۹)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صدقہ فطر (جو وصول ہوا تھا) رکھنے کا کام سپرد کیا۔ (مختصراً بخاری جلد اصفحہ ۳۱۰)

خیال رہے کہ اپنا کام خود بھی کرنا سنت ہے۔ اسی طرح یہ بھی سنت ہے کہ اپنے اصحاب سے کام لیا جائے۔ اس کام کا ذمہ دار اور وکیل اسے بنا دیا جائے۔ غیر مسلم کو بھی اپنے کام کا وکیل بنایا جا سکتا ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں "اِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمِ حَرَبِيًّا" سے اسی مسئلہ کے صحیح اور مشروع ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔

حضرت عروہ بن جعد بارقی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو ایک دینار دیا کہ وہ بکری خرید لیں۔ چنانچہ انہوں نے (اسی رقم سے) دو بکری خرید لی۔ اور ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا اور ایک بکری اور ایک دینار لے کر آئے۔ آپ نے ان کو خرید و فرخت میں برکت کی دعا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دعا کی برکت سے ان کا حال یہ تھا کہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں بھی ان کو نفع ہوتا۔ (بخاری جلد اصفحہ ۵۱۴)

اس واقعہ میں عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وکیل تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تجارت میں جائز چالاکی محمود ہے۔ اسی وجہ سے تو آپ نے دعا دی۔

اجرت اور مزدوری پر کام کرنا

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا دو مرتبہ (تجارتی) سفر میں حضرت خدیجہ کا اجیر بنا تھا۔ ہر سفر پر ایک اونٹ اجرت طے تھی۔ (بیہقی فی سنن الکبری جلد ۶ صفحہ ۱۱۹)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مجھے اجرت پر تجارتی سفر کے لئے لیا تھا کہ مقام جرش تک (تجارتی سامان لے کر) جاؤں۔ ہر سفر پر ایک اونٹ مقرر تھا۔ (سنن کبری جلد ۶ صفحہ ۱۱۸)

فَائِدَہ: ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دوسرے کو اجرت پر لیا اور خود بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اجرت پر کام کیا۔ چنانچہ آپ نے حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا شام کے سفر میں اجرت پر کام کیا تھا۔ (جلد اصفحہ ۱۶۱)

ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے آپ کا مضاربت کا معاملہ تھا تو آپ

امین، اجیر، وکیل، شریک سب ہو گئے۔ چونکہ مال آپ کے ذمہ ہو گیا تو آپ امین ہو گئے اور تصرف کیا وکیل ہو گئے۔ عمل اور کام میں اپنے آپ کو حوالہ کیا تو اجیر ہو گئے اور نفع لیا تو شریک ہو گئے۔ یعنی آپ کے عمل مبارک سے ان امور کی مسنونیت ثابت ہو جائے گی۔

آپ ﷺ کا تجارتی سفر شام کی جانب

نفیسہ جو یعلی ابن منیر کی بہن ہیں کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی عمر پچیس سال ہوئی تو ابوطالب نے کہا۔ میں غریب آدمی ہوں۔ کچھ زمانہ کے ہم پر مصائب ہیں اور آپ کی قوم قریش تجارتی سلسلہ میں شام جارہی ہے اور خدیجہ (جو ایک مالدار عورت ہے مضاربت یا اجرت پر تجارتی سامان بھیجا کرتی ہیں) لوگوں کو شامی تجارتی قافلے میں بھیج رہی ہیں۔ اگر آپ خدیجہ سے اس سلسلے میں کچھ بات کر لیں تو وہ بہت جلد آپ کے لئے تیار ہو جائیں گی۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کو یہ خبر ملی۔ انہوں نے ایک آدمی بھیجا کہ آپ میرے تجارتی سامان کو لے جائیں جتنا میں اور کو دیتی ہوں اس سے دگنا میں آپ کو دوں گی۔ انہیں کی ایک روایت میں ہے۔ ابوطالب نے کہا کہ اگر چہ میں خوف یہود کی وجہ سے پسند نہیں کرتا مگر اس کے بغیر چارہ بھی نہیں۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۲۹، سبل جلد ۲ صفحہ ۱۵۸)

چنانچہ نفیسہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس تجارت میں آپ کو بہت نفع حاصل ہوا اور حضرت خدیجہ نے اس سے بہت زائد دیا جو مقرر کیا تھا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۳۱، سبل الہدی جلد ۲ صفحہ ۱۵۸)

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ بھی آپ نے ایک سفر کیا جو یمن کی جانب تھا۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

یہ شام کا دوسرا سفر تھا۔ شام کا پہلا سفر چچا ابوطالب کے ساتھ ۱۲ سال کی عمر میں ہوا تھا۔ یہ دونوں اسفار نبوت سے پہلے ہوئے تھے۔ نبوت کے بعد تو آپ کو دعوت و تبلیغ سے فرصت ہی نہیں ملی کہ معاشی سلسلہ میں کوئی قدم اٹھاتے۔

شام کا پہلا سفر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن عساکر نے، محمد بن عقیل سے بزار، اور ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب نے شام کی طرف تجارتی سفر کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے چچا ابوطالب سے کہا۔ اے چچا۔ آپ مجھے کس کے پاس چھوڑے جاتے ہیں۔ ابوطالب کو رحم آگیا اور اپنے ساتھ سواری کے پیچھے بٹھا کر شام لے چلے۔ کسی عبادت خانے پر منزل کیا تو صاحب خانہ نے کہا۔ یہ لڑکا کس کا ہے۔ ابوطالب نے کہا ہمارا (اس پر اس نے کہا نہ اس کا باپ زندہ ہو سکتا ہے نہ تمہارا بیٹا ہو سکتا ہے۔ ابوطالب نے پوچھا یہ کیوں۔ اس نے کہا اس کا چہرہ اور آنکھ نبی کا ہے۔ ابوطالب نے کہا نبی کیا ہوتا ہے۔ جس پر آسمان کی

جانب سے اہل زمین کے لئے وحی آتی ہے۔ ابوطالب نے کہا اللہ اجل۔ اس نے کہا دیکھو یہود سے بچنا۔ (یعنی کہیں عداوت سے قتل نہ کر ڈالیں)۔ (سبل الہدیٰ جلد۲ صفحہ ۱۴۰)

فائدہ: اور اسی سفر میں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ دیکھا تھا کہ جس طرف سے گزرتے ہیں اشجار و احجار سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی خبر دی تھی۔ (جلد۲ صفحہ ۱۴۰)

کسی کے یہاں مزدوری یا اجرت پر کام کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ پاک جل شانہ نے کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں کیا۔ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں اور میں نے بھی چند قیراط کے عوض بکریاں چرائی ہیں۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرانے کا کام کیا ہے۔ قیراط بہت معمولی رقم ہے۔ دینار کا بیسواں حصہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل یہ کیا ہے۔ نبوت کے بعد آپ تو ہمہ تن دعوت و تبلیغ میں لگ گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے ڈول بھرا ہے۔ ایک کھجور کی اجرت پر اور میں نے شرط لگا دی تھی کہ خشک عمدہ کھجور لوں گا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۱۸)

فائدہ: ضرورت پر غیر مسلم کی مزدوری جائز ہے۔

غیر مسلم کو اجیر رکھنا، ان سے کام لینا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو دیل کے ایک شخص کو راستہ کی رہنمائی کے لئے اجرت پر لیا تھا جو کافر تھا۔ (بخاری صفحہ ۳۰۱)

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو غیروں کو رکھا جا سکتا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی نہیں ملا تو مشرک کو اجرت پر لیا جا سکتا ہے۔

(جلد۱۲ صفحہ ۸۱)

غیر مسلم کے یہاں مزدوری کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے ایک صاحب آئے آپ کو دیکھ کر انہوں نے کہا کیا بات ہے کہ میں آپ کو پژمردہ دیکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھوک کی وجہ سے۔ پس یہ انصاری صحابی اپنے کجاوہ کے پاس گئے۔ اس میں کچھ نہیں پایا۔ پس تلاش میں نکلے۔ ایک یہودی کو دیکھا باغ میں پانی سینچ رہا تھا۔ انصاری صحابی نے پوچھا باغ کو سیراب کر دوں (اجرت پر) اس نے کہا ہاں۔ اس نے کہا ہر ڈول کے بدلے ایک

کھجور۔ انصاری صحابی نے کہا۔ خراب خشک ردی کھجور نہ لوں گا۔ عمدہ لوں گا۔ قریب دو صاع ڈول بھر کر جمع کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۱۹)

فائدہ: حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس قدر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ محبت وخلوص کا برتاؤ کرتے تھے اور آپ کی ضرورت کا کس قدر خیال رکھتے اور کس طرح اپنی جان و مال قربان کرتے یہ انہی حضرات کی شان کی بات ہے۔

مگر خیال رہے کہ اہل اسلام کا غیر مسلمین خواہ یہود و نصاری ہوں یا مشرکین ہوں اجیر کی حیثیت سے یعنی ملازمت کرنی بہتر نہیں کہ اس میں کافروں کی مخدومیت ہوتی ہے جو شان ایمان کے خلاف ہے۔

(عمدہ جلد ۱۲ صفحہ ۹۴)

اس سے بہتر تجارت وزراعت ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ کوئی صنعت وحرفت اپنے گھر میں کریں اور وہ لوگ مال خرید کر لے جائیں تو بہتر ہے۔ اس میں کوئی ذلت نہیں۔ بخلاف ان کے دکان وگھر میں کام کرنے سے اہل ایمان کو ایک قسم کی ذلت کا سامنا ہے جو بہتر نہیں۔ (عمدہ جلد ۱۲ صفحہ ۹۴)

کام کے بعد مزدوری نہ دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تین آدمی کی جانب سے قیامت میں فریق بن کر مطالبہ کروں گا۔

1. جس نے میرے نام سے قسم کھائی اور پورا نہ کیا۔
2. جس نے کسی آزاد کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھالی۔
3. کسی اجیر ومزدور کو رکھا اس نے کام پورا کر دیا اور اس کو مزدوری نہ دی۔ (بخاری، عمدہ جلد ۱۲ صفحہ ۴۲)

فائدہ: درجہ انسانیت سے یہ بات گری ہوئی ہے کہ کسی سے کام لے اور اس کی اجرت ومزدوری نہ دے۔ بہتوں کو اس کا مرتکب دیکھا گیا۔ عموماً سستی اور تغافل کو بھی اس میں دخل ہوتا ہے۔ بہت سخت وعید ہے اگر اس دنیا میں رہ گیا کل قیامت میں خدائے پاک اس کا فریق بن کر مسئلہ حل فرمائیں گے اور اس مال میں برکت بھی نہیں رہتی جس میں دوسرے کا حق واجب شامل ہو۔

مزدوری کا پیشہ کوئی بری بات نہیں

ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے بعض اصحاب بازار جاتے اور مزدوری کرتے (بوجھ اٹھاتے)۔ (بخاری، عمدہ جلد ۱۲ صفحہ ۹۲)

فائدہ: جب فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم صدقہ کی فضیلت سنتے اور اس کے ثواب کو جانتے تو ثواب کے شوق میں بازار جا کر لوگوں کا بوجھ اٹھاتے جو پاتے راہ خدا میں خرچ کر دیتے۔

مزدوری پسینہ خشک ہونے سے قبل دی جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مزدور کو یا جس سے کام لیا ہو اس کو پسینہ خشک ہونے سے قبل اجرت دو۔ (سنن کبریٰ بیہقی صفحہ ۱۲۱)

فائدہ: بعض لوگ مزدوروں سے وقت پر کام کرا لیتے ہیں اور مزدوری دینے میں دوڑاتے ہیں اور آج کل پر ٹالتے رہتے ہیں یہ بہت بری بات ہے۔ ایمان ہی نہیں انسانیت کے بھی خلاف ہے۔

تلاوت کلام پاک یا تراویح پر رقم حاصل کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ قرآن پاک پڑھ رہے تھے اور ہم میں عربی غیر عربی اور حبشی موجود تھے۔ آپ ہمارے درمیان تشریف لائے اور فرمایا۔ تم لوگ بہتر ہو۔ خدا کی کتاب پڑھتے ہو اور تمہارے درمیان اللہ کے رسول ہیں۔ عنقریب ایک زمانہ آئے گا لوگ قرآن پاک کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر)۔ یعنی ظاہری حسن کی رعایت کریں گے) اور اس کا بدلہ دنیا میں چاہیں گے اور آخرت میں ثواب سے محروم رہیں گے۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۹۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قرآن سیکھو اور جب سیکھ لو تو اس میں غلو مت کرو۔ اس سے مال جمع مت کرو اور نہ اس سے کھاؤ اور نہ اس کے ذریعہ زیادتی طلب کرو۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۹۸)

عبدالرحمٰن بن شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ اس سے مال مت حاصل کرو اور اس میں غلو نہ کرو اور نہ اس کو کھانے کا ذریعہ بناؤ اور اس کے ذریعہ زیادتی نہ چاہو۔ (جامع صغیر للسیوطی صفحہ ۸۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھو اور اس سے اللہ کی رضا حاصل کرو۔ اس سے پہلے کہ ایک قوم آئے گی جو قرآن کو تیر کی طرح درست کرے گی۔ دنیا کا نفع چاہے گی آخرت کے نفع سے محروم رہے گی۔ (مسند احمد، جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۸۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم سب لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور ہم میں دیہاتی لوگ اور اہل عجم بھی تھے جو کہ اپنے لہجوں میں قرات کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ پڑھے جاؤ سب ٹھیک ہے۔ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو اس کے الفاظ کو اس طرح درست کرے گی جس طرح تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے (اور ان کا حال یہ ہوگا) کہ اس سے دنیوی نفع (مال) چاہیں گے اور آخرت کے ثواب کا قصد نہ کریں گے۔ (مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں دنیوی نفع کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کا بدلہ اور

عوض (یعنی روپیہ) دنیا میں چاہیں گے۔ اس کا ثواب نہ چاہیں گے بلکہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے۔ اس سے تاکل کریں گے۔ یعنی کھائیں گے۔ ذریعہ معاش بنائیں گے۔ خدا پر بھروسہ نہ کریں گے۔ (مرقات جلد۲ صفحہ ۶۱۷)

اس حدیث سے ان حفاظ وقراء کی شدید مذمت معلوم ہوئی جو تلاوت اور تراویح کے ذریعہ مال حاصل کرتے ہیں۔

ابوراشد جرانی نے عبدالرحمٰن الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن شریف پڑھو اور اس میں غلو حد سے زیادہ تجاوز نہ کرو اور اس کے ذریعہ سے مت کھاؤ۔ (طحاوی جلد۲ صفحہ ۱۰)

فائدہ: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فحظر عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يتعوضوا بالقرآن شيئا من عوض الدنيا"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے کہ قرآن پاک (تلاوت جو عبادت ہے) اس کے ذریعہ سے دنیا کا کوئی عوض حاصل کرے۔ مزید تاکید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ قرآن کے ذریعہ سے کھائے یا دنیا کی کوئی شے حاصل کرے۔ (جلد۲ صفحہ ۱۰)

دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت خواہ تراویح میں ہو یا غیر تراویح میں عبادت ہے اور اللہ پاک نے قرآن پاک میں جا بجا فرمایا ہے۔ "اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا" ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم عبادت خالص اللہ کے لئے کریں۔ اس کے بدلہ دنیا کی کوئی شے حاصل نہ کریں بلکہ آخرت میں اس کا اجر حاصل کریں۔ رہی بات دنیا کا حصول تو اسے دوسرے جائز طریقہ سے حاصل کریں۔

تراویح پر ملنے والی رقم کے متعلق

خیال رہے کہ قرآن پاک کی تلاوت جہاں عبادت وتقریب اور محض ثواب کے لئے ہو۔ جیسے تراویح میں کلام پاک کا پڑھنا یا ایصال ثواب کے لئے قرآن پاک کا پڑھنا تو اس پر کسی طرح بھی رقم خواہ ہدیہ یا چندہ کے طور پر لینا دینا جائز نہیں گناہ ہے۔ اگر کوئی بات پہلے سے طے نہ ہو۔ مگر وہاں حفاظ کو دیا جاتا ہو۔ تب بھی فقہ کے المعروف کالمشروط کے قاعدے سے جائز نہ ہوگا۔

آج اس دور میں حفاظ کرام کا تراویح پر رقم لینے دینے کا مسئلہ پورے ہندوستان میں رائج ہے۔ حیرت تو اس امر پر ہے کہ اسے اپنا حق سمجھا جاتا ہے۔ گناہ اور خلاف شرع نہیں سمجھا جاتا ہے حالانکہ حدیث اور فقہ کے اعتبار سے یہ رقم ناجائز اور باعث گناہ ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ تراویح میں کلام پاک عبادت اور تقرب ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے اسے سنت موکدہ قرار دے کر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ تقرب وعبادت نسلاً بعد نسل ہے اور عبادت پر رقم جائز نہیں۔ چونکہ اس کا مقصد خدا سے تقرب اور ثواب ہے اور عبادت وتقرب پر دنیاوی اشیاء کا حاصل کرنا خواہ خوشی سے دے یا ضرورت سے دے کسی بھی امام کے نزدیک جائز نہیں اور اس کے جواز کی تاویل فاسد تاویل ہے۔ اختلاف جو ہے وہ تعلیم وتدریس قرآن کی اجرت پر ہے جس کو متاخرین احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔ (بنایہ شرح ہدایہ جلد۲ صفحہ۹۴۲، بحرالرائق جلد۸ صفحہ۲۲)

عموماً حفاظ کرام اسی مقصد مال کی وجہ سے سفر کرتے ہیں۔ اپنے گاؤں اور بستی میں نہیں سناتے باوجودیکہ بستی اور گاؤں میں ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی مسجد کا ارادہ کرتے ہیں اور اس کی تلاش میں رہتے ہیں جہاں رقم زیادہ سے زیادہ مل سکے۔ چنانچہ معلوم کرتے ہیں پچھلے سالوں میں یہاں کیا رقم ملی ہے۔ سابقہ حالات سے رقم کا جائزہ لگا لیتے ہیں۔ اگر کم رقم کا یا نہ ملنے کا احساس ہو جاتا ہے تو اسے خیر آباد کہہ دیتے ہیں بلکہ سنانے کے بعد سے زیادہ رقم کی ترغیب دیتے ہیں۔ بسا اوقات دو دو مسجدوں میں کلام پاک سناتے ہیں۔ اگر اندازے سے کم ملتا ہے تو دوسری مسجد تلاش کرتے ہیں۔ عموماً اس کا مقصد مال کا حصول ہوتا ہے۔ جس کی حرمت اور ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"جواز الاخذ استحساناً علی تعلیم القرآن لا علی القراءة المجردة" (صفحہ۵۶)

ترجمہ: "تعلیم قرآن پر استحساناً اجرت جائز ہے۔ تلاوت پر نہیں۔"

تلاوت کلام پر خواہ تراویح میں ہو یا غیر تراویح میں جیسے ایصال ثواب کے موقع پر کسی بھی طرح رقم کا لینا کسی امام کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

"ولا یصح الاستیجار علی القراءة واھدائھا الی المیت لانه لم ینقل من الائمة الاذن فی ذالك وقد قال العلماء ان القاری اذا قرء لاجل المال فلا ثواب له"

(صفحہ۵۷)

قرأت قرآن پر اجرت درست نہیں۔ اسی طرح میت کے ایصال ثواب کے لئے۔ چونکہ اس کی اجازت کسی بھی امام سے منقول نہیں ہے۔ علماء نے کہا کہ جب مال کیلئے قرآن پڑھا جائے تو اس کا ثواب نہ ہوگا جب اس کو ثواب نہ ہوگا تو دوسرے کو کس طرح بخشے گا۔ ایک موقعہ پر اس کی حرمت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والاستیجار علی مجردة التلاوة لم یقل به احد من الائمة وانما تنازعوا فی

الاستیجار علی التعلیم"

البتہ درس وتدریس کی اجرت پر اختلاف واقع ہوا ہے۔ جس کے جواز کا فتویٰ متاخرین فقہاء نے دے دیا ہے۔ محض قرأت قرآن پر اجرت کسی بھی امام نے جائز قرار نہیں دیا۔ بڑی غلط فہمی ہے کہ لوگ تراویح کے چندہ کو ثواب سمجھ کر دیتے ہیں اور لینے والا اسے ہدیہ سمجھ کر لیتا ہے۔ حالانکہ لینا دینا دونوں گناہ ہے کوئی یہ تاویل کرتا ہے کہ اجرت سمجھ کر تھوڑے ہی دیا جا رہا ہے۔ خوشی سے ہدیۃً دیا جا رہا ہے۔ یہ اصول فقہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اجرت کا تعلق نیت پر تھوڑے ہی موقوف ہے۔ دینے والا قرآن پڑھنے کی وجہ سے عرف ورواج کے پیش نظر دے رہا ہے۔ اس لئے لینا دینا دونوں گناہ ہے۔ علامہ شامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لکھتے ہیں: "الاخذ والمعطی آثمان" لینے دینے والے دونوں گناہ گار ہیں۔ (جلد ۶ صفحہ ۵۶)

ثواب اور عبادت پر دنیوی نفع کے خلاف شرع وناجائز ہونے پر علامہ جصاص رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی احکام القرآن میں سورہ حم عسق کی آیت: "من كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وماله في الاخرة من نصيب" پر لکھتے ہیں:

"فيه الدلالة على بطلان الاستيجار على ما سبيله ان لا يفعل الا على وجد القربة لاخباره تعالىٰ بان من يريد حرث الدنيا فلا حظ له في الاخرة فيخرج ذالك من ان يكون قربة فلا يقع موقع الجواز" (جلد ۳ صفحہ ۵۷۲)

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ثواب اور عبادت پر دنیوی نفع کا طلب اور جستجو ناجائز ہے اور لینا دینا دونوں گناہ ہے۔

تعلیم وتدریس قرآن پر اجرت

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ بدر کے قیدیوں کے پاس کوئی مال فدیہ کے لئے نہیں تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کا فدیہ یہ قرار دیا کہ وہ انصار کی اولاد کو لکھنا سکھائیں۔ (سنن کبری جلد ۶ صفحہ ۱۲۵)

فَائِدَہ: اس روایت سے مطلق تعلیم کی اجرت کا جائز ہونا معلوم ہوا۔

حضرت عطاء رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا کہ تین معلّمین مدینہ منورہ میں بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کا وظیفہ ہر ماہ پندرہ درہم مقرر کر رکھا تھا۔ (جلد ۶ صفحہ ۱۲۵)

محدث بیہقی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ابن سیرین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے معلّمین کی اجرت تعلیم پر کوئی حرج نہیں کہا۔ معاویہ بن قرہ سے پوچھا گیا کہ معلّمین کی اجرت کا کیا حکم ہے۔ انہوں نے کہا میں تو اس میں ثواب سمجھتا ہوں۔ اسی طرح شعبہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے حکم کا قول اس

کے جائز ہونے کا نقل کیا ہے۔ (سنن کبری جلد ۵ صفحہ ۱۲۴)

فائدہ: تدریس وتعلیم القرآن کی اجرت اور ماہانہ تنخواہ جائز ہے۔ (کذا فی البحر والشامی)

اسی طرح تعویذ اور جھاڑ پھونک پر جو قرآن پاک پڑھا یا لکھا جائے اس کی اجرت بھی جائز ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں سانپ کے کاٹے ہوئے پر قرآن پاک پڑھ کر دم کرنے کی اجرت کا ذکر ہے۔ جسے آپ نے درست فرماتے ہوئے خود بھی شرکت کی خواہش فرمائی۔

ہدیہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

ہدیہ قبول کرنا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ بھی عنایت فرماتے تھے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۵۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۵۰)

عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے صدقہ قبول نہیں فرماتے۔ (طبرانی، مجمع جلد ۳ صفحہ ۱۵۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادت ہدیہ کے قبول فرمانے کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی خوب ہدایا سے نوازتے۔ ابتداءً بھی ہدیہ دیتے اور ہدیہ کے عوض بھی ہدیہ دیتے۔ ہدیہ کو آپ بہت پسند فرماتے۔ کھانے کی چیز ہوتی تو اسی وقت اسی مجلس میں نوش فرماتے۔ چونکہ ہدیہ محبت اور خوشی کے لئے دیا جاتا ہے۔ تعلق اور انس کے لئے دیا جاتا ہے۔ جسے آپ پسند فرماتے۔ ہدیہ قبول کرنا تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عادت رہی ہے۔ مفسر قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الجامع میں لکھا ہے کہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے۔ صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: ہدیہ خوشی اور محبت اور الفت کی زیادتی کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا مقصد خوشی اور دل سے دعاؤں کا لینا ہے اور یہ مطلوب ہے اسی وجہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہدیہ سے خوش ہوتے اور قبول فرماتے۔ اس کے برخلاف صدقہ اپنے حق میں نہیں قبول فرماتے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ صدقہ کا مال میل ہوتا ہے۔ اس لئے استعمال نہیں فرماتے۔ (عمدہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۵)

ہدیہ اور صدقہ میں فرق

ہدیہ کا مقصد مہدی الیہ کو خوش کرنا اور اس کی خوشی و محبت کو حاصل کرنا ہے اور صدقہ کا مقصد ثواب حاصل کرنا ہے۔ گو ہدیہ میں بھی ثواب ہوتا ہے مگر اولین مقصد خوشی و محبت ہے جو باعث ثواب ہے۔ اسی وجہ سے ہدیہ، امراء، اغنیاء، سادات کو بھی دیا جا سکتا ہے اور ان کو صدقہ واجبہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ فیض الباری شرح بخاری میں ہدیہ کی

تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اولین مقصد اس کا خوشی ومحبت حاصل کرنا ہے۔ پھر ثواب، صدقہ کا اولین مقصد ثواب حاصل کرنا ہے۔ (جلد۳ صفحہ ۳۶۶)

لانے والے سے معلوم کرنا ہدیہ ہے یا صدقہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ کھانے کی چیزیں لاتے (حضرات انصار) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے کہ صدقہ ہے یا ہدیہ۔ اگر صدقہ کہا جاتا تو آپ اپنے اصحاب سے فرماتے کھاؤ۔ اگر ہدیہ کہا جاتا تو آپ اس میں ہاتھ ڈالتے اور کھاتے۔

(بخاری صفحہ ۳۵۰، سنن کبری جلد۲ صفحہ ۱۲۸، مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ ۹۳)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک طبق جس میں کھجور تھا لے کر آئے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا ہے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ آپ اور آپ کے اصحاب پر صدقہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہم صدقہ نہیں کھاتے چنانچہ وہ لے گئے۔ دوسرے دن طبق لے کر آئے جس میں کھجور تھا۔ آپ نے پوچھا کیا ہے اس میں۔ انہوں نے کہا ہدیہ۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا قریب ہو جاؤ اور کھاؤ۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ ۹۳)

صدقہ اپنے اصحاب کو دیتے ہدیہ خود کھاتے کھلاتے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا لے کر حاضر ہوا اور میں غلام تھا۔ میں نے کہا صدقہ ہے۔ آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا اور خود نہیں کھایا۔ پھر میں دوسری مرتبہ کھانے لے کر گیا اور کہا یہ ہدیہ ہے۔ میں نے اکراماً آپ کو ہدیہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ہدیہ خود بھی کھایا اور اپنے اصحاب کو بھی کھلایا۔ (مجمع جلد۳ صفحہ ۹۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صدقہ کا مال نہیں استعمال فرماتے۔ البتہ قبول فرما کر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کھلا دیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر خود نہ کھائے تو دوسروں کو کھلا دے۔

رزق میں وسعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانے کا ہدیہ آپس میں لیا دیا کرو۔ یہ تمہارے رزق کی وسعت کا باعث ہے۔ (جامع صغیر صفحہ ۳۰۲)

پڑوسیوں کو ہدیہ دینے کے لئے شوربہ زیادہ کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر جب تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ رکھو۔ اپنے پڑوسیوں کی خبر رکھو اور ان میں تقسیم کرو۔ (ادب مفرد صفحہ ۶۲)

ہدیہ سینے کے کینہ کو دور کرتا ہے

ام حکیم بنت وداع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہدیہ لیا دیا کرو یہ محبت کو بڑھاتا ہے اور سینہ کے کینہ کو دور کرتا ہے۔ (مطالب عالیہ، طبرانی، جامع صغیر صفحہ ۲۰۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہدایا لیا دیا کرو۔ یہ سینہ کی کدورت کو دور کرتا ہے۔ اگر مجھے ایک پائے کی بھی دعوت دی جائے تو قبول کرلوں گا۔ (بیہقی، جامع صغیر صفحہ ۲۰۲)

ہدیہ بخشش خداوندی ہے

حضرت موسیٰ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہدیہ رزق خداوندی ہے۔ جسے ہدیہ کیا جائے وہ اسے قبول کرے اور چاہئے کہ اس سے بہتر دے۔

(مکارم اخلاق ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ہدیہ رزق خداوندی ہے جو اسے قبول کرتا ہے خدا کی طرف سے قبول کرتا ہے۔ جو اسے رد کرتا ہے خدا کا رد کرتا ہے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۶)

آپس میں ہدیہ لینے دینے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں ہدیہ لینے دینے کا تعلق رکھا کرو محبت ہوگی۔ (مسند ابویعلی، جامع صغیر صفحہ ۲۰۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان حسن تعلقات کی وجہ سے ہدایا کا حکم دیتے تھے۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۴۹)

ہدیہ سے آپس میں محبت بڑھتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہدیہ لیا دیا کرو۔ آپس میں محبت زیادہ ہوگی۔ (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۲۰۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہدیہ کا سلسلہ رکھو۔ کم ہو یا زیادہ۔ یہ دل کے کینہ کو دور رکھتا ہے اور محبت پیدا کرتا ہے۔ (مکارم اخلاق ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۴۱)

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و دیگر لوگوں کے ہدایا

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کی ضرورتوں کا بڑا خیال فرماتے تھے۔ کسی بھی ضرورت کا احساس فرماتے تو فوراً آپ کی خدمت میں پیش فرماتے۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے

پاس چارپائی نہیں تھی اور اہل مکہ چارپائی کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے ابوایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا کہ تمہارے پاس چارپائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اسد بن زرارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے ایک چارپائی ساگوان لکڑی کی بنوا کر آپ کی خدمت میں بھیج دی۔ تاوفات آپ اس پر سوئے اور نماز بھی پڑھتے۔ آپ کی وفات کے بعد لوگ جنازہ کے لئے تبرکاً اسے لے جاتے۔ (سبل الہدی جلد ۷ صفحہ ۵۶۴)

لوگوں کے ازراہ محبت ہدایا بخشے ہوئے آپ کے پاس اکثر سامان تھے۔ چنانچہ حضرت دحیہ کلبی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دو موزے ہدیۃً دیئے ہوئے تھے جسے آپ نے اس وقت تک استعمال کیا جب تک پھٹ نہ گئے۔ حضرت عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت کے مطابق جبہ بھی انہوں نے دیا تھا۔ (شمائل ترمذی)

اسی طرح امام ترمذی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے شمائل میں لکھا ہے کہ نجاشی بادشاہ نے بھی دو موزے دیئے تھے۔ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ موزے کے ساتھ قمیص پاجامہ اور طیلسانی چادر بھی ہدیۃً دیئے تھے۔

(مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۵)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ نجاشی نے عطردان جس میں عطر تھا ہدیۃً دیا تھا جس سے آپ عطر لگایا کرتے تھے۔ (سبل الہدی جلد ۵ صفحہ ۵۳۷)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ آپ کے پاس ایک شیشہ کا پیالہ تھا جسے شاہ مقوقس نے آپ کو دیا تھا۔ (ابن ماجہ، سبل الہدی جلد ۷ صفحہ ۳۶۲)

جمع الوسائل میں ہے کہ شاہ حبشہ نے آپ کو پاجامہ ہدیۃً دیا تھا۔ (صفحہ ۱۲۷)

حضرت ابوجہم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کو شامی منقش چادر ہدیۃً دی تھی آپ نے اس کی خوشنمائی کو پسند نہیں کیا۔ اس کے بدلے موٹی غیر منقش چادر لی۔ (سبل الہدی جلد ۷ صفحہ ۴۸۰)

سرمہ دانی، آئینہ اور کنگھی آپ کے پاس اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کا ہدیہ کردہ تھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۵۵)

قبط کے بادشاہ کا ہدیہ کردہ ایک خچر تھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۵۵)

اس خچر پر آپ اکثر سوار ہوتے تھے۔ بغلہ شہباء جس کا ذکر بکثرت احادیث میں آتا ہے یہی تھا۔ ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو سفید خچر دیا تھا اور ایک دھاری دار چادر دی تھی۔ (بخاری سبل الہدی جلد ۹ صفحہ ۲۸)

بقول حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حجاج بن غلاط سلمی نے آپ کو تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا ہدیۃً دی تھی۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں لوگ اپنے بڑوں اور دین کے مقتدی اور پیشواؤں کا خیال رکھتے تھے اور انہیں اکراماً ہدایا تحائف سے نوازتے رہتے تھے کہ ان حضرات کو دین کے کاموں اور مشغولیتوں سے اتنا موقع

کہاں ملتا تھا کہ زندگی کی سہولتوں اور ضرورتوں کی جانب توجہ دیں۔

آج بھی اللہ پاک کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ تاریخ اور احوال اٹھا کر دیکھیں۔ ان حضرات کی بیشتر ضرورتیں اور سہولتیں اللہ کے بندوں کے ہدایا سے وابستہ تھیں۔ زندگی کی دینی اور دنیاوی ضرورتیں اللہ کے بندوں کے ہدایا سے پوری ہوتی ہیں۔ مبارک اور خدائے پاک کے نزدیک پسندیدہ ہیں وہ لوگ جو اہل اللہ، علماء اور نیک برگزیدہ بندوں کو ہدایا اور دیگر سہولتوں سے نوازتے رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ان کی دلی دعاؤں اور خدائے پاک کی غیبی نصرتوں کے حامل ہوتے ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہدیہ

حضرت عبداللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا ہدیۃً دیتے ہوئے فرمایا۔ لو اسے استعمال کرو۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے ساتھ ان کا عصا (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ تھا) دفن کر دیا گیا۔ (مصنف عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۱۸۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسامہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حلہ ہدیہ فرمایا تھا جو ریشمی تھے۔ جس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کو پھاڑ کر دے دینا۔ (طحاوی شریف جلد۲ صفحہ۳۴۶)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف سے انگور ہدیہ آیا۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا یہ خوشہ لے جاؤ اور اپنی والدہ کو پہنچا دو۔ (ابن ماجہ، کنز العمال، سبل الہدیٰ صفحہ۲۰۵)

حضرت تمیم داری نے آپ کو ایک گھوڑا ہدیہ پیش کیا تھا جس کا نام ابداء تھا۔ جسے آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیۃً پیش کر دیا۔ (عمدۃ القاری جلد۱۳ صفحہ۱۸۲، ابن سعد جلد۱ صفحہ۴۹۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے ریشمی جوڑا ہدیہ کیا آپ نے اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیۃً پیش کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ہدیہ پر یہ فرمایا کہ آپ نے تو اس کے بارے میں جو فرمایا (یعنی حرام ہے مردوں پر) آپ نے فرمایا میں نے تمہیں پہننے کو نہیں دیا۔ میں نے اس لئے ہدیہ کیا کہ خواہ فروخت کر دو یا اسے کسی کو (عورتوں کو) پہنا دو۔ (ادب مفرد صفحہ۱۷)

زامل بن عمرو کہتے ہیں کہ فروہ بن عمر الجذامی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر ہدیہ دیا تھا۔ جسے آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیۃً دے دیا تھا۔ (ابن سعد جلد۱ صفحہ۴۹۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو ہدیوں سے نوازتے رہتے تھے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جانب سے ہدایا کا معمول

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھے حریرہ بنانے کا حکم دیا۔ میں نے بنایا۔ پھر انہوں نے کہا اسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے یہ فرمایا ہے۔ اے جابر کیا گوشت ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ (شاید گوشت کی خواہش تھی اسی وجہ سے آپ نے گوشت سمجھا) میں والد کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ میں نے کہا ہاں اور میں نے بتا دیا کہ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا گوشت لائے ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد نے کہا کہ شاید آپ کو گوشت کی خواہش ہے تو والد نے ایک پالی ہوئی بکری کے ذبح کا حکم دیا۔ اسے بھونا گیا (چونکہ آپ کو بھنا گوشت پسند تھا) پھر حکم دیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔ میں لے کر حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ جابر کیا ہے۔ میں نے بتایا (کہ گوشت ہے) آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے حضرات انصار کو جزا دے۔ خاص کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۸۸)

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی مخلصانہ محبت تھی کہ آپ کی خواہش کو سمجھ لیا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں طائف سے انگور پیش کیا گیا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۱۱۷)

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا جس کا نام اہداء تھا۔ جسے آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیۃً دے دیا تھا۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۸۲)

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں چادر کا ہدیہ لے کر آئی اور کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بنا ہے کہ آپ کو پہناؤں۔

(سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۱۲۷، بخاری صفحہ ۲۸۲، عمدہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۱۱)

کھانے کے بعد باقی ماندہ کا ہدیہ پیش کرنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کھانا کھا کر بچ جاتا اسے ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھجوا دیتے۔ (طحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۲۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنا جھوٹا جو کھا کر بچا ہوا اپنے متعلقین یا ارادت مندوں کو دیا جا سکتا ہے جسے اس کے باقی ماندہ سے کراہیت نہ ہو۔

ہدیہ کا مال ہدیۃً دینا

حضرت تمیم داری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا تھا۔ جسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہدیۃً پیش کر دیا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۲۲)

حضرت نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کسی نے ریشمی جوڑا ہدیۃً دیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہدیۃً پیش کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے غیر مسلم بھائی کو پیش کر دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۵)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کا سامان دوسرے کو ہدیۃً دیا جا سکتا ہے اور بیچا بھی جا سکتا ہے۔ البتہ استعمال کی قید کے ساتھ دیا ہے تو پھر بہتر نہیں۔

نقد روپیہ کا ہدیہ سنت سے ثابت ہے

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہتی ہیں کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں کھجور کے خوشہ اور چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں ہدیۃً پیش کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہتھیلی بھر سونا عطا فرمایا۔

(شمائل ترمذی، مجمع جلد ۹ صفحہ ۱۳، ابن سعد جلد ا صفحہ ۱۰۹)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ربیع کو سونا عطا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ استعمالی اشیاء کے علاوہ نقد رقم کا ہدیہ دینا بھی سنت سے ثابت ہے۔ کسی کی خدمت کے لئے یہ بہتر صورت ہے۔ تا کہ وہ اپنی کسی بھی ضرورت میں استعمال کر سکے۔

غیر مسلم بادشاہوں کے ہدایا

مسند بزار میں ہے کہ شاہ مقوقس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں شیشے کا پیالہ ہدیۃً بھیجا تھا۔

(مجمع الزوائد، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۲۸)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ ذی یزن کے بادشاہ نے ایک گھڑا من کا ہدیہ پیش کیا۔

(مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۵۳، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۲۸)

ابوحمید الساعدی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ایلہ کے بادشاہ نے سفید خچر اور منقش چادر ہدیۃً دیا تھا۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ شاہ روم نے آپ کی خدمت میں ایک ریشمی جبہ بھیجا تھا۔

(سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۲۸)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے مخلوط ریشمی حلہ عطاء فرمایا۔ جسے فیروز نے ہدیۃً دیا تھا۔

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ ایک ریشمی جبہ بدر نے آپ کو عنایت فرمایا۔ جس کی خوشنمائی نے لوگوں کو متحیر کر دیا تھا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ جنت میں حضرت سعد بن معاذ کو جو رومال دیا جائے گا وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہوگا۔ (بخاری، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۲۸)

موسیٰ بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے ایک خچر کا نام دلدل تھا۔ یہ پہلا خچر ہے جو عہد اسلام میں دیکھا گیا ہے۔ اسے مقوقس بادشاہ نے آپ کو ہدیۃً بھیجا تھا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۴۰۳)

صالح نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ کسریٰ نے آپ کو ہدیہ دیا آپ نے قبول کیا۔ (مختلف) بادشاہوں نے ہدیہ دیا آپ نے سب کو قبول کیا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۸۹)

مشرکین کا ہدیہ

ملاعب الاسنۃ نے ذکر کیا کہ میں حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ہدیہ لے کر حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے قبول فرمانے سے انکار فرما دیا اور کہا میں بت پرست کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۰)

عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ عیاض بن حماد المجاشعی نے اسلام لانے سے قبل آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا تو آپ نے انکار فرماتے ہوئے کہا میں مشرکین کا عطیہ قبول نہیں کرتا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۴)

مشرکین کے ہدیہ کے متعلق آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا عمل

مشرکین کے ہدایا کے متعلق آپ کا دو عمل رہا ہے کبھی آپ نے قبول فرما لیا۔ ہدایت کی امید یا کسی اسلامی مصلحت کی وجہ سے۔ ورنہ آپ نے رد فرما دیا۔ اہل کتاب نصاریٰ کے متعلق آپ کا معمول تھا کہ آپ ان کے ہدیہ کو قبول فرما لیتے تھے۔ ماقبل جس قدر روایتیں گزری ہیں وہ اہل کتاب کے ہدایا قبول کرنے کے متعلق ہیں۔ امام بخاری نے قبول الہدایا للمشرکین باب قائم فرما کر مشرکین کے ہدیہ کے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے عمدۃ القاری میں مشرکین کی جانب سے پیش کردہ ہدیہ کے قبول کرنے کی متعدد روایتیں ذکر کی ہیں۔ چنانچہ ذکر کرتے ہیں۔ دحیہ کلبی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسلام لانے سے قبل صوف کا جبہ اور دو موزے ہدیہ پیش کیا تھا آپ نے اسے قبول کیا۔ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ نے اسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو جب ہدیہ پیش کیا تو انہوں نے کافر ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا جس پر "لَا یَنْهٰكُمُ الخ" کی آیت اتری تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسماء کو ہدیہ قبول کرنے کا حکم دیا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۸)

خلاصہ یہ ہے کہ کافر و مشرک کے پیش کردہ ہدیہ کو قبول کیا جا سکتا ہے۔

بچوں کی معرفت ہدیہ بھیجنا

عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے ایک انگور کا خوشہ دے کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے اسے کھا لیا میری والدہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا انگور کا خوشہ لے کر عبداللہ آیا تھا۔ آپ نے فرمایا نہیں چنانچہ جب مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو غدر غدر فرماتے، یعنی دھوکے باز۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۵۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کی معرفت ہدایا بھیجنے میں کوئی حرج نہیں حسب موقعہ کبھی خود دے گئے کبھی بچوں کی معرفت پہنچا دیا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے گھروں سے ہدایا کے آنے کا معمول

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عروہ سے ذکر کیا کہ ہم لوگوں پر تین تین ماہ گزر جاتے تھے اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے گھروں میں آگ جلنے کی نوبت نہ آتی۔ کچھ ملتا ہی نہیں کہ پکایا جائے تو عروہ نے پوچھا کہ اے خالہ کس طرح گزر بسر ہوتی تھی۔ کہا، کھجور اور پانی سے۔ ہاں مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار پڑوسی جو تھے۔ ان کے لئے بکریاں ہوتی تھیں۔ وہ لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ وہی ہم لوگوں کو آپ پلا دیتے تھے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۰۲، بخاری)

فائدہ: یعنی حضرات انصار اونٹ اور بکریوں کا دودھ بھجوا دیتے تھے۔

اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا گزر بسر ہوتا تھا۔

مدینہ منورہ کی ابتدائی زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت تنگی تھی اسی وقت کا واقعہ ہے۔ (فتح جلد ۵ صفحہ ۱۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو اپنے بڑوں کا خصوصاً دینداروں کا خیال رکھنا چاہئے۔ دینداروں پر خرچ کرنے کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ صدقہ کا اور دین کی اعانت و نصرت کا جس کا بہت ہی زیادہ ثواب ہے۔

ہدیہ پر ہدیہ دینا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دیہاتی نے کچھ ہدیہ دیا۔ آپ نے اسے بھی دیا اور پوچھا خوش ہو۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے زیادہ کر دیا۔ پھر پوچھا خوش ہو اس نے کہا ہاں۔ (سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶)

بلا انتظار وحرص کے کوئی چیز مل جائے تو قبول کرے

حضرت خالد بن عدی جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کسی بھائی کی جانب سے بغیر سوال کے اور بلا اشراف نفس کے کچھ مل جائے تو اسے قبول کرے واپس نہ

کرے۔ (حاکم، احسان ابن حبان جلد ۱۱صفحہ ۵۰۹)

فائدہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا کے طور پر مرحمت فرماتے تو میں عرض کر دیتا کہ حضور کسی ایسے شخص کو مرحمت فرمادیں جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایانہیں لے لو۔ جب کوئی مال اس طرح آوے کہ نہ اس میں سوال کیا جائے نہ اس میں اشراف نفس ہو تو اسے لے لیا کرو۔ پھر اگر دل چاہے اس کو اپنے کام میں لاؤ اور دل نہ چاہے صدقہ کر دیا کرو اور جو مال خود نہ آئے اس کی طرف دھیان بھی نہ لگاؤ۔

فائدہ: یعنی بلا طلب اور طمع کے کوئی چیز ملے تو اسے قبول کر لینا چاہئے کہ اس کے واپس کرنے میں اللہ کی نعمت کا کفران ہے اور ٹھکرانا ہے۔ اشراف نفس کا مطلب۔ اشراف کے معنی جھانکنے کے ہیں۔ اشراف نفس یہ ہے کہ نفس اس کو جھانک رہا ہو۔ اس کی تاک میں لگا ہو۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ اشراف نفس کیا چیز ہے۔ انہوں نے فرمایا تو اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ یہ شخص مجھے کچھ دے گا۔ فلاں شخص مجھ کو بھیجے گا۔ (فضائل صدقات صفحہ ۳۲۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے حضرت سالم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادت تھی کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرتے تھے اور کہیں سے کچھ آتا تو اس کو رد نہ فرماتے۔ اس قسم کا قصہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی پیش آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کچھ مرحمت فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو واپس فرمادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس کیوں کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ہی نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ کسی سے کوئی چیز نہ لیا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مانگ کر لینا مراد ہے۔ جب بغیر سوال کے کوئی چیز ملے تو وہ اللہ جل شانہ کی طرف سے روزی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ پھر حضور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اب سے کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں گا اور بلا طلب ملے گی اس کو قبول کروں گا۔

بلا انتظار اور سوال کے ملے تو قبول کرے

واصل بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کسی سے کچھ مانگنا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مانگنے کے متعلق میں نے کہا ہے لیکن بغیر مانگے اللہ تعالیٰ کوئی چیز مرحمت فرمادیں تو اس کو لے لینا وہ اللہ کی طرف سے روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ بے مانگے

کوئی چیز دلوائے تو اس کو قبول کرنا چاہئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی روزی بھیجی گئی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی چیز بغیر مانگے اور بغیر اشراف نفس کے پیش کی گئی ہو اس سے اپنے خرچ میں وسعت پیدا کرنا چاہئے اور اگر خود کو اس کی حاجت نہ ہو تو پھر کسی ایسے شخص کو دے دینا چاہئے جو اپنے سے زیادہ ضرورت مند ہو۔ (فضائل صدقات صفحہ ۲۳۴)

علماء کا ارشاد

علماء کا ارشاد ہے کہ جو شخص بغیر مانگے ملنے پر نہ لے اس کو مانگنے پر بھی نہیں ملتا۔ (ایضاً)

بعض علماء کا ارشاد ہے کہ جو شخص احتیاج کے باوجود واپس کر دے وہ کسی سزا میں مبتلا ہوتا ہے۔ طمع پیدا ہو جائے یا مشتبہ مال لینا پڑے یا اور کوئی آفت ایسی ہی آ جائے اور اگر اس کو احتیاج نہیں ہے تو پھر یہ دیکھے کہ انفرادی زندگی گزارتا ہے یا اجتماعی۔ اگر یکسو رہتا ہے دوسرے لوگوں سے اس کے تعلقات نہیں ہیں تو ایسے آدمی کو ضرورت سے زیادہ لے کر اپنے پاس رکھنا نہیں چاہئے کہ یہ محض اتباع خواہش ہے اور اس کو فتنہ میں مبتلا کر دینے کا سبب ہے اگر کسی وجہ سے لے لے تو اس کو دوسروں پر تقسیم کر دے۔ (ایضاً صفحہ ۲۳۶)

حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے واپس کر دیا تو حضرت سری نے فرمایا کہ احمد واپس کرنے کا وبال لینے کے وبال سے سخت ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک مرتبہ پھر اس بات کو فرما دیں۔ (تاکہ میں اس پر غور کروں) حضرت سری نے پھر یہی بات فرمائی کہ واپس کرنے کا وبال لینے کے وبال سے زیادہ سخت ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے اس لئے واپس کیا کہ میرے پاس ایک مہینے گزر کے قابل موجود ہے۔ آپ اس کو اپنے پاس رہنے دیجئے ایک مہینہ کے بعد مجھے مرحمت فرما دیں۔ (ایضاً)

اہل دیہات یا عورتوں کا ہدیہ قبول کرنا

حضرت اُمّ سنبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ لے کر آئی تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم لوگ کسی کا ہدیہ نہیں لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کہ ام سنبلہ کا ہدیہ قبول کرو یہ ہمارے گاؤں کی ہیں۔ ہم ان کے شہری ہیں۔ پھر آپ نے اس کو ہدیہ دیا۔

(مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۵۱)

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انگور کا ایک خوشہ اور چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ککڑیاں پیش کیں۔ آپ نے اسے کھایا۔ (شمائل، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۲۷)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں خوشنما دھاری دار چادر ہدیہ لے کر آئی اور اس نے کہا میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے۔ اسے آپ کو پہناؤں گی۔ آپ نے اسے قبول کیا اور آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ (بخاری)

فائدہ: اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک سائل کے مانگنے پر اسی وقت ہدیہ کر دیا۔

بڑوں کو یا دینی مقتداؤں کو ہدیہ دینا اور ان کا قبول کرنا

عبداللہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول فرماتے ہیں کہ میری والدہ مجھے ہدیہ لے کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں۔ آپ اسے قبول فرمالیا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ہمارے انصاری پڑوسی تھے۔ خدائے پاک ان کو جزائے خیر دے۔ ان کو (بکریوں کا) دودھ ہوتا۔ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیۃً بھیج دیا کرتے تھے۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۰۳)

فائدہ: لوگوں کو چاہئے کہ جو دین کی خدمت کرنے والے ہیں جن کو دنیا کی مشغولیت کا اہتمام نہیں۔ مختلف موقعوں پر ہدایا و تحائف سے ان کی اعانت کرتے رہیں تا کہ وہ فارغ ہو کر دین کی خدمت کر سکیں۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورتوں کا خیال رکھا ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بکثرت ہدایا کا معاملہ رکھا کرتے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام عہد نبوت میں حسن تعلق کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہدیہ لینے دینے کا معاملہ رکھتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۴۹)

فائدہ: حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضرات انصار جو آپ کے پڑوس تھے جن میں سعد بن عبادہ، معاذ، عمار بن حزم، ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم خاص طور سے۔

(عمدہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۳۶)

عورتوں کے ہدیہ کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ اے عورتوں آپس میں ہدیہ کا معاملہ رکھا کرو۔ اگرچہ ایک بکری کے کھر کا ہی کیوں نہ ہو (یعنی معمولی چیز) یہ محبت کو باقی اور کینہ کو دور کرتی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلم عورتو! اپنے پڑوسی کے

معمولی ہدیہ کو حقیر نہ سمجھو خواہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۴۹)

عورتوں کا ہدیہ بلا اجازت شوہر کے

عبداللہ بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ کعب بن مالک کی بیوی خیرہ رسول پاک ﷺ کے پاس زیور لے کر آئیں اور کہا میں اسے صدقہ کر رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا کسی عورت کے لئے اپنے مال میں تصرف جائز نہیں جب تک کہ شوہر اجازت نہ دے دے۔ آپ نے پوچھا کعب نے اجازت دے دی؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے پھر اس کے شوہر کعب کی جانب آدمی بھیج کر معلوم کیا کہ تم نے زیور صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تب آپ ﷺ نے قبول کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۹۸)

عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہ کرنا

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور پاک ﷺ کو نیل گائے ہدیہ میں بھیجا۔ آپ مقام ودان میں تھے، آپ نے واپس فرما دیا، آپ نے جب اس کے چہرے میں ناراضگی محسوس کی تو فرمایا، انکاراً واپس نہیں کیا ہے بلکہ میں حالت احرام میں تھا۔ (بخاری، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۵۰، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۲۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ شرعی عذر کی بنیاد پر رد کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً کسی نے ناشتہ یا چائے بھیجا اور وہ روزہ سے تھا۔

ہدیہ کے عوض سے ناراض ہونے والے کا ہدیہ قبول نہ کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی فزارہ کے ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں اونٹنی ہدیۃً پیش کیا۔ آپ نے اس کے عوض کچھ پیش کیا۔ وہ شخص ناراض ہوگیا۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا مجھے کوئی شخص ہدیہ بھیجتا ہے۔ میں اپنی گنجائش کے مطابق اس کا بدلہ بھیجتا ہوں تو وہ خفا ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم میں امسال کے بعد عرب میں سے قریشی، انصاری، ثقفی اور دوسی کے علاوہ کسی کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۱، ادب مفرد صفحہ ۲۷۰، سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۱۸۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی تکلیف اور اذیت کی وجہ سے ہدیہ کو رد کیا جا سکتا ہے کوئی شخص باوجود عوض اور بدل دینے پر ناراض اور شاکی رہے تو اس کے ہدیہ سے انکار کیا جا سکتا ہے۔

عورتوں کا ہدیہ بھیجنا اور دینا

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے تر کھجور کا ایک خوشہ اور ککڑی بھیجا پس آپ نے کھایا۔ چنانچہ آپ نے دو ہتھیلی بھر زیور اور سونا عطا کیا اور آپ نے فرمایا اسے پہن لو۔

(شمائل ترمذی، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۲۷)

عبداللہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری والدہ ہمیں ہدیہ لے کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں۔ آپ اسے قبول فرماتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۵۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے موقع پر کہیں قیام فرمایا ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے لڑکے کو بکری دے کر بھیجا (تاکہ آپ دودھ پی لیں) چنانچہ آپ نے دودھ نکالا، اس نے تین مرتبہ الگ الگ بھیجا۔ آپ نے ہر مرتبہ دودھ نکال کر واپس فرما دیا۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۵۰)

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی بہن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ (مسند احمد صفحہ ۱۸۹، سبل الہدی جلد ۹ صفحہ ۲۶)

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا آپس میں ہدیہ لینا دینا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ازواج مطہرات آپس مین ٹڈیوں کا ہدیہ دیا کرتی تھیں۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۷۳)

ہدیہ کے مکافات کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جو تم کو ہدیہ دے تم بھی اس کو ہدیہ دو۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایا قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ دیتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۳۵۲)

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ہدیہ کا عوض و بدل دینا حسن اخلاق کے قبیل سے ہے جو بہتر ہے واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۱۴۱)

ہدیہ سے مبغوض محبوب

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خوب ہدیہ دیا۔ خوب دیا، خوب دیا۔ بس آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۵)

غریب اور محتاج کے بھی ہدیہ قبول کرنے کا حکم

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کچھ لئے ہوئے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے معلوم کیا کھانا ہے کیا۔ اس نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیش کیا۔ انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ آپ نے حضرت

عائشہ سے پوچھا کیا تم نے اس سے ایک آدھ مرتبہ بھی ہدیہ قبول کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یہ تو خود ہی محتاج ہے۔ مجھ سے زیادہ خود اس کو ضرورت ہے۔ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کیوں نہیں قبول کر لیتی ہو اور اس سے بہتر اس کا بدلہ دے دیتیں۔ (شرح السنہ جلد ۸ صفحہ ۳۰۸، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۲۷)

شادی کے موقع پر ہدیہ بھیجنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رخصتی تھی۔ میری والدہ ام سلیم نے مجھ سے کہا کہ کیا اچھا ہوتا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ ہدیہ بھیجتے۔ میں نے کہا ضرور۔ چنانچہ انہوں نے گھی پنیر کھجور کا حلوہ بنایا اور مجھے دے کر بھیجا۔ چنانچہ میں لے کر گیا۔ (بخاری صفحہ ۷۷۵)

حضرت انس سے طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی اور آپ ان پر داخل ہوئے تو ام سلیم نے مٹی کے تسلہ میں عجوہ کھجور کا حلوہ جو آپ اور آپ کی بیوی کو کافی ہو جائے بنایا اور مجھے کہا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤں۔ (سیرۃ الشامی جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۲)

فائدہ: حضرت زینب کی رخصتی کے وقت ام سلیم نے آپ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے کھجور کا حلوہ بھیجا تھا۔ جسے آپ نے بلا کر تمام حاضرین مسجد کو کھلایا۔ جو بہتر کی تعداد میں تھے۔ پھر بھی بچ رہا تھا اس سے معلوم ہوا کہ رخصتی کے دن شوہر بیوی کو ملاطفت کے طور پر کچھ ہدیہ وغیرہ بھیج دینا اچھی بات ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر ہدیہ بھیجنے کا اہتمام

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت تھی تو حضرات صحابہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجنے کا ارادہ فرماتے انتظار کرتے کہ کس دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری آتی ہے تو ہدیہ دینے والے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری میں ہدیہ بھیجتے۔ (بخاری صفحہ ۳۵۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ کی خوشی و مسرت کا لحاظ کرتے ہوئے کہ آپ زیادہ خوش ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے دن تک ہدیہ کو روکے رہتے۔ جب ان کی باری آتی تو آپ کو ہدیہ بھیجتے تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس میں شریک رہیں۔ ہدیہ کا مقصد ہی یہی ہے کہ قبول کرنے والے کو خوشی ہو۔ یہ حضرات صحابہ کرام کے لحاظ اور رعایت کے ساتھ کمال محبت کی بات تھی کہ جس میں آپ کو زیادہ خوشی ہو وہ صورت اختیار کی جائے۔

کافر رشتہ دار کو ہدیہ دینا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی جبہ ہدیۃً دیا تو انہوں نے کہا کہ

جب آپ نے اس کے متعلق (کہ ریشمی لباس مردوں کو) حرام ہے کہا ہے تو کیسے پہنوں۔ آپ نے فرمایا میں نے تم کو پہننے کے لئے نہیں دیا ہے۔ اسے فروخت کر دو یا کسی کو ہدیۃً دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ جبہ (ریشمی) اپنے غیر مسلم بھائی کو دے دیا جو مکہ میں تھے۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۳، مختصراً)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری ماں معاہدۂ قریش میں میرے پاس احسان کی طالب ہو کر آئیں اور وہ مشرکہ تھی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اس کے ساتھ بھلائی کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں کرو۔ (بخاری صفحہ ۳۵۷، ادب مفرد)

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے الهدایا للمشرکین باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ مشرکین کو ہدیۃً کچھ دینا درست ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں کفار رشتہ داروں پر صلہ رحمی کرنا اور ہدایا سے نوازنا درست قرار دیا ہے۔ خیال رہے کہ مصالح اور کسی وجہ سے ہدیہ پیش کرنا درست ہے۔ مگر خلوص اور اظہار محبت کے طور پر درست نہیں کہ قرآن میں لاتجد قوماً الخ سے اس کی ممانعت وارد ہے۔

قریبی ہمسایہ کو ہدیہ دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے دو ہمسایہ ہیں۔ کس کو ہدیہ بھیجوں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے جس کا دروازہ تیرے گھر سے قریب ہو۔

(بخاری صفحہ ۳۵۳، ادب مفرد صفحہ ۵۸)

معمولی درجہ کا بھی ہدیہ قبول کر لینے کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم سے سوال کرے تم اسے عطا کرو۔ جو تم سے پناہ چاہے اسے پناہ دو۔ جو تم کو بلائے (دعوت دے) اسے قبول کرو۔ جو تم کو ایک بکری کا پیر بھی ہدیہ دے اسے قبول کرو۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۴۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے بکری کا ایک ذراع (دست) اور ایک روایت میں ہے کہ اگر ایک ٹانگ بھی ہدیہ کیا جائے تو قبول کر لوں۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ ہدیہ معمولی یا کم ہو تو اسے واپس نہ کرے کہ یہ تکلیف کی بات ہے۔ محبت اور تعلق کی بناء پر قلیل شے کی اہمیت ہوتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے ”قلیل منك کثیر“ (جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے لئے بکری کے ایک دست یا ٹانگ کی دعوت کی تو قبول کر لوں گا۔ اسی طرح دست یا ٹانگ کا ہدیہ بھیجا جائے تو اسے بھی قبول کر لوں

گا۔ (بخاری صفحہ ۳۴۹)

کسی کے احسان اور ہدیہ کا ذکر کرنا شکر کرنا ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس کے پاس کوئی احسان یا بھلائی آئے اس نے ذکر کیا تو گویا کہ اس نے اس کا شکر ادا کیا۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۵۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کی بھلائی کا ذکر کرنا کہ فلاں نے فلاں چیز بخشی ہے۔ فلاں کا دیا ہوا ہے۔ یہ ذکر بھی گویا شکر ہے۔ آدمی کے لئے یہ باعث تکلیف بات ہو جاتی ہے کہ اس کے احسان کا بھی ذکر نہ کرے۔ ذکر محبت اور تعلق کی دلیل ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ جسے کسی احسان یا بھلائی سے نوازا جائے وہ اس کا بدلہ دے اور گر بدلہ کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اس کا ذکر خیر کرے۔ جس نے اس کا ذکر کیا اس نے گویا شکر ادا کیا۔

(مکارم اخلاق ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۳۲، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۷۸)

اسی طرح حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ جس نے تعریف کی۔ اس نے گویا شکر ادا کیا۔

(بیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۱۴)

محبت اور خلوص کے ہدیہ کا ایک واقعہ

ایک شخص خراسان کے رہنے والے جنید بغدادی کے پاس بہت سامان ہدیہ میں لائے۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا میں اس کو فقراء پر تقسیم کر دوں گا۔ اس نے عرض کیا میں نے اس لئے نہیں پیش کیا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو آپ اپنے کھانے میں خرچ کریں۔ حضرت نے فرمایا میں اس کے ختم ہونے تک کہاں زندہ رہوں گا (بہت بڑی مقدار ہے۔ اس کے ختم ہونے کے واسطے زمانہ چاہئے)۔ اس نے عرض کیا میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ اس کو سرکہ اور سبزی میں خرچ کریں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس سے آپ حلوہ وغیرہ اچھی چیزیں نوش فرمائیں۔ حضرت نے قبول فرمالیا خراسانی نے عرض کیا بغداد میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کا احسان مجھ پر آپ سے زیادہ ہو۔ (اس وجہ سے کہ آپ نے میری درخواست پر میرا ہدیہ قبول فرمالیا) حضرت نے فرمایا تیرے جیسے شخص کا ہدیہ ضرور قبول کرنا چاہئے۔ (فضائل صدقات جلد ۲ صفحہ ۳۳۴)

فَائِدَہ: اہل علم و اہل عبادت و تقویٰ کو اس قصد سے دینا کہ یہ بہتر کھائیں اور رہیں اور خدمت دین و عبادت میں اس سے قوت حاصل کریں۔ عظیم ثواب کا باعث ہے کہ یہ شخص اس کی عبادت و خدمت دین کے ثواب میں شریک ہوگا۔ ایسے حضرات کو دگنا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور اعانت علم و عبادت و خدمت دین کا۔ مبارک ہیں ایسے حضرات جو ان امور کی رعایت کرتے ہیں اور ان کی یہ تجارت بہت نفع بخش ہے۔

قبول ہدیہ کے سلسلے میں چند اہم امور

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قبول ہدیہ کے سلسلہ میں چند اہم اور قابل عمل باتیں لکھی ہیں۔ جس سے واقفیت خصوصاً اس دور میں بہت ہی ضروری ہے۔

ہدایا کے سلسلے میں تین چیزیں قابل غور وفکر ہوتی ہیں۔ ایک تو مال، دوسرے دینے والی غرض، تیسرے لینے والے کی غرض۔ اول تو مال دیکھنا وہ کیسا ہے۔ اگر حرام مال ہے یا مشتبہ ہے تو اس سے احتراز ضروری ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز دینے والے کی غرض دیکھنا ہے۔ وہ کس نیت سے دیتا ہے۔ یعنی ہدیہ کی نیت سے دے رہا ہے۔ جس سے دوسرے کا دل خوش کرنا اور اس کی محبت بڑھانا مقصود ہے یا صدقہ کی نیت سے دے رہا ہے۔ (یا کسی اور فاسد غرض سے دے رہا ہے) پس اگر محض ہدیہ ہے تو اس کا قبول کرنا سنت ہے۔ بشرطیکہ اس میں لینے والے پر منت (احسان اور بوجھ نہ ہو) اگر منت ہو تو رد کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر ہدیہ کی مقدار زیادہ ہونے پر منت (احسان) ہو تو اس میں سے کچھ مقدار لینے میں اور کچھ مقدار واپس کرنے میں مضائقہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے گھی اور پنیر اور ایک مینڈھا پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھی اور پنیر قبول فرما لیا اور مینڈھا واپس کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ بھی تھی کہ بعض کا ہدیہ قبول فرما لیتے اور بعض کا رد فرما دیتے۔ ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرا یہ ارادہ ہے کہ کسی شخص کا ہدیہ قبول نہ کروں۔ بجز ان لوگوں کے جو قریشی ہوں یا انصاری یا ثقفی یا دوسی۔ (فضائل صدقات صفحہ ۲۲۳)

ہدیہ لینے والے کو یہ غور کرنا چاہئے کہ وہ کیوں دے رہا ہے۔ اگر وہ اس کی دینداری کی وجہ سے دے رہا ہے تو اپنے حال پر نظر کرنا چاہئے کہ وہ در پردہ کسی ایسے گناہ کا مرتکب تو نہیں ہے کہ اگر دینے والے کو اس کا علم ہو جائے تو کبھی بھی نہ دے گا اور اس کی طبیعت کو اس سے نفرت ہو جائے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا لینا جائز نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شخص کو عالم سمجھ کر کوئی شخص دے اور وہ محض جاہل ہو یا سیّد سمجھ کر کوئی شخص دے اور وہ سیّد نہ ہو تو اس کا لینا بالکل جائز نہیں۔ (ایضاً جلد ۲ صفحہ ۳۳۵)

ہدیہ کب واپس کرے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متفاخرین کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۴۶)

فائدہ: اگر ہدیہ دینے والے کی غرض فخر و ریا اور شہرت ہے تو اس کو ہرگز قبول نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ معصیت ہے اور لینے والا گناہ میں مددگار ہوگا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ یہ کہہ کر بعض ہدایا واپس کر دیتے تھے کہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ

دینے والا فخر کے طور پر اس کو ذکر نہیں کرے گا تو میں لے لوں۔

بعض بزرگوں پر جب ان کے ہدایا واپس کرنے پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ دینے والے پر ترس کھا کر واپس کر دیتا ہوں کہ وہ اس کا لوگوں سے تذکرہ کرتے ہیں جس سے ان کا ثواب جاتا رہتا ہے تو بغیر ثواب کے ان کا مال کیوں ضائع ہو۔ (فضائل صدقات جلد۲ صفحہ ۳۳۵)

جس پر قرض ہو اس کا ہدیہ قبول کرنا منع ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے اور وہ اسے طبق میں کوئی ہدیہ پیش کرے تو اسے قبول نہ کرے اپنی سواری پر بٹھائے تو نہ بیٹھے۔ ہاں مگر یہ کہ پہلے سے یہ سلسلہ (لین دین) کا قائم ہو۔ (بیہقی، کنز جلد۶ صفحہ ۲۳۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قرض لینے والا ہدیہ دے تو قبول نہ کرو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۶)

فائدہ: جس شخص کو قرض دیا گیا ہے۔ اس سے کوئی ہدیہ اور کسی قسم کا کوئی نفع حاصل کرنا درست نہیں کہ یہ سود کی شکل ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایسے ہدیہ کا قبول کرنا (جو قرض کی وجہ سے ہو) حرام ہے۔ اگر قبول کرے تو پھر اس کا عوض اتنا ہی یا اس سے زائد دے دے۔ (جلد۳ صفحہ ۳۱۴) تا کہ شبہات سے نکل جائے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا کہ میں مدینہ آیا اور میری ملاقات عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے کہا جس زمین سے تم آئے ہو وہاں سودی معاملہ بہت ہوتا ہے۔ پس اگر تمہارا کسی آدمی پر حق ہو (یعنی قرض وغیرہ) اگر تم کو ایک بوجھ بھوسا دیں یا جو ایک بوجھ یا گھاس کا گھٹا دیں تو تم ہرگز مت لینا کہ وہ سود ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۶)

فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح میں لکھتے ہیں کہ ہدیہ میں جانوروں کے چاروں کا ذکر کیا ہے چونکہ آدمی ان جیسی معمولی چیزوں کے قبول کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔

مطلب یہ ہے کہ ہدیہ میں کسی چیز کا لینا درست نہیں۔ حتیٰ کہ جانوروں کا چارہ بھی نہیں۔ چونکہ جانوروں کو حرام کھلانا درست نہیں۔ (مرقات جلد۳ صفحہ ۳۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ جس پر کوئی حق واجب ہو اس کا ہدیہ قبول کرنے میں سخت احتیاط برتے کہ اگر حرام نہیں ہوگا تو شبہ سے خالی نہ ہوگا۔ کمال تقویٰ یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے۔

جسے قرض دے اس کا ہدیہ قبول نہ کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی کسی کو قرض دے تو اس کے ہدیہ کو قبول نہ کرے۔ (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۶)

جسے قرض دے اس کی سواری پر بھی نہ بیٹھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے اور وہ تم کو کوئی ہدیہ دے یا اپنی سواری پر سوار کرے تو اسے ہرگز قبول نہ کرے۔ ہاں مگر یہ کہ پہلے سے اس کے درمیان یہ چیزیں جاری ہوں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۶، ابن ماجہ)

فائدہ: قرض سے فائدہ اٹھانا سود ہے جو حرام ہے۔ بسا اوقات قرض والا قرض کی بنیاد پر کہ اس نے مجھے روپیہ دیا ہے۔ میں اسے کچھ دوں تا کہ یہ خوش رہے۔ ایسا ہدیہ ناجائز ہے۔ قرض پر نفع حاصل کرنا یہی سود ہے۔ چونکہ سود کے شبہ سے بھی بچنے کا حکم ہے۔ اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ لیکن اگر پہلے سے اس قسم کا معاملہ ہوتا رہا تو پھر اجازت ہے۔ آج کل ماحول میں اس سے احتیاط بالکل نہیں کیا جاتا۔ اسے گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا بلکہ الٹا حق سمجھا جاتا ہے کہ میں نے اتنا بڑا احسان کیا ہے تو اتنا بھی حق نہیں۔ سو سن لیجئے حق ہے مگر آخرت میں نہ کہ دنیا میں۔

کون سا ہدیہ واپس نہ کرے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کا ہدیہ واپس نہیں کیا جاتا۔ دودھ، تکیہ، تیل۔
(ترمذی صفحہ ۱۰۲، مجمع جلد ۵ صفحہ ۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کوئی شیرینی لائے تو اسے کھا لو واپس نہ کرو، جب تمہیں کوئی عطر پیش کرے تو اسے سونگھ لو۔ (واپس نہ کرو) (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۳۴)

گوشت کا ہدیہ پسندیدہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گوشت کی دعوت واپس یا گوشت کا ہدیہ رد نہیں فرماتے تھے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۱)

عطر کا ہدیہ واپس نہ کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عطر کا ہدیہ واپس نہیں فرماتے تھے۔

(مشکوٰۃ، بخاری صفحہ ۳۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو خوشبو دار پھول (تحفہ کے طور پر) دیا جائے تو اس کو واپس نہ کرے کہ بہت ہلکا احسان ہے)۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۰)

ابو عثمان نہدی کی روایت میں ہے کہ کوئی خوشبودار پھول دے تو واپس نہ کرے کہ پھول جنت سے آیا ہے۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۱)

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ آپ چونکہ حضرات ملائکہ سے ہمیشہ سرگوشی فرماتے اور مصاحب رہتے اسی وجہ سے اس کو بہت پسند فرماتے۔ (عمدہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی خوشبو پیش کرے تو اسے واپس نہ کرو کہ خوشبو بھی ہے اور اس میں کوئی بوجھ نہیں۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۹، نسائی صفحہ ۲۹۳)

احسان یا ہدیہ کا بدلہ دعا سے

حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کا بدلہ دو، اگر نہ دے سکو تو اس کو دعا دو۔ (طبرانی، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۸۱)

ہدیہ پیش کرنے پر کیا دعا دے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے احسان کرنے پر "جزاك الله خيرا" کہا اس نے اس کی گویا پوری تعریف کی۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۷۷)

اہل مجلس پر ہدیہ تقسیم کردینا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے ہمارے درمیان ایک ایک انگلی چاٹنے کے برابر تقسیم کردیا۔ میں نے اپنا حصہ لے لیا۔ پھر کہا اور زیادہ لوں اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۱۴۲)

ہدایا میں اہل مجلس کی شرکت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی ہدیہ پیش کیا جائے اور لوگ اس کے پاس موجود ہوں تو وہ لوگ اس میں شریک ہیں۔ (سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۱۸۳)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے پاس کوئی ہدیہ آئے اور لوگ وہاں مجلس میں بیٹھے ہوں تو وہ اس میں شریک ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۵۱)

فائدہ: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بعض اوقات اہل مجلس کو ہدیہ میں شریک کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہندوستان کے راجہ نے ایک گھڑا بھیجا۔ جس میں سونٹھ تھے آپ نے اس میں سے ہر ایک کو کھلایا اور ہمیں بھی۔ (ترمذی، حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۳۵)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاکم ہند کے بجائے شاہ روم لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسریٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں من (شہد کے مانند ایک چیز) ہدیۃً بھیجا آپ نے اپنے اصحاب میں تھوڑا تھوڑا تقسیم فرمادیا۔ حضرت جابر کو بھی ایک حصہ دیا۔ پھر آپ

نے اسے دوبارہ دیا تو انہوں نے یاد دلایا۔ آپ تو ہمیں دے چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہاری بہنوں کے لئے ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ ۲۷، حاکم جلد۴ صفحہ ۱۳۵)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق انجیر ہدیۃً پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کھاؤ۔ (سبل الہدیٰ جلد۷ صفحہ ۲۰۶)

فائدہ: خیال رہے کہ اہل مجلس میں ہدیہ کا تقسیم فرما دینا کبھی تھا۔ وہ بھی ازراہ تبرع واکرام تھا۔ اہل مجلس کا حق نہیں کہ تقسیم کرنا لازم ہو۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت جس میں آپ نے اہل مجلس میں ہدیہ کو مشترک فرمایا ہے مرفوعاً صحیح نہیں ہے۔ اصلاً یہ موقوف ہے۔ نیز یہ آپ کا فرمان مبارک بطور استحباب کے ہے۔ حق اور وجوب کے لئے نہیں ہے۔ اور اہم چیزوں میں نہیں بلکہ معمولی اور ان چیزوں کے متعلق ہے جو عادۃً اہل مجلس میں تقسیم کر دیئے جاتے ہوں (جیسے امرود کیلے وغیرہ)۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۶۴)

یہ بھی اس کا مطلب ہوسکتا ہے کہ اگر تقسیم کا ارادہ ہو تو اہل مجلس اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اخلاقیات اور مروت کی بات ہے کہ اہل مجلس کو شریک کرے۔ نہیں تو کوئی ملامت اور گناہ نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ یہ پھل وغیرہ کے متعلق ہے۔ (جلد۱۳ صفحہ ۲۰۰)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں اس حدیث کے ضمن میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ معمولی چیزوں کے متعلق ہے مال یا بڑی چیز ہو تو اس کے متعلق نہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

بادشاہ ہارون رشید رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو مال کثیر ہدیہ میں بھیجا۔ مجلس میں ان کے اصحاب تشریف فرما تھے۔ کسی نے کہا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفقاء تمہارے شرکاء ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ حدیث اس کے متعلق وارد نہیں اس سے مراد کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ مجلس میں موجود تھے ان کے ساتھ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تشریف فرما تھے۔ ہارون رشید رحمہ اللہ تعالیٰ مجلس میں آئے اور اس کے ساتھ نہایت قیمتی تحفے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث پیش کی۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ حدیث کھجور وغیرہ کے متعلق وارد ہے۔ (وہ حضرات خاموش ہو گئے) امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے خادم سے فرمایا اٹھا لے جاؤ۔ (یعنی گھر بھجوا دیا اور ہدیہ میں اہل مجلس کو شریک نہیں کیا)۔ (عمدۃ القاری جلد۱۳ صفحہ ۱۶۵)

رشوت بشکل ہدیہ

ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے والا بنایا۔ جسے ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا۔ جب وہ آیا تو اس نے (وصول شدہ مال دیتے ہوئے) کہا یہ آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ اس سے بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کیوں نہیں اپنے باپ یا ماں کے گھر بیٹھتے۔ پھر دیکھتے کوئی دیتا ہے یا نہیں۔ قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسا شخص آئے گا اور قیامت کے دن اس کی گردن پر اس کا بوجھ ہوگا۔ (بخاری صفحہ ۳۵۳، مسلم، سبل جلد ۹ صفحہ ۲۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قاضیوں اور دینی ذمہ داریوں اور عہدہ داروں کو ہدیہ میں بہت احتیاط چاہئے۔ عموماً ثواب اور خالصۃً لوجہ اللہ نہیں ہوتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاملوں کا (زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا سب ہدیہ حرام ہے)۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۲)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ہدیہ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ اب اس زمانہ میں رشوت (یعنی دنیاوی غرض کے پیش نظر ہوتا) ہے۔ (صفحہ ۳۵۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امیر کا ہدیہ لینا رشوت ہے اور قاضی کا ہدیہ لینا رشوت ہے جو کفر ہے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو میں عامل بناؤں اور اسے میں جو مقرر شدہ وظیفہ دوں اس سے جو زیادہ حاصل کرے وہ خیانت ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۶)

یعنی مقرر شدہ وظیفہ کے علاوہ جو ہدایا تحائف اسے ملے وہ اسے نہ لے اگر لے تو بیت المال میں داخل کر دے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حکام اور جو اس جیسے عہدوں پر ہوں ان کو محبت و خلوص اور ثواب کے لئے نہیں دیا جاتا بلکہ دنیاوی غرض کے وابستہ ہونے کی وجہ سے دیا جاتا ہے کہ اس سے ہمارا یہ کام ہو جائے گا۔ افسوس کہ اس رشوت کو اپنا حق واجب سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حکام اور سیاسی اقتدار اور ان لوگوں کے بارے میں ہے جن سے کوئی کام متعلق ہو۔ اس لئے آج کل ہدیہ لینے والوں کو اس امر کا جائزہ لے لینا چاہئے کہ کسی کام کے متعلق ہونے کی وجہ سے تو ہدیہ نہیں دے رہا ہے۔

کسی عہدہ کی بنیاد پر ہدیہ

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن بھیجا تو میں جب روانہ ہوا تو

میرے پیچھے ایک آدمی بھیجا جو مجھے واپس بلا لایا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تمہیں معلوم ہے میں نے تم کو کیوں بلایا۔ کوئی چیز میری اجازت کے بغیر مت لینا کہ یہ خیانت ہوگی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے منع فرمایا کہ ان کو جو کوئی دیتا ہے تو وہ حاکم ہونے کی وجہ سے دیتا ہے جو ہدیہ محض حاکم ہونے کی وجہ سے دیا جاتا ہے وہ ہدیہ نہیں ہے بغیر حاکم ہونے کی صورت میں اپنے گھر بیٹھے جس شخص کا ہدیہ ملتا وہ ہدیہ ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ ۳۳۸)

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک مرتبہ سیب کی خواہش ہوئی گھر میں کچھ موجود نہ تھا کہ خریدتے۔ (ایک مقام پر تشریف لے گئے) وہاں ایک طبق سیب آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے ایک کو لے کر دیکھا، سونگھا پھر طبق کو واپس کر دیا۔ واپس کرنے پر ساتھ کے ایک شخص نے کہا کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہدایا قبول نہیں فرمایا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کے لئے ہدیہ تھا اور بعد کے عمال اور حکام کے لئے یہ رشوت ہے۔ (فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۲۲۱)

فائدہ: خیال رہے کہ جس کے ذمہ جو کام ہو۔ اس کام پر ہدیہ لینا دینا رشوت ہے جو حرام ہے۔ مثلاً حاکم کے ذمہ صحیح فیصلہ کرنا وکیل کے ذمہ صحیح اور حق وکالت پیش کرنی ہے۔ اس پیشی پر اس کا کچھ لینا دینا حرام ہے۔ عموماً یہ رشوت بشکل ہدیہ اس وجہ سے دیا جاتا ہے کہ وہ اسے دوسروں کے مقابلہ میں یا دوسروں کا حق مار کر اسے ترجیح دے جو بلا شبہ حرام ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی کام کے غرض سے دینے والے کا ہدیہ قبول کرنا مکروہ لکھا ہے۔ (جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۶)

”ہدیہ تو خالص الفت ومحبت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔“

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ

ان کے پاس ایک شخص دراہم کی تھیلی اور ایک گٹھری خراسان کے باریک کپڑوں کی لایا انہوں نے اس کو واپس فرما دیا اور یہ فرمایا کہ جو شخص اس مرتبہ پر بیٹھے جہاں میں بیٹھا ہوں (یعنی وعظ ونصیحت رشد وہدایت کے مرتبہ پر) پھر لوگوں سے اس قسم کی چیزیں قبول کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ شانہ سے ایسے حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ یعنی آخرت میں کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ اس میں شائبہ دینی کام میں بدلہ لینے کا ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ قبول ہدیہ کے معاملہ میں عالم اور واعظ کا معاملہ زیادہ سخت ہے۔ اس کے باوجود حسن بصری (اپنے مخصوص) احباب سے ہدیہ قبول کرتے تھے۔ (جہاں معاوضہ کا

شبہ نہ ہوتا تھا)۔ (فضائل صدقات جلد۲ صفحہ ۳۴۴)

سفارش پر ہدیہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کی سفارش کرے اور اس سفارش کی وجہ سے اس کو ہدیہ میں کوئی چیز ملے اور وہ اسے لے لے تو وہ سود کے دروازوں میں سے بڑے دروازے میں داخل ہو گیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۹۹، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۶)

فائدہ: سفارش کرنا ایک خدمت اور نیک کام ہے جس کا تعلق انسانی ہمدردی اور اخوت اسلامی اور خیر سگالی سے ہے اس پر کسی اجرت کی اجازت نہیں۔ عوض جائز نہیں اور بلاعوض کے کسی شے کا لینا سود کا مفہوم رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ بسا اوقات یہ احوال قبیحہ حرام صریحی کے ارتکاب کا سبب بن جاتے ہیں۔ پھر انسان باقاعدہ اسی قسم کا معاملہ کرنے لگ جاتا ہے۔ خیال رہے کہ بعض موقعوں پر کسی پریشان حال ضرورت مند کی سفارش واجب ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس پر اجرت کی کوئی شکل ثواب کو ضائع کر دینے والی ہے۔
(حاشیہ ابوداؤد صفحہ ۴۹۹)

ہدیہ اور رشوت میں فرق

مسئلہ: ہدایا اور رشوت کے درمیان فرق دقیق ہے کیونکہ دونوں صادر ہوتے ہیں رضا اور خوشی سے خالی نہیں ہوتے غرض سے لیکن ایک حرام ہے یعنی رشوت اور دوسرا حلال۔ یعنی ہدیہ نہ صرف حلال بلکہ مستحب ہے۔ پس ان میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ان میں باہم فرق سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھو کہ جو شخص کسی دوسرے کو اپنا مال دیتا ہے وہ بغیر غرض کے نہیں دیتا۔ پس غرض اس کی یا تو اخروی (یعنی ثواب آخرت) ہوتی ہے یا دنیوی ہوتی ہے یعنی نفع عاجل۔ پھر دنیوی نفع جو مقصود ہوتا ہے تو وہ یا مال کی قبیل سے ہوتا ہے یا یہ مقصود ہوتا ہے ہے کہ تحصیل مقصود کے لئے اس سے مدد حاصل کرے یا کہ اس کا قرب اور اس سے محبت دلی حاصل کرے۔ پھر اس کا قرب و محبت جو حاصل کرنا چاہتا ہے یا اس سبب سے کہ واقعی اس کی ذات ہی مطلوب ہے اور یا اس لئے کہ اس کی محبت کو کسی اور مقصود کی تحصیل کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے۔ یہ کل پانچ قسمیں ہوئیں۔ (اسوۃ الصالحین صفحہ ۳۰۲)

ہدیہ کے چند فقہی مسائل

مسئلہ: ہدیہ کا قبول کرنا سنت ہے۔ بشرطیکہ کسی دنیاوی غرض اور مقصد کے حصول کے لئے نہ دیا گیا ہو۔

مسئلہ: حکومت ولایت اور عہدہ کی وجہ سے جو ہدایا تحائف ملے ان کا لینا حرام ہے۔ (شامی جلد۵ صفحہ ۳۷۲، مصری)

مسئلہ: جو شخص دین یا دنیا کے کسی عہدہ پر ہو اور اس عہدہ اور مرتبہ کی بنیاد پر ہدیہ تحفہ دیا جا رہا ہو تو ایسے ہدایا وتحائف کا قبول کرنا حرام ہے۔ (شامی)

مسئلہ: کسی کے شر، ظلم و برائی سے بچنے کے لئے جو ہدیہ تحفہ یا کوئی چیز دی جائے اس کا لینا حرام ہے۔ (شامی)

مسئلہ: مفتی یا کسی عالم کو ہدیہ اس لئے دیا جا رہا ہے کہ وہ مسئلہ میں اس کی رعایت کرے تو ایسا ہدیہ لینا اور دینا دونوں حرام ہے۔ (شامی جلد۵ صفحہ ۳۷۳)

مسئلہ: ہاں اگر کسی عالم مفتی یا دین کی خدمت کرنے والے کو محبت و عقیدت و الفت کی بنیاد پر دیا جا رہا ہے کہ دین کی خدمت میں اس کی اعانت ہو سہولت کے ساتھ دین کی خدمت کرے یا عبادت میں منہمک رہے تو مطلوب اور محمود ہے اجر عظیم کا باعث ہے۔ دین کی خدمت اور عبادت کا اسے بھی ثواب ملے گا۔ ایسا ہدیہ و تحفہ قبول کرنا سنت اور درست ہے۔

مسئلہ: قاضی، والی یا کسی عہدہ دار کو اپنے رشتہ دار کا ہدیہ اور قرابت کی بنیاد پر لینا جائز ہے۔ (شامی)

مسئلہ: قاضی یا کسی اور عہدہ دار جس سے اس کا کام متعلق ہو اس کی دعوت کا قبول کرنا درست نہیں۔ (شامی جلد۵ صفحہ ۳۷۳)

مسئلہ: قاضی والی یا کسی عہدہ دار کا کسی خاص دعوت کا قبول کرنا جس میں اس کے علاوہ اور دیگر لوگ نہ ہو درست نہیں۔ (شامی جلد۵ صفحہ ۳۷۳، بحر)

مسئلہ: حکومت اور عہدہ والوں کو دعوت ولیمہ میں اور ہر قسم کی عام دعوتوں میں جس میں ہر طبقہ کے لوگ ہوں شریک ہونا درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ: جس کو قرض دیا ہو اس سے کسی ہدیہ و تحفہ کا لینا حرام ہے ہاں مگر یہ کہ قرض کے معاملہ سے پہلے ہدیہ و تحفہ کا سلسلہ تھا تو ایسی صورت میں ہدیہ قبول کرنا درست ہے۔ مگر خیال رہے کہ اسی مقدار و کیفیت کے ساتھ ہو اگر ایسا ہوا کہ قرض سے قبل معمولی درجہ کا ہدیہ چلتا تھا اب قرض کے بعد اس میں اضافہ ہو گیا تو یہ اضافہ درست نہ ہو گا۔ (شامی جلد۵ صفحہ ۳۷۴)

مسئلہ: مفتی یا عالم کو زبانی مسئلہ بتانے کی اجرت جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ کاغذ پر لکھ کر دے تو اجرت کتابت کا مطالبہ درست ہے، تحریر کی وہ رقم لے سکتا ہے۔ (شامی جلد۵ صفحہ ۳۷۴)

مسئلہ: نسبت عقد، شادی سے قبل جولڑکے والے کو نقد رقم دیا یا مانگا جاتا ہے۔ نقد رقم کا ہدیہ (فلک) حرام ہے۔ نہ اس کا لینا درست ہے نہ مطالبہ کرنا درست ہے۔ یہ رشوت للنکاح ہے اور حدیث پاک میں ہے:

"الراشي والمرتشي كلاهما في النار" (الجامع الصغیر صفحہ ۲۷۵)

رشوت دینے والا اور قبول کرنے والا دونوں جہنمی ہے۔ یہ ملعون طریقہ مسلمانوں میں رائج ہو گیا ہے اسے مٹانے کی شدید ضرورت ہے۔

قرض کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ذکر کرتے ہیں کہ کوئی صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہمان ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا کہ میں کہیں سے کچھ کھانے وغیرہ کی چیز لے آؤں۔ میں ایک یہودی شخص کے پاس آیا اور کہا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک مہمان آیا ہوا ہے میرے پاس اس کے انتظام کے لئے کچھ نہیں ہے یا تو ادھار بیچ دو یا ماہ رجب تک کے لئے قرض دے دو۔ یہودی نے کہا نہ ادھار بیچوں گا نہ قرض دوں گا تاوقتیکہ کوئی چیز گروی نہ رکھ دے میں واپس آیا اور آ کر واقعہ بتا دیا آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں آسمان والوں میں بھی اور زمین والوں میں بھی امین ہوں۔ اگر وہ ادھار یا قرض دے دیتا تو میں وقت پر ادا کرتا۔ آپ نے فرمایا لے جاؤ یہ زرہ رہن رکھ دو۔ (سبل الہدیٰ)

حضرت عبداللہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقع پر تیس ہزار یا چالیس ہزار قرض لیا آپ نے اسے واپسی پر ادا فرما دیا۔ پھر آپ نے اس شخص سے فرمایا: ''بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ'' خدا تیرے اہل و مال میں برکت عطا فرمائے۔ قرض کا ادا ہی وفا ہے اور یہی تعریف ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۷۴، سبل جلد ۹ صفحہ ۲۰)

قرض زیادتی کے ساتھ ادا کرنا جبکہ شرط نہ ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری سے آپ نے چالیس صاع قرض لیا۔ انصاری کو ضرورت ہوئی وہ قرض لینے آیا آپ نے فرمایا ابھی تو کچھ نہیں آیا ہے اس نے آپ کو کچھ کہنا چاہا آپ نے فرمایا اچھی بات کے علاوہ کچھ مت کہو۔ میں بہتر قرض ادا کرنے والا ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس صاع تو قرض کا دیا اور چالیس زائد تبرعاً دیا۔ اس طرح اسّی صاع دیا۔ (مسند بزار جلد ۲ صفحہ ۱۰۴)

قرض کو زیادتی کے ساتھ ادا کرنا مستحسن ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص سوال کرنے آیا۔ آپ نے اس کے لئے نصف وسق قرض حاصل کیا۔ جب قرض دینے والا قرض مانگنے آیا تو آپ نے ایک وسق دیا اور فرمایا نصف وسق تو تمہارا قرضہ ہے اور نصف وسق میری جانب سے ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۵۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چاشت کے وقت

حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اٹھو جاؤ نماز پڑھو اور میرا قرضہ آپ پر تھا۔ آپ نے ادا فرمایا اور زیادہ دیا۔

(بخاری شریف جلد ا صفحہ ۳۲۲، سنن کبری جلد ۵ صفحہ ۳۵۱)

ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ جب آپ قرضہ ادا فرماتے تو بہتر زائد ادا فرماتے۔ (جلد ا صفحہ ۱۶۵)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ قرض اگر زیادتی کے ساتھ دے دے اور زیادتی کی شرط نہ ہو تو زائد دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۵)

بلا شرط کے قرض کو زیادتی کے ساتھ ادا کرنے کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہے جو ادا کرنے میں اچھا ہو۔

قرض دینے کا ثواب

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ جب جنت میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ اس کے دروازے پر لکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہے۔

(طبرانی، جامع صغیر جلد ا صفحہ ۲۵۴، مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۲۱)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا شب معراج میں میں نے دیکھا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہے صدقہ کا دس گنا، اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس نے دو مرتبہ قرض دیا اس نے گویا صدقہ ایک مرتبہ کیا۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۴۱)

ایک روایت میں ہے کہ قرض صدقہ ہے۔ (سنن کبری جلد ۵ صفحہ ۳۵۲)

قرض بہتر ادا کرنا

حضرت ابورافع رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی سے ایک سالہ اونٹ قرض لیا۔ صدقات کے اونٹ جب آئے تو ابورافع نے فرمایا کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ میں اونٹ ادا کر دوں۔ پس میں نے اس سے بہتر چار سالہ کے علاوہ دیگر اونٹ نہ پایا آپ نے فرمایا اسے ہی ادا کر دو تم میں بہتر وہ ہے جو ادا کرنے میں بہتر ہو۔ (سبل جلد ۹ صفحہ ۲۲، عبدالرزاق جلد ۸ صفحہ ۲۶)

قرض پر اللہ پاک کی مدد

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جو بندہ قرض ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے اللہ پاک کی مدد شامل حال رہتی ہے اور میں بھی اللہ پاک کی مدد کا طالب ہوں۔ (سنن کبری جلد ۵ صفحہ ۳۵۴)

اگر قرض اس نیت سے لیا کہ دینا نہیں ہے یا دینا ہے مگر جب دل کرے گا تب دوں گا۔ یہ بہت بری بات ہے۔ دھوکا اور مکر ہے ایسوں کو ادا کرنے کی نوبت نہیں آتی اور آخرت کے وبال کے ساتھ دنیا کی رسوائی سامنے آتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ جو قرض دینے کی نیت سے لے تو خدائے پاک ادا کرا دے گا اور جو نہ دینے کی نیت سے لے گا خدائے پاک اس کے مال کو ضائع کر دے گا نہ دے سکے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۲)

نہ دینے کے ارادہ سے لینے والا چور

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قرض نہ دینے کے ارادے سے لے وہ اللہ تعالیٰ سے چور کی حالت میں ملے گا۔ (ترغیب صفحہ ۵۶۹)

استطاعت کے باوجود قرضہ جلد ادا نہ کرنا ظلم ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

(بخاری شریف جلد ا صفحہ ۳۲۳، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۵۶)

مقروض سے قرض دینے والے کا ہدیہ لینا درست نہیں

حضرت زر بن جیش فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی آدمی کو قرض دو اور وہ تم کو ہدیہ دے تو قرض کو لے لو اور ہدیہ واپس کر دو۔ (سنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۴۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے معلوم کیا کہ میں نے کسی کو قرض دیا وہ ہدیہ بھیج دیا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کے ہدیہ کو واپس کرو۔ (عبدالرزاق جلد ۸ صفحہ ۱۴۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی کو قرض دو اور وہ تم کو طبق میں پیش کرے تو اسے مت قبول کرو یا اپنی سواری پر سوار کرے تو مت سوار ہو۔ ہاں اگر یہ کہ پہلے سے سلسلہ ہو۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۶، سنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۵۰)

مقروض سے فائدہ اٹھانا گویا سود لینا ہے

فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرماتے ہیں کہ ہر قرض جس سے نفع اٹھائے سود کی شکلوں میں سے ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس کو کوئی رقم دے اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا درست نہیں ہے۔ بعض ناواقف لوگ کسی کو روپیہ دیتے ہیں پھر اس سے نفع کے طور پر کچھ حاصل کرتے رہتے ہیں یہ حرام ہے۔ البتہ تجارت کرنے

کے لئے کچھ رقم دے اور اس کے نفع میں حصص کے اعتبار سے شریک رہے مثلاً نصف یا ربع میں تو یہ جائز ہے۔ اسے مضاربت کہتے ہیں۔ اس کے لئے کچھ شرطیں ہیں اہل علم سے معلوم کرلیں۔ مقروض سے کسی شے کا ہدیہ لینا درست نہیں ہے۔

قرض لینا اچھی بات نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرض اللہ کا جھنڈا زمین پر ہے۔ جب اللہ پاک کسی بندے کو ذلیل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی گردن میں اس کو ڈال دیتا ہے۔

(حاکم، ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۹۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک جب وہ اس سے ملاقات کرے گا یعنی قیامت کے دن وہ قرضہ ہے جسے چھوڑ کر وہ اس دنیا سے چلا گیا۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۴۷۵)

قیامت میں قرض کی ادائیگی نیکی سے ہوگی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص انتقال کر جائے اور اس پر ایک دینار یا درہم قرض ہو۔ اس کا قرضہ اس کی نیکیوں سے پورا کیا جائے گا کہ وہاں درہم یا دینار نہ ہوگا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۷۳)

حضرت قاسم خادم معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص قرض نہ دینے کی نیت سے لے اور مر جائے تو اس کا قرضہ نیکیوں سے پورا کیا جائے گا اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو قرضہ دینے والے کا گناہ اس کے سر پر لاد دیا جائے گا۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۹۹)

فائدہ: قرض کا معاملہ بہت سخت ہے چونکہ حق العبد ہے اس وجہ سے حکم ہے کہ کوئی شخص مر جائے اور اس پر قرضہ ہو تو وارثوں کو دینے سے پہلے اس کے متروکہ مال سے اولاً قرض ادا کیا جائے۔ قرض کے بعد جو بچے گا وہ وارثوں کو ملے گا۔ ایسا دیکھا گیا ہے کہ وارثوں نے قرض ادا کرنے کے بجائے آپس میں مال تقسیم کرلیا یہ درست نہیں۔

کسی کا قرض اپنے ذمہ لینے کا کیا ثواب؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حدیث میں ہے کہ قرض کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص پر نماز جنازہ پڑھنے سے انکار فرما دیا تو اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول وہ دونوں دینار ہمارے ذمہ۔ آپ نے نماز جنازہ اس پر پڑھی اور فرمایا اے علی اللہ پاک تمہیں جزائے خیر دے۔ اللہ پاک تمہیں

جہنم سے آزاد کرے جیسے کہ تم نے اپنے بھائی کو قید سے آزاد کیا۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۰۷)

نصف قرضہ معاف کرنا

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابن ابی حداد سے مسجد میں اپنے روپے کا تقاضہ کیا۔ دونوں کی گفتگو میں آواز بلند ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں سے آواز سنی تو باہر آنے کا ارادہ فرمایا اور دروازہ کے پردہ کو ہٹا کر کعب بن مالک کو مخاطب کر کے فرمایا کعب۔ کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ آپ نے انگلی کے اشارہ سے فرمایا۔ آدھا قرض معاف کر دو۔ کعب نے کہا یا رسول اللہ میں نے معاف کر دیا۔ آپ نے ابن ابی حداد سے فرمایا جاؤ اور باقی قرض ادا کر دو۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۲)

کسی کے قرض کو معاف یا کم کرنے کی سفارش مسنون ہے۔ (عمدہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۴۴)

قرض دار کو مہلت دینے کا عظیم ثواب

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ قیامت کے رنج و غم سے اسے خدائے پاک نجات دے اسے چاہئے کہ وہ قرض دار تنگدست کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۱، سنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۵۷)

دنیا اور آخرت کی آسانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی تنگدست کو مہلت اور سہولت دی اللہ پاک دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا۔ (مسلم صفحہ ۳۴۵، احسان صفحہ ۴۲۶)

مہلت سے جنت میں داخل

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس کے عمل کے بارے میں پوچھا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ تنگدستوں کو مہلت دیتا تھا تو خدا نے اسے جنت میں داخل فرما دیا۔ (بخاری صفحہ ۳۲۲، سنن کبریٰ صفحہ ۳۵۶)

اللہ پاک نے بھی معاف کر دیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک تاجر تھا۔ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ اگر کسی کو تنگدست دیکھتا تو خادموں سے کہتا کہ اس کے ساتھ درگزر کا معاملہ کرو۔ شاید اللہ پاک ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کرے۔ چنانچہ اللہ پاک نے اسے درگزر فرما دیا۔ یعنی معاف فرما دیا۔ (بخاری صفحہ ۳۲۲)

ہر دن صدقہ کا ثواب

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو کسی تنگ دست کو مہلت دے تو ہر دن پر ایک صدقہ کا ثواب ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۳۸)

قیامت کے دن سایہ میں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تنگ دست کو مہلت دے اسے خدائے پاک قیامت کے دن سایہ میں جگہ دے گا اور ہر نیکی صدقہ ہے۔ (مجمع صفحہ ۱۳۷)

مستجاب الدعوات

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے کہ اس کی دعا قبول ہو۔ اس کا رنج دور ہو تو وہ کسی تنگ دست کو مہلت دے۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳)

قرض دار غریب پریشان حال ہو یا اچانک کوئی ایسا واقعہ پیش آگیا جس کی وجہ سے حسب وعدہ وقت پر نہ دے سکا تو ایسے موقع پر مہلت دینا یا بالکل معاف کر دینا یا کچھ تخفیف کر دینے کا بہت ثواب ہے۔ اللہ کے محبوب ترین پسندیدہ اعمال میں سے ہے۔

قرض دینے والا کچھ کہے تو برداشت کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ ذرا کچھ سخت کہہ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا چھوڑ دو اسے صاحب حق کو گنجائش ہے کہ کہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۱)

مثلاً تقاضہ کرنے میں سختی کی، نرمی اور محبت سے بات نہ کی مطالبہ میں شدت اختیار کیا تو اس سے لڑے جھگڑے نہیں بلکہ برداشت کرے یہ سنت ہے۔

حج سے پہلے قرض ادا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا میں مقروض ہوں۔ مجھ پر حج ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے قرض کو ادا کر دو۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حج اور دیگر طویل سفر سے قبل حقوق واجبہ ادا کر دے ایسا نہ ہو کہ وفات ہو جائے اور واجب ذمہ میں باقی رہ کر آخرت کی پریشانی کا سبب ہو اور دنیا میں ذلت ورسوائی کا۔

وصیت سے پہلے قرض ادا کرنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصیت سے پہلے قرضہ ادا کرتے تھے۔
(عمدۃ القاری جلد ۱۴ صفحہ ۴۳)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ منقول ہے کہ آپ وصیت سے پہلے قرضہ ادا فرماتے تھے۔ یعنی اولاً قرض کی ادائیگی پھر بعد میں وصیت۔

وسعت کے باوجود قرض نہ دینا مناسب نہیں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کے لئے مناسب نہیں کہ اس کا بھائی اس کے پاس آئے اور قرض مانگے اور وہ وسعت پائے اور نہ دے۔ (طبرانی، کنز جلد ۶ صفحہ ۲۱۲)

بڑی بے غیرتی اور اخوت انسانی کے خلاف ہے کہ مال موجود ہے اور دوسروں کی ضرورت میں اس کی مدد نہیں کر رہا ہے۔ جس طرح یہ کمال ایمان نہیں کہ خود آسودہ اور پیٹ بھرا ہو اور اس کا بھائی بھوکا ہو۔ اسی طرح ایمان انسانی ہمدردی کے خلاف ہے کہ مال اور وسعت رہتے ہوئے قرض مانگنے پر قرض نہ دے خدائے پاک اس کی وسعت کو غربت اور تنگ دستی میں بدل ڈالے تو پھر کیا ہوگا۔ وہ انسان کیا جو دوسروں کے کام نہ آئے اسی وجہ سے کہ نفس پر زور پڑتا ہے قرض دینے کا ثواب خیرات سے زائد ہے۔

ادائے قرض میں گھر کا سامان فروخت کر دینا

کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جوان اور سخی آدمی تھے اور کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ہمیشہ قرض لیا کرتے تھے یہاں تک کہ ان کا سارا مال قرض میں غرق ہو گیا۔ قرض خواہوں نے قرض معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کا سارا سامان قرض خواہوں کا قرض چکانے کے لئے بیچ ڈالا اور معاذ کے پاس کچھ باقی نہ رہا (مشکوٰۃ ۲۵۳، سنن سعید)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی پر قرضہ ہو اور ادائیگی کے لئے نقد مال نہ ہو اور ادھر قرض خواہ معاف بھی نہ کر رہے ہوں تو گھریلو سامان فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر صاحب قرض ادا نہ کرے تو حاکم اور آج کل قوم وقبیلہ کے ذمہ دار کو اجازت ہے کہ مناسب طور سے اس کے مشورہ سے دیگر سامان کو بیچ کر قرض ادا کر دیا جائے۔ چونکہ آخرت کے مواخذہ سے دنیا کی تکلیف بہتر ہے۔

مقروض پر نماز جنازہ نہ پڑھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنازہ لایا گیا آپ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا اس پر قرضہ ہے۔ آپ نے لوگوں سے فرما دیا کہ جاؤ اپنے ساتھی کی نماز

جنازہ پڑھو۔ یعنی آپ نے انکار فرما دیا۔ ایک صاحب نے کہا اے اللہ کے رسول اس کا قرضہ ہمارے ذمہ ہے۔ آپ نماز پڑھیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی۔ (کشف الاستار جلد۲ صفحہ ۱۱۵)

قرض معلوم کرنا پھر جنازہ پڑھنا

محمد بن عباد ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی جنازہ آتا تو آپ معلوم فرماتے تمہارے ساتھی پر کوئی قرضہ ہے۔ اگر لوگ جواب دیتے ہاں تو پھر آپ معلوم فرماتے کہ کچھ مال چھوڑا ہے۔ اگر لوگ جواب دیتے ہاں تو آپ اس پر نماز پڑھتے اگر لوگ کہتے نہیں تو آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ چنانچہ ایک شخص لایا گیا آپ نے اسی طرح پوچھا۔ کہا گیا نہیں۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھ لو۔ چنانچہ اس کے چچا زاد بھائی نے کہا۔ اس کا قرضہ میرے ذمے ہے۔ چنانچہ آپ نے جنازہ کی نماز پڑھی۔ (بزار جلد۲ صفحہ ۱۱۵، عبد الرزاق جلد ۸ صفحہ ۲۹۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں جنازہ پیش کیا گیا تاکہ نماز پڑھیں۔ آپ نے معلوم کیا قرضہ ہے؟ کہا گیا ہاں۔ آپ نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہمیں مقروض پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔ مقروض قرضہ کی وجہ سے قبر میں محبوس رہتا ہے۔ تاوقتیکہ اس کا قرضہ نہ ادا کر دیا جائے۔ یعنی جنت کی ہوائیں برزخ میں نہیں آتیں۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۰۷)

خیال رہے آپ کا نماز جنازہ نہ پڑھنا زجر و توبیخ کی وجہ سے تھا تاکہ لوگوں کو قرض کی مذمت اور اس کے نقصان کا احساس ہو جائے۔ حتی الامکان لوگ مقروض اس دنیا سے نہ جائیں۔ کسی امتی کو اس کا حکم اور اس کی اجازت نہیں کہ قرض کی وجہ سے نماز جنازہ نہ پڑھائے یا نہ پڑھے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ بعد میں مقروض پر نماز جنازہ پڑھنے لگے تھے۔ (جلد۱۲ صفحہ ۲۳۵)

مقروض جنت میں جانے سے رکا رہے گا

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی اللہ کے راستہ میں شہید کیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کیا جائے تب بھی جنت میں داخل نہ ہوگا تاوقتیکہ قرض نہ ادا ہو جائے۔ (سنن کبریٰ جلد۵ صفحہ ۳۵۵، بزار جلد۲ صفحہ ۱۱۶، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی پھر فرمایا۔ یہاں ہذیل کا کوئی شخص ہے۔ تمہارے صاحب جنت میں داخل ہونے سے روک دیئے گئے ہیں۔ قرض کی وجہ سے۔ (بزار جلد۲ صفحہ ۱۱۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے آپ ﷺ نے ایک شخص کو جس کی وفات ہو چکی

تھی اس کے متعلق فرمایا کہ تمہارا ساتھی قرض کی وجہ سے جنت کے دروازے پر روک دیا گیا ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول اس کا قرضہ ہمارے ذمہ۔ (عبدالرزاق جلد۸ صفحہ ۱۱۸)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی روح جسد خاکی سے جدا ہوگئی ہو اور وہ تین چیز سے محفوظ ہو تو جنت میں داخل ہوگا، مال غنیمت کی چوری، قرض اور تکبر سے۔

(ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۶۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ سوائے قرض کے۔ (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۲)

مقروض قید میں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقروض دَین کی وجہ سے قید میں رہے گا اور اللہ سے تنہائی کی شکایت کرے گا۔ (طبرانی، ترغیب جلد۳ صفحہ ۶۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کی جان دَین کی وجہ سے لٹکی ہوئی رہے گی۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۰۲)

یعنی جنت کی نعمتوں سے رکی رہے گی۔ (حاشیہ ترغیب)

دوسرے کا قرض یا کوئی ادائیگی اپنے ذمہ لینا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا۔ آپ نے پوچھا۔ اس نے کوئی مال چھوڑا ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کتنا قرضہ چھوڑا ہے۔ لوگوں نے کہا تین دینار۔ آپ نے فرمایا تم جنازہ پڑھ دو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو کہا اے اللہ کے رسول اس کا قرضہ ہمارے ذمہ۔ چنانچہ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۳۰۵)

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھا کر جب متوجہ ہوئے تو فرمایا۔ فلاں قبیلہ کا کوئی شخص ہے۔ لوگ خاموش رہے ایسی بات جب ہوتی تو عموماً حضرات صحابہ خاموش رہتے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ فلاں قبیلہ کا یہاں کوئی ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں فلاں شخص ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا ساتھی اپنے قرضہ کے سبب جنت کے دروازے پر روک دیا گیا ہے۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول اس کا قرضہ ہمارے ذمہ۔ پھر اس نے قرضہ ادا کردیا۔ (سنن کبریٰ جلد۶ صفحہ ۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں تمام مؤمنین کا ولی ہوں۔ جو شخص مرجائے اور اس پر قرضہ ہو اور کچھ مال نہ چھوڑا ہو تو اس کا قرضہ ہمارے ذمہ ہے جو مال چھوڑ

جائے وہ وارثین کے ذمہ۔

فائدہ: زندہ ہو یا مردہ کسی نادار اور غریب شخص کے دَین وغیرہ کو اپنے ذمہ لے لینا بہت ثواب رکھتا ہے۔ چنانچہ کوئی غریب مقروض ہو کر انتقال کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قرضہ کو ادا فرما دیتے۔ اگر خدائے پاک وسعت دے تو اس عظیم کار خیر میں ضرور شریک ہوں۔

اہل وعیال کی ضرورت کے لئے قرض لینا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے غلہ ادھار لیا تھا اور زرہ گروی رکھا تھا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث امام ترمذی نے ذکر کی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ آپ نے اپنے اہل وعیال کی ضرورت سے بیس صاع قرضہ لیا تھا۔ اسی طرح مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے کہ گھر کی ضرورت سے جَو لیا تھا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۲ صفحہ ۱۸۲)

اس سے معلوم ہوا کہ گھریلو ضرورت کی وجہ سے قرض لینے کی اجازت ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں بلاضرورت شدیدہ قرض لینا مناسب نہیں ہے۔

غیر مسلم سے قرض لینا

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ وہ مجھے ادھار فروخت کرے یا رجب تک کے لئے قرض دے۔ اس پر یہودی نے کہا میں بلا گروی رکھے نہ ادھار بیچوں گا اور نہ قرض دوں گا۔

مسند ابویعلی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حلیق نصرانی کے پاس بھیجا کہ ان سے کپڑے قرض یا ادھار لے آؤ۔ (درمنثور جلد ۴ صفحہ ۳۱۳، ابن ابی شیبہ)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے یہود باوجودیکہ ان کا سودی معاملہ مشہور تھا اور ان کے بارے میں قرآن پاک میں "اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ" حرام کھانے والا قرار دیا۔ آپ نے اس سے ادھار اور قرض کا معاملہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلمین سے اس قسم کا معاملہ درست ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۲)

اسی طرح کفار ہنود سے بھی قرض اور دیگر معاملات جائز ہیں اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔ مگر سود کے ساتھ جائز نہیں۔

نقد روپیہ قرض لینا

عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس ہزار درہم قرض لیا۔ پھر آپ کے پاس مال آیا اور میرا قرضہ ادا کر دیا اور فرمایا خدائے پاک تیرے اہل وعیال میں برکت دے۔ قرض

کا بدلہ یہی ہے کہ شکر ادا کیا جائے اس کی تعریف کی جائے اور قرض ادا کر دیا جائے۔

کسی کا قرض وصول کرنے کے بعد کیا دعا دے؟

ابن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے موقع پر تیس یا چالیس ہزار قرض لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض ادا کیا تو ان کو دعا دیتے ہوئے فرمایا:

"بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اِنَّمَا جَزَآءُ السَّلَفِ الْوَفَاءُ وَالْحَمْدُ"

(مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۷۴)

سائل کو دینے کے لئے قرض لینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سائل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سوال کیا تو آپ نے اس کے لئے نصف وسق قرض حاصل کیا۔ (سنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۵۱)

قرض پر اللہ کی مدد کب ہوتی ہے؟

عمران بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قرض لیتی تھیں۔ اہل خانہ میں سے کسی نے کچھ کہا (قرض کیوں لیتی ہو کہاں سے ادا کرو گی) تو انہوں نے کہا میں لوں گی۔ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرض لیتا ہے اور اللہ کے علم میں ہو کہ وہ اسے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ پاک اسے دنیا میں ادا کر دیتے ہیں۔ (ابن ماجہ نمبر ۲۴۰۸)

سنن نسائی میں ہے کہ حضرت میمونہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض لیا تو ان سے کہا گیا اے ام المؤمنین قرض لے رہی ہو اور ادا کرنے کا حساب نہیں تو انہوں نے کہا میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ جو شخص (ضرورت کی وجہ سے) قرض لے اور وہ اسے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ پاک اس کی اعانت فرماتے ہیں۔

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے آدمی قرض لے اور وہ ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے ہضم کا ارادہ نہیں رکھتا تو اللہ پاک کی مدد و اعانت ہوتی ہے کہ وہ قرضہ ادا کر دے۔

قرض کے متعلق آپ کی وصیت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص کو آپ وصیت کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ گناہ کم کرو کہ موت آسان ہو اور قرض کم کرو، معاملہ کم کرو کہ آزادی سے زندگی بسر کرو۔

فَائِدَۃ: مقروض قرض لینے والے کی قید اور اس کی ذہنی غلامی میں رہتا ہے اور اس کا ذہن منتشر رہتا ہے۔ اس وجہ سے آپ نے تاکید فرمائی کہ قرض کا معاملہ کم از کم کرو۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۵۴۶)

جسے قرض دے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس قرض سے کوئی نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔
(اعلاء السنن جلد۱۴ صفحہ ۴۹۸)

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرض سے کسی نفع وغیرہ حاصل کرنے کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ (صفحہ ۵۰۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس کو قرض دے۔ قرض کی بنیاد پر اس سے کسی بھی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام ہے کہ یہ سود کی ایک شکل ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم اگر کسی کو قرض دو پھر اس سے تم کوئی کام لو جو اس سے پہلے نہیں لیتے تھے تو یہ قرض سے نفع کی بنیاد پر سود ہے۔

تین شخص کا قرضہ خدائے پاک کے ذمہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جس نے قرضہ لیا اور پھر انتقال کر گیا اور ادا نہ کر سکا تو اللہ پاک اس کا قرضہ (آخرت میں) ادا کرے گا۔ ایک وہ شخص ہے جو جہاد میں گیا اس کا کپڑا پھٹ گیا۔ بوسیدہ ہو گیا۔ بس اس نے ستر عورت کے چھپانے کے لئے قرض لیا اور مر گیا یا (شہید ہو گیا) اور ادا نہ کر سکا۔ ایک وہ شخص ہے کہ کسی مسلمان کا انتقال ہو رہا تھا اور اس کے پاس کفن کے انتظام کا بھی پیسہ نہ تھا اور نہ کوئی کپڑا تھا جس کا وہ کفن بنا کر چھپا سکے اور مر گیا اور ادا نہ کر سکا اور ایک شخص جس نے زنا سے بچنے کے لئے نکاح کیا اور مر گیا اور (مہر) نہ ادا کر سکا۔ (کہ اس کے پاس مال کی گنجائش نہ تھی) تو قیامت کے دن خدا اس کا قرضہ ادا کر دے گا۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۰۳، مجمع جلد۴ صفحہ ۱۳۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شدت حاجت کی بنیاد پر قرضہ لیا اور گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ادا نہ کر سکا تو خدائے پاک اس کی جانب سے قیامت میں ادا کر دے گا اور مواخذہ سے یہ بری ہو جائے گا۔

کوشش کے باوجود قرض ادا نہ کر سکا تو؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری امت میں سے کوئی شخص قرض لے۔ پھر اس کی ادائیگی کی کوشش کرتا رہا پھر ادا کرنے سے قبل اس کا انتقال ہو گیا تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

فائدہ: ایسے شخص کا قرض جو باوجود کوشش کے نہ ادا کر سکا اور اس کے پاس کوئی مال بھی نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قرضہ ادا فرما دیتے۔ تاکہ وہ شخص جنت میں داخل ہونے سے محروم نہ رہے۔ لہٰذا خاندان، رشتہ دار محلے پڑوس یا احباب یا واقفین میں کوئی ایسا شخص ہو کہ وہ باوجود کوشش وفکر کے قرض ادا نہ کر سکا تو صاحب وسعت کو

چاہئے کہ اس کا قرضہ ادا کر دے یہ سنت ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے۔

شہید مقروض بھی جنت میں نہیں

حضرت عبداللہ بن جحش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے کہ جہاں جنازہ رکھا جاتا تھا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھائی۔ پھر اپنی نگاہ کو پست فرما لیا اور پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ، کس قدر سخت عذاب نازل ہو رہا ہے۔ ایک دن رات ہم لوگ خاموش رہے۔ ہم لوگوں نے خیر کے علاوہ اور کچھ نہیں محسوس کیا (یعنی ڈر رہے تھے کہ ہم پر عذاب نہ نازل ہو جائے) یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ وہ عذاب کس کے متعلق تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ آدمی شہید ہو جائے، پھر زندہ ہو پھر راہ خدا میں شہید ہو جائے، پھر زندہ ہو پھر راہ خدا میں شہید ہو جائے اور اس پر قرضہ ہو تو اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۰۰)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ عبادت اور ثواب کی کثرت کے باوجود قرضہ کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو عبادت اور ذکر کی کثرت کے باوجود دوسرے کے حق واجب کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ حق وراثت جو دین میں داخل ہے نہیں ادا کرتے اور اس کو بوجھ محسوس کرتے ہیں۔ ان کا کیا حال ہوگا۔ حدیث سے ظاہر ہے۔

قرض سے پناہ مانگے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز میں یہ دعا مانگتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ" (بخاری صفحہ ۳۲۲)

تَرجَمَہ: "اے اللہ میں گناہ سے اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں۔"

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ یہ دعا فرماتے:

"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ"

تَرجَمَہ: "اے اللہ میں کفر اور قرضہ سے پناہ مانگتا ہوں۔"

تو ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول کیا کفر کو آپ قرض کے برابر سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

(نسائی جلد۲ صفحہ ۳۱۵)

فَائِدَہ: بسا اوقات قرضہ کفر خدا کا سبب بن جاتا ہے۔ مقروض آدمی ذلیل پریشان رہتا ہے۔ قرضہ سے پریشان ہو کر خدا کی ناشکری اور کفریہ امور اختیار کر لیتا ہے۔

قرض کے چند فقہی مسائل

مسئلہ: جس کا مثل اور بدل دیا جاسکتا ہو اس کا قرض لینا درست ہے۔

مسئلہ: جانوروں کا مثلاً گائے، بیل، بھینس کا قرض لینا درست نہیں۔ (شامی جلد۵ صفحہ ۱۶۱)

مسئلہ: قرض والی اشیاء میں قیمت کی کمی بیشی کا اعتبار نہیں۔ مثلاً ایک کلو گیہوں قرض لیا تھا جس کی قیمت بازار میں لیتے وقت پانچ روپیہ کلو تھی۔ ایک سال کے بعد اب اس کی قیمت دس روپیہ فی کلو ہوگئی تو ایک کلو ہی گیہوں دے گا۔ قیمت کی کمی بیشی کے اعتبار سے کم وبیش نہ کرے گا۔ (شامی صفحہ ۱۶۲)

مسئلہ: قرض دینے والا اگر ادائیگی کے لئے وقت متعین بھی کر دے تب بھی وقت متعین سے پہلے وہ تقاضا کر سکتا ہے۔ (شامی صفحہ ۱۵۷)

مسئلہ: روٹی کا قرض لینا درست ہے۔ (شامی صفحہ ۱۶۲)

مسئلہ: سو روپیہ قرض لیا تھا۔ پچاس سال کے بعد ادا کرنے کی نوبت آرہی ہے۔ اس درمیان روپیہ کی مالیت کافی گھٹ گئی تب بھی سو روپیہ ہی ادا کرنے ہوں گے۔ مالیت کا اعتبار کر کے زائد لینا سود ہو جائے گا جو حرام ہے۔ (شامی صفحہ ۱۶۲)

مسئلہ: قرض معمولی گیہوں لیا تھا ادائیگی کے وقت عمدہ ادا کر رہا ہے تو یہ جائز ہے مگر شرط نہ ہو۔ (شامی صفحہ ۱۶۵)

مسئلہ: شرط لگائی کہ جیسا بھی دے رہا ہوں مگر اس سے عمدہ لوں گا تو یہ حرام ہے۔ (شامی صفحہ ۱۶۵)

مسئلہ: اگر قرض ایک شہر میں دے رہا ہے اور شرط لگا رہا ہے کہ دوسرے شہر میں ادا کرنا ہوگا تو یہ شرط لگانا درست نہیں۔ ہاں اگر بلا شرط کے دوسرے شہر میں لیا تو یہ درست ہے۔ (جلد۵ صفحہ ۱۶۶)

مسئلہ: اگر کسی نے کسی کو روپیہ دیا۔ مثلاً پانچ ہزار روپیہ دیا کہ ہر ماہ اسے پچاس روپیہ نفع دیتا رہے۔ تو یہ سود ہے کہ محض روپیہ پر نفع لینا جائز نہیں۔ تاوقتیکہ شرکت اور مضاربت کی شکل نہ ہو۔

ادائے قرض کی بعض اہم دعائیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک مکاتب آیا جو اپنی بدل کتابت کے ادا کرنے سے عاجز ہونے پر آپ سے اعانت کا طالب تھا۔ آپ نے فرمایا ایسا کلمہ نہ سکھا دوں جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے۔ اگر جبل صبیر (یمن کی ایک پہاڑی کا نام ہے) کے برابر بھی قرض ہو تو اللہ پاک ادا کر دے:

"اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ"

ترجمہ: "اے اللہ کافی فرما دے حرام کے مقابلہ میں اور اپنے فضل سے مجھے غنی بنا دے اپنے علاوہ

سے۔" (ترمذی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۱۳)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ نے جمعہ کے دن نہیں پایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا؟ اے معاذ کیا بات ہے کہ میں تم کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ کہا اے اللہ کے رسول، ایک یہودی کا ایک اوقیہ سونا قرضہ ہے۔ میں نکلا تو اس نے مجھے روک لیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے معاذ میں ایسی دعا سکھادوں کہ تم اس دعا کو پڑھو گے تو صبیر کے برابر بھی قرضہ ہوگا تو ادا ہو جائے گا۔ یہ دعا پڑھو اے معاذ:

"قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا تُعْطِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُمَا وَتَمْنَعُ مَنْ تَشَآءُ اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ" (ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو کہا کہ مجھے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک دعا سکھائی ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اپنے اصحاب کو سکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر تم میں سے کسی پر پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہوگا۔ اس سے دعا کرو گے تو اللہ تعالیٰ پورا کردے گا۔

"اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ وَكَاشِفَ الْغَمِّ وَمُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ وَرَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ فَارْحَمْنِيْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ" (ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۱۶)

ترجمہ: "اے غم کے کھولنے اور رنج کے دور کرنے والے، پریشان حال کی دعاء کے قبول کرنے والے، دین و دنیا کے شفیق و مہربان تو مجھ پر رحم فرما کہ تیرے غیر کی رحمت سے ہم مستغنی ہو جائیں۔"

حضرت ام ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد تشریف لائے تو ایک انصاری شخص جس کا نام ابوامامہ تھا مسجد میں تھا۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے میں تم کو وقت نماز کے علاوہ مسجد میں دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا قرضہ نے پریشان کر رکھا ہے اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ایسی دعا نہ سکھادوں جس سے غم اور قرضہ دور ہو جائے۔ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ صبح و شام یہ پڑھ لیا کرو۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ"

ترجمہ: "اے اللہ میں غم ورنج سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، عجز اور سستی سے پناہ مانگتا ہوں۔ بزدلی اور بخل سے پناہ مانگتا ہوں، قرضہ کے غلبہ اور آدمی کے تشدد سے پناہ مانگتا ہوں۔"

انہوں نے کہا میں نے پڑھا تو میرے غم کو خدا نے دور کر دیا اور قرضہ ادا کر دیا۔

(نزل الابرار صفحہ ۱۱۰، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)

مرغ پالنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفید مرغ جس کے سر پر تاج ہو۔ میرا دوست ہے اور میرے دوست کا دوست ہے اور میرے دشمن کا دشمن ہے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۱۶)

حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مرغ آپ کے ساتھ رات میں رہتا تھا۔

شیخ محبّ الدین طبری نے بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس سفید مرغ تھا۔ (حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

ابوزید انصاری کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید مرغ میرا دوست اور میرے دوست (مؤمن) کا دوست ہے اور میرے دشمن کا دشمن ہے اپنے آقا کے گھر کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے ارد گرد نو گھروں کی حفاظت کرتا ہے۔ (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۳۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید مرغ میرا دوست اور میرے دوست (مؤمن) کا دوست ہے اور میرے دشمن کا دشمن ہے۔ (جامع صغیر صفحہ ۲۶۱)

فائدہ: دوست کا مطلب خیر خواہی اور فائدہ پہنچانا ہے اس کی بانگ سے تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے تھے۔ جو خیر کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے اسے صدیق دوست بتایا۔ کافر اور فاسق وغافل لوگ اس کی بانگ سے کراہیت و تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کے حق میں آپ نے دشمن کا دشمن قرار دیا ہے۔ حفاظت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے اس کی بانگ سے شیاطین بھاگتے ہیں اور اس سے حفاظت ہوتی ہے۔

مرغ نماز کے لئے بیدار کرتا ہے

حضرت خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرغ کو برا مت کہو یہ تم کو نماز کے لئے بیدار کرتا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۹۶، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۱۴)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرغ کو برا مت کہو یہ تم کو نماز کے

لئے بلاتا ہے۔ (مسند طیالسی، سیرۃ الشامی صفحہ ۴۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مرغ صبح صادق کے وقت بانگ جو دیتا ہے وہ سونے والے کو نماز کے لئے جگاتا ہے اور نیند کی غفلت سے بیدار کر کے نماز کے لئے اٹھاتا ہے۔ گویا وہ ایک نیک خادم ہے جو اسے نماز کے لئے اٹھاتا ہے۔

مرغ کو برا کہنا منع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک مرغ نکلا تو ایک شخص نے اسے برا کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا نہ اس کو ملامت کرو نہ اسے برا کہو یہ تم کو نماز کے لئے بلاتا ہے۔ (ابوالشیخ، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۴۱۴)

فائدہ: مرغ کی بانگ سے نیند کے ٹوٹ جانے پر بعض آدمی برا کہتے ہیں اور اسے گالی دیتے ہیں۔ اس سے آپ نے منع فرمایا ایسا مت کہو، یہ تمہارا خیر خواہ ہے۔ اللہ کے فریضہ ادا کرنے کے لئے تم کو جگاتا ہے۔

مرغ پالنے کا حکم اور اس کا فائدہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید مرغ کے رکھنے اور پالنے کا حکم دیا۔ جس گھر میں یہ سفید مرغ ہوگا۔ شیطان اور جادوگر قریب نہ آئے گا اور سانپ، بچھو وغیرہ بھی قریب نہ آئیں گے۔

(بیہقی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۴۱۴)

جادو اور شیاطین سے حفاظت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ مرغ نماز کے لئے جگاتا ہے جو سفید مرغ پالے گا۔ اللہ پاک تین چیزوں سے اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ ہر شیطان، جادوگر اور کاہن سے۔

(بیہقی جلد ۷ صفحہ ۴۱۴، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۴۱۴، جامع صغیر صفحہ ۲۶۱)

فائدہ: مرغ کا گھر میں رکھنا متعدد فوائد کا باعث ہے۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تہجد اور صبح صادق کے وقت بانگ دے کر اہل خانہ کو جگاتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ ایسے گھر میں شیطان کا دخل نہیں ہوتا اور جادو سے بھی ایسا گھر محفوظ رہتا ہے اور وقت ضرورت ذبح کر کے کھایا بھی جا سکتا ہے۔

خیال رہے کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ ضعیف ہیں۔ مگر متعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔

مرغ کے بانگ سے اٹھنا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیدار ہو جاتے جس وقت مرغ

بانگ دیتا۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

ابن بطال نے کہا کہ مرغ دو حصہ رات گزرنے کے بعد ایک ثلث رات رہ جاتی ہے تب بانگ دیتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۱۷)

خیال رہے کہ مرغ بسا اوقات دو مرتبہ بانگ دیتا ہے۔

❶ ثلث لیل کے وقت۔

❷ صبح صادق سے ذرا قبل۔

تہجد پڑھنے والے بسہولت اس سے بیدار ہو کر عبادت میں لگ سکتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس مرغ تھا۔ جیسا کہ ابوزید انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اس روایت کے اعتبار سے مرغ کا رکھنا سنت ہے اور اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مرغ کے بانگ دینے کے وقت بیدار ہو جائے۔

شیخ محبّ الدین طبری نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نماز کے اوقات کی معرفت کے لئے مرغ سفر میں رکھتے تھے۔ (حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

مرغ بانگ دے تو کیا کرے؟

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ پاک سے اس کے فضل کا سوال کرو کہ اس نے فرشتوں کو دیکھا۔ (بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۱)

پرندوں کا پالنا یا رکھنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بیان ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان کے یہاں جاتے اور ان کے ایک چھوٹے بھائی سے کہتے "یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ" (شمائل ترمذی)

فَائِدَہ: امام ترمذی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے چھوٹے بھائی ابوعمیر نغیر نامی پرندہ سے کھیلتے تھے۔ وہ مر گیا تو آپ اس سے مزاحاً فرماتے تھے تمہارا نغیر کہاں گیا۔ امام ترمذی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو پرندہ چھوٹی چڑیا کھیلنے کے لئے دینا درست ہے۔

علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی شرح شمائل میں ذکر کرتے ہیں کہ پرندوں کو پنجرہ وغیرہ میں بند کر کے رکھنا جب کہ اس کو کھانا پانی وغیرہ دیا جاتا ہو درست ہے۔ (جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۲۶)

اسی طرح علامہ نووی نے شرح مسلم میں بھی بیان کیا ہے کہ بچوں کا چڑیوں سے کھیلنا اور اس کا محبوس رکھنا

درست ہے مگر یہ کہ اسے اذیت نہ دی جائے اسے بھوکا پیاسا نہ مارا جائے۔ (شرح مسلم جلد۲ صفحہ ۲۱۰)

پرندوں کا کھیل کے لئے پالنا درست نہیں

خیال رہے کہ یہ حکم چھوٹے بچوں کا ہے بڑوں کا کھیل اور شوق سے پالنا اور کھیلنا اور اس سے انس حاصل کرنا درست نہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے بڑوں کا پرندوں کے ساتھ کھیل کرنا درست نہیں۔

(جلد۲ صفحہ ۲۶)

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے۔ بڑے بڑے پنجروں میں انواع واقسام کے پرندے رکھتے ہیں۔ انہیں شوق اشتیاق سے پالتے ہیں اور اس سے انس حاصل کرتے ہیں۔ شرعاً درست نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت منقول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو مثلاً بکری، اونٹ، گھوڑے، وغیرہ کو ضرورت ہی کی وجہ سے پالا ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جانوروں کے علاوہ کسی کو نہ رکھا ہے نہ پالا ہے۔ لہٰذا سواری اور کھانے کے مصرف کے علاوہ کسی جانور کو شوق سے پالنا لہولعب کے لئے درست نہیں کہ وقت کی بربادی اور لایعنی امور ہیں۔

گھوڑے کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا میں نے استقبال کیا آپ گھوڑے پر تشریف لا رہے تھے جس پر زین بھی نہیں تھا اور گردن میں تلوار تھی۔ (بخاری صفحہ ۴۰۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کو عاریۃً لیا۔ جس کا نام مندوب تھا اور اس پر سوار ہوئے۔ (بخاری صفحہ ۴۰۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر و بیشتر گھوڑے کی سواری فرمائی ہے متعدد گھوڑے آپ کے پاس تھے۔ جس کی دیکھ بھال آپ بہت اہتمام سے فرماتے تھے۔

گھوڑے کے ساتھ برکت متعلق ہے

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ بھلائی بندھی ہوئی ہے۔ (ابن ماجہ، بخاری صفحہ ۳۹۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں برکت ہے۔ (بخاری صفحہ ۳۹۹)

گھوڑا پالنے کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا پر ایمان لاتے ہوئے اس کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے واسطے گھوڑا پالے گا۔ تو اس کے کھلانے پلانے کو اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن وزن کیا جائے گا۔ (بخاری صفحہ ۴۰۰)

فائدہ: یعنی اس کے وزن کے برابر ثواب ملے گا۔

گھوڑا پالنے کی تین صورتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے لئے تین قسم کے گھوڑے ہیں۔

❶ ایک باعث ثواب۔
❷ ایک باعث عفت۔
❸ ایک باعث گناہ اور حساب ہے۔

❶ جو باعث ثواب ہے وہ یہ ہے کہ جسے جہاد کی تیاری کے لئے پالے۔ اس کی لمبی رسی کر دیتا ہے جو ہری بھری زمین میں یا باغیچہ وغیرہ میں چرتا رہتا ہے۔ بس جہاں تک وہ لمبی رسی سے چرتا رہتا ہے۔ اس کا ثواب اسے ملتا ہے۔ اگر رسی ٹوٹ جائے اور وہ چرتے ہوئے ایک بلندی یا دو بلندی پر چڑھ جائے تو وہ لید وغیرہ کرے اس کا ثواب پائے گا۔ اسی طرح وہ نہر سے گزرے اور خود پی لے اور اس (مالک) نے پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو۔ تب بھی اسے ثواب دیا جائے گا۔ ایسے گھوڑے میں وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

❷ دوسرا وہ شخص جس نے غنا اور سوال سے بچنے کے لئے پالا اور اس کے حق کو نہ بھولا (یعنی زکواۃ ادا کی) یہ اس کی پاکدامنی کے لئے ہے۔

❸ تیسرا وہ شخص جس نے فخر و مباہات کے لئے پالا اور مسلمانوں سے عداوت (لڑنے) کے لئے پالا۔ سو یہ گھوڑا اس پر بوجھ گناہ کا باعث ہے۔

آپ ﷺ کے گھوڑے کا ذکر

حضرت سہل نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول پاک ﷺ کا ایک گھوڑا جسے لحیف کہا جاتا تھا۔ ہمارے باغ میں رہتا تھا۔ (بخاری صفحہ ۴۸۰)

سہل بن حثمہ ذکر کرتے ہیں کہ سب سے پہلا گھوڑا جس کے آپ مالک ہوئے تھے۔ اسے دس اوقیہ میں قبیلہ فزارہ کے ایک شخص سے خریدا تھا۔ جس کا نام ضرس تھا۔ آپ نے اس کا نام سکب رکھا۔ آپ ﷺ جنگ احد میں اسی پر تشریف فرما تھے۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس اس گھوڑے کے علاوہ کوئی گھوڑا نہ تھا۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۸۹، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۹۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کا نام المرتجز تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۹۰)

سہل ابن حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ یہی وہ گھوڑا تھا۔ جس کے اعرابی سے خریدنے پر حضرت خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گواہی دی تھی۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۹۰)

سہل نے اپنے دادا سے روایت کی کہ تمیم داری نے نبی پاک ﷺ کو ایک گھوڑا ہدیہ دیا تھا۔ جس کا نام الورد تھا جسے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۹۰)

ابن مندہ نے ذکر کیا کہ سہل نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ ان کے پاس نبی پاک ﷺ کے تین گھوڑے نگرانی میں رہتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۹۸)

جن کے گھاس چارے کا انتظام کرتے تھے۔

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ۷ گھوڑے تو متفق علیہ تھے جس کے نام یہ تھے۔ السکب، مرتجز، لحیف، مزاز، ظرب، سجہ، الورد اور باقی پندرہ اور گھوڑے تھے جن کے بارے میں اختلاف ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۳۴)

سواری کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

گھوڑے کی سواری

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار تشریف لائے۔ جس پر زین نہیں تھا۔ اور گردن میں تلوار لٹکی تھی۔ (بخاری صفحہ ۴۰۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کو عاریۃً (سواری کے لئے) لیا۔ جس کا نام مندوب تھا۔ (بخاری صفحہ ۴۰۱)

پہلا گھوڑا جس پر جنگ احد میں سوار تھے

حضرت سہل بن حثمہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا گھوڑا جس کو آپ نے قبیلہ فزارہ کے ایک آدمی سے دس اوقیہ میں خریدا تھا اس کا نام ضرس تھا۔ آپ نے اس کا نام السکب رکھا آپ جنگ احد میں اسی پر سوار تھے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۸۹، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۹۶)

حضرت سہل اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا الحیف تھا جو ہمارے باغ میں رہتا تھا۔ (بخاری صفحہ ۴۰۰)

اس لحیف گھوڑے کو شاہ مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیۃً بھیجا تھا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۳۹۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھوڑے پر اکثر غزوات کا سفر کیا ہے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۹۷)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ آپ کے پاس چوبیس گھوڑے تھے جن میں سے سات کے متعلق تو اتفاق تھا اور باقی کے متعلق اختلاف ہے۔ (جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس پر سواری فرمائی ہے؟

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، اونٹ، خچر اور گدھے پر سواری فرمائی ہے اور گھوڑے پر کبھی زین کے ساتھ اور کبھی بلا زین خالی پیٹھ پر بھی سوار ہو جاتے۔ کبھی تیز دوڑاتے، اکثر

تنہا سوار ہوتے اور بسا اوقات اپنے بغل میں کسی کو ردیف بھی بنا لیتے۔ کبھی اپنی بیوی کو بھی سوار فرما لیتے۔

(زاد المعاد صفحہ ۱۵۹)

اونٹنی پر سواری

محمد بن ابراہیم تیمی ذکر کرتے ہیں کہ قصویٰ اونٹنی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۰۹)

حضرت قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ حج کے موقع پر ناقہ صہباء پر رمی فرما رہے تھے۔ (جلد ۷ صفحہ ۴۰۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا سفر اونٹنی پر کیا اور اسی پر آپ کا سامان سفر بھی تھا۔ (سامان سفر کے لئے الگ سے اونٹنی نہیں تھی)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (سفر حج کے موقع پر) ذی الحلیفہ میں اونٹنی پر سوار دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پر) اونٹنی پر سوار کھڑے تھے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع اور دیگر اکثر و بیشتر غزوات کا سفر اونٹنی پر کیا ہے اور عرب کی اصل سواری اونٹنی ہی تھی۔

اونٹوں کی تفصیل

1. قصوی: اسی اونٹنی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا مبارک سفر فرمایا۔
2. حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا۔

(بخاری صفحہ ۴۰۲، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۹۳)

3. صہباء: حضرت قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے موقع پر صہبا اونٹنی پر رمی جمرہ کرتے دیکھا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۹۳)
4. عسکر: عبدالملک بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی کا نام عسکر تھا۔
5. ثعلب: ابواسحاق نے ذکر کیا کہ حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب جس اونٹنی پر سوار کر کے فراش ابن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا تھا۔ اس کا نام ثعلب تھا۔
6. سہریا: غزوہ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے اونٹ کو غنیمت کے طور پر حاصل کیا تھا۔ اسے

سہریا کہا جاتا تھا۔ آپ اس پر غزوہ کا سفر فرماتے تھے۔ اسی اونٹ کو آپ نے ایک موقع پر ہدی بنایا تھا تاکہ کفار مکہ کو اسے دیکھ کر غصہ آئے۔

نبیط نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کو عرفہ میں حج کے موقع پر جوان اونٹنی پر جو سرخ تھی دیکھا۔

ابوامامہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے جدعا پر حجۃ الوداع کا سفر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ خاص موقع پر آپ نے لے لی ہو۔ (ابن سعد جلد اصفحہ ۴۹۳، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۰۹)

خیال رہے کہ یہ وہ اونٹنیاں تھیں جن پر آپ نے سفر کیا یا سوار ہوئے تھے۔ دودھ کے لئے اس کے علاوہ اونٹنیاں تھیں چنانچہ اصحاب سیر نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کی سات اونٹنیاں ایسی تھیں۔ جو دودھ کے لئے تھیں۔ جن کے نام یہ تھے۔ مہرہ، شقراء، الریاء، بردہ، سمراء، عریس، حناء۔

خیال رہے کہ آپ ﷺ کی عادت طیبہ ہر چیز کے نام رکھنے کی تھی۔ حتی کہ آپ جانوروں کے علاوہ کپڑوں کا نام بھی تجویز فرماتے۔ چنانچہ آپ کے عمامہ کا نام سحاب تھا۔

آپ ﷺ کے خچروں کا بیان

آپ ﷺ کے پاس سات خچر تھے۔ ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ نے خچروں کی سواری کی ہے اور عرب میں خچروں کا رواج نہیں تھا۔ (صفحہ ۴۰۲)

آپ نے ان میں سے کسی کو خریدا نہیں تھا۔ سب ہدیہ کے تھے۔ آپ کے پاس متعدد خچر تھے۔ جس پر آپ سواری فرماتے تھے جس کی تفصیل یہ ہے۔

❶ دلدل: زہری نے کہا کہ فروہ جذامی نے آپ ﷺ کو ہدیۃً دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ شاہ مقوقس نے دیا تھا۔ (ابن سعد جلد اصفحہ ۴۹۱)

علقمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے بھی ذکر کیا ہے کہ آپ کے خچر کا نام دلدل تھا آپ اس پر سوار ہو کر سفر فرماتے تھے۔ ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے زمانے تک رہا۔ آپ نے اس پر سوار ہو کر خوارج سے قتال کیا۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۴۰۳)

❷ فضہ: ابوحمید الساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے ذکر کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ کو شاہ ایلہ نے دیا تھا۔ اسی نے آپ ﷺ کو چادر بھی دی تھی اور خط بھی لکھا تھا۔

ابن سعد میں ہے کہ فضہ نامی خچر فروہ نے دیا تھا۔ (جلد اصفحہ ۴۹۱)

فائدہ: اسی کو بیضاء بھی کہا گیا ہے۔ جنگ حنین میں آپ اس پر سوار فرماتے تھے اور ابوسفیان اس کی لگام پکڑے

تھے۔ (بخاری صفحہ ۴۰۳)

امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے ترکہ میں یہ خچر بھی تھا۔ آپ نے چھوڑ کر اسے وفات پائی ہے۔ (جلد ا صفحہ ۴۰۲)

۳ یہ وہ خچر تھا جسے ابن العلماء نے ہدیۃً دیا تھا۔

ابوحمید الساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ابن العلماء کا قاصد آیا۔ اس نے آپ کو خط اور ایک خچر دیا۔ (مسلم، بخاری جلد ا صفحہ ۴۴۸، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۰۴)

۴ یہ وہ خچر تھا جسے شاہ کسریٰ نے دیا تھا۔ ابوصالح الشامی نے ذکر کیا ہے کہ اس کے لڑکے نے دیا تھا۔

۵ دومۃ الجندل نے بھیجا تھا۔

۶ نجاشی نے بھیجا تھا۔

۷ حمارہ شامیہ۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۰۵)

حافظ ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک خچر تھا۔ (جلد ا صفحہ ۱۵۹)

گدھے کی سواری

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے گدھے پر بھی سواری فرمائی ہے۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ گدھے پر سوار تھا اور سورج غروب ہو رہا تھا۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۷۶)

گدھے کی سواری حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی سواری ہے۔ چونکہ اس میں تواضع و مسکنت ہے اور غرباء مساکین کی سواری ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جابرہ کے مقابلہ میں مساکین کا طرز حیات پسند تھا۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس چار گدھے تھے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ صوف پہنتے تھے۔ بکریوں کا دودھ نکال لیتے تھے۔ گدھے کی سواری فرماتے تھے۔ آپ کے گدھے کا نام عفیر تھا۔

یعفور رزامل بن عمر فرماتے ہیں کہ فروہ جذامی نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ گدھا ہدیۃً دیا تھا۔

(سیرۃ الشامی صفحہ ۴۰۶، ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۹۲)

اس گدھے کے متعلق سہیل نے عجیب واقعہ بیان کیا ہے کہ جس دن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وفات ہوئی اس دن اپنے آپ کو اس نے کنوئیں میں ڈال دیا اور مر گیا۔

فَائِدَہ: عشق نبی سے سرشار تھا جدائی برداشت نہ کر سکا اور زندگی پر موت کو ترجیح دی۔

❸ ایک گدھا حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا۔

❹ ایک صحابی نے دیا تھا۔ جس کا واقعہ یہ ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ گدھا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول سوار ہو جایئے یہ کہہ کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی سواری کے زیادہ مستحق ہو۔ ہاں مگر یہ کہ تم مجھے دے دو۔ اس نے کہا میں نے آپ کو بخش دیا۔ (مسند احمد جلد۵ صفحہ ۳۵۳)

آپ پیدل تشریف لے جا رہے تھے۔ اس پر اس شخص نے آپ کی خدمت میں پیش کیا یہ تھی حقیقی محبت کہ آپ کو پیدل خود کو سواری کے ساتھ دیکھا تو سواری بخش دی۔ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کی سواری فرمائی ہے۔

اپنی سواری پر بٹھانے کے متعلق آپ کی عادت مبارکہ

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی سفر فرماتے یا غزوہ میں تشریف لے جاتے تو اپنے اصحاب میں سے کسی کو ہمیشہ بٹھاتے۔ مسند احمد اور بخاری کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لا رہے تھے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تنہا بھی سواری پر تشریف فرماتے اور کبھی اپنے ساتھ دوسرں کو بھی ردیف بنا کر سوار فرما لیتے۔ چنانچہ ابو صالح الشامی نے ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فہرست شمار کرائی ہے۔ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقع پر اپنے ساتھ سوار فرما کر سفر کیا۔ ① صدیق اکبر ② ابو ذر ③ علی بن ابی طالب ④ حضرت عثمان ⑤ عبداللہ بن عباس ⑥ اسامہ بن زید ⑦ ابو ملیح بن اسامہ ⑧ زید بن ثابت ⑨ سہل بن بیضا ⑩ معاذ ابن جبل ⑪ حذیفہ بن یمان ⑫ فضل بن عباس ⑬ عبداللہ بن جعفر ⑭ ابو ہریرہ ⑮ حضرت قثم ⑯ زید بن حارثہ ⑰ ثابت الضحاک ⑱ شرید بن السوید ⑲ سلمہ بن عمر ⑳ علی بن ابی العاص ㉑ بنی مطلب کا ایک غلام ㉒ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔ اکتالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ردیف ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی ردیف بنایا ہے۔ (سبل الہدی صفحہ ۳۷۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ گنجائش ہو تو ساتھ میں کسی کو سوار کر لے۔ خصوصاً اسکوٹر موٹر سائیکل میں تو آسان سہل ہے۔ تنہا ہو تو کسی کو بٹھانے سے انکار کرنا مروت انسانی کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات جو کار و اسکوٹر پر کسی کو بٹھانا شان اور وقار کے خلاف سمجھتے ہیں یہ کبر یا ناپسندیدہ بات ہے۔ کسی کو نفع حاصل ہو جائے تو یہ بڑی مبارک بات ہے۔

سواری کے پیچھے بچوں کا بٹھانا

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو گھر کے بچے آپ سے ملاقات کرتے میں بھی گیا۔ آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک بچہ آیا آپ نے اسے پیچھے بٹھایا۔ ہم لوگ تین سوار مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لائے اور آپ نے قثم (ابن عباس کے بھائی) کو سامنے بٹھا رکھا تھا اور فضل کو پیچھے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس ہوتے تو یہ بچے آپ کے پاس استقبال اور شوق ملاقات سے پہنچتے۔ آپ ان کو آگے پیچھے بٹھا لیتے۔ یہ محبت اور ملاطفت کی بات ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص سفر سے واپس آئے یا کسی کی سواری پر بچے ازراہِ محبت بیٹھ جائیں تو ان کو ڈانٹنا اور اتارنا اچھی بات نہیں ہے۔ گاڑی خالی ہے اور بچے شوق سے بیٹھ جاتے ہیں تو ان کو ازراہ محبت بیٹھنے دیں۔ ہاں مگر یہ کہ وہ شرارت نہ کریں۔ اسی طرح اگر گھر کے بچے اسٹیشن وغیرہ پہنچ جائیں تو ان کو ساتھ لانا ازراہ محبت مسنون ہے۔

بکری پالنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

بکریاں پالنا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بکریاں تھیں۔

محمد بن عبداللہ بن حصین ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بکریاں تھیں جو احد پہاڑ کے پاس دن میں چرتی تھیں اور رات کے وقت آپ کے گھر کے اردگرد پھرتی تھیں۔ ایک بکری جس کا نام قمر تھا۔ ایک دن آپ نے نہیں پایا۔ آپ نے معلوم کیا کہ کیا ہوئی۔ کہا گیا مرگئی اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا چمڑا کیا ہوا۔ کہا وہ تو مرگئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردہ کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

(ابن سعد صفحہ ۴۹۶، سبل جلد ۷ صفحہ ۴۱۳)

کتنی بکریاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں

لقیط بن صبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں وفد کے ساتھ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات ہوئی۔ ایک تھال پیش کیا گیا جس میں کھجور تھے اور حریرہ پکانے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ بنا اسے ہم نے کھایا، تھوڑی دیر گزری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا تمہارے لئے کچھ بنا تم نے کچھ کھایا۔ ہم نے کہاں ہاں۔ پھر چرانے والا بکریوں کو چراگاہ کی طرف لے جارہا تھا کہ ایک بکری کے چیخنے کی آواز ہوئی۔ آپ نے فرمایا بچہ دیا کیا۔ اس نے کہا ہاں بچہ دیا۔ آپ نے فرمایا اس کے بدلے ایک بکری ذبح کرلو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم یہ نہ سوچو کہ میں نے تمہاری وجہ سے ذبح کیا۔ ہمارے پاس سو بکریاں ہیں۔ اس سے زائد ہم نہیں رکھنا چاہتے۔ جب چرانے والا بچہ پیدا ہونے کی خبر دیتا ہے تو اس کے بدلے ایک بکری ذبح کر لیتے ہیں۔ (مسند احمد، سبل الہدیٰ جلد ا صفحہ ۴۱۲)

آپ کے پاس سو بکریاں رہتیں۔ اس سے زائد آپ نہ ہونے دیتے۔ چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی زادالمعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو بکریاں پالی تھیں۔ سو سے زائد نہیں ہونے دیتے جہاں زیادہ ہوتیں ذبح کردیتے۔ (جلد ا صفحہ ۱۶۰، ابن سعد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ ہر چیز کا نام رکھتے۔ گھوڑے، اونٹ حتی کہ عمامہ تک کا بھی نام رکھ رکھا تھا۔ عربوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز کے ناموں کو متعین کر کے اس سے پکارتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے بعض بکریوں کا نام بھی متعین کر رکھا تھا۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی دس بکریوں کے نام یہ تھے:

عجوہ، زمزم، سقیا، برکتہ، ورسہ، اطلال، اطراف، فجرہ، غوشہ، یمن۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریاں ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا چرایا کرتی تھیں۔ (ابن سعد صفحہ ۴۹۵، سبل الہدی جلد ۷ صفحہ ۴۱۳)

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ کے پاس سات بکریاں وہ رہتی تھیں جو دودھ دیتی تھیں۔ ام ایمن ان کو چرایا کرتی تھیں۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)

گائے

ابو صالح شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عیون کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے نہیں پالی ہے۔ عورتوں کی جانب سے جو گائے کی قربانی کا واقعہ آتا ہے۔ شاید آپ نے قربانی کے وقت خریدا ہو۔

(سبل الہدی جلد ۷ صفہ ۴۱۳)

بھینس کے پالنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ خطہ عرب میں اس کی پیداوار نہیں ہے۔

بکریوں کے دودھ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا گزر بسر

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں کے لئے سات بکریاں تھیں۔ چرانے والا ان بکریوں کو کبھی جمار میں کبھی احد کے مقام پر چراتا اور شام کو ہم لوگوں کے یہاں چلی آتی تھیں۔ ہم لوگوں کا گزر بسر اونٹ اور بکریوں کے دودھ پر تھا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۹۶)

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا کھاتے تھے کس چیز پر گزر بسر تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہمارے انصاری پڑوسی خدائے پاک ان کو جزائے خیر دے۔ ان کے پاس بکریوں کا دودھ ہوتا تھا۔ وہ ہدیۃً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتے تھے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۰۳)

تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بکریاں چرائی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی ایسے نہیں آئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا آپ نے بھی۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ مکہ والوں کی بکریاں چند قراریط کے عوض چراتا تھا۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

عبید ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام نبیوں نے بکریاں چرائی ہیں۔ پوچھا

کہ کیا آپ نے بھی چرائی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے بھی۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

قراریط، قیراط کی جمع ہے۔ یہ کسی مقام کا نام نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اجرت پر چرایا کرتے تھے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پیلو درخت کے پاس سے گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر اس کا سیاہ لازم ہے۔ یعنی جو کالا ہے وہ لینا کہ مفید ہوتا ہے۔ میں جب بکریاں چرایا کرتا تھا تو اسے توڑتا تھا۔ یعنی میرا تجربہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا آپ نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں کوئی نبی ایسے نہیں ہوئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

ابواسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اونٹ بکری والوں نے آپس میں مفاخرانہ باتیں کہیں۔ اونٹ والوں نے خوب اپنی فوقیت ظاہر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی گئی۔ آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی بنائے گئے اور وہ بکریاں چراتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نبی بنائے گئے اور وہ بکریاں چراتے تھے۔ میں نبی بنایا گیا اور اپنے خاندان کی بکریاں مقام جیاد میں چرایا کرتا تھا۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۷۵، فتح الباری صفحہ ۴۴۱)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ محمد بن اسحاق اور واقدی کی رائے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس سال کی عمر میں بکریاں چرائی ہیں۔ آپ نے حضرت حلیمہ کے یہاں بچپن میں اپنے رضائی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرائیں۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۷۹)

بکریاں چرانے کی حکمت

تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بکریاں چرانے کا کام لیا گیا۔ اس وجہ سے کہ تواضع و مسکنت پیدا ہو۔ بردباری آئے۔ قوت برداشت پیدا ہو۔ شفقت و مہربانی کی عادت پیدا ہوتا کہ قوم کی قیادت اور رہنمائی پر مصائب و شدائد جھیلنے کی عادت ہو۔ تحمل اور برداشت کرتے ہوئے اپنی محنت دعوت تبلیغ باقی رکھے (ورنہ تو گھبرا کر چھوڑ دے گا) بکریاں اس وجہ سے اختیار کی گئیں کہ یہ کمزور ہوتی ہیں۔ اگر غصہ سے کہیں مار دیا تو مر جائیں گی اس لئے برداشت کا مادہ رہے گا اور یہ کہ ضد نہیں کرتیں مان لیتی ہیں اور ڈرتی ہیں۔

نیز اس وجہ سے کہ بکریاں جنتی جانور ہیں اور ان کی فطرت میں سلامتی اور صفائی ہے، جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزاج کے مناسب ہے۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بکریاں چرانا امت کی گلہ بانی کا دیباچہ اور پیش خیمہ تھا۔ امت کے افراد بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کمال شفقت و رأفت سے ان کو للکار کر اپنی طرف بلاتے رہتے ہیں اور امت کی اس بے اعتنائی سے ان حضرات کو جو تکلیف اور مشقت پہنچتی ہے اس پر صبر اور تحمل فرماتے ہیں۔ (سیرۃ مصطفیٰ صفحہ ۹۸)

بکریوں کا پالنا بہترین معیشت ہے

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اعمال میں بہترین عمل کھیتی اور بکریاں پالنے کا ہے، یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مشغلہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک نے معیشت کھیتی اور بکریوں میں رکھی ہے۔ (ابن ابی الدنیا صفحہ ۹۱)

بکریوں کے پالنے کا حکم

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکری پالو، بلاشبہ اس میں برکت ہے۔

(ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر بکریوں کا پالنا لازم ہے کہ وہ جنتی جانور ہے۔ (مجمع صفحہ ۷۰)

فائدہ: بکریوں کے پالنے کا حکم سنت اور استحباب کے اعتبار سے ہے۔ چونکہ اس میں بڑے فوائد و برکات ہیں۔ دنیاوی نفع بیچ کر مال کا حاصل کرنا یا گوشت کا فائدہ ہے۔ دینی نفع اس کی خدمت اور دیکھ بھال کا ثواب ہے۔

اس سے معلوم ہوا جو لوگ بکریوں کے پالنے پر نکیر کرتے ہیں۔ اسے برا سمجھتے ہیں۔ اس معصوم جانور سے اگر کوئی نقصان ہو جائے تو برہم ہو جاتے ہیں۔ جانور کو اور اس کے مالک پر سخت سست کہتے ہیں۔ یہ اصول و مزاج شریعت سے ناواقفیت کی بات ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں اہل تمول کو بکریاں اور غریبوں کو مرغیاں پالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (محدثین نے اس حدیث پر جو ابن ماجہ میں ہے سخت کلام کیا ہے)۔

بکریاں جنتی جانور ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکریاں جنت کے جانوروں میں سے ہیں۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۴۳۶، ادب مفرد صفحہ ۲۴۹، موطا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکریوں کی خوب خدمت کرو۔ اس کی تکلیف دہ چیزیں دور کرو کہ یہ جانور جنت میں سے ہے۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۶۹)

فائدہ: اس کے جسم پر اگر کیڑے آ جائیں تو ان کو دور کر دے۔ زخم وغیرہ ہو جائے تو اسے دھوئے صفائی وغیرہ کر کے مرہم پٹی کر دے۔ دست کی کثرت سے پیچھے کا حصہ متاثر ہو جائے تو اسے دھو کر تیل وغیرہ لگا دے۔ غرض

کہ اس کی تکلیف و بیماری میں اس سے نفرت نہ کرے۔ خدمت کر کے ثواب پائے۔

بکریوں کی خدمت کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر بکریاں لازم ہیں کہ وہ جنتی جانور ہے۔ اس کے باڑہ میں نماز پڑھو۔ اس کی ناک صاف کرو۔ (طبرانی، مجمع صفحہ ۷۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکریوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرو (اس کی تکلیف و راحت کا خیال رکھو اس سے تکلیف دہ امور کو دور کرو)۔ وہ جنتی جانوروں میں سے ہے۔
(بزار صفحہ ۱۱۳، سبل جلد ۷ ج صفحہ ۴۱۱)

بکری پالنے کی فضیلت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکری والوں میں سکینہ اور وقار ہے۔ (مجمع جلد ۴ صفحہ ۶۹)

مسند بزار میں ہے کہ گائے اور بکری میں سنجیدگی ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

سکینہ یا سنجیدگی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے مزاج میں شرافت اور رعایت ہے۔ سخت اور باہمی عناد کا مزاج نہیں ہے جیسے کہ کتے میں ہے۔

بکریاں کمزور جانور ہیں ان کی رعایت کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت فرمائی ہے کہ یہ کمزور جانور ہے۔ (طبرانی، سبل جلد ۷ صفحہ ۴۱۲)

بسا اوقات جانوروں کی شرارت سے غصہ آجاتا ہے اور غصہ میں اسے مارنے لگتا ہے۔ اسی طرح کچھ سامان ضائع کر دے یا کچھ کھا لے تو اس کی سخت پٹائی کرنے لگتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ بے عقل جانور ہے۔

سب دودھ نہ نکالے

عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو بکریوں کا دودھ نکال رہا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا۔ اے فلاں جب تم دودھ نکالو تو اس کے بچے کے لئے چھوڑ دو۔
(مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۹۶)

یعنی بالکل ختم ہی نہ کر ڈالو بلکہ اس کے بچے کے پینے کے لئے چھوڑ دو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس کے سبب دودھ ہوا اس کے لئے چھوڑ دو۔ بعض لوگ تھن میں ایک قطرہ دودھ نہیں رہنے دیتے۔ اس کی ممانعت ہے۔

بکریاں باعث برکت ہیں

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے تمہارے یہاں برکت میں سے کچھ نہیں دیکھ رہا ہوں۔ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کون سی برکت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لے رہے ہیں)۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں میں برکت اتاری ہے۔ بکری، کھجور کے درخت اور آگ میں۔ (مجمع جلد۴ صفحہ ۶۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے پوچھا تمہارے گھر میں کتنی برکت ہے یعنی بکریاں۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۳۰۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکری برکت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے معیشت کو پیدا کیا تو کھیتی اور بکریوں میں برکت رکھی۔ (کنز جلد۴ صفحہ ۳۲)

بکریوں سے برکتوں کی تعداد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکری گھر میں برکت ہے۔ دو بکریاں دو برکت، تین بکریاں تین برکت ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۷۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں جس کے گھر میں یا جس کے پاس بکریاں ہوں مگر دن میں دو مرتبہ اس پر برکت نازل ہوتی ہے۔ یعنی دو مرتبہ دودھ جیسی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

(سبل الھدی جلد ۷ صفحہ ۴۱۱، بزار)

فرشتوں کی دعاء رحمت

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تین بکریاں رہتی ہوں فرشتے ان گھر والوں پر صبح تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۹۶)

فائدہ: معلوم ہوا کہ گھر میں بکریوں کا ہونا باعث رحمت ہے۔

جانوروں کے نقصان پہنچانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانوروں کے نقصانات معاف ہیں ضمان اور تاوان واجب نہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۰۲۱، مسلم صفحہ ۷۳)

مطلب یہ ہے کہ جانور اگر خود سے نقصان پہنچا دے مثلاً کسی کی روٹی وغیرہ کھالے یا دال وغیرہ پی لے یا

گھاس وغیرہ چر جائے یا کھیت کا نقصان کر جائے یا کپڑا کاغذ وغیرہ چبا جائے جیسا کہ عموماً بکریوں کی عادت ہوتی ہے تو ایسی صورت میں اس جانور کو زدوکوب کرنا مار پیٹ یا مالک سے لڑنا جھگڑنا اور اس سے تاوان اور نقصان پہنچائی چیز کا بدل مانگنا درست نہیں۔

جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احکام القرآن میں ذکر کیا ہے کہ جانور خود سے پھرتے ہوئے کسی کے مال یا جان میں نقصان پہنچا دے تو اس کا کوئی تاوان اور جرمانہ نہیں لیا جائے گا۔ (صفحہ ۳۳۰)

اسی طرح علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ جانور خواہ دن میں یا رات میں کسی قسم کا نقصان پہنچا دے تو اس کا کوئی ضمان یا بدل اور عوض واجب نہ ہوگا۔ (جلد ۴ صفحہ ۷۰)

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ جانور کے کسی قسم کے نقصان پہنچانے کا جسے وہ چرتے یا گھومتے ہوئے پہنچا دے کوئی تاوان اور نقصان کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی کے اونٹ کے نقصان پہنچانے کا واقعہ پیش آیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دن کو لوگوں کو خود حفاظت کرنی چاہئے اور رات کو جانوروں کے مالکان حفاظت کریں کہ وہ باندھ کر رکھیں۔

چنانچہ حرام بن محیصہ بیان کرتے ہیں کہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونٹ نے کسی کے باغ میں گھس کر نقصان پہنچا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن کو لوگ اپنے اپنے مالوں کی حفاظت کریں اور رات کو جانوروں کے مالک اس کی حفاظت کریں۔ باندھ کر رکھیں۔ (ابن ماجہ، طحاوی صفحہ ۱۱۶، احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ دن کو جانوروں کو چرنے کا موقع دیا جائے گا اور جانوروں کو چرنے وغیرہ سے منع نہیں کیا جائے گا اور نقصان کا تاوان نہیں لیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے براء ابن عازب پر کوئی تاوان مقرر نہیں فرمایا۔ بعض لوگ قاہرانہ مزاج کے ہوتے ہیں اگر دن کو جانور بکرا بکری وغیرہ ذرا نقصان پہنچا دے تو سخت نکیر کرتے ہیں نقصان کا تاوان بڑھ چڑھ کر لیتے ہیں۔ جانوروں کو باندھ دیتے ہیں بند کر دیتے ہیں۔ یہ ہرگز درست نہیں ہے جانوروں کو باندھ کر اذیت دینا تو حد درجہ ظالمانہ مزاج کی باتیں ہیں۔ شریعت اور خدائی قانون سے ناواقفیت کی بات ہے یا باوجود واقف ہونے کے ایسا کرنا انتہائی سفاکانہ باتیں ہیں۔ صاحب شریعت نے دن میں جانوروں کے چرنے کی اجازت دی ہے۔ تاہم فساد اور کسی کو نقصان میں ڈالنے کے اسباب سے احتیاط ضروری ہے کہ جانوروں کو پورا چارہ دیں۔ عادت خراب ہوگئی ہو تو باندھ کر رکھیں۔ اپنی وسعت کے اختیار کے اعتبار سے کسی کو ضرر پہنچانے کی شکل اختیار نہ کریں۔ لاضرر ولا اضرار کہ نہ خود نقصان اٹھانا اور نہ دوسروں کو نقصان میں ڈالنا اسلام کا اولین اصول ہے۔ احتیاط کے باوجود ایسا ہو جائے تو درگزر کریں۔

سفر کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ کا بیان

سفر باعث صحت ہے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفر کرو صحت حاصل ہو گی۔

(جامع صغیر صفحہ ۲۸۴، ابونعیم فی الطب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ سفر کرو صحت مند رہو گے۔ (کنز العمال جلد صفحہ ۳۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات گھر میں طول قیام سے طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ سفر سے ہوا پانی کی تبدیلی ہوتی ہے۔ مختلف علاقوں کی ہوا اور کھانے پینے سے صحت پر اثر پڑتا ہے اور تبدیلی ہوا سے طبیعت میں نشاط پیدا ہوتی ہے، مختلف لوگوں سے ملاقات و گفتگو سے طبیعت کو حظ حاصل ہوتی ہے جو صحت اور نشاط کا باعث ہے اور اس سے تجربات میں اضافہ ہوتا ہے۔

سفر جہنم کا ایک ٹکڑا ہے مشقت کا باعث ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفر مشقت کا ایک حصہ ہے کہ آدمی (حسب عادت و آرام) کھانے پینے اور سونے سے محروم رہتا ہے۔ جب ضرورت پوری ہو جائے تو گھر آنے میں جلدی کرے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹، بخاری مسلم، صفحہ ۲۴۲، دیلمی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت سفر نہ کرے اور ضرورت پوری ہو جائے تو پڑا نہ رہے کہ مال اور وقت کا ضیاع ہے کہ زندگی کے دینی و دنیاوی معمولات صحیح طور پر سہولت کے ساتھ پورے نہیں ہو پاتے۔

سفر کس دن بہتر ہے؟

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے جمعرات کے دن نکلے، آپ کو جمعرات کے دن سفر کرنا پسند تھا۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۴۱۴)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر کو پسند فرماتے تھے۔

(طبرانی کبیر صفحہ ۶۰)

مسند ابی یعلی میں بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو جمعرات کے دن بہتر سمجھتے۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ جب بھی آپ سفر کے لئے نکلتے تو جمعرات کو نکلتے۔

ابوطاہر کی روایت میں ہے کہ جب بھی آپ کسی لشکر کو بھیجتے تو جمعرات ہی کے دن بھیجتے۔

(سبل الہدی جلد ۷ صفحہ ۴۱۹)

ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ہماری امت میں برکت جمعرات کی صبح کو ہے۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعرات کے دن کا سفر بہت پسند تھا اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جماعت کو سفر میں جہاد وغیرہ کے لئے روانہ فرماتے تو جمعرات ہی کے دن روانہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے علاوہ کو جلد سفر کے لئے اختیار نہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا سفر بھی مدینہ سے جمعرات ہی کے دن شروع کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر ۲۴ ذیقعد کو ہوا تھا۔

عزالدین بن جماعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی حج کے سفر کی ابتداء جمعرات ہی کے دن لکھی ہے۔

(ہدایۃ السالک جلد ۱ صفحہ ۴۳۴)

خیال رہے کہ اکثر و بیشتر تو ایسا ہی کیا ہے مگر کسی وجہ سے جمعرات کے دن کی ترتیب نہ بیٹھی تو دوسرے دن بھی نکل جاتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا اہم سفر دوشنبہ کے دن کیا تھا۔ (زرقانی جلد ۱ صفحہ ۳۵۱)

عزالدین بن جماعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا سفر کیا تھا۔

(ہدایۃ السالک صفحہ ۴۳۵)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ کے دن سفر کیا۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۲۱۲)

اسی طرح حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ کے دن بھی سفر کیا۔ (جلد ۶ صفحہ ۱۱۳)

سہولت اور آسانی سے جمعرات کے دن کی ترتیب بن جائے تو اسی دن سفر مسنون ہے ورنہ پھر جس دن ضرورت اور موقع ہو کہ تمام دن برابر ہیں۔

صبح کی نماز کے بعد سفر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں صبح کی نماز پڑھتے اور کوچ فرماتے۔

(سبل الہدی جلد ۷ صفحہ ۴۲۱)

فائدہ: یعنی درمیان سفر بھی آپ ﷺ کوچ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھتے اور کوچ فرماتے اس کا مطلب یہ ہے کہ اشراق کے انتظار تک مؤخر نہ فرماتے۔

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ہماری امت کے لئے برکت جمعرات کی صبح میں ہے۔ (فتح جلد ۶ صفحہ ۱۱۳)

شروع دن میں سفر کرنا بہتر ہے

حضرت صخر عنابدی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ ہماری امت کے صبح کے کام میں برکت عطا فرما۔ آپ ﷺ کوئی لشکر بھیجتے تو صبح کو بھیجتے۔

راوی حدیث حضرت صخر بیان کرتے ہیں کہ میں جب تجارتی سفر کرتا تو صبح ہی کرتا، خوب نفع حاصل ہوتا۔
(سنن کبری صفحہ ۱۵۱، مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹)

فائدہ: محدثین نے "اَلْاِبْتِکَارُ فِی السَّفَرِ" باب قائم کر کے اس کی سنیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ سہولت سفر ہو تو دن کے شروع میں سفر کی ابتداء کرے۔

ظہر کے بعد سفر کے لئے نکلنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھی (پھر سفر شروع کیا) اور ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ (بخاری صفحہ ۲۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شروع دن میں بہتر ہے مگر اس کی ترتیب نہ بن سکے تو ظہر کی نماز کے بعد نکلے کہ آپ ﷺ نے ظہر کے بعد بھی سفر کیا ہے۔ اگر وقت اپنے اختیار میں ہو تو مسنون ترتیب کی رعایت کر لے یہ بہتر ہے۔

رمضان میں سفر

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے رمضان میں سفر کیا اور روزہ کی حالت میں تھے اور مقام کدید میں پہنچ کر افطار کر لیا۔ (بخاری صفحہ ۲۶۰، صفحہ ۴۱۵)

فائدہ: رمضان المبارک میں سفر کرنا کوئی حرج کی بات نہیں۔ اب اسے سفر میں اختیار ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ (عمدہ جلد ۱۴ صفحہ ۳۱۹)

حافظ رَحِمَہُ اللہُ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے جو لوگ ماہ مبارک میں سفر کو مکروہ خیال کرتے ہیں اس کا دفاع ہوتا ہے۔ (جلد ۶ صفحہ ۱۱۴)

رمضان میں سفر بلا کراہت درست ہے

ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ سے مکہ سفر فرما ہوئے اور روزہ رکھا اور مقام عسفان میں آپ نے پانی سے لوگوں کو دکھاتے ہوئے افطار کر لیا پھر روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ مکہ آ گئے اور یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۶۱)

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے رمضان میں سفر کا باب قائم کر کے اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جمعہ کے دن سفر کی اجازت

ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب کو جمعہ کے دن سفر کرتے دیکھا۔ میں نے کہا آپ جمعہ کو سفر کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جمعہ کے دن سفر کیا ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ جمعہ سفر سے نہیں روکتا تاوقتیکہ نماز کا وقت نہ آ جائے۔ (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۴۱۴)

قیس ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک آدمی کو دیکھا جس پر سفر کے نشانات تھے۔ آپ نے سنا وہ کہہ رہا تھا۔ اگر جمعہ نہ ہوتا تو آج میں سفر میں نکل جاتا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا۔ سفر کر لو، جمعہ سفر سے نہیں روکتا۔ (کنز جلد ۶ صفحہ ۱۴۱۴)

جمعہ کے دن سفر کب ممنوع ہے؟

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن سفر میں کوئی حرج نہیں تاوقتیکہ جمعہ کا وقت نہ آ جائے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں جب جمعہ (کا وقت) آ جائے تو سفر میں مت نکلو، یہاں تک کہ جمعہ پڑھ لو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

جمعہ کے دن سفر کی شرعی حیثیت

جمعہ کے دن آپ ﷺ کا سفر

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن چاشت کے وقت نماز جمعہ سے پہلے سفر کیا۔ (مصنف نمبر ۵۵۴۰، زاد المعاد)

آپ ﷺ کا جمعہ کے دن سفر پر روانہ فرمانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہاد کے لئے بھیجنا چاہا تو اتفاق سے وہ جمعہ کا دن پڑا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفقاء کو بھیج دیا اور خود یہ ارادہ کیا کہ آپ کے ساتھ جمعہ پڑھ کر نکلوں گا اور پھر ان سے جا ملوں گا۔ چنانچہ نبی پاک ﷺ نے ان کو نماز میں دیکھا تو پوچھا۔ رفقاء کے ساتھ جانے سے تم کو کس نے روکا؟ انہوں نے کہا۔ میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا، پھر ان سے جا ملوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم زمین کے سارے خزانے کو صرف کر ڈالو پھر بھی تم ان کے صبح چلے جانے کے ثواب کو نہیں پا سکتے۔ (مسند احمد، زاد المعاد جلد ا صفحہ ۳۸۳)

اس سے معلوم ہوا کہ زوال سے قبل جمعہ کے دن سفر کرنے میں کسی بھی درجہ کی قباحت نہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ سفر کو نہیں روکتا۔

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فراغت جمعہ کے بعد ایک شخص کو دیکھا جس پر سفر کے کپڑے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا میں نے سفر کا ارادہ کیا تو مکروہ سمجھا کہ جمعہ کی نماز سے قبل نکل جاؤں (اسی وجہ سے نماز کا منتظر رہا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جمعہ تم کو سفر سے نہیں روکتا تاوقتیکہ جمعہ کی نماز کا وقت نہ آ جائے۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۷۵)

اس کے برخلاف بعض حضرات جمعہ کے دن سفر کو اچھا نہیں سمجھتے، چنانچہ معمر سے منقول ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن کثیر سے جمعہ کے دن سفر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے مکروہ قرار دیا۔

اسی طرح امیر المؤمنین ابن مبارک نے اوزاعی سے انہوں نے حسان بن عطیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ آدمی جب جمعہ کے دن سفر کرتا ہے تو دن اس پر بد دعا دیتے ہوئے یہ کہتا ہے اس کی ضرورت میں اس کی اعانت نہ کی جائے اور کوئی اس کا مصاحب نہ بنے۔ (مصنف ۵۵۴۲، زاد المعاد صفحہ ۳۸۵)

حضرت امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے دوقولوں میں سے ایک قول میں ممانعت منقول ہے۔

ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے زاد المعاد میں احناف کا قول جمعہ کے دن جواز سفر کا مطلقاً لکھا ہے جو بظاہر اطلاق کی وجہ سے تحقیقاً درست نہیں۔ درمختار میں شرح منیہ کے حوالہ سے صحیح قول یہ ہے کہ زوال کے بعد نماز سے قبل سفر مکروہ ہے۔ البتہ زوال سے قبل مکروہ نہیں ہے۔

علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے تحقیق فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ زوال سے قبل چونکہ وجوب متوجہ نہیں ہوتا اس وجہ سے سفر جائز ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۱۲۶)

یہی معمول بہ اور مفتی بہ قول ہے۔

رات کا سفر بہتر ہے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا رات میں سفر کیا کرو، زمین رات میں لپٹتی ہے، یعنی جلدی مسافت طے ہوتی ہے۔ (حاکم، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۳)

خالد بن معدان کی حدیث میں ہے کہ رات میں جس طرح زمین لپٹتی ہے اس طرح دن میں نہیں لپٹتی۔

(کنز جلد ۶ صفحہ ۴۰۳)

فَائِدَہ: رات میں سفر میں برکت ہوتی ہے۔ مسافت کا احساس نہیں ہوتا، اگر پیدل ہو تو بھی تعب کا احساس نہیں ہوتا۔ دھوپ اور گرمی سے بھی حفاظت رہتی ہے۔ عرب جیسے گرم علاقے کے لئے رات کا سفر موزوں ہے۔ ویسے بھی ہر علاقے کے لئے ہر موسم میں رات کا سفر بہتر اور پرسکون ہوتا ہے۔

سفر سے پہلے رفیق سفر کی تلاش

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ گھر سے پہلے پڑوسی کو سفر سے پہلے رفیق کو تلاش کرلو اور کوچ کرنے سے پہلے سفر خرچ کا انتظام کرلو۔ (اتحاف جلد ۶ صفحہ ۲۹۸)

حضرت خفاف رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا: اے خفاف سفر کرنے سے پہلے اپنے ساتھی کو تلاش کرلو۔ (اتحاف جلد ۶ صفحہ ۲۹۸)

فَائِدَہ: سفر سے پہلے کوئی شریک و رفیق سفر کا انتظام کرلے تاکہ سفر میں ایک دوسرے سے تعاون حاصل ہو۔ تنہائی کی وحشت سے پریشان نہ ہو، رفاقت سے سفر خوشگوار ہوتا ہے۔

شرح احیاء میں ہے کہ ایسا رفیق تلاش کرے جو اس سے محبت رکھنے والا اور اس کی اعانت کرنے والا ہو۔

(جلد ۴ صفحہ ۲۲۴)

تنہا سفر کی ممانعت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگ جان لیتے کہ تنہا سفر میں کیا نقصان ہے تو کوئی رات میں تنہا نہ چلتا۔ (بخاری صفحہ ۴۲۱، مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(مسند احمد، اتحاف جلد ۶ صفحہ ۲۹۸)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکیلا سفر کرنے والا شیطان ہے۔ دو بھی شیطان ہے اور تین جماعت وقافلہ ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹)

حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے نہ تو کوئی تنہا سفر کرے اور نہ کوئی اکیلے گھر میں سوئے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۱)

فائدہ: عہد قدیم میں چونکہ سفر پیدل یا اونٹ یا گھوڑوں پر ہوتا تھا۔ پر خطر، مہیب لق ودق جنگل و بیابان سے گزرنا ہوتا تھا۔ چوروں ڈاکوؤں کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اب اس زمانہ میں اس قدر پر خطر نہیں اس لئے ضرورت پر یا اچانک واتفاقاً نوبت تنہا سفر کی آ جائے تو ممانعت میں داخل نہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب "سَیْرُ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ" سے حسب ضرورت جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تاہم پھر بھی اکیلے سفر نہ کرے۔ رفیق سفر تلاش کرے تاکہ پاخانہ پیشاب کے موقع پر، اسی طرح وضو نماز اور سامان وغیرہ کی حفاظت میں سہولت ہو۔ کوئی پریشانی پیش آ جائے تو اعانت حاصل ہو سکے۔ دو آدمی سفر میں ہو جائیں تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "سَفَرُ الاِثْنَیْنِ" باب قائم کر کے اس کے درست اور مشروع ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۳۹۹)

خیال رہے کہ اچانک کسی ضرورت سے تنہا سفر کی نوبت آ جائے تو اکیلے بھی سفر کرنا بلا کراہت شرعی درست ہے۔

سفر سے پہلے نماز مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میں تجارت کے سلسلے میں بحرین کے سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو رکعت نماز پڑھنے کو کہا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم گھر آؤ تو دو رکعت نماز پڑھو، آمد کے تمام ناپسندیدہ امور سے محفوظ رہو گے اور گھر سے نکلو تو دو رکعت نماز پڑھو۔ سفر کی تمام ناپسندیدہ باتوں سے محفوظ رہو گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

حضرت معطی بن مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنے گھر والوں

میں سفر کے ارادہ کے وقت جو دو رکعت نماز پڑھتا ہے۔ اس سے بہتر کوئی نائب نہیں چھوڑ جاتا۔

(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۷۸، اذکار نووی صفحہ ۲۵۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کرنے والا اپنے اہل وعیال میں اپنا جانشین اور کار پرداز جو خدائے تعالیٰ کو محبوب ہے ان چار رکعت سے بڑھ کر نہیں چھوڑ جاتا جسے وہ اپنے گھر میں پڑھے۔ (اتحاف جلد۶ صفحہ ۴۰۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلتے تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے۔

(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۸۱)

فائدہ: سفر کا جب ارادہ کرے اور گھر سے نکلنے لگے تو ۲ یا ۴ رکعت نماز پڑھ لینا مسنون ہے۔ اس کے بڑے فوائد و برکات ہیں۔

افسوس کہ آج یہ مسنون طریقہ امت سے جاتا رہا۔ کہیں سفر میں جانا ہو سامان اٹھایا اور اہل وعیال سے گفتگو کی اور چل دیا۔ عوام تو عوام اہل علم و فضل بھی اس میں متساہل ہیں۔ اللہ پاک اس سنت کو ماحول میں زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ سفر کی ۲ رکعت نماز میں اول میں سورۂ کافرون اور دوم میں قل ہو اللہ احد پڑھے۔ اور بعضوں نے کہا کہ اول میں سورۂ فلق اور دوسری میں سورۂ ناس پڑھے۔ جب سلام سے فارغ ہو جائے تو آیۃ الکرسی پڑھے۔ روایت میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے آیۃ الکرسی پڑھ لے گا واپسی تک تمام مکارہ اور ناپسندیدہ باتوں سے محفوظ رہے گا۔ (اذکار صفحہ ۲۵۰)

اس کے بعد سفر کی دعائیں پڑھے جو دعاؤں کے ذیل میں ہے۔ جو بڑی برکات اور دینی و دنیوی فوائد کا حامل ہے۔

سفر میں کھانے پینے کا سامان ساتھ رکھنا

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان سے کیا تو میں نے سفر کا کھانا آپ کے لئے تیار کیا۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۴۱۸)

حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا کہ وہ خیبر کے سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلے تو جب نشیب خیبر کے مقام صہبا میں ہم لوگ پہنچے تو عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ نے کھانا منگوایا تو ستو کے سوا کچھ نہ آسکا (رفیقوں کے پاس ستو ہی تھا جو زاد سفر تھا) اسے ہی ہم لوگوں نے پھانکا اور پانی پی لیا۔

(جلد۱ صفحہ ۴۱۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ۳ سو آدمی نکلے اور توشۂ سفر اپنی اپنی گردن پر لادے ہوئے تھے۔ جب وہ ختم ہو گیا تو ایک ایک کھجور پر ہم لوگ گزر کرنے لگے۔ (جلد ا صفحہ ۴۱۹)

فائدہ: سفر کے لئے ضروری سامان روپیہ اور سہولت کے لئے کھانا پینا لے کر جانا شریعت نے حکم دیا ہے تاکہ دوسروں سے ذلت سوال کی نوبت نہ آئے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نسائی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ لوگ حج کا سفر بلا توشہ اور اخراجات سفر کے کیا کرتے تھے (اور راستہ میں مانگتے تھے) تو اس پر اللہ پاک نے "تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى" نازل فرمائی۔ (جلد ۱۴ صفحہ ۲۳۶)

سفر کرتے وقت کھانے پینے کا حسب ضرورت سامان اور اخراجات سفر رکھنا لازم ہے۔

کھانے پینے کا سامان لے کر چلنا یہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ توشۂ سفر ساتھ رکھنا مشروع ہے۔ یعنی سنت کے خلاف نہیں بلکہ سنت ہے۔ اس میں سہولت بھی رہتی ہے اور بندوں پر دھیان نہیں رہتا، فراغت و اطمینان کے ساتھ وقت یادالٰہی میں گزرتا ہے۔

اسلاف صالحین کا یہی معمول رہا ہے۔ عموماً سفر کے لئے ایسا خورد و نوش کا سامان لے جو خشک ہو جلدی خراب نہ ہو۔

سفر میں جانے والے کو کیا وصیت و نصیحت کرے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول میں سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ ہمیں نصیحت فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تقویٰ کو اختیار کرو، اونچی جگہوں پر چلو یا چڑھو تو تکبیر اللہ اکبر کہو۔

جب وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوا تو آپ نے (دعا دیتے ہوئے) کہا:

"اَللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ"

ترجمہ: "اے اللہ اس کی مسافت طے فرما اور سفر آسان فرما۔" (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۴)

سفر میں جاتے وقت اللہ کے حوالہ کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات سے رخصت فرماتے تھے:

"اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ" (اذکار صفحہ ۲۵۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ لقمان حکیم نے کہا۔ جب کوئی چیز اللہ پاک کے حوالہ کر دی جائے تو وہ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو سفر کا ارادہ کرے تو اس

کے متعلقین کو چاہئے کہ یہ کہیں:

"اَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا یُضِیْعُ وَدَائِعَہٗ" (اتحاف جلد ۶ صفحہ ۴۰۳)

ترجمہ: "تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں جو سپرد کردہ کو ضائع نہیں کرتا۔"

حضرت موسیٰ وردان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سفر کا ارادہ کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا، انہوں نے کہا میں تم کو وہ نہ سکھا دوں جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھایا رخصت سفر کے وقت۔ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا (یہ کلمہ ہے)

"اَسْتَوْدِعُکَ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ وَدَائِعَہٗ"

ترجمہ: "میں اللہ کے حوالہ کرتا ہوں جو حوالہ کردہ کو ضائع نہیں کرتا۔" (اتحاف جلد ۶ صفحہ ۴۰۱)

سنت یہ ہے کہ سفر میں جانے والے کو اس کے احباب و متعلقین و اہل خانہ تو دیع کریں۔ اللہ کے حوالہ ہونے کی دعا دیں۔ اس طرح وہ مسافر خدا تعالیٰ کے نزدیک محفوظ ہو جاتا ہے۔ وہ انشاء اللہ ضیاع وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔ چنانچہ اللہ پاک کے حوالہ و سپرد کرنے سے حفاظت کا ایک عجیب واقعہ ہے جو کتب حدیث میں مذکور ہے۔

سفر میں جانے والے کو فی حفظ اللہ کہنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا۔ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کب؟ اس نے کہا کل انشاء اللہ۔ چنانچہ وہ آیا تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کہا "فِیْ حِفْظِ اللّٰہِ وَفِیْ کَنْفِہٖ" پھر فرمایا۔ اللہ تجھے توشہ تقویٰ عطا فرمائے۔ تیرے گناہ معاف فرمائے۔ جہاں جائے جب جائے خیر اور بھلائی تیرے ساتھ رہے۔ (طبرانی، اتحاف صفحہ ۴۰۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ رخصت کرتے وقت فی حفظ اللہ کہنا مشروع و مسنون ہے۔ البتہ سلام کے بجائے صرف خدا حافظ کہنا خلافِ سنت رسم ہے جو قابل ترک ہے۔

سفر میں جانے والے کو "جاؤ اللہ کے نام سے" کہنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رخصت کیا تو بقیع غرقد تک ساتھ تشریف لائے اور فرمایا "جاؤ اللہ کے نام سے" اے اللہ ان کی مدد فرما۔ (حاکم جلد ۲ صفحہ ۹۷)

فائدہ: سفر میں جانے والے کو "جاؤ اللہ کے نام سے" کہنا سنت ہے۔ چنانچہ ہمارے ماحول میں رائج بھی ہے۔ یہ حدیث اس کی اصل ہے۔

امیر کسے بنائے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم سفر کرو تم میں سے جو

سب سے زیادہ پڑھا ہوا سے امام بناؤ خواہ کم عمر ہی سہی۔ جب وہ امام ہو جائے گا تو وہی امیر بھی ہوگا۔
(مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ ۲۵۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جو عالم، صالح، صاحب فہم ہو اسے امیر بنائے۔ محض مال کی بنیاد پر امیر نہ بنائے۔

اتحاف السادہ میں ہے کہ امیر ایسے کو بنائے جو اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو، نرم برتاؤ کرنے والا ہو، ایثار کا مزاج رکھتا ہو۔ (جلد۶ صفحہ ۳۹۸)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں امیر ان اوصاف کا حامل ہو۔

مناسب یہ ہے کہ امیر ایسے شخص کو بنائیں جو ایک جانب خوش اخلاق اور نرم مزاج ہو اور دوسری جانب عاقل اور تجربہ کار ہو۔ سلوک واحسان کرنے میں راغب اور ایثار پیشہ ہو اور ایثار کا معنی یہ ہے کہ اپنی حاجت پر دوسروں کو مقدم رکھنے والا ہو۔ (اسوۃ الصالحین صفحہ ۲۱۲)

امیر ہو جائے تو حاکمانہ اور متکبرانہ طرز اختیار نہ کرے کہ امیر خادم ہوتا ہے۔ اپنے رفقاء کے ساتھ تواضع سے پیش آئے اور ان کی خدمت کرے۔

اگر سفر میں دو سے زائد ہوں تو کسی کو امیر بنانا سنت ہے

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جب سفر میں تین آدمی ہوں تو ایک کو امیر بنالو۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۳۹، ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سفر میں ہو تو ایک کو اپنا امیر بنالے۔ (مسند بزار جلد۲ صفحہ ۲۶۷، مجمع جلد۵ صفحہ ۲۵۸)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب تم تین آدمی ہو تو سفر میں اپنا ایک امیر بناؤ۔ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ (بزار جلد۲ صفحہ ۲۶۷)

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ دو بھی ہوں تب بھی امیر بنالے۔ (مرقات جلد۴ صفحہ ۲۱۶)

سفر میں متعدد رفقاء ہوں تو ایک کو امیر مقرر کر لینا سنت ہے۔ لوگ امیر سے مشورہ کریں اور مشورہ سے امور انجام دیں۔

علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ امیر کے تحت رہے، اختلاف میں اس کا فیصلہ انتشار سے محفوظ رکھے گا۔
(جلد۷ صفحہ ۳۳۹)

سفر میں جانے والے سے دعا کی درخواست

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے عمرہ کی اجازت آپ

ﷺ سے چاہی تو آپ نے اجازت دی اور فرمایا۔ اے میرے بھائی، اپنی نیک دعاؤں میں ہمیں یاد رکھنا، ہمیں بھولنا نہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۴۲۷)

فائدہ: مسافر کی دعاء قبول ہوتی ہے۔ اس لئے سفر میں جانے والے کو جہاں دعا دے وہاں اس سے دعا کی درخواست بھی کرے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ روزہ دار کی دعاء، مسافر کی دعاء، مظلوم کی دعا۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۶۱، بیہقی، جامع صغیر صفحہ ۲۰۸)

سفر میں بیوی کو ساتھ رکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ جب سفر میں ازواج مطہرات میں سے کسی کو ساتھ لے جانا چاہتے تو قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کا نام نکلتا آپ ﷺ اسی کو لے جاتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۰۳)

اگر سفر میں عورتوں کی سہولت ہو، قیام کا مسئلہ بھی آسان ہو اور سفر بھی کچھ لمبا نہ ہو تو اپنے ساتھ بیوی کو رکھنا بہتر ہے۔ آپ ﷺ سفر جہاد میں بیویوں میں سے کسی کو ساتھ رکھتے کہ سہولت کے ساتھ نفس کی بھی حفاظت ہوتی ہے اور ضرورت پر آدمی پریشان نہیں ہوتا۔ اگر دو یا اس سے زائد بیوی ہوں تو قرعہ اندازی کرنا مسنون ہے تاکہ ان کو تکلیف نہ ہو۔

سفر میں کیا ساتھ رکھنا مسنون ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سفر اور حضر میں ان چیزوں کو چھوڑتے نہیں تھے۔ ضرور رکھتے تھے۔ ① آئینہ ② سرمہ دانی ③ کنگھا ④ مسواک ⑤ کھجانے کی ایک لکڑی (جس سے بوقت ضرورت بدن کھجاتے تھے)۔ (بیہقی، کنز جلد ۷ صفحہ ۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، مسواک، اور تیل کا ذکر ہے۔ (بجائے لکڑی کے)۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۵)

حضرت ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پاک ﷺ سفر میں سرمہ دانی اور آئینہ کو ضرور ساتھ رکھتے اسے نہ چھوڑتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سفر و حضر میں ان چیزوں کو اپنے پاس رکھتے۔ شیشی، کنگھی، سرمہ دانی، قینچی، مسواک۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۷)

مطلب یہ ہے کہ وقتی اعتبار سے جو چیزیں ضروری ہوتیں ان کو آپ رکھتے۔ چنانچہ ضرورت کا سامان سفر میں رکھنا ضروری ہے تاکہ پریشان اور دوسروں کا محتاج نہ ہو، عموماً ایسا سامان ہو جس میں بوجھ اور پریشانی نہ ہو۔

مذکورہ چیزیں اسی قسم میں داخل ہیں کہ ضرورت کی چیزیں ہیں اور کوئی بوجھ نہیں۔

سفر میں سونے کا مسنون طریقہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور رات میں آرام فرماتے تو دائیں کروٹ (حسب معمول) سوتے اور آخری رات میں سوتے تو پہلو پر سر رکھ کر سوتے۔

(مسلم، مشکوۃ صفحہ ۳۴۰، شمائل صفحہ ۱۹)

فائدہ: صبح سے قبل جب آخری رات میں آرام فرماتے تو عام عادت کی طرح اطمینان سے نہ سوتے تا کہ غلبۂ نیند سے فجر میں تاخیر نہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت کم اور نماز کا قریب ہو تو اطمینان اور غفلت سے نہ سوئے تا کہ نماز کے لئے آسانی سے بیدار ہو سکے۔

سفر میں سامان کی حفاظت کا خیال

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم کسی جگہ قیام کرو اور اپنا سامان رکھو تو سامان کے اردگرد ایک دائرہ کھینچ لو اور یہ کہو "اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا شَرِیْكَ لَهٗ" سامان محفوظ رہے گا۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹)

فائدہ: سفر میں اپنے اپنے سامان کی نگرانی اور حفاظت رکھے، بے خبر، غافل محض ساتھی کے بھروسہ پر نہ رہے، بے پرواہی سے سامان گم ہو جانے کی وجہ سے شدید پریشانی ہوتی ہے۔

سفر میں خادم کو ساتھ رکھنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور کہا اے اللہ کے رسول یہ انس ایک تیز چالاک لڑکا ہے۔ یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے سفر میں حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۸۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میرے لئے کوئی لڑکا تلاش کر دو جو میری خدمت کرے کہ خیبر کی جانب کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مقام پر نزول فرماتے تو میں آپ کی خدمت کرتا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۰۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہولت ہو تو سفر میں کسی خادم کو ساتھ میں رکھ لینا بہتر ہے تا کہ خدمت سے راحت ملے اور اگر کوئی بچہ ہو تو اس سے کام لینے میں سہولت ہوتی ہے اور تکلیف نہیں ہوتی بشرطیکہ کسی فتنہ یا

اندیشہ فتنہ کا باعث نہ ہو۔ ایسی صورت میں کسی بڑے کو ساتھ رکھے۔ یہی بہتر ہے۔

سفر میں حضر کے اعمال صالحہ کا ثواب

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص بیمار ہو جائے یا سفر کرے تو صحت اور اقامت کی حالت میں جو عمل کرتا تھا اس کا ثواب اس حالت میں بھی پائے گا۔ (فیض القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۴، بخاری صفحہ ۴۲۰)

فائدہ: جو شخص گھر میں جو نیک عمل مثلاً تلاوت و ذکر و نوافل وغیرہ کی کثرت کرتا تھا سفر کی وجہ سے ان اعمال کا موقعہ نہیں ملتا تو ایسا شخص سفر کی حالت میں گھر کی تمام عبادتوں کا ثواب پائے گا۔ اسی طرح بیماری میں بھی۔

(عمدہ جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۷)

یہ خداوند کریم کا کرم ہے کہ نہ کرنے پر بھی عمل کا ثواب ملتا ہے۔ ویسے اعمال و اذکار کو جاری رکھے تو بہت فضیلت ہے۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۳۶)

اگر وقت ہو موقعہ ہو تو حضر یعنی اقامت کے معمولات کو سفر میں جاری رکھے کہ اس سے دوام کے برکات باقی رہتے ہیں اور سفر کی حالت میں کرنے سے اس کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

سفر کی حالت میں موت کی فضیلت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفر کی موت شہادت ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۱۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا جو مدینہ میں پیدا ہوا تھا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جنازہ پڑھی، اور فرمایا کہ کاش اس کا انتقال وطن کے علاوہ (سفر میں کسی مقام پر) ہوتا۔ کسی نے پوچھا کیوں اے اللہ کے رسول؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر یہ کہیں وطن کے علاوہ (سفر میں کسی مقام پر) مرتا تو اس کے لئے وطن سے لے کر جہاں مرا ہے جنت ملتی۔'' (ابن ماجہ)

سفری لباس

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر کی حالت میں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر) تنگ آستین والا جبہ پہنے ہوئے تھے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۳)

زادالمعاد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے موقعہ پر تنگ آستینوں والا جبہ پہنتے تھے۔ (صفحہ ۵۱)

اسی طرح حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی لکھا ہے۔ (صفحہ ۲۶۸)

عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ آستینوں والا جبہ پہنتے تھے مگر سفر میں نہیں۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''شرح السنن'' میں لکھا ہے کہ کرتے گٹوں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی حالت میں پہنتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۶۵)

''مدارج النبوۃ'' میں بھی ہے کہ سفر کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنگ لباس پہنتے تھے، تا کہ سہولت و آسانی رہے۔

سفر کی ٹوپی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین قسم کی ٹوپیاں تھیں:

1. سفید مصری ٹوپی۔
2. منقش دھاری دار یا بوٹی دار سبز ٹوپی۔
3. باڑ دار اونچی ٹوپی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں پہنا کرتے تھے۔

بسا اوقات اسے سترہ بھی بنا لیتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۴۸)

ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باڑ دار ذرا اونچی ٹوپی جنگ وغیرہ (سفر) کے موقع پر پہنتے تھے جسے سترہ بھی بنا لیتے تھے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۷)

سفر کی نماز

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قصر) اللہ کی جانب سے ایک ہدیہ ہے جو تم پر (سہولت کے لئے) کیا ہے تم اسے قبول کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر حضر میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت مقرر کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سفر میں دو رکعت مقرر فرمایا ہے اور یہ دو رکعت ثواب میں کم نہیں، (چار رکعت کے برابر ہیں)۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعت نماز (قصر) پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس لوٹ آئے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸)

فائدہ: اگر شرعی سفر ہو (جس کی مقدار ۷۸ کلومیٹر ہے) تو ایسی صورت میں وہ نمازیں جو چار رکعت والی ہیں، دو پڑھی جائیں گی۔ مغرب کی تین رکعتیں علی حالہ رہیں گی۔ اسی طرح سفر کی حالت کی باقی ماندہ نمازیں گھر پر دو ہی رکعت پڑھی جائیں گی۔ البتہ اگر مسافر شخص کسی مقیم کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہا ہے تو اقتداء کی رعایت میں چار رکعت پڑھے گا۔ (کتب فقہ)

سفر میں اذان واقامت

مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اور چچازاد بھائی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جب تم سفر کروتو اذان دو، اقامت کہواور جوتم میں بڑا ہووہ امامت کرے۔

(ترمذی صفحہ ۲۹)

سفر میں نفل اور سنت کی نمازیں

حضرت قتادہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سفر میں نماز سے قبل اور بعد کی سنتیں پڑھا کرتے تھے۔(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۶۶)

فائدہ: اگر سہولت اور موقع ہواور سفر میں کوئی حرج نہ ہوتو سنن اور نوافل کوادا کر لینا چاہئے۔

سفر میں سنتوں کا پڑھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر میں دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد دو رکعت (یعنی سنت)۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضر اور سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے حضر میں ظہر کی چار رکعت پڑھی اوراس کے بعد دو رکعت (سنت پڑھی)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد دو رکعت (سنت پڑھی)۔(پھر) عصر دو رکعت پڑھی اس کے بعد آپ نے کچھ نہیں پڑھی۔اور مغرب کی سفر اور حضر میں تین ہی رکعت پڑھتے تھے۔اس سے کم وبیش نہیں کرتے تھے اوراس کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔(ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸)

فائدہ: اس میں فرض دو رکعت کے علاوہ اس کے بعد کی سنتوں کا بھی ذکر ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ سنت بھی پڑھنی چاہئے۔

سفر میں سنتوں کے نہ پڑھنے کی اجازت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں پہلے اور بعد کی سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق جلد۳ صفحہ ۲۰۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا بھی کیا ہے۔دراصل موقع کی بات ہے۔ممکن ہے کہ درمیان سفر کی یہ بات ہو کہ سفر کی حالت میں اس کا موقعہ نہیں ملتا۔لہٰذا گاڑی وغیرہ پر صرف فرض پر اکتفا بھی سنت ہے۔

کون سی سنت سفر میں بھی نہ چھوڑے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت نہ سفر میں، نہ گھر میں، نہ صحت میں نہ مرض کی حالت میں چھوڑا کرتے تھے۔

حضرت ابوجعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مغرب کے بعد کی دو رکعت فجر سے قبل کی ۲ رکعت نہ سفر میں نہ حضر میں چھوڑا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۹)

سفر کی نمازوں میں تخفیف قرأت

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سفر میں فجر کی نماز میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفر میں تھے۔ آپ نے عشاء کی پہلی رکعت میں سورۂ تین پڑھی۔ (ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۱۵۷، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۷۲)

حضرت معرور بن سوید کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ مکہ مدینہ کے درمیان تھا، انہوں نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی تو الم ترکیف اور لایلف قریش پڑھا۔ ایک مرتبہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے صاحبزادے کے ساتھ سفر میں تھے تو صاحبزادے نے نماز پڑھائی اور سورۂ تبارک الذی پڑھا۔ تو حضرت انس نے (اعتراضاً) کہا تم نے بڑی لمبی کردی۔ (مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)

عتبہ بن عامر جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب صبح کا وقت ہوا، اذان اور اقامت کہی گئی۔ آپ نے ہمیں اپنے دائیں کھڑا کیا اور معوذتین پڑھا۔ فراغت کے بعد آپ نے مجھ سے پوچھا؟ کیا دیکھا تم نے، ہم نے کہا آپ کو یہ دونوں سورتیں پڑھتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے سوتے اٹھتے پڑھا کرو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۷)

ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے مروی ہے کہ حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سفر میں قصار مفصل پڑھتے تھے۔ (یعنی چھوٹی سورتیں)۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سفر میں مختصر قرأت کیا کرتے تھے۔ خیال رہے کہ مسنون مقدار قرأت کی رعایت حضر کی حالت میں سنت ہے۔ مسافر کو رخصت ہے۔

سفر میں اذان کے ساتھ جماعت

حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر میں تھا۔ مؤذن نے اذان کا ارادہ کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ ذرا ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر اس نے ارادہ کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر اس نے ارادہ کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ ذرا ٹھنڈا ہونے دو۔ (مختصراً بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۸)

حضرت مالک بن حویرث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں دو آدمی آئے جو سفر کا

ارادہ رکھتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ جب تم سفر میں جاؤ تو (نماز باجماعت کے لئے) اذان دو اور جو تم میں سے بڑا ہو امامت کرے۔ (جلد ا صفحہ ۸۸)

مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور چچا کا بیٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم سفر کرو تو اذان دیا کرو، اور تمہارا بڑا نماز پڑھا دیا کرے۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۲۹)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی جماعت کے لئے اذان دے دیا کرے کہ یہ سنت ہے۔ اگر ماحول کی وجہ سے زور سے نہ دے سکے تو آہستہ ہی دے دیا کرے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ تمام علماء کے نزدیک سفر میں اذان سنت ہے۔ قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص سفر یا گھر میں بلا اذان واقامت کے نماز پڑھے تو یہ مکروہ (خلافِ اولیٰ) ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۴۴)

عموماً ہمارے ماحول میں جماعت تو رائج ہے۔ مگر اذان کا معمول نہیں۔ سو جماعت سے قبل سفر وغیرہ کے موقع پر اذان کی سنت متروک ہوتی جا رہی ہے۔ سفر کرنے والوں کو اس میں اہتمام چاہئے تا کہ یہ سنت عام اور رائج ہو جائے۔ مثلاً بستی سے باہر اسٹیشن وغیرہ پر جماعت کرنی ہو تو اذان دے کر جماعت کرنی چاہئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "بَابُ الْاَذَانِ لِلْمُسَافِرِیْنَ" سے مسافر کے لئے اذان کی سنیت کو ثابت کیا ہے۔

سفر میں نفلی نماز

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی حالت میں سواری پر نماز شب ادا فرماتے تھے۔ سوائے فرائض کے، اشارہ سے جس جانب سواری کا رخ ہوتا۔ (بخاری صفحہ ۵۸، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی پیٹھ پر جس جانب اس کا رخ ہوتا نماز ادا فرماتے۔ سر سے اشارہ فرماتے ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی کرتے تھے۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۶۹۰)

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بیٹے کو سفر میں نوافل ادا کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس پر کوئی نکیر نہ فرماتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۹)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں سنت و نفل نہیں پڑھتے تھے۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے۔ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نفل پڑھتے ہوں۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۷۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں منقول ہے۔ بعض موقعوں پر پڑھنا منقول ہے، بعض موقعوں پر نہ پڑھنا منقول

ہے۔ بہتر یہ ہے کہ موقع اور وقت ہو عجلت کی حالت نہ ہو تو سنت پڑھ لے۔

چنانچہ جمہور کا مسلک ہے کہ سفر میں سنتوں کا پڑھ لینا بہتر ہے۔ (زرقانی صفحہ۷۵)

سفر میں تہجد

حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان کیا کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ سفر میں رات کو سواری پر تہجد پڑھ رہے تھے جس جانب کہ سواری کا رخ تھا۔ (بخاری صفحہ۱۴۹)

مسافر کی دعاء

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ تین آدمیوں کی دعا بلاشک وشبہ قبول کی جاتی ہے۔ والد کی دعا، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا۔ (ترغیب صفحہ۸۴)

عمرو بن العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ سب سے جلد قبول ہونے والی دعاء غائب کے حق میں ہے۔ (یعنی مسافر کی دعاء)۔ (ترغیب صفحہ۸۴)

سفر میں روزہ

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فتح مکہ کے سال رمضان میں سفر فرمایا یہاں تک کہ کراع النعیم تک پہنچ گئے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی روزہ رکھا، لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پانی کا پیالہ منگوایا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اسے دیکھا، پھر آپ نے پی لیا۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہا گیا کہ بعض لوگ روزے سے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ لوگ غلطی پر ہیں۔ (مسلم، ترغیب صفحہ۱۳۳)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سفر میں تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی تھے۔ لوگوں پر روزہ مشکل معلوم ہوا۔ آپ نے برتن (پانی کا) منگایا اور پی لیا اور آپ سواری پر تھے اور لوگ دیکھ رہے تھے۔ (طحاوی صفحہ۳۳۱)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ سفر میں تھے۔ ہم میں سے بعض تو روزہ سے تھے اور بعض بلا روزہ کے۔ کسی نے بھی ایک دوسرے کو برا نہیں کہا۔ (طحاوی صفحہ۳۳۱)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سفر میں روزہ بھی رکھتے تھے اور نہ بھی رکھتے تھے۔ (صفحہ۱۱)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور نہیں بھی رکھا ہے۔ (صفحہ۱۱)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے روزہ سفر میں رکھا بھی ہے اور

نہیں بھی رکھا ہے۔ چنانچہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے۔ (بخاری جلد اصفحہ ۲۶۱)

حالت سفر میں قربانی

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی اور فرمایا۔ اے ثوبان! اس بکری کے گوشت کو درست فرمادو۔ چنانچہ ہم لوگ سفر میں کھاتے رہے یہاں تک کہ مدینہ آ گئے۔

(ابوداؤد جلد ۲ ج صفحہ ۳۸۹)

فائدہ: درست فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ مصالحہ وغیرہ لگا کر اس لائق کر دو کہ کچھ دن چل سکے۔ (ابوداؤد)

مسافر پر حالت سفر میں قربانی واجب نہیں، لیکن کرے تو بہتر اور سنت ہے کہ قربانی مقیم پر واجب ہے۔

سفر کے موقعہ پر رفقاء کی خدمت کا ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلا اور میں سفر میں آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ (صفحہ ۱۷۳، بخاری جلد اصفحہ ۴۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جریر بن عبداللہ کے ساتھ سفر میں نکلا۔ باوجودیکہ وہ عمر میں بڑے تھے وہ ہماری خدمت کیا کرتے تھے۔ (جلد اصفحہ ۴۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اوپر ہر دن ہڈیوں کے جوڑ کا صدقہ ہے۔

آدمی کسی کی سواری میں مدد کرے۔ اس کا سامان اٹھادے، صدقہ ہے۔ اچھی بات کہے صدقہ ہے۔ نماز کی جانب جو قدم اٹھے صدقہ ہے۔ کسی کو راستہ بتادے صدقہ ہے۔ (بخاری صفحہ ۴۰۴)

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیادت وسرداری کے وہ لائق ہے جو سفر میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے اور ثواب میں خدمت کرنے والے سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔ ہاں مگر یہ کہ شہادت ہو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۴۰)

یعنی نوافل کے مقابلہ میں بھی خدمت رفقاء کا زیادہ ثواب ہے صرف شہادت ہی ایک ایسی دولت ہے جس کا ثواب اس سے بڑھ سکتا ہے۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدمت فی السفر کا باب قائم کر کے اس کی اہمیت اور سنیت اور ثواب عظیم کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سفر کے موقعہ پر ایک ساتھی دوسرے ساتھی کی خدمت کرے۔ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔ چنانچہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہونے کے باوجود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ثواب اور فضیلت کی وجہ سے خدمت کیا کرتے تھے۔

خدمت کا مفہوم بہت عام ہے۔ مثلاً سامان اٹھالیا، سامان بازار سے لا دیا۔ اس کے ذمہ جو مشورہ سے کام طے ہوا اس میں ہاتھ بٹا دیا، اس کا بستر لگا دیا، وضو غسل کا پانی لا دیا۔ جس قدر مشکل کام ہوگا اسی قدر ثواب زیادہ ہوگا۔ چنانچہ سفر میں دوسرے کا سامان اٹھانا ذرا گراں پڑتا ہے۔ اس کا بڑا ثواب ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے۔ "**فضل من حمل متاع صاحبه فى السفر**" اس شخص کی فضیلت جو اپنے ساتھی کا سامان اٹھائے۔ (جلد ا صفحہ ۴۰۴)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ ساتھیوں کی خدمت کی وجہ سے نفل روزہ نہ رکھ کر خدمت کرنا نفل روزے سے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ (جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۴)

چنانچہ ایک سفر میں چند صحابہ نے نفل روزہ نہ رکھ کر ساتھیوں کی خدمت کی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ روزہ رکھنے والوں سے اس کا ثواب بڑھ گیا۔ (صفحہ ۴۰۴)

افسوس آج یہ خدمت اور مسنون جذبہ لوگوں سے ختم ہوتا جا رہا ہے اور اپنے کبر کی وجہ سے ثواب عظیم سے محروم ہو جاتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ استاد اور شاگرد کا سفر ساتھ ہو تو شاگرد خدمت سے فرار اختیار کرتا ہے بلکہ خدمت کی وجہ سے سفر ساتھ نہیں کرنا چاہتا۔ "اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا"

سفر کی حالت میں شادی اور رخصتی

معمر بن مثنی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خیبر سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے تشریف لائے۔ یہ ۷ھ کا واقعہ ہے۔ ادھر حضرت جعفر حبشہ سے تشریف لائے۔ آپ نے اسی حالت سفر میں میمونہ سے نکاح کا پیغام دیا اور حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کو وکیل بنایا۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احرام ہی کی حالت میں تھے کہ حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے نکاح کر دیا۔ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (عمرہ سے فارغ ہو کر) واپس آئے تو مقام سرف میں رخصتی ہوئی۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۲۰۸)

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے ذکر کیا کہ عمرہ کے لئے جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مکہ تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے میمونہ سے شادی کی۔ (جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۷)

طبرانی نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے نقل کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت میمونہ سے مقام سرف میں شادی کی اور مقام سرف میں رخصتی ہوئی۔ اسی مقام سرف میں حضرت میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کی وفات ہوئی۔
(سیرۃ صفحہ ۲۰۸)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عمرہ کے سفر کے موقع پر حضرت میمونہ سے شادی کی اور مکہ سے واپسی کے موقع پر مقام سرف ہی میں رخصتی ہوئی اور میمونہ کے پاس داخل ہوئے۔ سرف مکہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔

سفر میں شادی اور پھر رخصتی بھی سادگی کی بات ہے۔ آج کل کے دور میں تو اس کے بارے میں سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا کہ رخصتی ہو جائے۔ اس سے نکاح کے معاملہ میں عربوں کی سادگی اور سہولت کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ آج کل کی طرح اس کا اہتمام نہیں ہوتا تھا۔ عبادت کی یہی شان ہے، نکاح عبادت کی ایک قسم ہے عیش پرستی نہیں ہے۔

امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے "البناء فی السفر" کا باب قائم کر کے اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ ہمیں نکاح میں سادگی اور سہولت کا حکم ہے۔ لہٰذا نکاح اور رخصتی وغیرہ سفر کے موقعہ پر بھی کی جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ سفر میں اس کے متعلقات کا کیا اہتمام ہوسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نکاح اور رخصتی کے موقعہ پر جو تکلفات کئے جاتے ہیں شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔

رخصتی اور دعوت ولیمہ سفر میں

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا قیام خیبر اور مدینہ کے درمیان ۳ دن رہا۔ یہاں ان کی رخصتی ہوئی۔ میں نے ولیمہ کے لئے لوگوں کو بلایا، چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا گیا، اس پر گھی، کھجور، مکھن ڈال دیا گیا۔ یہی ولیمہ تھا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۷۷۵)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (خیبر سے واپسی پر) مقام صہباء میں پہنچے تو آپ نے صفیہ بنت حیی سے شادی کی۔ چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا گیا۔ کھجور، پنیر، گھی سے بنا حلوہ رکھ دیا گیا اور اردگرد کے لوگوں کو بلا دیا۔ یہی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ولیمہ تھا۔ (سیرۃ الشامی جلد۱۱ صفحہ ۲۱۴)

فائدہ: یہ ولیمہ حالت سفر میں بمقام صہباء تھا۔ چمڑے کا ایک دستر خوان بچھا دیا گیا۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے فرمایا اعلان کر دو جس کے پاس جو کچھ سامان ہو وہ لے آئے۔ کوئی کھجور لایا، کوئی پنیر لایا، کوئی ستو لایا، کوئی گھی لایا۔ جب اس طرح کچھ سامان جمع ہو گیا تو سب نے ایک جگہ بیٹھ کر کھا لیا۔ اس ولیمہ میں گوشت اور روٹی کچھ نہ تھا۔ (سیرۃ مصطفیٰ جلد۳ صفحہ ۳۴۵)

سفر سے واپسی کس وقت بہتر ہے؟

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رات کو سفر سے واپس تشریف نہ لاتے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صبح یا شام کو تشریف لاتے۔ (بخاری، مسلم جلد۱ صفحہ ۲۴۲، مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹)

فائدہ: رات کو گھر نہ آئے ایسی ترتیب ہو تو بہتر ہے۔ رات میں آنا بسا اوقات اہل خانہ کے لئے پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفر سے چاشت کے وقت تشریف لاتے۔ جب تشریف لاتے تو اولاً مسجد میں تشریف لے جاتے۔ دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں میں تشریف فرما ہوتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ رات کے وقت تشریف نہ لاتے بلکہ دن کے حصہ میں تشریف لاتے۔ جس کی حکمت ابھی ماقبل میں گزری۔ ہاں شروع رات میں بھی اجازت ہے۔

شروع رات میں گھر آنا

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ سفر سے آکر گھر والوں کے پاس آنے کا بہترین وقت شروع رات ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۳۴۰)

فَائِدَہ: اس کا فائدہ ظاہر ہے کہ رات راحت سے گزرتی ہے۔

ظہر کی نماز پڑھ کر گھر آنا

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب تک کہ ظہر نہ پڑھ لیتے گھر نہ آتے پوچھا گیا۔ خواہ زوال کے وقت ہی آجائیں؟ کہا ہاں، چاہے زوال ہی کے وقت آجائیں۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۲۳)

فَائِدَہ: اگر نماز سے قبل آجائے تو مسجد میں نماز پڑھ کر گھر جائے تاکہ مسجد میں اولاً آمد کا شرف حاصل ہو جائے اور گھر کا شغل ترک جماعت کا باعث نہ ہو جائے۔

رات کو گھر آنے کی ممانعت

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفر سے رات میں گھر تشریف نہ لاتے۔

(مختصراً)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب زیادہ دن سفر میں ہو جائے اپنے گھر رات کو مت آؤ۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب رات میں تم آجاؤ تو رات ہی گھر مت جاؤ تاکہ تمہاری بیوی بالوں کی صفائی، سر وغیرہ کو درست کر لے۔ (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جب تم میں کوئی اہل سے زیادہ دن سفر میں رہے تو رات میں گھر میں داخل نہ ہو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۲۴)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر میں تھے۔

سفر سے واپس لوٹے تو گھر جانے لگے، آپ نے فرمایا۔ رات میں گھر جانے سے رکے رہو، تاکہ وہ بالوں کی صفائی وغیرہ اور سر وغیرہ جھاڑ لے۔ (عشرۃ النساء صفحہ ۲۲۲)

فائدہ: یہ ممانعت سفر طویل میں ہے چونکہ عموماً شوہر کے نہ رہنے پر عورت صفائی ستھرائی کا اہتمام نہیں کرتی، نہ کپڑے کا نہ اپنے جسم کا ایسے موقع پر اچانک آ جانا نفرت کا باعث نہ ہو، اسی طرح کوئی ناپسندیدہ بات سے آپس کے تعلقات خراب نہ ہوں۔ اس وجہ سے آپ نے حکم دیا تاہم اگر سفر قریب کا ہو یا عورت کو آمد کا علم ہو تو ایسی صورت میں کوئی قباحت نہیں۔ (مرقات صفحہ ۳۱۵، طیبی صفحہ ۲۳۷)

سفر حج و عمرہ میں خرچ کا ثواب

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی طرح ہے کہ ایک کا بدلہ سات سو ہے۔ (احمد، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حج میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی طرح ہے کہ ایک کے بدلے سات سو ہے۔ (طبرانی، ترغیب صفحہ ۱۸۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حج و عمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں جو سوال کرتے ہیں ملتا ہے جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے جو خرچ کرتے ہیں اس کا بدل پاتے ہیں اور ایک درہم کا خرچ ایک کروڑ کے برابر ملتا ہے۔ (بزار، ترغیب صفحہ ۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ حج و عمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں جو وہ مانگتے ہیں ان کو ملتا ہے جو دعاء کرتے ہیں قبول ہوتی ہے۔ جو خرچ کرتے ہیں پا لیتے ہیں۔ اس راہ میں ایک درہم خرچ کرتے ہیں ایک لاکھ کا ثواب پاتے ہیں۔ خدا کی قسم جس نے ہمیں حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ (اس راہ میں) ایک درہم ایک پہاڑ سے بھی زیادہ وزن رکھتا ہے۔ پھر آپ نے جبل ابی قبیس کی جانب اشارہ کیا۔ (ہدایۃ السالک جلد ۱ صفحہ ۲۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ عمرہ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہاری مشقت اور خرچ کے برابر تم کو عمرہ کا ثواب ملے گا۔ (حاکم، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ بہترین حاجی وہ ہے جس کی نیت میں اخلاص ہو، نفقہ بہتر ہو اور اللہ کے ساتھ یقین کامل ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے کریم ہونے کے آثار میں سے یہ ہے کہ اس کے سفر کا توشہ عمدہ ہو۔ (فضائل حج صفحہ ۲۳)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ سفر حج و عمرہ میں اپنے اوپر مناسب اور ضروری اخراجات کا ثواب عام

صدقات وخیرات سے بہت زیادہ ہے۔

سفر سے واپسی میں اہل خانہ کے لئے کچھ تحفہ لانا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم سفر سے واپس لوٹو تو اہل خانہ کے لئے کچھ تحفے ہدیہ لیتے آ ؤ۔ (دار قطنی جلد۲ صفحہ ۳۰۰، کنز العمال جلد۶ صفحہ ۷۰۲)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب تم سفر سے واپس آ ؤ تو تحفہ (کچھ کھانے پینے کی چیزوں) کے ساتھ ان کے پاس آ ؤ، خواہ اپنے تھیلے میں پتھر ہی ڈال لو۔

(فیض القدیر جلد۱ صفحہ ۴۱۵، کنز العمال جلد۶ صفحہ ۷۰۳)

فائدہ: مسنون ہے کہ واپسی سفر پر اہل وعیال بیوی بچوں کے لئے کچھ کھانے پینے یا اس کے علاوہ طبیعت کو خوش کرنے کے لئے کچھ لیتا جائے کہ ان کو انتظار رہتا ہے کہ سفر سے آئیں گے تو کچھ ضرور لائیں گے۔ ان کو مایوس نہ کرے۔ اسلاف اور ہر دور کے اکابرین کا اس پر تعامل بھی رہا ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اپنے بیوی بچوں اور خادموں کے طیب خاطر کے لئے (خصوصاً طویل سفر سے) کچھ لے لینا مندوب ہے۔ (فیض القدیر جلد۱ صفحہ ۴۱۵)

رخصت کرتے ہوئے تھوڑی دور ساتھ چلنا مسنون ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ سفر کے لئے رخصت کرتے وقت ان کے ساتھ بقیع غرقد تک چلے۔ پھر کہا جاؤ اللہ کے نام پر۔ اے اللہ ان کی مدد فرما۔ (حاکم جلد۲ صفحہ ۹۸)

فائدہ: بقیع مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان ہے جو مسجد نبوی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی پاک ﷺ نے مجھے یمن (کا قاضی بنا کر) بھیجا تو نصیحت فرماتے ہوئے ساتھ چلے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے، اور آپ ﷺ پیدل چل رہے تھے۔

(سیرۃ الشامی جلد۷ صفحہ ۴۲۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک لڑکا آپ ﷺ کی خدمت میں آیا کہ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کے ساتھ (تھوڑی دور) چلے۔ آپ نے اس کی طرف رخ کیا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا۔ خدا تجھے توشۂ تقویٰ دے اور خیر کے راستہ سے نوازے۔ (سیرۃ جلد۷ صفحہ ۴۲۶)

عبداللہ بن یزید الخطمی بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو ثنیۃ الوداع تک اس کے ساتھ چلتے۔ (عمل الیوم للنسائی صفحہ ۵۰۷)

''ثنیۃ الوداع'' شہر مدینہ سے باہر ایک مقام تھا جہاں اس وقت لوگ مسافروں کو رخصت کرتے اور آنے

والوں کا استقبال کرتے۔

ان احادیث مذکورہ کے پیش نظر علماء نے سنت قرار دیا ہے کہ سفر میں جانے والے یا رخصت ہونے والے مہمان کے ساتھ تھوڑی دور چلے۔ اسٹیشن یا بس اڈہ قریب ہو تو وہاں تک پہنچا دے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو گھر سے باہر چند قدم ساتھ چلے۔

احباب واقارب کے لئے مسنون ہے کہ جانے والے کو اس حد تک رخصت کرے۔ چند قدم بھی چلنے سے سنت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ اتحاف السادۃ میں ساتھ چلنے کو سنت قرار دیا ہے۔ (جلد ۶ صفحہ ۴۰۶)

کسی منزل سے کوچ کے وقت نماز مسنون ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ قیام کرتے اور پھر وہاں سے چلتے تو دو رکعت نماز ضرور پڑھتے۔ (بیہقی، کنز جلد ۷ صفحہ ۵۹)

فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوران سفر کسی جگہ قیام فرماتے یا گھر تشریف لاتے تو دو رکعت نماز ضرور پڑھتے۔ (طبرانی، کنز جلد ۷ صفحہ ۵۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ درمیان سفر جہاں قیام کرے وہاں سے چلتے وقت نماز پڑھ کر پھر سفر شروع کرے کہ یہ سنت ہے۔

سفر سے قبل ملنا جلنا سلام ومصافحہ مسنون ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم سفر کا ارادہ کرو تو اپنے بھائیوں کو (رفقاء ملنے جلنے والوں کو) سلام کرو۔ ان کی دعاؤں کے ساتھ تمہاری دعائیں زیادتی خیر کا باعث ہوں گی۔ (مطالب عالیہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۸، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۲۱۳، جلد ۵ صفحہ ۲۵۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سفر سے قبل رفقاء وغیرہ سے مل لینا چاہئے۔ ان کی دعائیں خیر و بھلائی کا ذریعہ ہوں گی۔ سفر میں بسا اوقات حوادث و پریشانیوں اور مزاج کے خلاف ناپسندیدہ امور سے سابقہ پڑتا ہے۔ ان کی دعائیں ان کے حق میں خیر وعافیت کا باعث ہوں گی۔

وطن کی واپسی پر تیز رفتاری مسنون ہے

ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (سفر سے واپسی کے موقعہ پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں مدینہ جلدی جانا چاہتا ہوں جو جلدی جانا چاہے وہ میرے ساتھ جلدی چلے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفر مشقت وتکلیف کا ایک حصہ ہے جو آدمی کو کھانے پینے اور سونے سے روکے رکھتا ہے۔ (یعنی اس کا صحیح نظم قائم نہیں رہ پاتا) جب ضرورت پوری

ہو جائے تو گھر کی طرف جلدی کرے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۲۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت سفر سے واپسی میں تاخیر نہ کرے۔ جلد واپس آ جائے تا کہ معمولات اور دیگر امور گھر میں بسہولت انجام دے۔

سفر سے واپسی پر بھی اولاً نماز مسنون ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے جب گھر تشریف لاتے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۲۱ ق)

فائدہ: اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الصلوٰۃ اذا قدم" سے نماز کی سنیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۴۳۴)

سفر سے واپسی پر اولاً مسجد آنا مسنون ہے

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے گھر تشریف لاتے تو اولاً دو رکعت نماز پڑھتے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے پھر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے یہاں تشریف لاتے۔ (طبرانی، کنز جلد ۱ صفحہ ۵۹)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت سفر سے واپس تشریف لاتے تو مسجد میں داخل ہوتے، اور بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب میں مدینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ واپسی پر مسجد جانا اور دو رکعت نماز پڑھنا اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اہتمام کیا ہے اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس کی تاکید فرمائی ہے۔ افسوس کہ یہ سنت آج عوام اور خواص سے بھی جاتی رہی۔ سفر حج کی واپسی پر تو بعضوں میں یہ عمل دیکھا جاتا ہے۔ عام سفر میں تو بالکل نہیں۔ ہر سفر کی واپسی پر یہ سنت ہے۔ گھر سے پہلے خانۂ خدا کی حاضری ہے جو برکت کی بات ہے۔ (مرقات م صفحہ ۲۱۵)

واپسی سفر میں بچوں سے ملاقات

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو گھر کے بچوں سے ملاقات فرماتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد گھر تشریف لاتے اور بچوں سے تواضعاً و اخلاقاً ملاقات فرماتے۔

سفر سے جلد واپسی کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے۔ کھانے پینے سے آدمی محروم رہتا ہے۔ (مشکلات کا سامنا اور سہولت اور وقت پر کھانا نہیں ملتا) جب ضرورت پوری ہو جائے اہل وعیال میں جلد واپس چلا آئے۔ (بخاری صفحہ۲۴۲، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی حج سے فارغ ہو جائے تو اہل وعیال میں آنے میں جلدی کرے۔ اس میں زیادہ ثواب ہے۔ (بیہقی جلد۵ صفحہ۲۵۲)

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیض القدیر میں لکھا ہے کہ کوئی بھی سفر ہو گھر واپسی میں جلدی کرے کہ اہل و عیال کے خوشی کی بات ہے سفر میں ذکر وعبادت کے معمولات بھی وقت پر ہو نہیں پاتے۔ گھر میں حسن وخوبی سے انجام پائیں گے۔

سفر سے واپس آنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ پھر اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے۔ پھر ازواج مطہرات کے پاس تشریف لاتے۔ (مستدرک حاکم، جامع صغیر صفحہ۴۲۰)

فائدہ: واپسی پر یہ مسنون ترتیب ہے۔ اگر کسی کی صاحبزادی اس کے علاقے اور قریب میں نہ ہو تو پھر اپنے گھر آئے۔ صاحب اولاد کے لئے نماز سے فارغ ہونے پر گھر آنا اور بچوں اور بیوی سے ملنا مسنون ہے۔ چونکہ یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی قریب میں تھیں۔

اول وآخر رخصتی اور ابتدائی ملاقات

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تو اپنے اہل میں سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (وداعی) ملاقات فرماتے۔ اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اولاً حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات فرماتے۔ (طبرانی، سبل الہدی جلد۷ صفحہ۴۲۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چھوٹی بیٹی سے غایت درجہ محبت تھی۔ اسی بنیاد پر ازواج مطہرات سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات فرماتے۔ ان کا گھر حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بالکل متصل تھا۔ اگر گھر ہی کے قریب کوئی صاحبزادی خصوصاً چھوٹی ہو تو سنت کی رعایت میں اس سے ابتداءً ملاقات باعث فضیلت ہے۔

واپسی سفر پر مصافحہ اور معانقہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے مصافحہ کیا۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۳۴)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی دو مسلمان آپس میں ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(ابوداؤد، ترمذی جلد۳ صفحہ ۴۳۲)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤمن جب بھی مؤمن سے ملاقات کرے، سلام کرے، ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب ملتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔ (طبرانی، ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب زید بن حارثہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے۔ زید آئے تو دروازہ پر دستک دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالی بدن کپڑا چادر کھینچتے ہوئے اٹھے۔ خدا کی قسم نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خالی بدن دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔

(سیرۃ الشامی جلد۷ صفحہ ۴۲۷، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲)

حضرت شعبی سے مرسلاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر سے (سفر سے واپس ہونے پر) ملاقات فرمائی تو معانقہ کیا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ (ترمذی مصری جلد۵ صفحہ ۸۶، سیرۃ جلد۷ صفحہ ۴۲)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حبشہ کی زمین سے جب واپس آیا اور مدینہ حاضر ہوا۔ ہماری ملاقات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے معانقہ کیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲)

شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔ (طحاوی جلد۲ صفحہ ۳۶۲)

حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ہمارے یہاں حضرت سلمان تشریف لائے تو پوچھا ہمارے بھائی کہاں ہیں؟ میں نے بتایا کہ مسجد میں۔ چنانچہ وہ مسجد آئے جب ملاقات کی تو معانقہ کیا۔ (طحاوی صفحہ ۳۶۲)

معانقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے معانقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں تشریف فرما تھے کہ ذوالقرنین بادشاہ مکہ مکرمہ آیا۔ اسے خبر دی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہیں تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور معانقہ کیا۔ (بحر الرائق جلد ۸ صفحہ ۲۲۶)

ردالمختار میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے سنت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جب حضرت جعفر حبشہ سے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانقہ فرمایا۔ (جلد ۶ صفحہ ۳۸۰)

سفر سے آنے والوں کے لئے مصافحہ و معانقہ مسنون ہے

ان احادیث و آثار مذکورہ سے معلوم ہوا کہ سفر سے آنے والوں سے مصافحہ و معانقہ مسنون ہے۔ چنانچہ محدثین نے معانقہ کی سنیت پر باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ محدث تبریزی نے مشکوۃ میں۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں باب قائم کر کے اس کے مسنون ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

عزالدین ابن جماعۃ نے ذکر کیا ہے کہ سفر سے واپس آنے والوں سے مصافحہ و معانقہ کرنا مسنون ہے۔

ابن علان المکی نے بیان کیا ہے کہ سفر سے آنے والے سے مصافحہ اور معانقہ مسنون ہے۔

(ہدایۃ السالک جلد ۳ صفحہ ۱۴۲۵، الفتوحات الربانیہ جلد ۵ صفحہ ۱۷۳)

سفر سے واپس آنے پر حاضرین ان کا استقبال کریں

❶ سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے ہم لوگ بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک گئے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۳)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے ہم لوگ بستی سے باہر گئے۔

❷ عزالدین ابن جماعۃ نے ہدایۃ السالک میں ذکر کیا ہے کہ روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اصحاب کے پاس تشریف لاتے اور سلام فرماتے اور سفر سے جب واپس تشریف لاتے تو اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے اور سلام کرتے۔ (ہدایۃ السالک صفحہ ۲۴۳)

فائدہ: یعنی واپسی سفر سے آنے والے پر یہ حق نہیں کہ وہ احباب کے پاس ملاقات کو جائے بلکہ احباب کا ان سے ملاقات کرنا اور سلام و مصافحہ کرنا مسنون ہے۔

اسی لئے کہا گیا ہے "القادم یزار" آنے والے سے ملاقات کی جاتی ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی سفر کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے احباب کے پاس آئے اور ان سے سلام دعاء کرے اور ان کے احباب کا یہ حق ہے کہ جب یہ سفر سے واپس آئے تو ان کے پاس جائیں اور سلام کریں۔

اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب وہ سفر کر رہا ہے تو احباب سے جدا ہو رہا ہے پس یہ تودیع ان کی جانب سے ہو۔

اور جب یہ سفر سے واپس آجائے تو پھر یہ لوگ اس کو خیریت و عافیت کی مبارک بادی دینے کے لئے جائیں۔ (ہدایۃ السالک)

مزید یہ بھی حکمت ہے کہ سفر کے وقت دعاء کی ضرورت ہے۔ لہٰذا احباب سے وہ عافیت و سلامتی کی دعا کے لئے حاضر ہو اور واپسی سفر کے بعد احباب اس کے پاس احوال، سفر، سفر کیسے گزرا، کیا حال رہا، خیریت و عافیت معلوم کرنے کے لئے جائیں۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ آنے والے سے یہ شکایت کہ آئے ملاقات بھی نہیں کی، درست نہیں۔ بلکہ ان کا حق یہ ہے کہ ان سے بالقصد ملاقات کریں۔ خیال رہے کہ کسی اہم اور طویل سفر کے بارے میں یہ حکم ہے۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوا کہ معزز مہمان یا سفر سے آنے والے کے استقبال میں جانا بھی مسنون ہے۔

واپسی سفر پر کھانے کا اہتمام و دعوت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (جب سفر سے واپس) مدینہ تشریف لائے تو ایک گائے یا ایک اونٹ ذبح کیا۔ (اور لوگوں کو کھلایا)۔ (بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۶۲، ابوداؤد، بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو (کھانے اور کھلانے کی رعایت سے) روزہ نہ رکھتے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۳)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادت تھی کہ جب گھر پر رہتے تو بیشتر روزہ سے رہتے اور سفر میں روزہ نہ رکھتے۔ جب واپس گھر تشریف لاتے تو فوراً روزہ نہ رکھتے بلکہ دعوتوں کا سلسلہ رہتا۔

(حاشیہ بخاری، فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۹۴)

کسی اہم سفر (مثلاً حج وغیرہ سے) واپسی پر خوشی و مسرت کے پیش نظر دعوت کرنا، احباب و اقارب کو کھانے پر مدعو کرنا سنت ہے۔ نام و نمود کے لئے نہ کرے محض سنت کے ثواب کی خاطر کرے۔

طیبی شارح مشکوٰۃ نے لکھا ہے کہ سفر سے واپس آنے پر اپنی وسعت کے موافق دعوت مسنون ہے۔

(جلد ۷ صفحہ ۳۳۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ واپسی سفر پر دعوت مسنون ہے۔

(مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۱۵)

اگر دعوت نام و شہرت، فخر و وقار کو باقی رکھنے کی وجہ سے ہو تو ایسی دعوت میں شرکت ممنوع ہے۔

امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں "الطعام عند القدوم" باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ کسی اہم سفر کی واپسی پر دعوت طعام سنت ہے۔

ابن علان المکی نے بھی واپسی سفر پر اطعام طعام (دعوت) کو مسنون قرار دیا ہے۔

(الفتوحات الربانیہ جلد۵ صفحہ ۱۷۳)

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اسلاف نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ (جلد۶ صفحہ ۱۹۴)

اس دعوت کو نقیعہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فقہاء نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ تعالیٰ لکھتے ہیں۔ "ونقیعة لقدومه" اور نقیعہ وہ دعوت ہے جو سفر کے آنے کے بعد کی جاتی ہے۔

دراصل یہ دعوت بعافیت واپسی سفر کی خوشی پر ہے اور خوشی کے موقعہ پر دعوت مشروع و محبوب ہے۔

سفر کی حالت میں ذکر الٰہی کی فضیلت

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص سفر کی حالت میں خدا کے ذکر میں لگا رہتا ہے تو فرشتے اس کے ہمسفر ہو جاتے ہیں اور اگر شعر و شاعری میں مشغول رہتا ہے تو شیطان اس کا رفیق سفر بن جاتا ہے۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ ۳۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ ذکر، تلاوت، دینی اعمال میں لگا رہا تو حضرات ملائکہ کی برکت اور ان کی رفاقت پاتا ہے۔ اگر دنیاوی باتوں میں مشغول رہتا ہے یا ادھر ادھر کی واہی تباہی اور فضول گوئی میں مصروف رہتا ہے تو شیطان اس کا ہم سفر ہو جاتا ہے۔

نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ بعضوں کو دیکھا گیا ہے کہ دنیاوی رسائل ناول افسانہ وغیرہ جیسی واہی کتابیں سفر میں رکھتے ہیں اور اسے دیکھتے ہیں جو بالکل صلحاء کے طریق اور اسلامی مزاج کے خلاف امور ہیں۔ تسبیح دینی اور دعاؤں کی کتابوں کے ساتھ میں رکھنے کا معمول بنائے تاکہ سفر اعمال حسنہ کے ساتھ طے ہو اور خدائے پاک کی رحمت و برکت نازل ہو۔ کبھی ذکر، تلاوت، کبھی دینی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوا سفر کی منزل طے کرے۔ "اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى"

حالت سفر کے چھ اہم کام

حضرت علی مرتضیٰ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ کا ارشاد ہے شرافت و انسانیت کے چھ اہم کام ہیں۔ تین حضر کے تین سفر کے۔ حضر کے تین یہ ہیں۔ مسجدوں کو آباد کرنا، ایسے دوستوں کی جمعیت بنانا جو اللہ تعالیٰ اور دین کے کاموں میں امداد کریں۔

اور سفر کے تین کام یہ ہیں۔ اپنے توشہ سے غریب ساتھیوں پر خرچ کرنا، حسن خلق سے پیش آنا اور رفقاء سفر

کے ساتھ ہنسی خوشی تفریح اور خوش طبعی کا طرز عمل رکھنا بشرطیکہ یہ خوش طبعی گناہ کی حد میں داخل نہ ہو جائے۔

(معارف القرآن جلد ا صفحہ ۲۹۰)

آداب سفر کا بیان

احادیث و آثار کی روشنی میں علماء محققین نے یہ آداب بیان کئے ہیں:

❶ جب سفر کا ارادہ ہو تو اہل حق کے حقوق، قرض خواہوں کے قرض وغیرہ ادا کر دیئے جائیں۔ لوگوں کی امانتیں واپس کر دی جائیں۔ (حقوق ادا کرے یا بطیب خاطر معاف کرائے)۔

❷ اہل و عیال کے نفقہ کا معقول و مناسب انتظام کر کے جائے ان کو کلفت و پریشانی و فکر معاش میں نہ ڈال جائے کہ حق واجب کو تلف کرنا ہے۔

❸ اپنے لئے خرچۂ سفر کا معقول انتظام کر لے تا کہ سفر میں اسے دوسروں کے سامنے دست سوال نہ پھیلانا پڑے اور اندازہ سے زائد ہی رکھے تا کہ فراخی سے صرف کر سکے اور دوسروں کی بھی خدمت کر سکے۔

❹ سفر میں خوش اخلاق و نرم طبیعت سے رہے۔ تحمل اور مزاج میں وسعت رکھے۔ تیز مزاج نہ رہے، ذرا ذرا سی بات پر غصہ نہ ہو۔ کسی بات سے متأثر ہو کر پریشان نہ ہو۔

❺ رفقاء سفر کے ساتھ احسان و سلوک کا معاملہ رکھے۔ ہر ممکن طریقے سے ان کی اعانت کرے۔ دوسروں کی اعانت کا خواہش مند نہ ہو، کر دے تو خدا کا شکر، بندے کا احسان سمجھے۔

❻ رفیق سفر تلاش کر لے تا کہ سفر میں سہولت ہو اور وحشت نہ ہو۔ اس سے پاخانہ، پیشاب، وضو غسل اور دیگر ضروریات میں بڑی اعانت حاصل ہوتی ہے۔

❼ رفیق دیندار، خوش اخلاق ہو تا کہ دینی امور میں اس کی اعانت حاصل کر سکے۔ بد دینوں کی صحبت سے برا اثر نہ پڑے۔

❽ متعدد افراد ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنا لے۔ اختلاف کے وقت اس کا فیصلہ سب کے حق میں قابل قبول ہو اور بوقت ضرورت اس کی طرف رجوع کرے۔

❾ امیر کی اطاعت کرے اس کی مخالفت نہ کرے تا کہ اتفاق، اتحاد اور جمعیت قائم رہے۔

❿ امور مشورہ سے طے کرے جو من میں آئے اسے نہ کر بیٹھے۔

مشورہ سے خیر کا پہلو نمایاں اور ظاہر ہوتا ہے۔ مشورہ میں جو طے ہو جائے تو اسی کو اختیار کرے۔ اگر خلاف مزاج یا توقع کے خلاف ہو جائے تو انکار، رد اور طعن نہ کرے۔ درگزر کرے۔ اگر اس کی بات نہ مانی جائے متاثر نہ ہو۔

⓫ سفر میں جانے والے کو اعزہ واقارب اور رفقاء واحباب رخصت کریں۔

⓬ جاتے وقت رفقاء، احباب کو اللہ کے سپرد کریں اور ان کو دعائیں دیں اور ان سے دعائیں لیں۔ اس سے جانے والا خدا کی حفاظت میں ہو جاتا ہے۔

⓭ سفر میں جاتے وقت احباب ورفقاء اور بڑوں سے مل لے، سلام ومصافحہ کر لے، ان کی دعاء لے اور ان کی نصیحت قبول کرے۔

⓮ اہم سفر سے قبل استخارہ کرے۔ (کب جائے کس طرح جائے) جو استخارہ کر لیتا ہے اس کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ خواہ ابتداءً اس کا نفع ظاہر نہ ہو اور استخارہ کر لینے سے اطمینان بھی رہتا ہے۔

⓯ سفر سے قبل دو رکعت نماز یا چار رکعت نماز پڑھ لے۔ حدیث پاک میں دونوں کا ذکر ہے۔

⓰ بہتر ہے کہ سفر جمعرات کے دن کرے۔ یہ آپ ﷺ کا محبوب اور پسندیدہ دن تھا سفر کے لئے۔

⓱ علی الصبح سفر شروع کرے کہ دن کے اول حصہ میں برکت ہے۔

⓲ جمعہ کا دن نہ ہو تو بہتر ہے۔ لیکن جمعہ کا وقت آ جائے تو بلا جمعہ پڑھے سفر شروع نہ کرے۔

⓳ دوپہر میں سفر کرے تو ظہر کی جماعت کے بعد سفر کرے۔

⓴ گھر سے جب نکلنے کا ارادہ کرے تو دعائیں جو سفر کے متعلق وارد ہیں ان کو پڑھ لیں۔ (جو دعائیں مسنون کے باب میں مذکور ہیں)۔

㉑ جب بلندی پر چڑھے تو تکبیر اور جب نشیب میں آئے تو تسبیح کا معمول رکھے۔

㉒ جب کسی منزل پر اترے اور قیام کرے تو وہاں دو رکعت نماز پڑھے اور دعائے مسنون پڑھے تاکہ قیام کے دوران کی برائیوں اور تکلیف دہ امور سے محفوظ رہے۔

㉓ جب قیام کے بعد کوچ کرے تو دو رکعت نماز پڑھ کر سفر شروع کرے۔

㉔ رات میں سفر زیادہ طے کرے کہ زمین رات میں لپٹتی ہے اور سفر میں سہولت رہتی ہے۔

㉕ رات میں تنہا (پیدل) سفر نہ کرے۔ (البتہ گاڑیوں پر کوئی حرج نہیں)۔

㉖ اپنے رفقاء سے علیحدہ نہ ہو، بسا اوقات رفقاء کے لئے زحمت ہو جاتی ہے۔ اگر کسی ضرورت سے ہو تو اسے بتادے۔

㉗ اگر سفر کی حالت میں شب میں سوئے تو آرام سے سوئے اور اگر آخر شب میں سوئے تو بازو کو اٹھا کر سر کو ہتھیلی پر رکھ کر آرام فرمائے تاکہ گہری نیند نہ آئے اور فجر کا وقت نیند وغفلت میں نہ گزرے کہ نماز قضا ہو جائے۔

۲۸ اگر سواری ہے تو اس کی بھی رعایت کرے۔ اگر جانور ہے تو اس کے دانہ پانی اور تعب کا خیال رکھے۔ اگر آج کل کی سواری موٹر کار وغیرہ ہے تو اس کی بھی رعایت کرے اس پر اور اس کی مشین پر کوئی اثر نہ پڑے۔ اس کی مشین وغیرہ کی رعایت کرے ورنہ سفر میں زحمت اٹھانی پڑے گی۔

۲۹ سامان سفر اپنے ساتھ رکھے، جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ان کو سفر میں اپنے ساتھ ضرور رکھے۔ تاکہ وقت پر دوسروں کا محتاج نہ ہو اور پریشان نہ ہو۔ آئینہ، کنگھی (جبکہ سر کے بال بڑے ہوں) تیل کی شیشی، قینچی، اسی طرح لوٹا، صابن، لنگی، چادر، کھانے کے برتن وغیرہ تاکہ پریشانی اور دوسروں کا محتاج نہ ہو۔

۳۰ جس شہر یا بستی میں جائے اگر وہاں والدین واقرباء رشتہ دار ہوں تو ان سے ملاقات اور جب مزاج و موقعہ ہو خدمت وصحبت کی نیت کر لے کہ رشتہ داروں کی ملاقات و زیارت ثواب کا کام ہے اور والدین کی خدمت وزیارت کا تو کیا کہنا۔

۳۱ جہاں قیام کر رہا ہے یا جانے کا ارادہ ہے وہاں کے مشائخ اور بزرگوں کی ملاقات و زیارت کا ارادہ کر لیں کہ لقائے بزرگاں مستقل نیکی اور ثواب کا کام ہے۔

۳۲ شہر یا بستی میں داخل ہو تو ضرورت وغیرہ سے فارغ ہو کر اکابرین و مشائخ سے ملاقات کرے اور ان کے مرتبہ کا خیال کرے اور اس سے مناسب برتاؤ کرے۔

۳۳ اگر بزرگ اندر ہوں تو ان کے دروازے کو نہ کھٹکھٹائے بلکہ ان کا خود انتظار کرے، وہ خود ہی باہر آئیں تو ان سے ملاقات کرے۔

۳۴ وقت اور فرصت ہو تو ان کی مجلس اور صحبت و خدمت سے فائدہ اٹھائیں۔ پوچھنا اور معلوم کرنا ہو تو ان سے اجازت لے لیں تاکہ وہ کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

۳۵ جس شہر اور بستی میں جانا ہو وہاں کے وفات شدہ مشائخ اور اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرے۔ معلوم نہ ہو تو وہاں کا واقفین سے معلوم کرے۔

۳۶ سفر کے دوران جو فتوحات ہوں ان کا ذکر نہ کرے۔ جو عجائبات وغرائبات کا مشاہدہ ہو تو بقدر ضرورت بیان کرے۔ (ایسے طور پر نہ ہو کہ بڑائی ظاہر ہو)۔

۳۷ سفر میں عیش وعشرت و کسی دنیاوی امور میں مشغول رہنا اچھا نہیں۔ اس سے سفر کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

۳۸ (اگر سیاحت مقصود ہو تو) کسی شہر یا بستی میں ہفتہ عشرہ سے زیادہ قیام نہ کرے۔ البتہ مشائخ یا جن کے یہاں قیام ہو وہی زیادہ کا حکم کریں تو دوسری بات ہے ورنہ اگر کسی دوست یا ملاقاتی کے یہاں رہنا ہو تو تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے کہ مہمانی کی یہی حد ہے۔ اگر کسی شیخ یا عالم کی زیارت و ملاقات کے لئے جائے

تو ایک دن سے زیادہ قیام نہ کرے کہ بزرگوں کو تکلیف دینی اچھی بات نہیں اور زیارت کے لئے ۲۴ گھنٹہ کا وقت کافی ہے۔

۳۹ بلاضرورت شدیدہ کے اپنی حاجت کسی سے نہ کہے، اگر چہ جانتا ہو کہ وہ قبول کر لے گا۔ البتہ خدائے پاک سے خوب الحاح کے ساتھ دعاء کرے اور کوئی خود اعانت کرے تو قبول کرے۔

۴۰ سفر میں کسی وقت بھی غافل نہ رہے۔ ہمیشہ ذکر وفکر میں لگا رہے۔ خلاصہ یہ کہ دل کو یاد خدا سے معمور رکھے، غفلت کو اور نامناسب امور کو پاس نہ آنے دے۔

۴۱ جب سفر کی حالت میں عبادت وطاعت میں کچھ کمی محسوس کرے، دین کا نقصان ہو تو چاہئے کہ سفر منقطع کر دے اور سمجھ لے کہ یہ سفر اس کے حق میں ضرر رساں ہے۔

۴۲ سفر کرنے والے کو چاہئے کہ اپنے اندر سے نفس کی خواہشات اور مرغوبات نکالے، پھر کوئی بری عادت ہو تو اس کو زائل کرے پھر سفر کرے تا کہ سفر میں ذلیل وخوار نہ ہو۔

۴۳ اگر سفر سے مقصد دین ہو، صلحاء کی زیارت ہو اور اپنے ہی وطن میں صلحاء وفقراء کی خدمت میسر آ جائے تو پھر سفر نہ کرے ان کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا ناشکری ہے کہ گھر کی نعمت کی قدر نہ کی اور بلاوجہ سفر کیا۔ البتہ مشائخ اور مرشدین حضرات سفر کا حکم دیں کہ جاؤ اب تم دوسری جگہ سفر کرو تو پھر دوسری بات ہے۔

۴۴ واپسی سفر کے آداب میں سے یہ ہے کہ جب سفر کا مقصد پورا ہو جائے تو واپسی میں جلدی کرے کہ بلا ضرورت حالت سفر میں رہنا اچھا نہیں۔

۴۵ واپسی سفر میں بھی وہی آداب ہیں جو سفر میں چلنے کے آداب تھے۔ مثلاً کسی منزل پر اترے اور رخصت ہونے لگے تو دو رکعت نماز پڑھ لے وغیرہ وغیرہ۔

۴۶ واپسی سفر میں احباب و متعلقین واہل عیال کے لئے بقدر وسعت کوئی تحفہ، ہدیہ، کھانے پینے کی چیز ضرور لے لے کہ وہ منتظر رہتے ہیں۔ ان کی مسرت اور باہم ازدیاد محبت کا ذریعہ ہے۔

۴۷ واپسی کی تمام مسنون دعائیں ورد میں رکھے۔

۴۸ وطن رات میں پہنچنے کی ترتیب نہ بنائے، البتہ پہلے سے اطلاع کر دے یا ہو جائے، یا اکثر یہ سفر کی نوبت آتی رہتی ہے تو دوسری بات ہے۔

۴۹ گھر میں رات میں داخل نہ ہو بلکہ کسی اور جگہ، مسجد یا اور عام جگہ قیام کر لے کہ گھر میں رات میں داخل ہونا منع ہے۔ پھر صبح گھر اہل وعیال میں داخل ہو۔ البتہ شروع رات ہو مثلاً مغرب وعشاء کا وقت یا اس کے درمیان ہو تو پھر گھر میں آنا بہتر ہے۔

۵۰ جب بستی اور شہر میں داخل ہو تو سیدھے گھر نہ جائے، بلکہ اولاً مسجد جائے وہاں دوگانہ ادا کرے پھر گھر کا رخ کرے۔

۵۱ مسجد میں دوگانہ ادا کرنے کے بعد اگر لوگ ملاقاتی ہوں اور ملنے آئیں تو ان سے ملاقات کرلے۔ ان سے سلام وکلام کے بعد گھر میں داخل ہو۔

۵۲ جب گھر میں داخل ہو تو سلام کے ساتھ داخل ہو۔ ان میں جن سے زیادہ تعلق ہو اولاً ان سے ملے، پھر تمام اہل وعیال سے ملے۔

۵۳ اگر مسجد میں اولاً نہ گیا گھر میں آگیا، وقت مکروہ نہ ہو تو طہارت و وضو غسل کے بعد دو رکعت پڑھ لے۔ پھر ملاقات وگفت شنید کرے۔

۵۴ گھر میں داخل ہونے کے وقت مسنون دعائیں ورد میں رکھے۔

۵۵ اہل وعیال و متعلقین وغیرہ کی خیریت معلوم کرے۔

۵۶ احباب اور متعلقین کے لئے ادب ہے کہ وہ آنے والے کی زیارت اور ملاقات کو جائیں۔

۵۷ (اہم سفر سے واپسی ہو تو) واپسی سفر پر احباب و متعلقین کی وسعت وحیثیت کے مطابق خلوص نیت سے دعوت کریں۔ جو ریا، یا فخر مباہات سے خالی ہو کہ آپ ﷺ نے بعض واپسی سفر پر دعوت کی ہے۔

۵۸ مستحب ہے کہ آمد سے قبل آنے کی اطلاع کردے تاکہ اچانک داخل ہونا نہ ہو۔ (ہدایۃ الماسک صفحہ ۱۴۲۳)
شرح احیاء میں ہے کہ اپنے آنے کی اطلاع اہل خانہ کو بھیج دے۔ (جلد۴ صفحہ ۴۳۱)

۵۹ اگر گھر کے بچے گھر پہنچنے سے قبل پہنچ جائیں یعنی استقبال کے لئے تو ان بچوں کو اپنے ساتھ سواری میں لانا مسنون ہے۔

۶۰ سفر سے واپس آنے پر مسجد میں دوگانہ ادا کرنے کے بعد اسی قریب میں اگر کوئی صاحبزادی خصوصاً چھوٹی ہو تو اپنے بیوی بچوں میں پہنچنے سے پہلے اس صاحبزادی کے پاس آئے۔ اس کے بعد گھر آئے۔

۶۱ سفر کے بعد گھر آنے پر متصلاً روزہ نہ رکھے بلکہ احباب اور رفقاء کے ساتھ کھانے میں شریک رہے۔ بعد میں پھر نفل یا قضا روزہ رکھے۔ یہ حکم احباب کی رعایت کے لئے ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی معمول تھا۔

۶۲ اگر سفر میں کسی وجہ سے فرض نمازیں قضا ہوگئی ہوں تو ملاقات اور ضروریات سے فارغ ہو کر اولاً ان قضا نمازوں کو اطمینان کے ساتھ ادا کرے۔ پھر دوسری مصروفیتوں میں مشغول ہو۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِاتِّبَاعِ سُنَّةِ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

چند فقہی مسائل

مسئلہ: شرعی مسافر پر قصر واجب ہے۔ خواہ کتنی یہ سہولت و راحت کے ساتھ ہو۔ ظہر، عصر و عشاء میں فرض چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھی جائے گی۔ مغرب، فجر اور وتر کی نمازوں میں قصر نہیں ہے۔ (شامی جلد۲ صفحہ۱۲۳)

مسئلہ: سنتوں اور نفلوں میں قصر نہیں ہے۔ ان کو جب پڑھے گا پوری پڑھے گا۔ (شامی صفحہ۱۲۳)

مسئلہ: شرعی مسافر جو اپنے وطن سے ۴۸ میل انگریزی یا آج کل کے اعتبار سے ۷۷ ½ کلومیٹر سفر کے ارادہ سے نکلے گا خواہ سفر کیسا ہی ہو وہ شرعی مسافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ صفحہ۵)

مسئلہ: مسافر اس وقت تک قصر کرتا رہے گا جب تک کہ وطن نہ لوٹ جائے یا پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ کرے۔ (ردالمختار صفحہ۱۲۵)

مسئلہ: مسافر جب سفر شروع کرے اور اپنی بستی کی آبادی سے باہر آ جائے اور نماز کا وقت آ جائے تو قصر شروع کر دے گا۔ (شامی صفحہ۱۲۱)

مسئلہ: اگر اسٹیشن بستی کی آبادی سے باہر ہے تو یہاں بھی قصر کرے گا۔ اگر آبادی کے اندر ہے تو قصر نہ کرے گا یہی حکم بس اسٹینڈ وغیرہ کا ہے۔ (درمختار صفحہ۲۲۱)

خواہ بستی اور شہر کے حدود وسیع و عریض کیوں نہ ہو جیسے بڑے بڑے شہر دہلی، بمبئی، وغیرہ۔ شہر کے مختلف محلے ایک ہی بستی کے حکم میں ہوں گے۔ (جواہر الفقہ جلد۴ صفحہ۲۹۱)

مسئلہ: سفر سے جب وطن اصلی میں آ جائے گا خواہ ایک ہی ساعت کے لئے ہو تو اتمام یعنی پوری چار رکعت پڑھے گا۔ (جواہر الفقہ جلد۴ صفحہ۲۹۲)

وطن اصلی: جہاں اس کی پیدائش ہو اس کے والدین کا سکونت و قیام ہو یا اس کے بیوی بچے رہتے ہوں اپنا مکان جائیداد وغیرہ ہو یا اہل و عیال وغیرہ تو نہ ہوں مگر اس کا مستقل قیام رہتا ہوں اور یہاں سے منتقل ہونے کا ارادہ نہ ہو تو ایسا وطن، وطن اصلی ہے۔ یہاں کے قیام پر اور واپس آنے پر اتمام واجب ہوگا۔ (درمختار شامی صفحہ۱۳۲)

وطن اقامت: جہاں مستقل طور پر قیام اور دائمی طور پر رہنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ ملازمت یا تجارت وغیرہ کی وجہ سے مقیم ہو جب ملازمت ختم ہو جائے گی، تجارت و معیشت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا تو یہاں سے منتقل ہو جائے گا جیسے دارالمدرسین میں مدرسین کا قیام۔ سرکاری کوارٹروں میں ملازمین کا قیام وغیرہ اور پندرہ دن سے زائد کے قیام کا ارادہ ہو تو یہ وطن اقامت ہے۔ (بحرالرائق جلد۳ صفحہ۱۳۶)

مسئلہ: وطن اقامت میں پندرہ دن سے کم کے قیام کا ارادہ ہو تو قصر واجب ہوگا اور سفر سے آنے پر جب تک کہ مسلسل پندرہ دن کے قیام کا ارادہ نہ ہو تو قصر ہی کرتا رہے گا۔ (ہندیہ جلد۱ صفحہ۱۳۹)

مسئلہ: وطن اقامت صرف سفر کی نیت سے باطل نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ شرعی سفر نہ کرے۔ (شامی صفحہ ۶۳۱)
مسئلہ: وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے۔ خواہ مسافر کا سفر شرعی طے ہو یا نہ ہو۔

(رحیمیہ جلد ۴ صفحہ ۷)

مسئلہ: وطن اقامت سے جب سفر شروع کرے گا اور یہ سفر شرعی ۴۸ میل ساڑھے ستر ½ ۷۷ کلومیٹر کے ارادہ سے ہوگا تو یہ شخص مسافر ہو جائے گا۔ (مراقی صفحہ ۲۴۹)
مسئلہ: وطن اصلی سے دوسرا وطن اصلی باطل جاتا ہے (اور کبھی نہیں بلکہ دونوں اصلی رہتا ہے)۔

(ہندیہ جلد ا صفحہ ۱۴۲)

مسئلہ: ایک مدت سے ایک شخص کسی مقام پر مع اہل وعیال کے تھا اب اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر رہنے لگا اور مستقل قیام کر لیا، وہاں کا قیام متروک ہو گیا تو پہلا وطن اصلی ختم ہو جائے گا اب یہ شخص اگر پہلے وطن میں جائے گا اور اس کی مسافت ۷۷ کلومیٹر ہے تو مسافرت کی وجہ سے ۱۵ سے کم دن قیام پر قصر کرے گا۔

(ہندیہ جلد ا صفحہ ۱۴۲)

مسئلہ: اگر وطن اصلی میں جائیداد مکان وغیرہ ہے وہاں بھی جاتا ہے۔ اسے بالکل نہیں چھوڑا ہے۔ تو پہلا وطن بھی وطن اصلی رہے گا۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ وطن اصلی متعدد ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص کسی مقام پر بلا وطن بنائے رہنے لگ جائے اس کے بعد وہ وطن اصلی جائے تو وہاں مقیم ہو جائے گا اور اتمام کرے گا۔ (علم الفقہ صفحہ ۱۳۳)
مسئلہ: وطن اصلی سے وطن اقامت میں جائے گا تو اس وقت تک مقیم کا حکم نہ ہوگا جب تک کہ وہاں پندرہ دن کی نیت نہ کرے گا۔ (علم الفقہ صفحہ ۱۳۵)
مسئلہ: عورت شادی کے بعد اگر میکے والدین کے یہاں جائے گی اور پندرہ دن سے کم قیام کرے گی تو نماز میں قصر کرے گی چونکہ عورت کے لئے یہ وطن اصلی نہ رہا، وطن اقامت ہو گیا۔ عام طور پر عورتیں اس مسئلہ سے واقف نہیں ہوتیں۔ (امداد جلد ا صفحہ ۵۷۹)
مسئلہ: اگر کوئی آدمی اپنے سسرال جا رہا ہے اور وہ شرعی مسافت کی حد میں ہے تو ایسی صورت میں وہ قصر کرے گا۔ (رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۰)
مسئلہ: اگر کوئی شخص سسرال ہی میں رہنے لگ جائے۔ اور وہیں مستقل قیام ہو جائے تو وہ قصر نہ کرے گا۔

(رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۰)

مسئلہ: اگر کوئی شخص روزانہ ملازمت کی وجہ سے ساڑھے ستتر کلو میٹر کا سفر کر کے دفتر یا آفس یا فیکٹری آتا ہے تو ایسا شخص مسافر ہو جائے گا۔ جب نماز پڑھے گا تو قصر کرے گا اور گھر واپس آ جائے گا تو پوری نماز پڑھے گا۔

(رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۲)

مسئلہ: ریل کا گارڈ یا ڈرائیور اسی طرح بس کنڈکٹر اور ڈرائیور وغیرہ جب اپنے وطن سے دور ساڑھے ستتر کلو میٹر جانے کا ارادہ رکھے گا تو مسافر ہونے کی وجہ سے قصر کرے گا تاوقتیکہ وطن لوٹ نہ آئے۔ (احسن الفتاویٰ صفحہ ۱۱)

مسئلہ: جو لوگ ہمیشہ سفر کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً سیاح وغیرہ تو یہ لوگ بھی قصر کریں گے۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۸۷)

مسئلہ: اگر مسافر نے کسی مقام پر شادی کر لی اور قیام کر لیا تو وہ بھی مقیم ہو جائے گا چاہے پندرہ دن کا ارادہ نہ کرے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)

مسئلہ: اگر کسی نے دریا میں یا جنگل میں پندرہ دن قیام کا ارادہ کر لیا تو اس کا اعتبار نہیں۔ (شرح تنویر جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

مسئلہ: پانی کے جہاز میں پندرہ دن یا ایک ماہ تک رہنا پڑے تب بھی وہ مسافر ہی رہے گا۔ (ایضاً)

مسئلہ: اگر راستے میں کئی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہوا۔ دس دن یہاں پانچ دن وہاں، دو دن وہاں۔ پورے پندرہ دن کا ارادہ کسی ایک مقام پر نہ ہوا تو مسافر ہی رہے گا۔ (درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۲۱)

مسئلہ: اگر کوئی شخص پندرہ دن قیام کا ارادہ کرے مگر دو مقام میں اور ان دو مقاموں میں اس قدر فاصلہ ہو کہ ایک مقام پر اذان کی آواز دوسرے مقام پر نہیں جاتی۔ مثلاً دس روز مکہ مکرمہ میں پانچ روز منیٰ میں تو ایسی صورت میں وہ مسافر ہی رہے گا۔

مسئلہ: شہر کے دو محلوں میں قیام کیا تو وہ ایک ہی مقام کے حکم میں ہے۔ لہٰذا مقیم ہو جائے گا۔ مثلاً دس دن جامع مسجد دہلی کے حلقہ میں رہا اور پانچ دن نظام الدین میں رہا تو مقیم ہو جائے گا۔ (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

مسئلہ: اگر کوئی شخص دن کو تو مختلف مقام پر قیام کرتا ہے مگر رات کو ایک مقام پر آ جاتا ہے تو جہاں رات گزار رہا ہے اسی کا اعتبار ہوگا اور پندرہ رات گزارنے پر وہ مقیم ہو جائے گا اور اس سے کم پر مسافر رہے گا۔ (درمختار صفحہ ۱۱)

مسئلہ: شہر کے مختلف محلوں میں پندرہ دن رکنے کا ارادہ ہے۔ اگر ایک ہی شہر یا بستی کے مختلف محلوں میں رکنے کا ارادہ ہے تو مقیم ہو جانے کی وجہ سے اتمام کرنا پڑے گا۔ (ہندیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

مسئلہ: سفر اور اقامت کی نیت میں شوہر کا اور امیر جماعت کا اعتبار ہوگا۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

مسئلہ: اگر کسی نے حالت سفر میں کسی مقام پر ارادہ کیا کہ ۵، ۶ دن رک کر چلا جاؤں گا مگر ایسے حالات، ایسی ضرورت پیش آئی کہ ایک دن، دو دن کے بعد جانے کا ارادہ کرتا رہا۔ اسی حالت میں پندرہ دن سے زائد گزر گیا تو

وہ مسافر ہی رہے گا اور قصر کرتا رہے گا۔ (شامی جلد۲ صفحہ۱۲۶)

مسئلہ: مسافر مقیم کو نماز پڑھا سکتا ہے مگر وقت کے اندر پڑھا سکتا ہے اور وقت کے بعد ظہر، عصر، عشاء کی امامت نہیں کرسکتا۔ ہاں فجر و مغرب کی امامت کرسکتا ہے۔ (ہندیہ جلد۱ صفحہ۱۴۲)

مسئلہ: مسافر اگر مقیم کو نماز پڑھائے تو پہلے بتادے کہ میں مسافر ہوں۔ دو رکعت پڑھوں گا چنانچہ سلام پھیرے تو کہہ دے کہ میں مسافر ہوں اپنی دو رکعت پوری کرلو۔ (ہندیہ جلد۱ صفحہ۱۴۲)

مسئلہ: مقیم کو اپنی دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ، دو رکعتوں کے قیام کی حالت میں کچھ نہ پڑھے خاموش رہے یعنی فاتحہ اور سورہ کی مقدار خاموش کھڑا رہے۔ رکوع، سجدہ، تشہد میں حسب سابق پڑھے۔ (شامی صفحہ۱۱)

مسئلہ: تنہا مسافر نے بھول کر چار رکعت نماز پڑھ لی اگر دوسری رکعت میں تشہد پڑھ کر کھڑا ہوا تھا تب تو اس کی نماز ہوگئی۔ صرف سجدہ سہو کرنا ہوگا اور نماز ہوگئی۔ اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو وقت کے اندر نماز کا دوبارہ ۲ رکعت پڑھنا واجب ہوگا۔ اگر دو رکعت پر تشہد کے لئے نہیں بیٹھا تھا بلکہ سیدھے کھڑا ہوگیا تھا تو اب نماز نہ ہوگی دوبارہ پھر سے پڑھنا پڑے گی۔ (درمختار جلد۲ صفحہ۱۲۸)

مسئلہ: مقیم امام کے پیچھے اگر مسافر نماز پڑھے تو اقتداء کی وجہ سے پوری پڑھے گا۔ (نور الایضاح صفحہ۱۰۱)

مسئلہ: مسافر امام جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے اس میں کوئی کراہت نہیں۔

مسئلہ: مسافر کی نماز جو مقیم کے پیچھے پڑھ رہا تھا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو بعد میں جب اعادہ کرے گا تو دو رکعت کا کرے گا۔ (شامی جلد۲ صفحہ۱۳۰)

مسئلہ: مسافر اگر مسبوق ہوگیا، یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی کچھ رکعت چھوٹ گئی تو وہ بعد میں چار رکعت ہی کے اعتبار سے پورا کرے گا۔ (احسن الفتاویٰ جلد۴ صفحہ۸۳)

مسئلہ: مسافر امام نے غلطی سے امامت کرتے ہوئے بجائے دو رکعت کے چار پڑھادی تو مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی ان کو چار رکعت دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ البتہ اس مسافر کی جب کہ دوسرا قعدہ کیا ہو نماز ہوجائے گی۔

(شامی صفحہ۱۱)

سفر میں سنتوں کے متعلق

مسئلہ: سفر میں جب قیام کی حالت ہو تو سنتوں کا چھوڑنا بہتر نہیں۔ تمام سنتوں کو ادا کرے۔ خصوصاً فجر کی سنتوں کو ہرگز نہ چھوڑے۔ البتہ سیر اور چلنے کی حالت میں مثلاً اسٹیشن پر نماز ادا کررہا ہے یا گاڑی یا جہاز پر نماز ادا کررہا ہے تو ایسی حالتوں میں سنتوں کو چھوڑ دے تو اجازت ہے۔ (شامی جلد۲ صفحہ۱۳۱)

مسئلہ: مسافر شرعی کو اختیار ہے کہ رمضان المبارک کے روزے خواہ سفر میں رکھے یا نہ رکھے، مگر وطن واپس

آنے کے بعد تمام روزوں کی قضاء کرنی پڑے گی۔ (ہندیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۸)

مسئلہ: مسافر جب حالت سفر میں نماز پڑھے تو اس کے لئے اذان اور اقامت مندوب و مستحب ہے۔

(بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۲۷۹)

مسئلہ: اگر ازدہام کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اذان کا موقع نہ ہو تو صرف اقامت پر اکتفا کرنا بہتر ہے۔

(الشامی جلد ۱ صفحہ ۳۹۴)

سفر کی دعاؤں کا بیان

جب ارادۂ سفر کرے تو کیا دعا پڑھے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اَجُوْلُ وَبِكَ اَسِیْرُ" (مسند بزار برجال ثقات مجمع جلد اصفحہ ۱۳۰)

ترجمہ: "اے اللہ میں آپ ہی کی مدد سے حملہ کرتا ہوں۔ آپ ہی کی اعانت سے گھومتا ہوں۔ آپ ہی کی مدد سے سیر کرتا ہوں۔"

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے بارادۂ سفر نکلتے تو نکلتے وقت یہ دعا پڑھتے:

"اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَى اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"

(ابن سنی فیہ راوی مجہول صفحہ ۴۳۹)

ترجمہ: "میں ایمان لایا اللہ پر، میں نے مضبوطی سے پکڑا اللہ کو، بھروسہ کیا میں نے اللہ پر، نہ کسی کو طاقت نہ قوت سوائے اللہ کے۔"

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اَصْحِبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَھْلِنَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَدَعْوَۃِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ"

(مسلم، ابن ماجہ، ابن سنی، صفحہ ۴۴۱، بسند حسن)

ترجمہ: "اے اللہ آپ ہی رفیق ہیں سفر میں اور نائب ہیں گھر والوں میں۔ اے اللہ! ہمارے سفر میں آپ ہمارے رفیق بن جائیں اور ہمارے اہل وعیال میں ہمارے نائب ہو جائیں۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی سفر کی پریشانیوں سے اور بری حالت کے آنے سے اور گناہوں کی طرف لوٹنے سے اور مظلوم کی بددعا سے اور اہل و مال پر برا منظر دیکھنے سے۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ فرماتے تو جس وقت مجلس سے اٹھتے

تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ بِكَ اِنْتَشَرْتُ وَاِلَیْكَ تَوَجَّهْتُ وَبِكَ اعْتَصَمْتُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ وَرَجَائِیْ اَللّٰھُمَّ اكْفِنِیْ مَآ اَهَمَّنِیْ وَمَا لَا اَهْتَمُّ بِهٖ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ وَزَوِّدْنِیَ التَّقْوٰی وَاغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَجِّهْنِیْ لِلْخَیْرِ حَیْثُ مَا تَوَجَّهْتُ"

ترجمہ: "اے اللہ! میں آپ کی مدد سے منتشر ہوتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور آپ ہی کی حفاظت میں آتا ہوں۔ آپ ہی میرے معتمد ہیں اور میری امید ہیں۔ اے اللہ آپ کافی ہو جائیں ان معاملوں میں جو اہم ہیں اور جو اہم نہیں ہیں اور اس میں جو آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں اور تقویٰ کا توشہ مرحمت فرمائیں۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور جہاں بھی رخ کروں، خیر کی جانب رخ کر دیجئے۔"

پھر آپ سفر کے لئے نکل جاتے۔ (بیہقی فی السنن، ابن سنی صفحہ ۴۴۵، مجمع صفحہ ۱۳۰، فیہ راوی ضعیف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰھُمَّ اَصْحِبْنَا بِنُصْحٍ وَاَقْلِبْنَا بِذِمَّةٍ اَللّٰھُمَّ زَوِّلَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ" (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۱، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۴۰۱، بسند، حسن الدعاء صفحہ ۱۱۷)

ترجمہ: "اے اللہ! آپ ہی مصاحب ہیں سفر میں، نائب ہیں اہل میں۔ اے اللہ بھلائی کے ساتھ ہمارا مصاحب بن جا۔ اپنی حفاظت میں ہمیں واپس فرما۔ اے اللہ سمیٹ دیجئے زمین کو، آسان فرما دیجئے سفر کو۔ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں سفر کی تھکان سے اور بری حالت کے آنے سے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے لئے نکلتے تو یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ بَلَاغًا یَبْلُغُ خَیْرًا وَمَغْفِرَةً مِّنْكَ وَرِضْوَانًا بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰھُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَاطْوِلَنَا الْاَرْضَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ" (ابن سنی صفحہ ۴۴۲، ابو یعلی، مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۰، بسند صحیح)

ترجمہ: "اے اللہ! ایسی خیر جو بھلائی کو پہنچے تیری جانب سے مغفرت اور رضا مندی ہو۔ تیرے ہی قبضہ میں بھلائی ہے۔ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے اللہ! آپ ہمارے رفیق سفر ہیں گھر والوں میں نائب ہیں۔ اے اللہ ہمارے پر سفر آسان فرما اور زمین ہمارے لئے لپیٹ دے۔ اے اللہ! میں پناہ

مانگتا ہوں سفر کی تھکان سے اور بری حالت کے آنے سے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لئے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ وَالصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَاَشْغِلْنَا بِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰى سَفَرِنَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَهٗ" (مسلم، ابن سنی، صفحہ ۴۴۳، بسند صحیح)

ترجمہ: "اے اللہ! آپ خلیفہ ہیں ہمارے اہل وعیال میں اور مصاحب ہیں سفر میں۔ اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں آپ سے اپنے سفر میں بھلائی، تقویٰ اور ایسی مشغولی کا جسے آپ پسند کرتے ہیں اور جس سے آپ خوش ہوں۔ اے اللہ! سفر میں ہماری مدد فرما اور اس کی دوری کو لپیٹ دے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الضُّبْنَةِ فِي السَّفَرِ وَالْكَاٰبَةِ فِي الْمُنْقَلَبِ اَللّٰهُمَّ اقْبِضْ لَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ" (ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۹، الدعاء صفحہ ۱۱۷۵، سیرۃ الشامی صفحہ ۴۶۸، سندہ حسن)

ترجمہ: "اے اللہ آپ ہی میرے مصاحب ہیں سفر میں اور نگران ہیں اہل میں۔ اے اللہ! ہم آپ کی سفر میں بوجھ سے پناہ مانگتے ہیں اور بری واپسی سے۔ اے اللہ! زمین ہمارے لئے طے فرما اور سفر کو آسان فرما۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تو یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ اَللّٰهُمَّ زَوِّلَنَا الْاَرْضَ وَقَرِّبْ لَنَا السَّفَرَ" (الدعاء صفحہ ۱۱۷۹)

ترجمہ: "اے اللہ! مشقت سفر سے پناہ مانگتا ہوں اور بری واپسی سے، اے اللہ زمین کو ہمارے لئے طے فرما اور سفر قریب کردے۔"

سفر سے قبل نماز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گھر سے نکلو تو دو رکعت نماز پڑھ لو۔ سفر کی تمام ناپسندیدہ باتوں سے محفوظ رہو گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

حضرت مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے بہتر کوئی نہیں کہ سفر میں جاتے ہوئے اہل وعیال میں دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (اذکار نووی جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

علامہ نووی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسرے میں سورۂ احد یا سورۂ فلق اور سورۂ ناس اور سلام پھیر کر آیۃ الکرسی پڑھے۔ روایت میں ہے کہ گھر سے نکلنے سے پہلے جو آیۃ الکرسی پڑھے گا، اس کے واپس آنے تک کوئی ناپسندیدہ بات پیش نہیں آئے گی اور ابوالحسن قزوینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا کہ سورۂ قریش کا پڑھنا ہر مصائب سے امان ہے۔

اور نماز سفر سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ بِكَ اَسْتَعِیْنُ وَعَلَیْكَ اَتَوَكَّلُ اَللّٰھُمَّ ذَلِّلْ لِیْ صُعُوْبَةَ اَمْرِیْ وَسَھِّلْ عَلَیَّ مَشَقَّةَ سَفَرِیْ وَارْزُقْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ اَكْثَرَ مِمَّا اَطْلُبُ وَاصْرِفْ عَنِّیْ كُلَّ شَیْءٍ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَحْفِظُكَ وَاَسْتَوْدِعُكَ نَفْسِیْ وَدِیْنِیْ وَ اَھْلِیْ وَاَقَارِبِیْ وَكُلَّ مَا اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلَیْھِمْ بِهٖ مِنْ اٰخِرَةٍ وَّدُنْیَا فَاحْفَظْنَا اَجْمَعِیْنَ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ یَا كَرِیْمُ"

تَرجَمہ: "اے اللہ تجھ سے ہی اعانت اور تجھ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہمارے کام کی مشکلات کو آسان فرما اور سفر کی مشقت کو ہم پر سہل فرما اور جو میں مانگوں اس سے زیادہ خیر عطا فرما اور ہر شر سے ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ! میں آپ سے حفاظت طلب کرتا ہوں اور اپنی جان، دین، اہل و اقارب اور ان تمام نعمتوں کو جو ہم پر اور ان پر ہیں۔ خواہ اخروی ہوں یا دنیوی سب تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ ہم سب کی تمام نامناسب امور سے حفاظت فرما۔ اے کریم!"

اس کے بعد جب اٹھ کر چلنے لگے تو یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ تَوَجَّھْتُ وَبِكَ اِعْتَصَمْتُ اَللّٰھُمَّ اكْفِنِیْ مَا ھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ لَهٗ اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَجِّھْنِیْ لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ"

(اذکار نووی صفحہ ۱۸۶)

تَرجَمہ: "اے اللہ! میں آپ ہی کی طرف توجہ کرتا ہوں اور آپ ہی سے چمٹتا ہوں۔ اے اللہ! اہم اور غیر اہم معاملوں میں آپ ہی کافی ہو جایئے۔ اے اللہ! توشۂ تقویٰ سے نوازیئے۔ میرے گناہ معاف کیجئے۔ جدھر میں جاؤں، خیر کو متوجہ کر دیجئے۔"

جب کوئی سفر کے لئے جائے تو اسے کیا دعا دے؟

حضرت انس ابن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آیا اور کہا میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

"فِیْ حِفْظِ اللّٰہِ وَفِیْ کَنَفِہٖ زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَغَفَرَ ذَنْبَکَ وَوَجَّھَکَ فِی الْخَیْرِ حَیْثُ مَا کُنْتَ وَاَیْنَ مَا کُنْتَ" (الدعاء جلد۲ صفحہ ۱۱۸۰، ترمذی صفحہ ۳۴۴۴، بسند حسن لغیرہ)

ترجمہ: "خدا کی حفاظت اور اسی کی پناہ میں۔ اللہ تجھے تقویٰ کا توشہ دے، تیرے گناہ معاف فرمائے۔ جہاں بھی ہو تجھے خیر کے راستے پر گامزن رکھے۔"

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پکڑ کر رخصت کرتے وقت یہ دعا دی:

"جَعَلَ اللّٰہُ التَّقْوٰی زَادَکَ وَ غَفَرَ ذَنْبَکَ وَ وَجَّھَکَ لِلْخَیْرِ حَیْثُ مَا تَکُوْنُ"

(الدعاء للطبرانی صفحہ ۱۱۸۰، بسند لیس فیہ مقال)

ترجمہ: "خدا تقویٰ تیرا توشہ بنائے۔ تیرے گناہ معاف فرمائے۔ بھلائی کے رخ پر رکھے جہاں تو رہے۔"

رخصت کرنے کے بعد کیا دعا دے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کچھ نصیحت فرمایئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور ہر بلند مقام پر تکبیر کی۔ جب وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا دی:

"اَللّٰھُمَّ اطْوِلَہُ الْاَرْضَ وَھَوِّنْ عَلَیْہِ السَّفَرَ" (الدعا صفحہ ۱۱۸۲، ترمذی صفحہ ۳۴۴۵، بسند حسن)

رخصت کے وقت دعا کی درخواست

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمرہ کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور فرمایا مجھے دعاؤں میں نہ بھولنا۔ (ترمذی صفحہ ۳۴۵، بسند حسن، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱۰)

سفر حج کرنے والے کو کیا دعا دے کر رخصت کرے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور حج بیت اللہ کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ رخصت کرتے ہوئے تھوڑی دیر چلتے رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا:

"زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَوَجَّھَکَ فِی الْخَیْرِ وَکَفَاکَ الْھَمَّ"

ترجمہ: "خدا تجھے توشہ کے تقویٰ سے نوازے، خیر کی جانب تجھے متوجہ فرمائے اور تیری ضرورتوں میں کافی ہو۔"

پھر یہ شخص فراغت حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ سلام کیا۔ آپ نے سر اٹھاتے ہوئے یہ دعا دی:

"قَبَّلَ اللّٰہُ حَجَّکَ وَکَفَّرَ ذَنْبَکَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَکَ"

ترجمہ: ''تیرا حج قبول ہو، گناہ معاف ہو، صرفہ کا بدل عطا ہو۔''

(الدعاء جلد۲ صفحہ ۱۱۸۶، طبرانی اوسط، مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ ۲۱۴، بسند ضعیف)

رخصت ہوتے وقت گھر والوں کو کیا دعا دے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تم کو وہ کلمات سکھلاؤں جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلائے ہیں۔ جب سفر کا ارادہ کر کے گھر سے نکلو تو اپنے گھر والوں کو یہ دعا دو:

''اَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا یُخِیْبُ وَدَائِعَهٗ''

ترجمہ: ''میں تمہیں اس خدا کے حوالے کرتا ہوں جو امانتوں کو ضائع نہیں کرتا۔''

(حصن حصین ۲۸۶، ابن سنی ۴۵۵، اذکار ۱۸۶، بسند ضعیف)

رخصت کرنے کی دعا جو گھر کے لئے خیر کثیر کا باعث

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے سپرد کرو گے وہ اس کی حفاظت کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب سفر کا ارادہ کرے تو اپنے بھائی کو سپرد خدا کرے اللہ پاک اس کی دعا میں خیر کرنے والا ہے۔

(اذکار نووی صفحہ ۱۸۶، بسند غریب)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات سے رخصت فرماتے تھے:

''اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ''

(ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۸۲، ابوداؤد، اذکار صفحہ ۱۸۷، بسند صحیح)

ترجمہ: ''میں تمہارا دین، تمہاری امانت (اہل وعیال) اور کاموں کا انجام خدا کے سپرد کرتا ہوں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سفر کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے متعلقین اسے رخصت کرتے وقت یہ دعا دیں:

''اَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا یُضِیْعُ وَدَائِعَهٗ'' (الدعاء صفحہ ۱۱۸۲، بسند حسن)

ترجمہ: ''حوالہ کرتا ہوں تم کو اس اللہ کے جو سپرد کردہ چیزوں کو ضائع نہیں کرتا۔''

سفر میں جاتے وقت گھر والوں کے لئے خیر وعافیت کی دعا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبیر! کیا تم چاہتے ہو کہ جب سفر میں جاؤ تو اپنے دوستوں سے صورت اور حالت میں بہتر اور توشہ (دولت) میں بڑھ کر رہو۔ (حضرت جبیر نے) عرض کیا جی ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ نے فرمایا تو یہ پانچ سورتیں پڑھ

لیا کرو: "قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ، اِذَا جَآءَ نَصْرُاللّٰهِ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ"

ہر سورت کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا کرو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر ختم کیا کرو۔ (یعنی آخر میں سورہ ناس کے بعد بسم اللہ پڑھ لو) حضرت جبیر کہتے ہیں کہ میں دولت منداور مالدار تھا مگر جب سفر کرتا تھا تو اپنے ساتھیوں میں سے سب سے زیادہ تباہ حال اور مفلس ہو جاتا تھا۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سورتیں سیکھیں اور ان کو ہمیشہ پڑھنے لگا تو سفر سے واپسی تک اپنے دوستوں سے زیادہ اچھے حال اور دولتمند رہتا تھا۔ (حصن صفحہ ۲۸۷، ابویعلی)

واپسی تک خدا کی نگہبانی

ابن النجار نے اپنی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سفر کا ارادہ کرے تو اپنے گھر کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کے گیارہ بار قل ھو اللہ احد پڑھے تو انشاء اللہ سفر سے واپسی تک اللہ پاک اس کا نگہبان ہوگا۔ (الدر المنثور بحوالہ اسوۃ الصالحین)

جب سواری پر بیٹھے تو یہ دعا پڑھے

حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سواری کا جانور آپ کے پاس لایا گیا۔ جب آپ نے پیر رکاب میں رکھا تو فرمایا۔ بسم اللہ۔ جب بیٹھ گئے تو فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ"

ترجمہ: "تمام تعریف اس اللہ کی جس نے ہمارے لئے اس کو مسخر کر دیا ورنہ ہم اسے قابو میں رکھنے والے نہ ہوتے اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

پھر تین مرتبہ "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" کہا اور تین مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہا پھر یہ پڑھا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ"

ترجمہ: "نہیں کوئی معبود سوائے تیرے، پاک ہیں آپ، میں نے ظلم کیا اپنی جان پر (گناہ کیا) پس ہمیں معاف فرما دیجئے کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا سوائے آپ کے۔"

پھر مسکرا دیئے۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا۔ اے امیر المؤمنین! کس وجہ سے آپ نے مسکرا دیا؟ فرمایا میں نے نبی پاک ﷺ کو اسی طرح پڑھتے پھر مسکراتے دیکھا تو میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیوں مسکرائے؟ آپ نے فرمایا تیرا رب سبحانہ اپنے بندے سے تعجب کرتا ہے جب وہ "اِغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ" کہتا ہے، جانتا ہے کہ

میرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کرسکتا۔ (ابوداؤد، اذکار صفحہ ۱۸۸، ابن سنی ۴۴۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جانوروں کی پیٹھ پر شیطان رہتا ہے، جب تم بیٹھو تو ''بسم اللہ'' پڑھ لیا کرو۔ (دارمی، ابن سنی صفحہ ۴۴۶، برجال صحیح)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے لئے نکلتے اونٹ پر بیٹھ جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

''سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا هٰذَا سَفَرَنَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ'' (اذکار مسلم صفحہ ۱۸۸)

ترجمہ: ''اللہ کی ذات پاک ہے جس نے ہمارے لئے یہ مسخر کیا۔ ورنہ ہم اس پر طاقت پانے والے نہیں تھے۔ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم سفر میں آپ سے بھلائی اور تقویٰ کا سوال کرتے ہیں اور اس عمل کا جس سے آپ خوش ہوں اے اللہ! ہمارے پر یہ سفر آسان فرما اور اس کے بُعد کو لپیٹ دے۔ اے اللہ! آپ میرے مصاحب سفر ہیں اور اہل میں نائب ہیں۔ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں سفر کی پریشانیوں سے اور اہل وعیال میں بری حالت کے لوٹنے سے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ جب سفر کرتے اور سواری پر سوار ہو جاتے تو انگلی سے شارہ فرماتے اور یہ دعا پڑھتے:

''اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اَصْحِبْنَا بِنُصْحٍ وَّاَقْلِبْنَا بِذِمَّةٍ اَللّٰهُمَّ ازْوِلَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ'' (ابن سنی صفحہ ۴۴۷، ترمذی، بسند غریب)

سفر حج سے واپس آنے والے کو کیا کہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک غلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ اس کے ساتھ چند قدم چلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے غلام!

''زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَوَجَّهَكَ فِی الْخَيْرِ وَكَفَاكَ الْهَمَّ''

پھر جب وہ لوٹ کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور سلام کیا۔ آپ نے کہا اے غلام! اور یہ دعا

دی:

"قَبَّلَ اللّٰهُ حَجَّكَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَكَ"

ترجمہ: "اللہ تمہارا حج قبول کرے۔ تمہارے گناہ معاف کرے۔ تمہارے صرفہ کا بدلہ عطا فرمائے۔" (اذکار نمبر ۵۵۴، ابن سنی صفحہ ۴۵۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجاج کی واپسی پر دعا دیتے ہوئے) کہا:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ"

ترجمہ: "اے اللہ حاجی کی مغفرت فرما اور جس کے لئے حاجی دعائے مغفرت کرے۔ اس کی بھی مغفرت فرما۔" (بیہقی، اذکار نمبر ۵۵۵)

سفر سے واپس آنے والے کو کیا کہے؟

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفر سے آنے والے کے لئے مستحب قرار دیا ہے کہ یہ دعا دی جائے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَلَّمَكَ"

ترجمہ: "اللہ کی تعریف جس نے تم کو صحیح سالم پہنچایا۔"

یا یہ کہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَمَعَ الشَّمْلَ بِكَ" (اذکار صفحہ ۱۸۹، نزل الابرار صفحہ ۳۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ مجھے واپسی کا سخت انتظار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے میں نے دروازے پر آگے بڑھ کر استقبال کیا اور کہا:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَزَّكَ وَنَصَرَكَ وَاَكْرَمَكَ" (ابن سنی، الفتوحات جلد ۵ صفحہ ۱۷۴)

ترجمہ: "سلامتی اور رحمت خدا ہو آپ پر اے خدا کے رسول! تعریف اس خدا کی جس نے آپ کو عزت دی۔ مدد کی اور اکرام فرمایا۔"

فائدہ: آنے والے کا آگے بڑھ کر سلام اور مصافحہ سے استقبال کیا جائے۔ پھر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" سے یہ دعا پڑھی جائے۔ (الفتوحات جلد ۵ صفحہ ۱۷۳)

ابن ابی السائب جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام جاہلیت کے شریک تجارت تھے۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَرْحَبًا یَا اَخِیْ" (ابوداؤد، ابن سنی صفحہ ۵۳۴)

جب سفر میں رات آجائے تو کیا پڑھے؟

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ جب کسی غزوہ یا سفر میں ہوتے اور رات ہو جاتی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یہ دعا پڑھتے:

"یَآ اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ وَحَيَّةٍ وَعقْرَبَ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ شَرِّ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ" (الدعاء صفحہ ۱۸۸، عمل الیوم للنسائی صفحہ ۵۹۳)

ترجمہ: "اے زمین، تیرا میرا رب خدا ہے۔ تیرے شر سے اور جو شر تیرے اندر ہے۔ خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور اس چیز کے شر سے بھی جو تیرے اوپر چلتا ہے۔ خدا کی پناہ شیر، سانپ، اژدھا، بچھو اور شہر میں رہنے والے (جنات) کی برائی سے۔ اور جننے والے کی برائی سے اور اس سے جو جنے۔"

سفر میں صبح کی نماز کے بعد کیا پڑھے؟

حضرت ابو برزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ جب سفر میں صبح کی نماز پڑھتے تو اس کے بعد یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِيْنِیَ الَّذِیْ جَعَلْتَهٗ عِصْمَةَ اَمْرِیْ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دُنْيَایَ الَّتِیْ جَعَلْتَ فِيْهَا مَعَاشِیْ"

ترجمہ: "اے اللہ! ہمارے دین کو جسے آپ نے باعث عصمت بنایا درست کر دیجئے اور دنیا جسے معاش بنایا درست کر دیجئے۔"

تین مرتبہ فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَةَ الَّتِیْ جَعَلْتَ اِلَيْهَا مَرْجِعِیْ"

ترجمہ: "اے اللہ جس آخرت کو ہمارے لئے واپسی کی جگہ بنایا درست کر دیجئے۔"

تین مرتبہ فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُبِكَ"

پھر یہ پڑھتے (ایک مرتبہ):

"لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ"

(اذکار صفحہ ۵۵۱)

ترجمہ: "اے اللہ! آپ کے غضب سے آپ کی رضا کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں آپ

کی پناہ مانگتا ہوں۔اے اللہ آپ جسے دیں کوئی روکنے والا نہیں اور جسے روک دیں، اسے کوئی دینے والا نہیں اور آپ کے سامنے کسی مالدار کی مالداری کوئی کام نہیں دیتی۔"

جب سفر میں سحر کا وقت ہو جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت سفر میں ہوتے اور سحر کا وقت (یعنی صبح صادق کے قریب) ہو جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے:

"سَمَّعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهٖ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ" (ابوداؤد، عمل الیوم للنسائی صفحہ ۳۶۳، حاکم جلد ۱ صفحہ ۴۴۶)

ترجمہ: "سنایا سنانے والے نے اللہ کی تعریف، اس کی آزمائش بہتر ہے ہم پر ہمارا رب ہمارا رفیق ہے۔ہم پر فضل کیا ہے، خدا کی پناہ جہنم سے۔"

جب گھر میں داخل ہو تو کیا پڑھے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے گھر تشریف لاتے اور اہل میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَوْبًا اَوْبًا لِّرَبِّنَا تَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا" (نزل الابرار صفحہ ۳۳۸)

ترجمہ: "واپس آئے اپنے رب سے توبہ کرتے ہیں کوئی گناہ ہم سے نہ چھوٹے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس ہوتے تو "اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ" پڑھتے اور جب گھر میں داخل ہو جاتے تو یہ پڑھتے:

"تَوْبًا تَوْبًا لِّرَبِّنَا اَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا" (ابن سنی صفحہ ۵۳۱، احمد جلد ۱ صفحہ ۲۵۶ بیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۵۰)

اپنی بستی کی جانب جب واپس آنے لگے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آرہے تھے ساتھ میں ابوطلحہ بھی تھے اور حضرت صفیہ آپ کی اونٹنی پر تھیں۔ہم لوگ جب مدینہ کے قریب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

"اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ"

ترجمہ: "لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی کہتے رہے۔یہاں تک کہ ہم لوگ مدینہ میں آگئے۔ (مسلم، اذکار نمبر ۵۵۰)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے

تو تین مرتبہ ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ فرماتے اور یہ دعا فرماتے:

”لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ، اٰئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ تَائِبُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۞ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ“

ترجمہ: ”کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت، اسی کے لئے تعریف، وہ ہر شے پر قادر۔ واپس آنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں۔ توبہ کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں۔ اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں خدا کا وعدہ سچ ہوا۔ اپنے بندہ کی مدد کی اور گروہ کفار کو ہزیمت دی۔“ (بخاری، مسلم، ابوداؤد صفحہ ۳۸۲)

جب کشتی یا جہاز پر سوار ہو

کشتی یا بحری جہاز پر سوار ہو تو یہ دعا پڑھے:

”بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَآ اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ“

ترجمہ: ”خدا ہی کے نام سے چلنا اور لنگر ڈالنا ہے۔ یقیناً ہمارا رب مغفرت کرنے والا رحیم ہے۔“

(اذکار، نزل صفحہ ۳۳۳)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری امت کے لئے ڈوبنے سے حفاظت اس میں ہے کہ جب وہ سوار ہوں تو یہ دعا پڑھیں:

”بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَآ اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ“

(الدعاء جلد ۲ صفحہ ۱۱۷۲، ابویعلی بسند ضعیف، الفتوحات جلد ۵ صفحہ ۱۳۶، اذکار نمبر ۵۳۵، نزل صفحہ ۳۳۳)

ترجمہ: ”اللہ ہی کے نام سے چلنا اور لنگر ڈالنا ہے۔ ہمارا رب معاف کرنے والا رحیم ہے۔ لوگوں نے اس کی شایان شان حق ادا نہیں کیا۔ ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان دائیں ہاتھ میں لپٹا ہوگا۔ پاک ہے بلند و بالا ہے اس سے جو یہ شریک کرتے ہیں۔“

جب ٹیلے یا اونچے مقام پر چڑھے تو یہ دعا پڑھے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جب اونچائی پر چڑھتے تو ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ نیچے اترتے تو ”سُبْحَانَ اللّٰهِ“ پڑھتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور لشکر جب کسی اونچائی پر چڑھتے تو "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتے اور جب کسی نشیبی حصہ میں اترتے تو "سُبْحَانَ اللّٰہِ" پڑھتے۔ (ابوداؤد، اذکار نمبر ۵۳۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب زمین کی اونچائی پر چلتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ"

(ابن سنی نمبر ۵۳۳، نزل صفحہ ۴۳۴، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

ترجمہ: "اے اللہ! آپ ہی کے لئے بلندی ہے ہر بلندی پر اور آپ ہی کے لئے تعریف ہے ہر حال میں۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا جو سفر میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں نصیحت فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تم کو تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ کہ ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر کہو۔ (ابن ماجہ، ترمذی، حاکم جلد ۲ صفحہ ۹۸)

فائدہ: زینہ اور سیڑھی چڑھتے ہوئے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" اور اترتے ہوئے "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہے۔

جب اپنی بستی میں داخل ہو جائے تو یہ پڑھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ میں داخل ہوتے تو تیزی سے آتے اور یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِھَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا"

ترجمہ: "اے اللہ اس بستی میں مجھے سکون و قرار عطا فرما اور بہترین رزق عطا فرما۔"

جب کسی بستی یا آبادی میں داخل ہو تو کیا پڑھے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہٖ وَخَیْرِ مَا جَمَعْتَ فِیْھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جَمَعْتَ فِیْھَا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَاَعِذْنَا مِنْ وَّبَاھَا وَحَبِّبْنَآ اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَآ اِلَیْنَا" (اذکار نمبر ۵۴۵، نزل صفحہ ۳۳۶، ابن سنی نمبر ۵۲۷)

ترجمہ: "اے اللہ! میں اس کی بھلائی اور جو بھلائی آپ نے اس میں جمع کیا ہے، اس کا سوال کرتا ہوں اور اس کی برائی سے اور جو آپ نے اس میں جمع کیا ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ اس بستی کے فوائد سے ہمیں نوازا ور اس کی برائی سے ہماری حفاظت فرما اور ہمیں بستی والوں کا

محبوب بنا اور اس کے نیک لوگوں کو ہمارا محبوب بنا۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو تین مرتبہ یہ پڑھتے ”اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْھَا“ اے اللہ ہمیں اس بستی میں برکت عطا فرما۔ پھر یہ فرماتے:

”اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَجَنِّبْنَا وَبَاھَا وَحَبِّبْنَآ اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَآ اِلَیْنَا“ (طبرانی، الفتوحات جلد۵ صفحہ۱۵۹)

ترجمہ: ”اے اللہ! ہمیں اس بستی کے منافع عطا فرما اور اس کی وبا سے ہماری حفاظت فرما اور ہمیں بستی والوں کے نزدیک محبوب بنا اور بستی کے نیکوں کو ہمارا محبوب بنا۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ جب کسی بستی کو دیکھتے جس میں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو ”اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْھَا“ تین مرتبہ فرماتے۔ پھر یہ فرماتے:

”اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَآ اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَآ اِلَیْنَا“

(مجمع الزوائد، نزل الابرار صفحہ ۳۴۷)

ترجمہ: ”اے اللہ! اس کے فوائد و منافع سے ہمیں نواز اور اہل بستی کا محبوب بنا اور اس کے نیک لوگوں کو ہمارا محبوب بنا۔“

دوران سفر جب کوئی بستی یا آبادی نظر آئے

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بستی میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے، اسے دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

”اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَآ اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَآ اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ اَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا“ (نسائی، الفتوحات جلد۵ صفحہ۱۵۴، ابن سنی ۵۲۵)

دوران سفر کسی منزل پر جب قیام کرے

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، جو شخص کسی مقام پر پڑاو ڈالے۔ پھر یہ دعا پڑھ لے تو اس مقام سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اسے نقصان نہ پہنچائے گی:

”اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ“

تَرجَمۃ: ’’اللہ کے کلمات تامہ کے واسطے سے تمام مخلوق کی برائیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔‘‘

(مسلم، اذکار نووی صفحہ ۵۴۸)

سواری (جانور گاڑی وغیرہ) پریشان کرے تو کیا کہے؟

ابوعبداللہ بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ جو مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ کہتے ہیں کہ سواری کا جانور جب پریشانی میں ڈال دے تو اس کے کان میں یہ پڑھے۔ اللہ کے حکم سے وہ ٹھیک ہو جائے گا:

’’اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ‘‘

تَرجَمۃ: ’’کیا اللہ کے دین کے علاوہ کوئی دوسرا دین تلاش کرتے ہو۔ اسی کے تابع ہے خوشی سے یا جبر سے جو آسمان یا زمین میں ہے۔ اسی کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

فَائِدَہ: اگر گاڑی وغیرہ خراب ہو جائے اس سے پریشان ہو جائے تو یہ دعا پڑھے۔

جب سفر میں کسی دشمن کا خوف ہو

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب کسی سے خوف یا ڈر محسوس کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

’’اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ‘‘ (ابوداؤد، اذکار نمبر ۵۴۶)

تَرجَمۃ: ’’اے اللہ! میں تجھے ان کے مقابلہ میں پیش کرتا ہوں اور تیری ان کی شرارت سے پناہ چاہتا ہوں۔‘‘

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے (خندق کے موقعہ پر) جب دشمنوں کے خوف سے کلیجہ منہ کو آ لگا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دعا بتائی تھی:

’’اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا‘‘ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۶)

تَرجَمۃ: ’’اے اللہ! ہمارے عیوب کو چھپا اور خوف و دہشت سے امن عطا فرما۔‘‘

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب تم کسی جابر و قاہر ظالم (بادشاہ یا کسی آدمی) سے خوف محسوس کرو یہ دعا کرو:

’’اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا اَللّٰهُ اَعَزُّ مِمَّآ اَخَافُ وَاَحْذَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْمُمْسِكِ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ اَنْ يَّقَعْنَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ وَّجُنُوْدِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِلٰهِيْ كُنْ لِّيْ جَارًا مِّنْ شَرِّهِمْ جَلَّ

ثَنَاءُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ“ (مجمع جلد۱۰صفحہ۱۳۷)

ترجمہ: ”اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے تمام مخلوق سے۔ اللہ اس پر غالب ہے جس سے میں خوف اور ڈر محسوس کر رہا ہوں۔ اس خدا کی پناہ جو ساتوں آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکے ہے ہاں! مگر یہ اس کی اجازت سے۔ فلاں تیرے بندے کے شر سے اور اس کی فوج سے اور اس کے ہم نواؤں سے اور اس کی جماعت سے خواہ انسانوں میں سے ہو یا جنات میں سے، اس کے شر سے اے خدا ہمیں بچالے۔ بلند ہے تیری تعریف۔ غالب ہے تجھ سے پناہ ڈھونڈنے والا۔ بابرکت ہے تیرا نام۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“

جب سواری یا گاڑی وغیرہ گم ہو جائے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی پاک سے گم شدہ (سواری وغیرہ) کے متعلق یہ دعا نقل کرتے ہیں:

”اَللّٰهُمَّ رَآدَّ الضَّآلَّةِ وَهَادِيَ الضَّآلَّةِ تَهْدِيْ مِنَ الضَّلَالَةِ اُرْدُدْ عَلَيَّ ضَآلَّتِيْ بِقُدْرَتِكَ وَسُلْطَانِكَ فَاِنَّهَا مِنْ عَطَآئِكَ وَفَضْلِكَ“

(مجمع الزوائد جلد۱۰صفحہ۱۳۳، الفتوحات جلد۵صفحہ۱۵۲)

ترجمہ: ”اے اللہ! گم شدہ کے لوٹانے والے، راستہ دکھانے والے، گم شدہ کو راستہ دکھاتے ہیں۔ میرا گم شدہ لوٹا دیجئے، اپنی قدرت اور طاقت سے۔ یہ آپ ہی کی اور آپ کا فضل ہے۔“

ابن علان رحمہ اللہ تعالیٰ نے گم شدہ جانور یا چیزوں کے متعلق اس دعا کو مجرب بتایا ہے:

”يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِجْمَعْ عَلَيَّ ضَآلَّتِيْ“ (الفتوحات جلد۵صفحہ۱۵۲)

صاحب رسالہ قشیریہ نے بھی اسے گم شدہ اشیاء کے متعلق نقل کیا ہے۔ بستان العارفین میں بھی اسے مجرب ذکر کیا گیا ہے۔

جب کسی ناگہانی حادثہ و مصیبت میں پھنس جائے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب سنسان علاقے میں تمہاری سواری کا جانور بے کار ہو جائے تو یہ آواز دو:

”يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوْا يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوْا“

ترجمہ: ”زمین پر اللہ پاک کے محافظ بندے ہیں جو لوگوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔“

(مجمع جلد۱۰صفحہ۱۳۲، اذکار نووی نمبر۵۳۲)

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جب تمہارا کچھ گم ہو جائے

(سواری یا زادراہ) یا ایسے مقام میں جہاں کوئی مددگار نہ ہو اور تم کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو کہو "یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ" سو اللہ کے بندے ایسے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے۔ اور یہ مجرب ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۲)

طبرانی نے عتبہ بن غزوان کی حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تمہارا کچھ گم ہو جائے یا تم کو مدد کی ضرورت پڑ جائے اور وہاں تمہارا کوئی مددگار نہ ہو تو تین مرتبہ آواز دو۔ "یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ" اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کو تم دیکھتے نہیں ہو۔ (الفتوحات جلد ۵ صفحہ ۱۵۰، حصن صفحہ ۲۸۳)

جنگل بیابان میں یا کسی ایسے مقام پر جہاں کوئی انسان نہ ہو، کسی ہلاکت خیز مصیبت میں پھنس جائے۔ مثلاً غیر آباد علاقے میں سواری خراب ہو جائے اور جان و مال کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو "یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ" تین مرتبہ آواز دے کر کہے انشاء اللہ غیب سے حفاظت کے انتظامات ہوں گے اور غیبی شکل ظاہر ہوگی۔ یہ نہایت ہی مجرب ہے۔ چنانچہ ابن حجر ہیثمی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے نقل کرنے کے بعد اسے مجرب کہا۔ ابن حجر نے ایضاح المناسک کے حاشیہ میں طبرانی کی اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد اسے مجرب کہا۔ ابن علان مکی نے الفتوحات میں اسے مجرب کہا اور اپنے شیخ ابوالبر سے مجرب ہونا نقل کیا۔ محدث قنوجی نے نزل الابرار میں اسے مجرب کہا اور خود اپنا واقعہ نقل کیا کہ مجھے بھی مرزا پور جبل پور کے درمیان ایسی مصیبت پیش آئی کہ دریائی طوفان میں گھر گیا۔ سو اللہ پاک نے اس کی برکت سے نجات دی۔

خیال رہے کہ یہ عمل کتب معتبرہ سے ثابت ہے۔ طبرانی، بزار، مجمع الزوائد، ابن سنی، اذکار نوویہ، نزل الابرار، حصن حصین کے مؤلفین نے ذکر کیا ہے۔ عتبہ ابن عباس اور ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے یہ روایتیں ثابت ہیں۔ صاحب مجمع نے رواۃ کو ثقات اور بعض راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن علان نے "الفتوحات" میں اسے حسن کہا ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے اسے مجرب نقل کیا ہے۔

لہٰذا اگر کسی مقام پر ناگہانی مصیبت یا حادثہ میں پھنس جائے یا کسی مدد و تعاون کی ضرورت ہو یا منزل بالکل بھول جائے اور اس پریشانی کا سوائے ہلاکت کے کوئی علاج نظر نہ آ رہا ہو تو یہ عمل اختیار کرے مشائخ اور محدثین کا مجرب عمل ہے۔ خود مؤلف کا بھی تجربہ ہے۔ غیب سے اعانت و حفاظت کی شکل پیدا ہوگی۔

جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

جلدِ دوم

حصہ چہارم

آپ کے بیان کردہ اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق

کا بیان ۵۷/ مضامین پر مشتمل ہے

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

اُستاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشِر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

آیاتِ حفاظت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا وَہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ○ وَہُوَ الۡقَاہِرُ فَوۡقَ عِبَادِہٖ
وَیُرۡسِلُ عَلَیۡکُمۡ حَفَظَۃً ○ وَلَا تَضُرُّوۡنَہٗ شَیۡـًٔا ○ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ
حَفِیۡظٌ ○ فَاللّٰہُ خَیۡرٌ حٰفِظًا وَّہُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ○ لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ
مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَمِنۡ خَلۡفِہٖ یَحۡفَظُوۡنَہٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ ○ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا
الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ وَحَفِظۡنٰہَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ○
وَجَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ○ وَکُنَّا لَہُمۡ حٰفِظِیۡنَ ○ وَحِفۡظًا مِّنۡ کُلِّ
شَیۡطٰنٍ مَّارِدٍ ○ وَحِفۡظًا ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ○ وَرَبُّکَ عَلٰی کُلِّ
شَیۡءٍ حَفِیۡظٌ ○ اَللّٰہُ حَفِیۡظٌ عَلَیۡہِمۡ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِوَکِیۡلٍ ○ وَعِنۡدَنَا کِتٰبٌ
حَفِیۡظٌ ○ وَاِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ○
اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَیۡہَا حَافِظٌ ○ اِنَّ بَطۡشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدٌ ○ اِنَّہٗ ہُوَ
یُبۡدِئُ وَیُعِیۡدُ ○ وَہُوَ الۡغَفُوۡرُ الۡوَدُوۡدُ ○ ذُو الۡعَرۡشِ الۡمَجِیۡدُ ○ فَعَّالٌ لِّمَا
یُرِیۡدُ ○ ہَلۡ اَتٰکَ حَدِیۡثُ الۡجُنُوۡدِ ○ فِرۡعَوۡنَ وَثَمُوۡدَ ○ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا
فِیۡ تَکۡذِیۡبٍ ○ وَّاللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ مُّحِیۡطٌ ○ بَلۡ ہُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِیۡدٌ ○
فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ○

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدائے پاک کا بے انتہا فضل و کرم ہے کہ ''شمائل کبریٰ'' کی جلد سوم آپ کے پاس پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

اس کی جلد سوم اور چہارم ''اخلاق'' کی احادیث پر مشتمل ہے۔ پیش نظر جلد میں اسلام کے بلند پایہ صفات حسنہ کی احادیث کو نہایت ہی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور جلد چہارم میں آپ ﷺ کے خلقی اوصاف جسمانی احوال اور شمائل و خصائل کو جس کی تعبیر قرآن کی زبانی ''خلق عظیم'' سے کی گئی ہے، بیان کیا گیا ہے۔

احادیث پاک کے بے پایاں ذخیرہ سے اس کا انتخاب کیا گیا ہے۔

فن کی پچاسوں اہم کتابیں پیش نظر رہی ہیں، جس کا انکشاف اہل مطالعہ کو بخوبی ہو سکتا ہے۔ حوالوں میں اہم اور اساسی مستند کتابوں ہی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

کتاب کی جامعیت اور اپنے موضوع میں اہم ترین ماخذ ہونے کے پیش نظر اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ باب کے متعلق تمام احادیث ذخیرہ کتب سے جمع ہو جائیں۔ اور اپنے موضوع پر کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔ مؤلف نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت ہی جامع اور مکمل ہو۔ کوئی اخلاق فاضلہ چھوٹنے نہ پائے۔

باب الاخلاق پر احادیث کے پھیلے ہوئے ذخائر میں جو بھی قابل اخذ ہو امت کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ کہ آج کی اس دنیا میں عبادت کے بعد سب سے زیادہ انہیں پاکیزہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

یہ وہ بیش بہا اعمال ہیں جن کا صلہ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ملنے لگتا ہے۔ اور جن کے نتائج حسنہ دنیا میں بھی بار آور ہونے لگتے ہیں۔ اسلام کے بلند پایہ پاکیزہ اخلاق فاضلہ پر مشتمل یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ مساجد میں، مدارس میں اور گھروں میں پڑھ کر سنائی جائے۔ تاکہ بلند پایہ مکارم اخلاق جو ہم سے چھوٹ گئے ہیں اور ان کا علم بھی ہمیں نہیں ہے۔ گھروں میں اور ماحول میں رائج ہو جائیں۔ جن سے دین و دنیا کی بے شمار خوبیاں وابستہ ہیں۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارا یہ مذہب اسلام کتنا جامع اور مکمل ہے۔ محض عبادت و عقائد ہی سے اس کا تعلق نہیں ہے بلکہ دین و دنیا کے ہر ایسے امر کو جامعیت کے ساتھ سموئے ہوئے ہے، جو ارباب عقل و شرف کے نزدیک خیر و بھلائی کو شامل ہے۔ اور اس کے بہتر نتائج دنیا پر پڑتے ہیں کہ دنیا کے یہ اچھے امور دین سے کیسے الگ ہو سکتے ہیں۔ دین و مذہب تو ہر خوبی و بھلائی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ آخرت کے اچھے نتائج دنیا کے اچھے اعمال ہی سے تو وابستہ ہیں۔

اور آخرت کی تعمیر کے لئے یہی دنیا کے امور حسنہ اساس اور بنیاد ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے مذہب کا یہ جامع پہلو آج کے دور میں ''نئی دنیا'' کے لوگوں پر یا تو مخفی ہے یا تغافل ہے کہ وہ دین اور مذہب کو صرف ذکر و عبادات میں محصور سمجھتے ہیں۔ اور انہی کو آخرت کے اعمال سمجھتے ہیں۔ یہ بڑی عظیم غلطی ہے۔ اسی وجہ سے وہ ان ''پاکیزہ اخلاق'' کو دین نہیں سمجھتے۔

کاش کہ وہ مذہب اسلام کا صحیح مطالعہ کرتے۔ کسی اہل خدا، اصحاب دین کی صحبت پاتے تو ان نظریات کے حامل نہ ہوتے۔ ان سے عاری یا گریز نہ کرتے۔ بلکہ ان اخلاق فاضلہ کے حامل ہو کر پوری دنیا کو اسلام کا خوگر بنا لیتے۔

اللہ ہی ہم سب کو دین کے صحیح راستے اور جادہ مستقیم کی رہنمائی فرمائے، اور موانع کو دور فرما کر پوری دنیا میں اسلام اور اسلامی ماحول کو رائج فرمائے۔ (امین)

اس کتاب کی ترتیب میں صحاح ستہ، کتب مشہورہ کے علاوہ دیگر ایسی کمیاب و نادر کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جو بسہولت دستیاب نہیں۔ جس کا اندازہ اہل مطالعہ کو حوالوں اور ماخذ سے ہو سکتا ہے۔

موضوع سے متعلق تمام احادیث و آثار و مضامین منقولہ باحوالہ بقید جلد و صفحات درج ہیں۔ تاکہ بوقت ضرورت مراجعت میں آسانی ہو۔

کتاب کے آغاز میں ایک وسیع مقدمہ ہے۔ جو اخلاق کے موضوع پر ہے جس میں نہایت ہی تفصیل سے ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جس میں مکارم کی تاکید اور اس کی مختلف نوع کے فضائل و ترغیبات مذکور ہیں۔ اس کے بعد مکارم اخلاق کے ابواب ہیں انشاء اللہ اس کے بعد جلد چہارم پیش کی جائے گی۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں

سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت وخوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا وتقرب کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام
محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری
استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور
۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ ﷺ کی آمد عمدہ اخلاق کی ترویج اور اتمام کے لئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا میں بہترین اخلاق و عادات کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۲۳۱، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۰۰، مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۶۱۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا میری بعثت عمدہ اخلاق، اچھی عادات کو مکمل طور پر عمل میں لانے کے لئے ہوئی۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۳۳۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا: اے اللہ کے رسول، میں ایسا آدمی ہوں کہ میں تعریف کو پسند کرتا ہوں۔ گویا کہ وہ اپنے اوپر خوف کر رہے تھے (کہ میرا یہ مزاج کوئی گرفت کی بات تو نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا۔ کوئی تم کو منع کرتا ہے کہ تم اچھی زندگی گزارو، سعادت کے ساتھ وفات پاؤ۔ میں بھیجا گیا ہوں تا کہ تمام اچھے اخلاق کو مکمل کروں۔ یعنی مکمل طور سے ان کو جاری اور رائج کرو۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۶)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے موطا میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بہترین اخلاق کے اتمام کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے مجھے عمدہ اخلاق اور کامل درجہ کے عمدہ افعال کے لئے بھیجا ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۳۱)

حضرت ابن عجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں صالح اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (بیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۳۰)

مکارم اخلاق کی تاکید واہمیت وفضائل احادیث پاک میں

اخلاق فاضلہ کیا ہیں؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی تو میں تیزی سے آگے بڑھا۔ اور آپ کا دست مبارک پکڑا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لیا اور فرمایا۔ اے عقبہ میں تجھے نہ بتا دوں کہ دنیا اور آخرت کے اخلاق فاضلہ کیا ہیں۔

(پھر فرمایا) تم اس سے جوڑ رکھو جو تم سے توڑ رکھے۔ اور جو تم کو محروم کرے نہ دے، تم اسے دو۔ جو تمہیں تکلیف پہنچائے تم اسے معاف کرو۔ (شرح السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۱۳، مجمع الزوائد، حاکم جلد ۸ صفحہ ۱۸۸)

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میری ملاقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور آپ سے پوچھا اللہ کے رسول اچھے اعمال کیا ہیں۔ مجھے بتا دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: اے عقبہ جو تم سے قطع تعلق رکھے تم اس سے جوڑ رکھو۔ جو تم کو محروم کرے تو اسے نوازو۔ جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو۔ (اسے چھوڑ دو بدلہ نہ لو) (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۴۲، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۸۹)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ افضل ترین خصائل یہ ہیں کہ تم توڑ رکھنے والوں سے جوڑ رکھو۔ جو تم کو محروم رکھے تم اسے نوازو۔ جو تمہیں برا بھلا کہے تم اسے درگزر کرو۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جن میں تین (اخلاق فاضلہ) ہوں گے۔ اللہ پاک ان کا حساب بھی آسان لے گا اور انہیں اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ اے خدا کے رسول ہمارے ماں باپ آپ پر فدا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے دیا کرو جو تم کو محروم رکھے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک کرو جو تم سے قطع تعلق رکھے اسے معاف کر دیا کرو جو تم پر زیادتی کرے۔ جب تم یہ اخلاق اختیار کرو گے تو خدا تم کو جنت میں داخل فرما دے گا۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۴۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ اے علی تم کو دین و دنیا کے بلند اخلاق نہ بتا دوں۔ یہ کہ تم اس سے رابطہ رکھو جو تم کو کاٹے اور دور رکھے۔ جو تمہیں محروم رکھے تم اسے نوازو۔ جو تم کو تکلیف دے تم اسے معاف کرو۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۴۲)

حضرت عبداللہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم کو دین و دنیا کے بہترین اخلاق نہ بتا دوں؟ جو اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کرے۔ جو اسے نہ دے تو وہ اسے دے۔ جو اس سے لڑائی رکھے تو وہ اس سے جوڑ رکھے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۳)

اس قسم کی متعدد احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی ہے اور زور دیا ہے کہ تمہارے حسن اخلاق میں یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے جو تم سے توڑ اور قطع تعلق رکھتے ہیں۔ تمہیں نیچا سمجھ کر یا ماحول میں کمزور وضعیف سمجھ کر یا اور کسی سوءظن وعقیدت کی بنیاد پر یا رشتہ داری میں کسی امر سے متاثر ہو کر تم سے قطع تعلق رکھتے ہیں۔ شادی بیاہ غمی خوشی میں تم کو یاد نہیں رکھتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں اگر تم بھی ان سے تعلق کاٹ دو گے اور توڑ پیدا کر لو گے تو اس طرح آپس کے حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ اور اس توڑ کے برے نتائج ظاہر ہوں گے۔ نسل در

نسل اس توڑ کا سلسلہ چلے گا۔ بہت سے منافع ضائع ہوں گے۔ نفرتیں پیدا ہوں گی۔ اس لئے تمہارا اخلاقی فریضہ ہے کہ تم جوڑ اور ربط پیدا کرو گے۔ وہ توڑ پر جمے رہیں تو تم جوڑ پر جمے رہو۔ وہ کسی معاملہ میں تم کو نہ پوچھیں اور نہ دیں تو تم ایسا نہ کرو تم ان کو ہدایا تحائف سے نوازتے رہو، ایک دن شرمندہ ہو کر وہ تم سے مربوط ہو جائیں گے۔ اور تم سے مخلصانہ برتاؤ کریں گے۔ ہاں اگر وہ حد درجہ متکبر اور کمین فطرت ہیں تو تمہارا آخرت کا ثواب تو کہیں گیا ہی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مکارم اخلاق (اخلاق حسنہ کے بلند پایہ اعمال) یہ ہیں۔

جو تکلیف دے اسے معاف کرو۔ جو تم سے لڑے تم اس سے جوڑ رکھو۔ جو تم کو محروم رکھے۔ تم اس کو نوازو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

”خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ“ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۳۱۸)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حسن اخلاق کے بلند پایہ اعمال یہ ہیں۔ توڑ رکھنے والوں سے جوڑ، محروم کر دینے والوں کے ساتھ دینے کا معاملہ، گالی دینے والوں کو معاف کرنا۔

(اتحاف جلد ۷ صفحہ ۳۱۸)

امیر المؤمنین عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حسن خلق لوگوں سے کشادہ روئی سے ملنا۔ بھلائی کا معاملہ کرنا۔ تکلیف دہ امور سے بچانا ہے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ عفو (معافی)، سخاوت، صبر، تحمل، شفقت و رحمت، لوگوں کی حاجتیں پوری کرنا، لوگوں سے محبت و اخوت کا برتاؤ، نرمی معاملہ، یہ سب حسن اخلاق کے اعمال ہیں۔ (صفحہ ۴۵۷)

شرح احیاء میں ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا، نرمی سے معاملہ کرنا، مختلف طبائع اور مزاجوں کی رعایت کرتے ہوئے ان سے خوشگواری کا برتاؤ کرنا۔ حسن اخلاق سے ہیں۔ (جلد ۷ صفحہ ۳۱۹)

افضل ترین اعمال؟

حضرت ابن عنبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ کی کن لوگوں نے اتباع کی ہے۔ آپ نے فرمایا آزاد اور غلاموں نے۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمدہ کلام، اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر اور درگزر کرنا۔ میں نے کہا اسلام میں افضل ترین عمل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔ میں نے کہا افضل الایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اچھے اخلاق، میں نے کہا نماز میں افضل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا طول قیام۔ میں نے پوچھا ہجرت میں افضل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم برائیوں کو چھوڑ دو۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ٦٦)

حسن اخلاق والوں کا جنت میں مرتبہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جس نے جھوٹ کو چھوڑ دیا کہ وہ غلط تھا اس کے لئے محل جنت کے شروع میں ہوگا۔ اور جس نے جھگڑے کو ختم کر دیا باوجودیکہ وہ حق پر تھا اس کے لئے جنت کے بیچ میں محل بنایا جائے گا۔ اور جس نے عمدہ اخلاق اختیار کئے اس کے لئے جنت کے بلند و بالا حصہ میں محل بنایا جائے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ٦٦)

کون زیادہ محبوب، کون زیادہ قریب؟

عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: کیا میں تم کو اپنے سے زیادہ محبوب اور قیامت میں سب سے زیادہ ہمنشیں ہونے کی اطلاع نہ دے دوں؟ تو لوگ خاموش رہے۔ پھر آپ ﷺ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔ تب لوگوں نے کہا۔ ہاں اے اللہ کے رسول، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں جو سب سے زیادہ اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو۔

(بیہقی فی الشعب جلد ٦ صفحہ ۲۴۳)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قیامت میں قریب مجلس کے اعتبار سے وہ ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوگا۔ اور تم میں سب سے زیادہ قیامت میں مجھ سے دور وہ ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے بدتر ہوگا۔

(طبرانی، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۱)

اخلاق بھی رزق کی طرح خداوندی تقسیم ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ رب العزت نے تمہارے اخلاق تم میں اس طرح تقسیم کئے، جس طرح تمہارا رزق تقسیم کیا ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۹۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ عظیم الشان دولت بھی خدائی تقسیم ہے۔ خدائے پاک جس کو اس کا اہل پاتے ہیں انہیں کو نوازتے ہیں۔

کمال ایمان کے اعمال کیا ہیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے

جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔ اور اپنے بال بچوں پر مہربان ہو۔ (بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ۲۳۲)

فائدہ: بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بال بچوں کے حق میں بڑے ہی بد اخلاق ہوتے ہیں، ان کی ضرورتوں کی رعایت نہیں کرتے ہر وقت ناراضگی والی باتیں کرتے ہیں، برخلاف اس کے غیروں پر بڑے خوش اخلاق ہوتے ہیں سو یہ مذموم ہے۔ بال بچوں کا بھی حق ہے۔ ان سے پیار و محبت کا برتاؤ کرنا اہل اللہ کے اوصاف میں سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل ترین وہ ہے، جو اخلاق کے اعتبار سے عمدہ ہو اور جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو۔ (بیہقی جلد۷ صفحہ۲۳۲)

فائدہ: خیال رہے کہ بیوی کے بڑے حقوق ہیں۔ عموماً مردوں سے اس کی شدید کوتاہی ہوتی ہے۔ اکثر مردان کے حق میں جابر و ظالم ہوتے ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ، اور سخت سست معمولی معمولی باتوں پر کہتے رہتے ہیں اور وہ بے چاری مظلوم و ماتحت ہونے کی وجہ سے برداشت کرتی ہے۔ سو عورتوں کے ساتھ حسن برتاؤ ان کی غلطیوں پر درگزر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اہل اللہ کی شان ہے۔

عمدہ اخلاق اور عبادت گزاری کے درمیان ثواب کا فرق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ دو آدمی ایسے آئیں گے جن کی نمازیں، جن کا روزہ، جن کا حج، جن کا جہاد، جن کی نیکیاں یکساں اور برابر ہوں گی۔ البتہ ان میں سے ایک حسن اخلاق سے متصف ہوگا۔ جس کی وجہ سے دونوں کے درجوں میں مشرق و مغرب کا فرق ہوگا۔ (بیہقی جلد۶ صفحہ۳۴۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حسن اخلاق کی وجہ سے اپنے ساتھی پر یہ اتنا بڑھ جائے گا۔

دین و دنیا کی بھلائی کیسے حاصل؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اے ام حبیبہ! حسن اخلاق والے دین و دنیا کی بھلائی حاصل کریں گے۔ (ترغیب صفحہ۴۰۱)

فائدہ: دنیا میں بھی لوگوں کے نزدیک محبوب و مقبول اور آخرت میں خدا کا محبوب و مقرب۔

حسن اخلاق جنت کے اعمال ہیں

حضرت حسن بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے اخلاق جنت کے اعمال ہیں۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۳۷۳، طبرانی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اچھے اخلاق جنت میں جانے کا ذریعہ ہیں اور ان کا حامل، اہل جنت سے ہے۔

اعمال میں ہلکے مگر ترازو میں وزنی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا اے ابوذر! تم کو میں دو خصلت کی نشاندہی نہ کردوں جو کرنے میں ہلکے اور ترازو میں دوسرے اعمال کے مقابلے میں بہت وزنی ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہاں ضرور اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اخلاق اور خاموشی کو لازم پکڑ لو۔ ان دونوں سے کوئی بہتر وصف نہیں۔ جس سے انسان مزین ہو۔ (بیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۳۹، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۲، ترغیب صفحہ ۴۰۸)

فائدہ: واقعۃً یہ بڑے جامع ترین اوصاف ہیں۔ آج کے دور میں خاموشی کو بے وقوفی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا شخص زبان کی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ ذکر و فکر کا موقع ملتا ہے۔

حساب بھی آسان اور جنت میں بھی داخلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں تین خصلتیں موجود ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حساب بھی آسان لے گا۔ اور اپنی رحمت سے جنت میں بھی داخل فرمائے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان وہ کیا اخلاق ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو تم کو محروم رکھے تم اس کے ساتھ نوازنے کا معاملہ کرو، جو تم سے تعلق منقطع رکھے تم اس سے جوڑ اور ربط رکھو۔ جو تم پر زیادتی کرے تم اسے معاف کرو۔ جب تم یہ کرو گے تو خدا تم کو جنت میں داخل کردے گا۔

(ترغیب، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۸۹)

جنت کے بلند و بالا درجات کس کے لئے؟

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو وہ اعمال نہ بتادوں جس سے جنت میں تمہارا درجہ بلند ہو جائے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا: ہاں اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم پر جہالت کرے (تمہارے مرتبہ کی رعایت نہ کرے تکلیف دہ باتیں کرے) تم اسے برداشت کرو۔ جو تم پر ظلم زیادتی کرے تم اسے درگزر کرو۔ جو تم کو محروم رکھے تم اسے دو۔ (ترغیب صفحہ ۳۴۲) ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ حاصل کرو۔ پوچھا گیا وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا: جوڑ رکھو اس سے جو تم سے توڑ رکھے۔ دو اسے جو تم کو نہ دے۔ برداشت کرو اس سے جو تم پر جہالت کرے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۱)

فائدہ: احادیث پاک میں جوڑ رکھنے اور تحمل و برداشت کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ توڑ اور جوابی کاروائی کی وجہ سے باہم مخالفت اور عناد کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ ان اخلاق فاضلہ کو اگر دائرہ عمل میں رکھا جائے تو دشمن اور معاند

بھی دوست اور موافق ہو جائے گا۔ اور محبت اور ربط رکھے گا۔ اور شریف آدمی شرمندہ ہو کر محبت پر مجبور ہوگا۔ توڑ پر جوڑ، ظلم پر تحمل اہل اللہ کے اوصاف ہیں۔

عبادت میں کمزور مگر مرتبہ میں بلند و بالا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ آدمی بلند اخلاق کی وجہ سے آخرت کے اونچے مرتبہ کو اور اچھے درجہ کو پالیتا ہے۔ حالانکہ وہ عبادت میں کمزور ہوتا ہے۔

(مکارم اخلاق خرائطی، طبرانی صفحہ ۶۷، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۳۲۴)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آدمی بسا اوقات عبادت گزار نہ ہونے کے باوجود جنت کے بلند درجوں کو عمدہ اخلاق کی وجہ سے حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح جہنم کے اسفل درجہ کو بدخلقی کی وجہ سے حاصل کر لیتا ہے۔ (مکارم اخلاق خرائطی، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۳۲۴)

فائدہ: ابوالقاسم جنید بغدادی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا کہ چار خصلتیں انسان کو بلند و بالا درجات پر پہنچا دیتی ہیں۔ گو اس کا عمل (عبادت) کم ہو۔ ① حلم، ② سخا، ③ تواضع، ④ حسن خلق۔

اور ابوالعباس رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ کوئی شخص بلند و بالا درجات بغیر حسن اخلاق کے نہیں پا سکتا۔

(اتحاف جلد ۷ صفحہ ۴۲۵)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرمان مبارک

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے لوگوں کے ساتھ اخلاق سے ملو، گو ان کے اعمال کی مخالفت کرو۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کے اعمال سے اختلاف ہونے پر بھی اس کے ساتھ اخلاق سے ملو۔

حسن اخلاق کی وجہ سے اہل جنت میں

ایک صحابی رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روایت ہے کہ میں نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: گزشتہ رات عجیب خواب دیکھا۔ میری امت کا ایک شخص گھٹنے کے سہارے آیا۔ اس کے اور خدا کے درمیان حجاب تھا۔ (یعنی خدا سے بعد ہونے کی وجہ سے جنت سے دور نظر آ رہا تھا) پس اس کے عمدہ اخلاق نے (جو اس نے دنیا میں اختیار کئے تھے) آکر اسے جنت میں داخل کرا دیا۔

(خرائطی فی المکارم، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۳۲۴)

عورت کے دو شوہر ہوں، تو وہ کس شوہر کو ملے گی؟

حضرت ام حبیبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ جس عورت کے دو شوہر

ہوں اور وہ عورت انتقال کر جائے۔ اور وہ دونوں (شوہر) بھی انتقال کر جائیں۔ اور سب جنت میں داخل ہو جائیں تو وہ عورت کس شوہر کو ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے اخلاق اچھے ہوں گے۔ وہ اس کے پاس رہے گی۔ اے ام حبیبہ! حسن اخلاق والے دنیا اور آخرت کی بھلائی لے گئے۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۱۰، مجمع جلد ۸ صفحہ ۲۴، اتحاف صفحہ ۴۲۳)

فائدہ: کس قدر فضیلت کی بات ہے حسن اخلاق کی وجہ سے دنیا اور آخرت دونوں میں فائق رہیں گے اور بیوی کے بھی حقدار ہوں گے۔

برکت حسن اخلاق میں ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عین برکت حسن اخلاق میں ہے۔

(مکارم خرائطی جلد ۱ صفحہ ۵۵)

حسن اخلاق سے آخرت کا بلند و بالا مرتبہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا بندہ حسن اخلاق کی وجہ سے آخرت کے بلند درجہ کو اور معزز مقام کو پا لیتا ہے۔ حالانکہ وہ عبادت میں کمزور ہوتا ہے۔ اور بد خلقی کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقہ میں پہنچ جاتا ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۰۴)

فائدہ: کس قدر فضیلت کا باعث ہے حسن اخلاق۔ مصروف اور مشغول زندگی والوں کے لئے جن کو عبادت و تلاوت کا موقعہ نہیں وہ معاملات میں، ملنے جلنے میں حسن اخلاق کے برتاؤ سے جنت کے بلند و بالا مرتبہ کو حاصل کر سکتے ہیں۔ کس قدر سہل اور آسان نسخہ ہے۔

حسن اخلاق سے بہتر کوئی شرف نہیں

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ تدبیر سے بہتر کوئی سمجھداری نہیں۔ انبساط سے بڑھ کر کوئی تقویٰ نہیں۔ حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۱۱)

اسلام بلند اخلاق کا نام ہے

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بنی سلمہ کے ایک آدمی نے حضور پاک ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسن اخلاق ہے۔ وہ یہی سوال کرتے رہے آپ ﷺ یہی جواب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے پانچ مرتبہ پوچھا اور آپ ﷺ نے یہی جواب دیا کہ وہ حسن اخلاق ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۴۲)

جنت میں اکثر داخلہ تقویٰ اور حسن اخلاق کی وجہ سے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ جنت میں اکثر داخلہ کن اعمال کی وجہ سے ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقویٰ اور حسن اخلاق کی وجہ سے۔ پھر پوچھا گیا زیادہ تر جہنم میں کس وجہ سے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: زبان اور شرم گاہ کی وجہ سے۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۳۹، فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۹)

فائدہ: غور کیا جائے تو تقویٰ اور حسن اخلاق سے بیشتر لوگ محروم ہیں۔ اسی طرح زبان کے مسئلے میں اکثر لوگ غیر محتاط ہیں۔ تقویٰ اور حسن اخلاق یہ دو ایسے اعمال ہیں جو جنت کو لازم کرنے والے ہیں۔ افسوس آج ہم انہی سے محروم ہیں۔

عمدہ اخلاق خدا کو محبوب

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اچھے بلند عادات پسند ہیں اور برے اخلاق ناپسند ہیں۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۵)

اور حاکم میں یہ اس طرح ہے اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ کرم اور شرافت کے امور کو پسند کرتا ہے اور اچھے اخلاق کو پسند اور برے اخلاق کو ناپسند کرتا ہے۔ (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۱۱۱)

فائدہ: خدائے تعالیٰ صفات حسنہ اوصاف جمیلہ کا مالک ہے۔ اس لئے اچھے عمدہ اوصاف کو پسند فرماتا ہے اور خدا کا پسند کردہ بھلا اس کا کیا کہنا۔ عمدہ اخلاق والا سعید اور اہل جنت میں سے ہے۔

حسن اخلاق سے بہتر کوئی شے نہیں

حضرت اسامہ بن شریک فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو سب سے زیادہ بہتر کیا دیا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو حسن اخلاق سے بہتر کسی چیز سے نہیں نوازا گیا۔ یعنی خدا کی عطا کردہ اشیاء میں سب سے بہتر حسن اخلاق ہے۔ (حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۲۱، ابن ماجہ صفحہ ۲۳۵)

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مسلمان کو سب سے افضل ترین کس شئے سے نوازا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا حسن اخلاق سے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۱۱)

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! مسلمانوں کو سب سے زیادہ بہترین کیا چیز دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا اخلاق حسنہ۔ پھر پوچھا بدترین چیز کیا دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: قلب تو سیاہ ہو لیکن صورت اچھی ہو۔ اپنے کو دیکھے تو خوش ہو جائے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۳۵)

حسن اخلاق گناہوں کو پگھلا دیتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح سورج اولے کو پگھلا دیتا ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۴۷)

اہل فقر مالداروں پر کس طرح سبقت حاصل کریں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مالداروں پر سبقت حاصل نہ کر سکو تو تم کشادہ روئی اور حسن اخلاق سے سبقت حاصل کر سکتے ہو۔

(مجمع جلد ۸ صفحہ ۲۲، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۴۲۰، مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۸، فتح صفحہ ۴۵۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مالدار جب خدا کی راہ میں مال خرچ کر کے ثواب حاصل کرنے لگیں اور تمہارے پاس اس کی گنجائش نہ ہو تو تم لوگوں کے ساتھ کشادہ روئی اور حسن اخلاق سے پیش آؤ تو ان سے مرتبہ میں بڑھ جاؤ گے۔

میزان اعمال میں سب سے زیادہ وزنی کون؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ ترازو میں جو وزنی ہوگا وہ حسن اخلاق ہوگا۔ (بیہقی صفحہ ۲۳۸، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱، فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۸، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۳۲۰)

کون کامیاب ہوگا؟

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کامیاب فائز المرام ہو گیا۔ جس نے قلب کو ایمان کے لئے خالص کر لیا قلب کو گناہوں سے محفوظ کر لیا زبان کو سچا کر دیا نفس کو مطمئن کر لیا اور اپنے اخلاق کے اعتبار سے بہتر بنا لیا۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۰۵)

فائدہ: بڑی جامع حدیث ہے نفس کو مطمئن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کا عادی بنا لیا۔ چونکہ نفس مطمئنہ عبادت ہی سے اطمینان حاصل کرتی ہے اور اپنی طبیعت کو اچھے اخلاق کا خوگر بنا لیا۔

دین حسن اخلاق کا نام ہے

ابوالعلاء بن شخیر سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ جس نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا۔ دین کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسن اخلاق۔'' پھر اس نے دائیں رخ سے آکر سوال کیا۔ دین کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسن اخلاق۔'' اس نے پھر بائیں جانب سے آکر سوال کیا دین کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسن اخلاق۔'' پھر اس نے پیچھے سے آکر سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم

سمجھتے نہیں ہو کیا (یعنی میں نے کئی مرتبہ بتایا کہ دین ''حسن اخلاق'' ہے۔ پھر پوچھتے ہو) اور آپ ﷺ غصہ نہیں ہوئے تھے۔ یعنی غصہ سے آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۰۵، اتحاف السادۃ جلد۷ صفحہ ۳۱۸)

فائدہ: دیکھئے ہر مرتبہ آپ نے سوال پر فرمایا کہ دین حسن اخلاق ہے اس سے معلوم ہوا کہ دین یہی ہے۔

حسن اخلاق زیادتی خیر کا باعث

حضرت عمر بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے معلوم کیا۔ افضل الایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''حسن اخلاق۔'' (مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ ۶۶)

حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حسن اخلاق خیر کا باعث ہے اور بد خلقی بری شئے ہے۔ بھلائی عمر میں زیادتی کرتی ہے۔ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۱۲)

فائدہ: اس حدیث میں مخصوص اعمال کے مخصوص نتائج کا بیان ہے۔ جس طرح ہر شئے کی ایک خاصیت ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اعمال کی بھی خاصیت ہوتی ہے۔ چنانچہ حسن اخلاق سے خیر کا اضافہ ہوتا ہے۔ اور صدقہ سے بری موت سے حفاظت ہوتی ہے۔

حسن اخلاق ایمان ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں افضل وہ ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں اور حسن خلق ایمان ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ ۲۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حسن خلق ایمان کے بلند ترین اعمال میں سے ہے۔ اور حسن خلق ایک ایسا معیاری عمل صالح ہے جسے ایمان کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

آدمی کا حسب اس کا خلق ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا کرم اس کے دین میں ہے۔ اس کا حسب (شرافت) اس کے اخلاق میں ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ ۲۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حسب جس پر آدمی فخر کرتا ہے اصل میں حسن اخلاق ہے۔ اس پر آدمی فخر کرے تو زیبا ہے۔ حسن اخلاق جیسی کوئی شرافت نہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں۔ احتیاط جیسی کوئی پرہیزگاری نہیں۔ حسن خلق جیسی کوئی شرافت نہیں۔ (بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ ۲۴۶)

فَائِدَہ: بڑی جامع حدیث ہے۔ تدبیر ہی سے زندگی خوش عیش ہوتی ہے۔ ہر مشتبہ نامناسب سے بچ جانا یہی پرہیز گاری ہے۔ اچھے عادات کی وجہ سے لوگوں میں شریف مانا جاتا ہے، برے اخلاق والے تو کمینہ سے موصوف کئے جاتے ہیں۔

جنت میں داخلہ بھی نہیں

حضرت ابو بردہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق، بلند اخلاق کو پسند کرتا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بلا حسن خلق کوئی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۴۲)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں اخلاق کی کیسی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ اس کے بغیر جنت میں داخلہ بھی نہیں۔

بہتر کون ہے؟

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: لوگوں میں سے جو بہتر ہے اس کی خبر نہ دے دوں؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو تم میں سے اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اسلام کے اعتبار سے بہتر وہ ہے جو اخلاق و عادات میں سب سے بہتر ہو۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۸۹، فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں نہ بتا دوں تم میں سب سے بہتر کون ہے؟ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو۔ (مکارم خرائطی جلد ۱ صفحہ ۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم میں بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۱)

ایمان کامل والے کون؟

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے عمدہ ہو۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۳۰، دارمی، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۵۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ ایمان کے کامل ہونے کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ آدمی کے اخلاق اچھے ہوں۔ اور اپنے گھر والوں میں مہربان و شفیق ہو۔ (جامع صغیر صفحہ ۳۰۷، صفحہ ۲۴، حاکم)

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا ایمان میں کامل کون ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جواب دیا، جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۰۹)

قیامت کے دن آپ ﷺ سے قریب کون؟

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے عمدہ ہوگا۔

(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۸، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن مجلس میں قریب وہ شخص ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوگا۔

(مجمع جلد ۸ صفحہ ۲۱، بیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۳۴)

مؤمنین میں افضل کون؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان والوں میں افضل وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو۔ (ابن ماجہ)

محبوب خدا کون ہوگا؟

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے نبی پاک ﷺ سے معلوم کیا کہ بندوں میں اللہ کے نزدیک محبوب ترین بندہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اخلاق کے اعتبار سے عمدہ ہو۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۰۸)

فائدہ: چونکہ اللہ پاک کو اپنے بندوں سے محبت ہے لہٰذا جو بندگان خدا سے اخلاق و محبت کا برتاؤ کرے گا، محبوب خدا ہوگا۔

محبوب رسول ﷺ کون؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ مجھے وہ محبوب ہے۔ جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۳۲۲، فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۸)

فائدہ: ظاہر ہے جس چیز سے خدا کو بھی محبت ہے اس سے رسول خدا کو محبت ہوگی۔ اور رسول خدا کی مقبولیت دارین میں مقبولیت کی علامت ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حسن اخلاق کی تاکید

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ نے فرمایا: تم صورت کے اعتبار سے اچھے ہو۔ اخلاق کے اعتبار سے بھی اچھے ہو جاؤ۔

فائدہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوبصورت جوان تھے ان کو اس امت کا یوسف کہا گیا۔

آپ ﷺ نے ان کو فرمایا: جب تم کو خدا نے ظاہری حسن سے نوازا ہے تو تم اخلاق کے اعتبار سے بھی اچھے ہو جاؤ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حسن اخلاق کی نصیحت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ کی خدمت میں آکر کچھ نصیحت چاہی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اس کا شریک نہ بناؤ۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول کچھ اور نصیحت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دین پر مضبوطی سے جمے رہو، عمدہ اخلاق اختیار کرو۔ (مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۵۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ (آپ ﷺ نے ان کو یہ نصیحت فرمائی) جب لوگ تمہارے ساتھ برا برتاؤ کریں تو تم اچھا برتاؤ کرو۔ انہوں نے کہا اور نصیحت فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا دین پر مستحکم رہو اور اچھے اخلاق اختیار کرو۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۳)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے آخری نصیحت جو مجھے حضور پاک ﷺ نے فرمائی جب کہ میرا پیر سواری کے رکاب پر آچکا تھا۔ کہ اے معاذ! لوگوں کے لئے اپنے اخلاق کو اچھا رکھنا۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۴۶)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ان کو ایک قوم کی جانب بھیجا تو انہوں نے آپ ﷺ سے نصیحت کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: سلام کو رائج کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، خدا سے اس طرح حیا کرنا جس طرح اپنے لوگوں سے حیا کرتے ہو۔ جو برائی کرے اس کے ساتھ اچھائی کرو۔ اور اپنے اخلاق کو عمدہ رکھو جس قدر بھی ممکن ہو سکے۔ (مجمع جلد ۸ صفحہ ۲۳)

فائدہ: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ نے یمن کا قاضی بنایا تھا۔ شاید کہ سفر یمن کی جانب روانہ ہوتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت چاہی۔ آپ ﷺ نے دو مہتم بالشان امور کی نصیحت فرمائی ایک دین پر مضبوطی سے جمنا۔ بسا اوقات دنیا سے متاثر ہو کر آدمی دین میں تغافل برتنے لگتا ہے۔ دوسری بات حسن اخلاق کی آپ ﷺ نے تاکید فرمائی۔ عہدہ والے کو اس کی خاص ضرورت ہوتی ہے۔ وقار اور عہدہ کی وجہ سے عموماً لوگ حسن اخلاق سے غافل ہو جاتے ہیں۔ مزید سفر کے موقع پر حسن اخلاق کی خصوصیت سے ضرورت پڑتی ہے۔ لوگ مربوط رہتے ہیں۔ لوگوں کی اعانت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے سفری پریشانیوں میں سہولت ہوتی ہے۔

ابونعیم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ان سے فرمایا:

اے معاذ جاؤ۔ سواری لے کر آ ؤ۔ میں تمہیں یمن بھیجوں گا۔

چنانچہ وہ گئے اور سواری لے کر آئے۔ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ کہ آپ ﷺ مجھے اجازت دیں۔ (حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور میرے ساتھ چلے۔ اور (نصیحت فرماتے ہوئے) مجھ سے فرمایا: اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں خدا سے تقویٰ کی، بات میں سچائی کی، وفائے عہد کی، ادائے امانت کی، ترک خیانت کی، شفقت یتیم کی، پڑوسی کے رعایت کی، غصہ پی جانے کی، تواضع کی، سلام خوب کرنے کی، نرمی کلام کی، لزوم ایمان کی، تفقہ قرآن کی (قرآن پاک سمجھنے کی محض تلاوت پر اکتفا کی نہیں) محبت آخرت کی، خوف حساب کی، (قیامت کے دن کے حساب کی) امید کم رکھنے کی، حسن عمل کی، اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کو برا کہو، یا جھوٹ کو سچ کہو، یا کسی صاحب عدل امام و حاکم کی مخالفت کرو۔

اے معاذ! ہر درخت و پتھر پر گزرتے ہوئے اللہ کا ذکر کرو، ہر گناہ پر توبہ کرو، مخفی پر مخفی توبہ، علانیہ پر علانیہ توبہ۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۹۵)

فائدہ: کتنی جامع نصیحت ہے۔

لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کا حکم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ مکارم اخلاق کا حکم دیتے تھے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۹۸)

انسان کی سعادت کس میں ہے؟

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: انسان کی سعادت عمدہ اخلاق میں ہے۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۳۲۳، مکارم الخرائطی جلد ۱ صفحہ ۵۴)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے جو میزان میں تولا جائے گا وہ حسن اخلاق اور سخاوت ہوگی۔ (اتحاف صفحہ ۳۱۹)

فائدہ: اعمال میں بلند پایہ اور معیاری ہونے کی وجہ سے اولاً اسے وزن کیا جائے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عبادات میں نماز۔ معاملات میں حسن خلق۔ حدود میں خون کا حساب پہلے ہوگا۔

جن کے ساتھ خدا بھلائی کا ارادہ کرتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ خداوند قدوس نے فرمایا: میں نے بندے کو اپنے علم سے پیدا کیا۔ پس جس کے ساتھ میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہوں اسے حسن اخلاق سے نوازتا

ہوں اور جس کے بارے میں برائی چاہتا ہوں اسے برے اخلاق سے نوازتا ہوں۔

(مجمع جلد ۸ صفحہ ۲۰، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۳۲۰، مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۴)

عمدہ اخلاق سے شب گزار صائم النہار کا درجہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن اخلاق میں اچھے ہونے کی وجہ سے دن کو روزہ اور رات کو نماز پڑھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۰۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آدمی حسن اخلاق اور حسن برتاؤ کی وجہ سے اس مرتبہ اور درجہ کو پہنچ جاتا ہے جو دن کو روزہ رکھنے اور رات کو عبادت کرنے والا پاتا ہے۔

(مکارم اخلاق صفحہ ۳۱۳، اتحاف صفحہ ۳۲۳، فتح صفحہ ۴۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آدمی حسن اخلاق کی وجہ سے راتوں کو جاگ کر اور شدید دوپہر کی گرمی کی شدت پیاس برداشت کر کے روزہ رکھنے کے ثواب کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۳۳۷، مکارم صفحہ ۳۱۲)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میزان میں حسن خلق سے زیادہ وزنی کوئی شئے نہیں۔ اور یہ کہ آدمی حسن اخلاق کی وجہ سے عبادت گزار اور روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱، مجمع جلد ۸ صفحہ ۲۲)

عمدہ اخلاق خدا کی بخشش

حضرت ابوالمنہال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو گائے، بکری، اونٹنی کا ریوڑ رکھتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمانی نہیں کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جس کے پاس کچھ چھوٹی بکریاں تھیں۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمانی کی، بکری کو ذبح کیا (اور کھلایا) آپ نے فرمایا: تم نے دیکھا ہمارا گزر گائے اونٹ بکری کے ریوڑ والے پر ہوا۔ ہم ان کے مہمان ہوئے پھر بھی اس نے ہماری مہمانی نہیں کی اور اس عورت پر سے گزرے جس کے پاس چند چھوٹی بکریاں تھیں اس نے اسے ایک کو ذبح کیا اور ہماری میزبانی کی۔ یہ اچھے اخلاق اللہ کے قبضے میں ہیں جسے چاہتا ہے اسے نوازتا ہے۔

ابن طاؤس اپنے والد سے نقل کرتے ہیں یہ عمدہ اخلاق اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے۔

ابن فدیک نے بعض مشائخ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ یہ حسن اخلاق خدا کے خزانے ہیں۔ جب کسی بندے

سے خدا محبت کرتا ہے۔ تو اسے اپنے خزانے سے عمدہ اخلاق سے نوازتا ہے۔ (اتحاف، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۸، ۳۹)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں۔ اسے حسن اخلاق سے نوازتے ہیں۔ (طبرانی، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۲۰)

اخلاق حسنہ کے حامل کون؟

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے! یہ بلند اخلاق کریمانہ آسان اور سہل ہوتے تو یہ دنیادار کمینہ لوگ اس میں آگے بڑھ جاتے۔

فائدہ: چونکہ یہ نفس کی رعایت کے ساتھ کام کرتے ہیں اور اخلاق عالیہ نفس پر گراں ہوتے ہیں۔ کہ یہ سخت اور مشقت آمیز ہیں۔ ان پر صبر کرنے والا اور ان کا حامل وہی ہوسکتا ہے جو ان کے فضل وثواب کو جانتا ہو اور انہیں حاصل کرنا چاہتا ہو اور مخالفت نفس پر قادر ہو۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ یہ بلند پایہ اخلاق مثلاً توڑنے والوں سے جوڑ رکھنا۔ گالیوں، مخالفتوں اور اذیتوں کو برداشت کرنا۔ نفس کے خلاف مجاہدانہ امور ہیں۔ ہر ایک انسان یہی چاہتا ہے۔ طبیعت انسانی یہ کہتی ہے کہ جب وہ توڑ اور نفرت کرتا ہے تو ہم کیوں محبت اور میل کے لئے مریں۔ کیا ہم ذلیل اور بے وقوف ہیں۔ ہم کیوں ظلم و دشنام برداشت کریں کیا ہم ضعیف کمزور اور مجبور ہیں۔ کیا ہمارے ہاتھ پیر نہیں۔ ہمارے پاس طاقت نہیں۔

اسی طرح جو ہمیں نہیں دیتا، نہیں پوچھتا ہم کیوں پوچھیں اور دیں۔ کیا ہم ان کے غلام اور نوکر ہیں۔ ظاہر ہے آج ہمارا ماحول اور مزاج ایسا ہی ہے۔ خصوصاً عورتوں کی دنیا میں۔

لہٰذا جو شخص نفس اور اس کے تقاضے کے خلاف ان اخلاق کو اختیار کرے گا۔ جنت کے عظیم درجات اور محلات کا مالک ہوگا۔ خدائے پاک ہم سب کو اخلاق حسنہ سے نوازے۔ آمین۔

جن میں یہ چار چیزیں موجود ہوں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ چار خصلتیں موجود ہوں۔ اگر دنیا اس سے فوت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کہ (دنیا سے بہتر اسے حاصل ہے) ① بات کی سچائی ② امانت کی حفاظت ③ حسن اخلاق اور ④ پاکیزہ لقمہ۔

(حاکم جلد ۴ صفحہ ۳۱۴، خرائطی فی المکارم جلد ۱ صفحہ ۴۲)

جن میں یہ تین چیزیں نہ ہوں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں یہ تین اوصاف نہ ہوں وہ اپنے کسی عمل پر اچھے کام کا گمان نہ کرے۔

❶ ایسا خوف خدا جو اسے خدا کی منع کردہ چیزوں سے روک نہ سکے۔

❷ وہ بردباری جو اسے بے راہ روی سے نہ روک سکے۔ (کہ غصے سے آدمی بے راہ روی اختیار کر لیتا ہے)

❸ عمدہ اخلاق نہ ہو کہ لوگوں کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۲۲)

دین میں دو چیزیں مطلوب ہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک نقل کیا ہے یہ دین وہ ہے جسے میں نے اپنے لئے منتخب کیا اور پسند کیا ہے۔ اور یہ دین سخاوت اور حسن اخلاق کے علاوہ کسی کی گنجائش نہیں رکھتا۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۰۶)

فائدہ: ① سخاوت۔ ② حسن اخلاق۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھی عادت، اچھے احوال و برتاؤ کی خدائے پاک کے نزدیک کس درجہ قدر ہے۔ بڑے سعید ہیں وہ لوگ جو اس میدان میں سبقت کر گئے۔

حسن خلق جنت کا باعث خواہ کفار کے ساتھ ہی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ وحی بھیجی کہ اے میرے دوست! حسن اخلاق کا برتاؤ کرو خواہ کافروں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ جنت میں ابرار کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ اور میرا یہ فیصل شدہ کلمہ ہے۔ جو حسن اخلاق کا حامل ہوگا اسے اپنے عرش کے سایہ میں رکھوں گا۔ اور میں اسے ظہیرہ قدس سے سیراب کروں گا۔ اور اسے بالکل اپنے قریب جگہ دوں گا۔ (ترغیب صفحہ ۴۰۷، مجمع صفحہ ۲۰)

فائدہ: اس حدیث پاک سے حسن اخلاق کی بڑی فضیلت و اہمیت معلوم ہو رہی ہے۔ اللہ پاک کے نزدیک اس کی اتنی وقعت ہے اور اس قدر محبوب ہے کہ دشمنان اسلام کفار کے ساتھ بھی اسے اختیار کیا جائے تو قرب عرش کی سکونت اور ابرار کے ساتھ داخلہ ہوگا۔ عرش کا قرب ہی کافی تھا مگر ظہیرہ قدس جو نہایت ہی بلند مقرب ہستیوں، ملائکہ کا مقام ہوگا۔ اس کے متبرک پانی سے سیراب کیا جائے گا۔ کس قدر انتہائی تقرب کا باعث ہوگا۔ اس سے زیادہ اور کیا اس باب میں فضیلت و منقبت پر حدیث ہوگی۔ خیال رہے کہ حسن اخلاق کے حامل اللہ کے برگزیدہ بندے ہی ہوتے ہیں۔ عموماً جو لوگ دنیا میں کسی بڑے وقار و عزت کے عہدہ پر یا انتظامی امور میں فائز ہوتے ہیں ان سے وسعت اخلاق اور حسن اخلاق کا برتاؤ بہت ہی کم ہوتا ہے۔ وہ اپنے وقار، جاہ اور حکمرانی کی وجہ سے اس وصف عظیم کو اپنے ماتحتوں پر باقی نہیں رکھ پاتے۔

ان فضائل اور منقبت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر مؤمن کو چاہئے کہ اپنے تمام معاملات اور برتاؤ میں حسن اخلاق کے وصف عظیم کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ غصہ اور ناراضگی کے موقع پر اس کا دھیان رکھے۔ مخالفین اور

کمزوروں کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ حسن اخلاق کی رعایت رکھے کہ بسا اوقات انہی جیسے لوگوں پر غم وغصہ کے ذریعہ سے بد اخلاقی پر اتر جاتا ہے۔ خدائے پاک ہم سب کو اخلاق حسنہ پر ہمیشہ قائم رکھے۔ خاص کر ماتحتوں، کمزوروں، غریبوں کے ساتھ حسن برتاؤ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

حسن اخلاق کے متعلق آثار

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ لوگوں کا مرتبہ اخلاق کے اعتبار سے ہے۔ یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اخلاق کی وسعت رزق کا خزانہ ہے۔ یعنی اس کے ذریعہ سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ یہ چار اخلاق حسنہ اور عادات فاضلہ بندے کو بالا مرتبہ اور درجات پر پہنچا دیتے ہیں۔ خواہ وہ علم اور عمل کے اعتبار سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ ① حلم و بردباری، ② تواضع و انکساری، ③ سخاوت، ④ حسن اخلاق۔ انہیں امور سے ایمان میں کمال پیدا ہوتا ہے۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۳۲۵)

کہا گیا ہے کہ ہر شئے کی اساس اور بنیاد ہوتی ہے۔ ایمان کی اساس و بنیاد اخلاق فاضلہ ہیں۔

ابوالعباس بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جس نے بھی بلند مرتبہ پایا ہے حسن اخلاق ہی کی وجہ سے پایا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ توفیق بہترین قائد ہے۔ اور حسن اخلاق بہترین ساتھی ہے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۳۲۵)

ابی بکر کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تصوف حسن اخلاق کا نام ہے۔ جس کے اخلاق فاضلہ زائد ہوں گے اس کا تصوف زائد ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے مرسلاً منقول ہے کہ جس شخص میں ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو کتا اس سے بہتر ہے۔

❶ ایسا تقویٰ جو اسے خدا کے حرام کردہ امور سے بچائے۔

❷ وہ بردباری جس کی وجہ سے جاہل کی جہالت سے محفوظ رہے۔

❸ وہ حسن خلق جس کے ساتھ وہ لوگوں سے مل جل کر رہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۳۲۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ اچھے اخلاق رحمت خداوندی کے لگام ہیں اور یہ لگام خداوند قدوس کے دست مبارک میں ہیں۔ جسے خدا خیر کی طرف کھینچتا ہے اور خیر اسے جنت کی طرف کھینچتی ہے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۳۲۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حسن اخلاق تین امور ہیں:

❶ ممنوع امور کے ارتکاب سے گریز کرنا۔
❷ مباح امور میں مشغول ہونا۔
❸ اہل وعیال پر توسع اختیار کرنا۔

حضرت امیر المؤمنین عبداللہ بن المبارک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں حسن اخلاق یہ ہے کہ تم لوگوں سے کشادہ روئی سے ملو۔ اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو۔ اور تکلیف دہ امور سے ان کو بچاؤ۔

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ سے بھی اسی طرح حسن اخلاق کی تفسیر منقول ہے۔

ابوسعید القرشی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بیان کیا کہ حسن اخلاق یہ امور ہیں۔ بخشش، کرم، درگزر کرنا، احسان کرنا۔ (اتحاف السادۃ جلد۷ صفحہ ۳۲۶)

حسن اخلاق کی بنیاد دس امور ہیں

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہَا فرماتی ہیں کہ مکارم اخلاق ''بلند اخلاق'' دس ہیں۔

❶ بات میں سچا ہونا۔
❷ خدا کی اطاعت میں سچا خوف۔
❸ سائل کو بخشنا۔
❹ احسان کا بدلہ۔
❺ صلہ رحمی کرنا۔
❻ امانت ادا کرنا۔
❼ اپنے پڑوسی کے لئے یا۔
❽ اپنے رفیق کے لئے برائی برداشت کرنا۔
❾ مہمان کا اکرام۔
❿ اوران کی اصل حیا ہے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۴۱، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۳۸)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُمَا سے مروی ہے کہ مکارم اخلاق یہ ہیں۔ اللہ کے لئے ایک دوسرے کی ملاقات، آنے والے کا اکرام اس سے جو اس کو میسر ہو کچھ نہ پائے تو پانی کا گھونٹ سہی۔ (کنز العمال جلد۸ صفحہ ۳۹)

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ سے پوچھا گیا اچھے اخلاق کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا کشادہ روئی اور ''لوگوں پر خرچ'' کرنا اور لوگوں کو تکلیف واذیت دینے سے بچانا۔ (اتحاف السادۃ جلد۷ صفحہ ۳۲۶)

اچھے اخلاق کے حصول کی دعا

حضرت ابومسعود انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ"

ترجمہ: "اے اللہ! آپ نے مجھے عمدہ پیدا کیا پس میرے اخلاق کو بھی عمدہ بنا دیجئے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اکثر یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعَافِیَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ"

ترجمہ: "اے اللہ! میں آپ سے صحت، وعافیت اور حسن خلق کا سوال کرتا ہوں۔"

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ دعا شروع نماز (نفل ہی) میں پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَآ اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَآ اِلَّا اَنْتَ"

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے حسن اخلاق کی رہنمائی فرما سوائے تیرے حسن اخلاق کی کوئی رہنمائی نہیں کرسکتا۔ اور برے اخلاق کو مجھ سے دور فرما۔ سوائے تیرے مجھ سے کوئی برے اخلاق دور نہیں کرسکتا۔" (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۳۲۳، مسلم)

بدخلقی کی مذمت احادیث پاک میں

بدخلقی ایمان کو فاسد کردیتی ہے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: بدخلقی ایمان کو اس طرح فاسد کردیتی ہے جس طرح ایلوا کھانے کو فاسد کردیتا ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۴۷)

کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اخلاق خدا کی نوازشوں میں سے ہیں۔ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے اچھے اخلاق سے نوازتا ہے۔ اور جس کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے اسے بدخلقی سے نوازتا ہے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۱۱)

بدبختی بدخلقی میں ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی بدبختی اس کے برے اخلاق میں ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ۲۴۹)

فائدہ: اس لئے کہ ایسا آدمی دین دنیا کی بھلائی سے محروم رہتا ہے۔

بدخلقی سے پناہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ" (ابوداؤد، ترغیب صفحہ۴۱۳)

فائدہ: جس چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی وہ یقیناً بری چیز ہوگی ظاہر ہے۔

مبغوض اور قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کون ہوگا؟

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ مبغوض اور مجلس کے اعتبار سے قیامت میں سب سے زیادہ دور وہ ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے برا ہوگا۔

(مجمع صفحہ۲۱، بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ۲۳۴)

فائدہ: چونکہ خدائے پاک کو ایسا شخص پسند نہ ہوگا۔ لہٰذا خدا کی رحمت سے یہ دور ہوگا۔

مؤمن بدخلق نہیں ہوسکتا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں مؤمنین میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ ① بدخلقی اور ② بخل۔ (بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ۲۴۳)

فائدہ: ظاہر ہے کہ مؤمن تو اچھے اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔ اخلاق ذمیمہ سے پاک ہوتا ہے۔

بدخلقی منحوس شئے ہے

ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدخلقی منحوس شئے ہے، اچھے اخلاق باعث برکت ہیں اور صدقہ بری موت کو دفع کرتا ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ۲۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا نحوست (بے برکتی کا باعث) کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدخلقی ہے۔

فائدہ: چونکہ وہ لوگوں کی بددعائیں لیتا ہے۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں میں سب سے بدتر قرار

دیا ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد۷ صفحہ ۳۱۹)

بداخلاق کے لئے توبہ بھی نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر گناہ کے لئے توبہ ہے مگر بداخلاق کے لئے توبہ نہیں۔ (جلد۳ صفحہ ۴۱۳)

فائدہ: آپ نے زجراً وتوبیخاً فرمایا۔ ورنہ تو ہر کبیرہ کے لئے توبہ ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس سے مخلوق اور خدا کے بندے کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے۔ جس کا تعلق حق العباد سے ہے۔ لہٰذا یہ توبہ سے معاف نہ ہوگا بلکہ بندے سے معافی مانگنی ہوگی۔

خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟

حضرت میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدخلقی سے زائد کوئی بڑا گناہ نہیں۔ چونکہ ایسا شخص ایک گناہ سے نکلتا ہے تو دوسرے گناہ میں داخل ہو جاتا ہے۔
(ترغیب صفحہ ۴۱۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس کی بری عادت سے لوگوں کو اذیت اور تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ اور اللہ پاک کے نزدیک بندوں کی تکلیف بڑے گناہ کی بات ہے۔ اور یہ اگر کسی سے معافی مانگ کر معاملہ صاف بھی کر لیتا ہے تو اپنی عادت کی وجہ سے اسی کو یا دوسرے کو پھر تکلیف پہنچاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک گناہ سے نکل کر پھر دوسرے میں داخل ہو جاتا ہے۔

بدخلقی کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقہ میں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدخلقی کی وجہ سے آدمی جہنم کے نچلے طبقہ میں پہنچ جاتا ہے۔

فائدہ: اللہ کی پناہ بداخلاقی کس درجہ بری چیز ہے۔ کہ اس کی وجہ سے آدمی جہنم کے نچلے طبقہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

صائم النہار، عبادت گزار مگر پھر بھی جہنمی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا کہ فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات بھر عبادت کرتی ہے مگر اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتی ہے۔ (ایک روایت میں ہے مگر بدخلق ہے پڑوسی کو تکلیف دیتی ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اہل جہنم میں سے ہے)۔ (مسند احمد، حاکم، اتحاف صفحہ ۳۱۹)

فَائِدَہ: یعنی بدخلقی اتنی بری چیز ہے کہ ساری رات عبادت گزاری اور روزہ کی کثرت بھی اسے جہنم سے نہیں بچا سکی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بدخلقی مخلوق کی اذیت اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اور بندہ جو عیال خدا ہے اس کی اذیت اور تکلیف خدا کو گوارہ نہیں۔

جس میں حسن خلق نہیں وہ کتے سے بدتر

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے مرسلاً مروی ہے کہ جس میں تین وصف میں سے ایک بھی نہ ہوتو وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔

1. وہ تقویٰ اور خوف جو اسے خدا کے حرام کردہ امور سے روک دے۔
2. وہ حلم بردباری جو اسے جاہل کی شرارت سے محفوظ رکھے۔
3. وہ اخلاق فاضلہ جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے ساتھ مل کر زندگی گزار سکے۔ (بیہقی، اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۴۲۳)

فَائِدَہ: واقعۃً جس میں اخلاق نہیں اس کی زندگی جانور سے بھی بدتر ہے کہ انسان کو جو جانور سے امتیازی مقام درجہ ملا ہے وہ اسی اخلاق فاضلہ اور مکارم اخلاق کی وجہ سے ملا ہے، اسی وجہ سے ایسوں کو نیکیاں بھی فائدہ نہیں دیتی۔

یحییٰ رازی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا قول

یحییٰ بن معاذ رازی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا قول ہے کہ بدخلقی کے ساتھ نیکیوں کی کثرت بھی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ اس کے بر مقابل حسن اخلاق ایسا ہے کہ اس کے ساتھ گناہ کی کثرت نقصان نہیں دیتی (بلکہ عفو و مغفرت کے اسباب پائے جاتے ہیں) جس کی وجہ سے گناہ کی تلافی ہوتی رہتی ہے۔ اور ادھر حسن اخلاق کی وجہ سے ثواب اور نیکی کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نیز دوسروں کی دلی خوشی اور دعائیں پاتا رہتا ہے۔ (اتحاف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کے بلند پایہ پاکیزہ اخلاق

اخلاص

نیکی اور بھلائی اللہ کے واسطے کرنا

حکم الٰہی ہے:

”مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ“ (سورہ شوریٰ)

ترجمہ: ”جو آخرت کی کھیتی (ثواب) کا ارادہ کرتا ہے۔ ہم اس میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں۔ اور جو محض دنیا (دنیا میں ہی بدلہ) کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اسے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔“

متعدد آیات قرآنیہ میں خدائے پاک نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ تمام اعمال و افعال میں اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی اور آخرت کا ثواب مدنظر رکھا کریں۔

کسی بھی عمل کا خواہ از قبیل عبادات ہو یا معاملات و احسانات میں سے ہو، اس کا بدلہ دنیا میں نہ چاہیں۔ اور نہ اس کی امید رکھیں۔ بلکہ اللہ کے واسطے کریں۔ اگر اس کا بدلہ بلا طلب وخواہش کے مل جائے تو خدا کا شکر ادا کریں۔ شکایت اور حسرت افسوس زبان پر نہ لائیں۔ جس کا بدلہ انسان دنیا میں چاہتا ہے آخرت میں اسے کوئی بدلہ اور ثواب نہیں ملتا۔ آخرت اور رضائے الٰہی کے بدلے دنیاوی جزا کی خواہش حماقت اور جہالت ہے۔ اسی وجہ سے اعمال و افعال میں اخلاص کو اساس اور رأس کا درجہ حاصل ہے۔ جس طرح تعمیر بلا بنیاد کے اور جسم بلا سر کے بے کار و ضائع ہے اسی طرح عمل و فعل بلا اخلاص کے بے کار ہیں۔ آخرت میں اس کا کوئی اثر نہیں ظاہر ہوگا

اور دنیا میں بھی ان کا معقول و مؤثر خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔ ہاں اللہ کے واسطے کیا جائے پھر دنیا میں خدائے پاک کی جانب سے فائدہ ہو جائے تو اس میں برکت ہوتی ہے۔

اخلاص اور اس کا مفہوم

اخلاص خالص کرنے کو کہتے ہیں شرکت غیر سے۔ جیسے دودھ خالص اسے کہتے ہیں جس میں پانی کی ملونی نہ ہو۔ (وصیۃ الاخلاص صفحہ ۳۱)

اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ میں اخلاق کا مفہوم یہ ہے کہ وہ خالص اللہ کے لئے ہوں۔ دوسرا کوئی ارادہ ومنشاء ان میں شامل نہ ہو۔ چنانچہ علامہ قرطبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ لکھتے ہیں:

"الاخلاص من عمل القلب وهو الذى يراد به وجه الله لا غيره" (جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۳)

تَرجَمہ: "اخلاص کا تعلق دل سے ہے۔ جس کا مقصد صرف اللہ کو خوش کرنا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"

روح المعانی میں ہے:

"لا يريدون بطاعتهم الا وجهه ورضاه لا رياء الناس ودفع الضرر"

تَرجَمہ: "(حاصل یہ ہے کہ) دین اغراض نفسانیہ دفع ضرر، جلب منفعت کے لئے نہ اختیار کیا جائے۔"

یہ تو اپنے مطلب کے لئے دین (اس کے اعمال) ہوا۔ جیسے تجارت و زراعت اپنے مطلب کے لئے ہوا کرتی ہے۔ خدا کا دین (اس کے اعمال) خدا کے لئے اختیار کرنا چاہئے۔ (وصیۃ الاخلاص صفحہ ۳۳)

حضرات انبیاء عَلَیہِمُ الصَّلاۃُ وَالسَّلامُ کی دعوت میں اخلاص اہم

(حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھتے ہیں) حضرات انبیاء عَلَیہِمُ الصَّلاۃُ وَالسَّلامُ نے جن امور کے قائم کرنے کی دعوت دی ہے ان میں بڑے بڑے تین ہیں۔ ایک تو مبدأ معاد، جزا وسزا کے متعلق۔ دوسرے طاعت مقربہ میں عمل کی تصحیح کرنا (یعنی اس کا طریقہ شریعت وسنت کے موافق ہو) تیسرے اخلاص و احسان کی تصحیح۔ (یعنی اعمال خدا کی رضا کے لئے کرنا)۔ (وصیۃ الاخلاص صفحہ ۳۸)

اخلاص کے ساتھ دین میں تھوڑا عمل بھی کافی

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ سے مروی ہے کہ جب ان کو یمن کی جانب بھیجا جا رہا تھا تو انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا اے اللہ کے رسول! مجھے نصیحت کیجئے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: دین میں (یعنی دین کے اعمال میں) اخلاص پیدا کرو تھوڑا عمل بھی کافی ہو جائے گا۔ (اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۴۵، حاکم، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۴)

فائدہ: اسی لئے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے علماء ربانیین اور اولیاء کرام کے تھوڑے اعمال آثار و نتائج میں بہت زائد ہوتے ہیں۔

جہنم میں پھینک دیا جائے گا

عمر بن عتبہ سے موقوفاً مروی ہے کہ قیامت کے دن عمل دنیا کو لایا جائے گا۔ جو اللہ کے لئے ہوگا اسے چھانٹ کر نکال لیا جائے گا۔ اور جو اللہ کے علاوہ کے لئے کیا گیا اسے جہنم میں پھینک مارا جائے گا۔

(ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۵)

فائدہ: کس قدر خوف کی بات ہے۔ جو اللہ کے غیر کے لئے کیا جائے گا اس کا کس قدر خوف ناک انجام ہوگا۔

سب ملعون

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب ملعون ہے مگر وہ جس سے اللہ کی خوشی کا ارادہ کیا گیا ہو۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدا کی خوشی اور آخرت کے ثواب کے علاوہ جو اعمال و افعال ہوں گے وہ سب ضائع اور بے کار ہوں گے۔

اخلاص کو دیکھے کثرت وقلت کو نہ دیکھے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عمل کی قلت کو مت دیکھو بلکہ اس کی قبولیت پر نظر رکھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا۔ عمل میں اخلاص اختیار کرو۔ تھوڑا بھی کافی ہوگا۔

(اتحاف السادۃ جلد ۱۰ صفحہ ۴۵)

اخلاص کی وجہ سے اس امت کی مدد

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کی مدد اور نصرت ضعیف کمزوروں کی دعاؤں اور ان کی نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۱۰ صفحہ ۴۵)

فائدہ: چونکہ خدائے پاک کے نزدیک اخلاص ہی کی قدر ہے۔ اور یہی قابل جزا و اثر ہے۔ اور مالداروں اور اہل وجاہت کے مقابلہ میں یہ بات ضعیفوں و کمزوروں میں زائد ہوتی ہے کہ ان کے اعمال ریاء سمعہ وشہرت سے اکثر خالی ہوتے ہیں۔

اخلاص کی دولت خدا کے محبوب بندوں کو نصیب

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے (مرسلاً) مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے (مخصوص بخششوں میں سے ایک خاص بخشش ہے) اپنے بندوں میں سے اس بندے کے دل میں ڈالتا ہوں جس سے میں محبت رکھتا ہوں۔ (اتحاف السادۃ جلد۱۰ صفحہ۴۳)

فائدہ: واقعی عمل خیر کرنے والے اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹانے والے تو بہت ہیں مگر ان میں اہل اخلاص حضرات کم ہیں۔ کسی کام کو اللہ کے واسطے کرنا۔ کسی کے حق میں نیکی کر کے بھول جانا بہت اہم ہے۔

دنیا کے لئے کرنے کا برا انجام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی نیت آخرت کی طلب (ثواب آخرت) کے لئے ہوگی خدائے پاک اس کے قلب میں غنا ڈال دے گا اور اس کو اطمینان سے نوازے گا۔ اور دنیا اس کے نہ چاہنے کے باوجود اس کے پاس آئے گی۔ اور جو دنیا کے واسطے کوئی کام کرے گا اللہ پاک اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے فقر لکھ دے گا اور اس کے امر کو پراگندہ کر دے گا۔ اور دنیا اتنی آئے گی جتنی مقدر میں لکھی ہوگی۔ (مشکوۃ صفحہ۴۵۴، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو دین کے ذریعہ سے دنیا حاصل کریں گے (یعنی آخرت کے ثواب کے لئے نہ کریں گے بلکہ اس کی جزا بدلہ دنیا میں چاہیں گے)۔ (مختصراً مشکوۃ صفحہ۴۵۵، ترمذی)

دنیا میں بدلہ چاہنے والوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کو نصرت، خوش حالی، طمانیت کی بشارت دے دو۔ اور ان میں سے جو آخرت کا کام (جس کا ثواب آخرت میں ملتا ہے) دنیا کے واسطے کرے گا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ (احسان صفحہ۱۳۲، حاکم جلد۴ صفحہ۳۱۱)

اللہ پاک دل کو دیکھتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک تمہاری صورتوں کو اور تمہارے اجسام کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور تمہارے دل (خلوص) کو دیکھتا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ۳۰۶، مسلم جلد۲ صفحہ۳۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تمہاری صورت تمہارا نسب کیا ہے کس قبیلہ کس خاندان کا ہے کس رنگ و روپ اور کس حیثیت کا ہے، نہیں دیکھتا ہے بلکہ دل کو دیکھتا ہے کہ کس خلوص سے یہ اعمال نکل رہے ہیں۔ دنیوی مقصد اور ارادہ ہے یا خالص رضاء مولیٰ۔ اگر خدا کی رضا و خوشنودی کے لئے تو قابل قبول و جزاء ہے ورنہ قابل رد۔ کہ اس پر آخرت میں کوئی بدلہ نہیں اور نہ اس کے نتائج حسنہ دنیا میں۔

اخلاص نہ ہونے پر قیامت میں وحشت ناک برا انجام

سفیان اصبحی ذکر کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں حاضر ہوا۔ تو ایک شخص کے اردگرد لوگوں کا مجمع دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں ان کے قریب گیا اور بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ اور لوگوں کے سامنے وہ حدیث پاک بیان کر رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہو گئے اور تنہائی ہوگئی۔ تو میں نے ان سے حق کا واسطہ دے کر کہا۔ تم مجھے وہ حدیث سناؤ۔ جو تم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی، اسے محفوظ رکھا اور اسے سمجھا ہے۔ انہوں نے کہا میں تم کو ایسی حدیث بتاؤں گا جسے میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور محفوظ رکھا۔ یہ کہہ کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غشی طاری ہوگئی۔ ہوش میں آئے تو کہا کہ میں ایسی حدیث تمہیں سناؤں گا جسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر میں مجھ سے بیان کیا تھا۔ پھر بہت سخت بے ہوش ہو گئے، پھر منہ کے بل گر پڑے۔ میں نے اپنے سہارے سے لگا کر رکھا۔ کافی دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ تو فرمایا: اللہ پاک قیامت کے دن بندوں کے حساب کے لئے نزول فرمائیں گے۔ ہر امت گھٹنوں کے بل ہوگی۔ سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا۔ جنہوں نے قرآن (علم قرآن) حاصل کیا ہوگا۔ (یعنی عالم)۔ اور جنہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا۔ اور ان کو جنہوں نے مال جمع کیا۔

پھر اللہ پاک عالم سے پوچھیں گے، کیا میں نے تم کو جو میں نے اپنے رسول پر نازل کیا اس کا علم نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا، ہاں۔ فرمائیں گے، جو تم نے علم پایا اس پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا، میں دن رات اسی میں لگا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تو جھوٹا ہے۔ ملائکہ بھی فرمائیں گے تم جھوٹ کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، ہاں تم نے یہ چاہا تھا کہ لوگ تمہیں کہیں کہ عالم ہے، سو کہا جا چکا۔ (تمہارا بدلہ جو تم نے چاہا مل گیا)۔

پھر مال والا لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے، کیا میں نے تم کو خوب مال نہیں دیا تھا کہ تم کسی کے محتاج نہیں ہوئے۔ (یعنی ہر قسم کی فراوانی دی تھی) پھر تم نے کیا کیا خرچ کیا؟ وہ کہے گا، میں نے صلہ رحمی کی، صدقہ کیا۔ اللہ پاک فرمائیں گے، تم نے چاہا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں، سو کہا جا چکا۔ پھر اسے لایا جائے گا جو اللہ کے راستے میں شہید ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کیوں شہید ہوئے؟ وہ کہے گا۔ آپ نے حکم دیا تھا اپنے راستہ میں جہاد کا سو میں نے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تم نے تو ارادہ کیا تھا لوگ تجھے بہادر کہیں سو کہا جا چکا۔ پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوہریرہ! یہی وہ پہلے لوگ ہیں۔ جن کے لئے قیامت میں جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۶۲)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ہر ایک کو یہ کہہ کر کہ تم جھوٹے ہو (جو تم نے چاہا تھا کہا جا چکا) حکم دیا جائے گا کہ ان کو منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹو پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف صفحہ ۱۴۰، احسان جلد۲ صفحہ ۱۳۷)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں کا حاصل مقصد یہ ہے کہ تمام اعمال حسنہ میں خواہ وہ عبادت خالصہ ہوں جیسے نماز، تلاوت یا دوسرے شرعی احکامات ہوں جیسے صدقہ خیرات، کسی کے ساتھ احسان وسلوک غرض کہ تمام اعمال حسنہ میں آخرت کے ثواب اور خدا کی رضا کے لئے خلوص ضروری ہے۔ خیال رہے کہ کسی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کر کے اس سے بدلہ کے طور پر بھلائی اور نیکی کی امید رکھنا اخلاص کے خلاف ہے۔

بسا اوقات لوگ ایک دوسرے کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے اس کے ساتھ یہ یہ احسانات اور بھلائی کی اور اس نے تو ایک چائے پان کو بھی نہ پوچھا۔ میں نے ان کی یہ یہ خدمات کیں ہمدردی اور اخوت کا یہ برتاؤ کیا انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ میں ان کے وقت پر کام آیا وہ میرے کب کام آئے؟ تو اس قسم کے جملے اور شکایتیں کرنا خلوص اور للٰہیت کے خلاف ہے۔ یوں سوچے ہم نے اللہ واسطے نیکی اور بھلائی کی۔ سو اس کا ثواب ہمیں آخرت میں ملے گا۔ ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں خواہ ہمارے ساتھ بھلائی نیکی کرے یا نہ کرے۔ اگر اخلاص کے ساتھ عمل ہوگا اور نیکی ہوگی تو لوگوں سے یہ شکایت نہ ہوگی۔ اور اس سے نیکی اور بھلائی کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔ اور سوء ظن ومخالفت بھی نہ ہوگی۔ عموماً لوگ نیکی اور بھلائی کا بدلہ کسی طرح نہ ملنے پر نیکی چھوڑ دیتے ہیں۔ سو یہ غلط اور اخلاص کے خلاف ہے۔ اگر اللہ واسطے کیا تو پھر بندے سے بدلہ نہ ملنے پر کیوں ناراض ہو۔ اس لئے اللہ واسطے اخلاص کے ساتھ کرنے کی وجہ سے یہ باتیں پیدا نہ ہوں گی۔ ہاں اس کی ذمہ داری اور اخلاق یہ ہے کہ وہ اپنے محسنین کا خیال رکھے۔ وسعت کے مطابق اپنی جانب سے بھی نیکی اور بھلائی کا سلسلہ رکھے کہ دین ودنیا دونوں کے لئے باعث برکت ہے۔

صدق

سچائی میں نجات ہے

حضرت منصور بن معتمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچائی اختیار کرو۔ اسی میں نجات اور سلامتی ہے گو تمہیں ہلاکت نظر آئے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۵۹۰)

سچائی جنت کی رہنما ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر سچائی لازم ہے۔ سچائی بھلائی کا راستہ بتاتی ہے اور بھلائی جنت کی رہنما ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولنے کی وجہ سے صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۹۷، ترغیب صفحہ ۵۹۱، بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۰۰)

سچائی جنت کا دروازہ ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ سچائی جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۴۶)

صدق میں جنت کی ضمانت

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہاری جنت کا ضامن ہوں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ بولو تو سچ بولو۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۵۸۷)

سچائی کو ترجیح نہ دے تو مؤمن نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اس وقت تک پورے طور پر مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ سچائی کو ترجیح نہ دے۔ اور جھوٹ کو نہ چھوڑے یہاں تک کہ مزاح اور لڑائی میں بھی جھوٹ نہ بولے اگر وہ سچا ہے۔" (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۱۱۲)

کامل ایمان کی علامت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ پورا مؤمن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ سچائی کو ترجیح نہ دے۔ اور جھوٹ کو نہ چھوڑ دے۔ حتی کہ مزاح میں اور لڑائی جھگڑے میں بھی۔ اگرچہ سچوں میں ہونا چاہتا ہو۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۱۱۲)

فَائِدَہ: بسا اوقات مزاحاً خوش کرنے کے لئے خلاف واقعہ بات کہہ دیتا ہے۔ سو ایسا بھی نہ ہو۔ تب وہ سچا اور سچوں کی فضیلت میں داخل ہو سکتا ہے۔

معاملات میں سچائی سے برکت

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہو جائیں۔ اگر دونوں نے سچائی کے ساتھ معاملہ کیا تو ان کی خرید و فروخت میں برکت دی جاتی ہے۔ اگر حقیقت کو چھپایا جھوٹ بولا تو ان کے درمیان سے برکت ختم کر دی جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم صفحہ ۲۷۹)

سچائی جنت کے اعمال میں سے ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سچائی جنت کے اعمال میں سے ہے۔

(مختصراً کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۴۴)

دنیا کے فوت ہونے کا کوئی غم نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے اندر یہ چار اوصاف ہوں۔ تو اگر دنیا (مال و جاہ) نہ ہو تو کوئی فکر و غم نہ کرو۔

1. امانت کی حفاظت۔
2. بات کی سچائی۔
3. حسن اخلاق۔
4. کمائی میں پاکیزگی۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۵۸۹)

سچائی میں اطمینان ہے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کیا ہے۔ شک والی بات چھوڑ کر جس میں شک نہ ہو اسے اختیار کرو۔ سچائی میں اطمینان ہے۔ جھوٹ شک ہے۔

(ترمذی ترغیب جلد ۳ صفحہ ۵۸۹)

فَائِدَہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کم عمری میں اس حدیث کو سن کر یاد کر لیا تھا۔ اس لئے کہ آپ کی وفات کے وقت یہ بہت چھوٹے تھے ان کی عمر ۷، ۸ سال تھی۔

جس چیز کے حرام، مکروہ یا درست ہونے میں شبہ ہو اسے چھوڑ کر ایسی چیز اختیار کرے جس میں شک نہ ہو۔ مثلاً شبہ ہو رہا ہے کہ یہ مال چوری کا ہے۔ اس میں کسی ناجائز شئے کی آمیزش کا شبہ ہے تو ایسی چیز کو چھوڑ دے۔

یہ کمال ایمان اور تقویٰ ہے۔ اور پرہیزگاری کا معیار ہے۔

جسے خدا اور رسول سے محبت ہو

حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کو پسند ہو کہ خدا اور اس کے رسول کے نزدیک محبوب رہو تو امانت کا حق ادا کرو۔ جب بولو تو سچ بولو۔ اور جو پڑوس میں ہو اس پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۵۸۹)

''صدق کا مفہوم اور فوائد''

انسان کے ہر قول و عمل کے درستی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لئے اس کا دل اس کی زبان باہم ایک دوسرے کے مطابق اور ہم آہنگ ہوں۔ اسی کا نام صدق یا سچائی ہے۔ جو سچا نہیں اس کا دل ہر برائی کا گھر ہو سکتا ہے۔ اور جو سچا ہے اس کے لئے ہر نیکی کے حصول کا راستہ آسان ہے۔

سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے۔ جو سچا ہوگا وہ ہر برائی سے پاک ہونے کی کوشش کرے گا۔ وہ راست باز ہوگا، راست گو ہوگا ایمان دار ہوگا، وعدے کو پورے کرے گا، عہد کو وفا کرے گا، دلیر ہوگا، دل کا صاف ہوگا، ریاکار نہ ہوگا، اس کے دل میں نفاق نہ ہوگا، پیچھے کچھ اور سامنے کچھ اس کی شان نہ ہوگی، خوشامدی نہ ہوگا، سب کے بھروسہ کے قابل ہوگا، لوگوں کو اس کے قول و فعل پر اعتبار ہوگا، جو کہے گا کرے گا۔ غرض جس پہلو سے دیکھئے سچائی بہت سی اخلاقی خوبیوں کی اصلی بنیاد قرار پائے گی۔

سچائی کا وسیع مفہوم

سچائی کے معنی عام طور سے سچ بولنے کے سمجھے جاتے ہیں مگر اسلام کی نگاہ میں اس کے بڑے وسیع معنی ہیں۔

سچائی کی اقسام

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سچائی کی چھ قسمیں بیان کی ہیں۔ اور قرآن و حدیث سے انہیں ثابت کیا ہے۔ جن میں تین بنیادی مرتبہ رکھتے ہیں۔

❶ **زبان کی سچائی:** یعنی زبان سے جو بولا جائے سچ بولا جائے۔ یہ سچائی کی عام و مشہور قسم ہے۔ وعدے اور عہد کو پورا کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ یہ اسلام و ایمان کی بنیاد ہے اس کے برخلاف ہر قسم کا جھوٹ دل کے نفاق کے ہم معنی ہے۔ کہ منافق کی علامت ہے۔ جب کہے تو جھوٹ کہے۔

❷ **دل کی سچائی:** سچائی کی یہ قسم قلب و دل و باطن سے متعلق ہے۔ اسے اخلاص سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ بعض

موقعوں پر زبان سے سچ کا اظہار اس لئے جھوٹ ہو جاتا ہے کہ وہ دل اور اخلاص سے نہیں نکلتا۔ چنانچہ منافقین کو شہادت رسول میں اس لئے جھوٹا کہا گیا کہ انہوں نے صرف زبان سے کہا تھا ان کا دل اس کے موافق نہ تھا۔

❸ **عمل کی سچائی:** عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو نیک عمل ہو وہ اخلاص کے مطابق ہو۔ یعنی ظاہری اعمال باطنی اوصاف کے مطابق ہو۔ مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے لیکن اس کا مقصد ریا ہے تو یہ عمل کی سچائی نہیں ہے۔ صدق عملی کے کئی مرتبے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ جو ارادہ کیا جائے اس میں کسی قسم کا ضعف و تردد نہ پیدا ہو۔ مثلاً ایک شخص احکام الٰہی کی تعمیل کا ارادہ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن جب اس کی آزمائش کا وقت آتا ہے تو اس کے ارادہ کا ضعف ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو صادق العزم یعنی ارادہ کا پکا نہیں کہہ سکتے۔

صدق عملی کی سب سے اعلیٰ قسم یہ ہے کہ انسان کے ظاہر و باطن یعنی اس کی زبان کا ہر حرف، دل کا ہر ارادہ اور عمل کی ہر جنبش حق و صداقت کا پورا مظہر ہو جائے۔ قرآن نے ایسے ہی لوگوں کو صدیق کہا ہے۔ ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ دل سے مانتے ہیں عمل سے اس کی تصدیق اور زبان سے اس کا برملا اقرار۔ اور یقین کی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (قرآن میں) جس کو صادق کہا گیا ہے۔ ان کے تین قسم کے اوصاف بتائے گئے ہیں۔ اول، ان کے ایمان کا کمال۔ دوم، ان کے نیک عمل۔ اور تیسرے جانچ میں ان کا ہر طرح پورا اترنا۔ اور جو لوگ علم و عمل کے ان تمام فضائل کے درجہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں ان کو شریعت کی زبان میں صدیق کہتے ہیں۔ جو نبوت کے بعد انسانیت کا سب سے پہلا مرتبۂ کمال ہے۔ (سیرۃ النبی)

چنانچہ صدیقین کی تعریف کرتے ہوئے معارف القرآن میں ہے۔ ''وہ لوگ ہیں جو معرفت میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے قریب ہیں۔'' (جلد ۶ صفحہ ۱۲۲)

تفسیر ماجدی میں ہے۔ ''صدیقین یعنی بات کے کھرے اور معاملے کے سچے۔ ایسے کہ سچائی اور حق پسندی گویا ان کی فطرت میں رچ گئی۔ اور ان کی طبیعت کا جز بن گئی ہو۔'' (جلد ۱ صفحہ ۷۵۸)

آپس میں محبت والفت

جنت میں داخلہ نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم اسلام نہ لے آؤ۔ اور اسلام اس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک تم آپس میں محبت والفت سے نہ رہو۔ سلام کو رائج کرو کہ آپس میں محبت ہو۔ اور خبردار قطع تعلقی، بغض سے بچنا۔ یہ تم کو مونڈ دے گا (تباہ کر دے گا) میں یہ نہیں کہتا تمہارے بال کو مونڈ دے گا۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں باہمی الفت کی تاکید اور اس کے خلاف باہمی نفرت واختلاف کے کیسے برے نتائج بیان کئے گئے ہیں۔ کہ یہ دنیا کو بھی برباد اور آخرت کو بھی نیست ونابود کر دیتا ہے۔ ایسا آدمی ہمیشہ زک اور نقصان پہنچانے کی فکر میں مال اور جان صرف کرتا رہتا ہے۔ اسی دھن میں چین سکون نہیں پاتا۔ اسی دھن میں آخرت کے اعمال کھو بیٹھتا ہے۔ اور دنیا میں سوائے ذلت و پریشانی کے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ اسی لئے شریعت نے اس سے بچنے کی سخت تاکید کرتے ہوئے الفت ومحبت کو قائم کرنے کی ترغیب دی ہے۔

اہل محبت جنت میں ساتھ داخل ہوں گے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی سے خالصۃً لوجہ اللہ محبت رکھے اور اسے کہہ دے کہ میں تم سے اللہ کے لئے محبت رکھتا ہوں تو دونوں جنت میں ساتھ داخل ہوں گے۔ جس نے اللہ کے واسطے محبت کی وہ اپنے ساتھی پر بلند درجہ پائے گا۔

فائدہ: خیال رہے کہ خالص اللہ واسطے محبت وہ ہے کہ دنیا کی کوئی غرض (کہ اس سے کوئی نفع ونقصان متعلق ہو) نہ ہو۔ اس محبت وتعلق کی بڑی فضیلت ہے۔ آج کے دور میں خالصۃً لوجہ اللہ محبت قریب قریب اٹھ گئی ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندے ہی اس کے حامل ہیں۔ ورنہ تو ہر گروہ سے یہ اٹھتی جارہی ہے۔

سب سے پہلے کیا چیز اٹھائی جائے گی؟

عمر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں تذکرہ کرتے تھے کہ سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ آپس کی محبت والفت ہوگی۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۶۳)

فَائِدَۃ: آج کے اس دور میں آپ اس کا بخوبی مشاہدہ کریں گے کہ ایک ماں باپ کی اولاد، ایک کنبہ اور خاندان سے مربوط، ایک ہی مسلک و مشرب کے حامل، ایک ہی جگہ رہنے بسنے والے، کس طرح ایک دوسرے سے نفرت عداوت مخالفت کا پہلو رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دشمن، بس چلے طاقت پائیں تو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ کوئی مخالفت کے اس درجہ میں ہے کہ ظاہر سے قریب باطن سے دور نظر آتے ہیں۔ اجسام ملتے ہیں تو دل نہیں ملتے۔ بھائی بھائی، استاذ شاگرد جو سالہا سال تک ایک دوسرے سے مربوط رہے۔ ایک ماحول میں ایک مجلس میں پرورش پائی۔ پروان چڑھے، باہم ربط اور جوڑ نہیں۔ اللہ کی پناہ۔

ظاہر میں اگر ربط نظر آئے تو دلوں میں الفت و جوڑ نہیں۔ یہ الفت و محبت اٹھ جانے کی علامت نہیں تو اور کیا ہے۔ جس الفت اور محبت کو خدا نے اپنا انعام اور فضل فرمایا۔ آج اس سے ہمارا ماحول، خواہ عوام کا طبقہ ہو یا خواص کا طبقہ محروم اور خالی نظر آتا ہے۔

کسی سے محبت و تعلق ہو تو اسے بیان کر دے

حضرت معدیکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم کسی سے محبت اور دوستی کرو تو اپنے بھائی کو بتا دو۔ (مسند احمد، ادب مفرد صفحہ ۵۴۲)

مجاہد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں کہ کسی صحابی رسول سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے میرا کندھا پیچھے سے پکڑا۔ اور کہا میں تجھ سے محبت اور تعلق رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا وہ تم سے محبت کرے جس کی وجہ سے تم مجھ سے محبت کرتے رہے ہو۔ اور کہا اگر حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کو یہ نہ فرماتے ہوئے سنتا، تو میں نہ بتاتا کہ جب کوئی آدمی کسی سے محبت والفت رکھے تو اسے ظاہر کر دے کہ وہ اس سے محبت و تعلق رکھتا ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۵۴۳)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ کسی سے خصوصی محبت و تعلق یا عقیدت و قلبی رجحان ہو تو اسے بیان کر دے تاکہ اسے بھی معلوم ہو جائے۔ اور وہ بھی حق الفت ادا کرے۔ اور یہ الفت باقی رہے۔ خیال رہے کہ یہ محبت والفت شرعی حدود اور اس کے دائرے میں ہو تو ٹھیک اور محمود ہے۔

اور خلاف شرع ہو تو یہ ہرگز نہ ظاہر کرے اور نہ اسے باقی رکھے۔ اور نہ اس الفت کو مشروع و محمود سمجھے۔ مثلاً کم عمر امارد سے تعلق کہ حدیث پاک کی مراد سے یہ خارج ہے۔ کہ یہ گناہ اور سخت ترین معصیت ہے۔

محبت و تعلق میں عالی مرتبہ کون؟

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: دو آدمی جو آپس میں محبت و تعلق رکھتے ہیں ان میں عالی مرتبہ وہ ہوتا ہے جو زیادہ تعلق رکھتا ہو۔ (ادب مفرد صفحہ ۵۴۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو زیادہ تعلق و الفت رکھتا ہے وہ زیادہ فضیلت والا ہے۔ جو صفائی قلب کی ایک علامت ہے۔ نیز الفت جو ایک محمود وصف ہے۔ جس کے عطا کی خدائے پاک نے اپنی طرف نسبت کی ہے۔ جس میں یہ وصف زائد ہوگا وہ یقیناً بلند مرتبہ والا ہوگا۔ اسی سے معلوم ہوا طالب الفت کا مقام فائق ہے مطلوب الفت سے کہ تواضع اور سلامتی قلب کی پہچان ہے۔

لوگوں سے الفت ومحبت نصف عقل ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ میں اعتدال نصف معیشت ہے۔ لوگوں سے محبت والفت کا برتاؤ نصف عقل ہے۔ اور سوال کی عمدگی نصف علم ہے۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۱۴۰)

فائدہ: اس حدیث پاک میں تین بڑی عمدہ خصلتوں کو بیان کیا ہے۔ خرچ میں اسراف سے آدمی مستقبل میں پریشان ہوتا ہے۔ محبت والفت کے برتاؤ سے وہ اپنے بھائیوں سے نفع حاصل کرسکتا ہے۔ جو عقل کا تقاضا ہے۔

ایمان کے بعد افضل ترین عمل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے بعد افضل ترین عمل لوگوں سے محبت والفت ہے۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۱۴۱)

کس میں بھلائی ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن اہل محبت والفت ہوتا ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ الفت رکھے اور نہ اس سے الفت کی جائے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۷۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن قابل محبت والفت ہوتا ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ الفت رکھے نہ اس سے محبت والفت کی جائے۔ (یعنی شفیقانہ محبتانہ مزاج نہ ہو)۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۸۷، بیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۷۰)

فائدہ: اہل ایمان کا آپس میں الفت ومحبت کے بڑے فضائل ہیں اور اس کی بڑی ترغیب آئی ہے۔ ان کی صفت ہے آپس میں مالوف القلب رحم دل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کلام الٰہی میں ہے۔ "رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ"

آج کل اس دور میں آپس میں الفت ومحبت کمیاب ہے۔ باہمی تناؤ واختلاف کا دور ہے۔ دلوں میں جوڑ نہیں۔ باہمی الفت دین ودنیا کی بھلائی کا معیار ہے۔ خدائے پاک نے اسے اپنے انعام میں شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

"وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ“

ترجمہ: ”خدا نے ان کے قلوب کے درمیان الفت پیدا کی ہے۔ اگر تم ساری زمین کا خزانہ بھی خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں کے درمیان الفت پیدا نہ کر سکتے تھے۔ لیکن خدا نے ان کے درمیان الفت پیدا کی ہے۔“

معلوم ہوا کہ لوگوں کے قلب میں باہمی الفت ومحبت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ اس کے انعام کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ حصول انعام کے لئے اس کی اطاعت و رضا جوئی شرط ہے۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

”اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا“

یعنی ”جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں محبت و مودت پیدا فرما دیتے ہیں۔“ اس آیت نے واضح کر دیا کہ دلوں میں حقیقی محبت و مودت پیدا ہونے کا اصلی طریق ایمان و عمل صالح کی پابندی ہے۔ (معارف القرآن جلد۴ صفحہ ۴۹)

محبت اور ترک تعلق اللہ ہی کے واسطے

افضل الاعمال

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام اعمال میں افضل ترین عمل اللہ کے واسطے محبت اور اللہ کے واسطے قطع تعلق ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا افضل الایمان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لئے لوگوں سے محبت کرو۔ اللہ کے لئے لوگوں سے قطع تعلق رکھو۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۶)

کس کا ایمان کامل؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے واسطے محبت کی اور اللہ کے واسطے قطع تعلق کیا، اللہ ہی کے واسطے دیا، اللہ ہی کے واسطے روکا۔ اس نے ایمان کامل کرلیا۔

فَائِدَہ: یعنی اللہ کے حکم کی وجہ سے محبت اور ترک تعلق کیا، اور کسی پر احسان کیا تو اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق دیا اور احسان کیا۔ کسی کو محروم کیا نہ دیا اس میں بھی حکم خدا اور اس کی مرضی کو سامنے رکھا۔ دنیا اور اس کے نفع ونقصان کو مدنظر نہ رکھا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۴)

نور کے منبروں پر

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کہاں ہیں میرے واسطے آپس میں محبت کرنے والے ان کے لئے نور کا منبر ہے۔ جن پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ (ترغیب جلد ۴ صفحہ ۲۴)

قیامت کے دن سایہ میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے: خدا کے واسطے آج محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ ان کو میں اپنے سایہ میں رکھوں گا۔ جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ترغیب جلد ۴ صفحہ ۲۴)

دونوں جنت میں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کسی آدمی سے اللہ کے واسطے محبت کرے اور کہے میں تم سے اللہ کے واسطے محبت کرتا ہوں تو دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ جو زیادہ محبت کرتا تھا اس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک زائد ہوگا۔

فَائِدَہ: اللہ کے واسطے محبت کی کس قدر فضیلت ہے کہ ہر ایک جنت میں جائے گا۔ اور جو زیادہ تعلق رکھتا ہوگا اس کا مرتبہ زائد ہوگا۔ اس سے تعلقات کے خوشگواری کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔

محبوب ترین عمل

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل ترین عمل اللہ کے واسطے محبت کرنا ہے اور اللہ کے واسطے ترک تعلق رکھنا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل "اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ" ہے۔ (ترغیب جلد۴ صفحہ ۲۴)

خدا کی محبت واجب

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے، جو میرے واسطے محبت کرتے ہیں، میری محبت ان پر واجب ہے جو میرے واسطے ملتے ہیں، میری محبت ان پر واجب ہے، جو میرے واسطے زیارت و ملاقات کرتے ہیں۔ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے، جو میرے واسطے خرچ کرتے ہیں۔ (جلد۴ صفحہ ۱۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ محض اللہ کے واسطے، یعنی اس وجہ سے کہ شریعت خدا و رسول کا حکم ہے احباب سے، لوگوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اور ان پر مال خرچ کرتے ہیں۔ خواہ کھلانے پلانے کے طور سے یا ہدایا وغیرہ کے اعتبار سے ایسے لوگ خدا کے محبوب ہیں۔ اور محبت خداوندی کے اولین مستحق ہیں۔

جس سے محبت، اسی کے ساتھ شمار

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ شمار کیا جائے گا جس کے ساتھ محبت کرے گا۔ (بخاری صفحہ ۹۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے کہا کچھ نہیں سوائے اس کے کہ میں رسول خدا سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کرو گے۔ حضرت انس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہمیں کبھی خوشی نہیں ہوئی تھی جتنی خوشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے ہوئی کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے گا۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتا ہوں، مجھے امید ہے کہ ان کی محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا۔ (بخاری، مسلم، ترغیب جلد۴ صفحہ۲۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی جس کسی سے محبت وتعلق رکھے گا اسی کے ساتھ آخرت میں ہوگا۔ لہٰذا محبت وتعلق وربط میں آدمی اس کے ایمان واعمال صالحہ کا خیال رکھے تاکہ ان کی رفاقت ومعیت قیامت وآخرت میں بہتر نتیجہ پیدا کر سکے۔ افسوس کہ آج محبت وصحبت میں اس کی رعایت نہیں کی جاتی۔ آدمی کے صلاح وتقویٰ ونیکی کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ بلا جھجھک فاسق وفاجر خدا کے نافرمان آخرت سے غافل کی صحبت ودوستی اختیار کر لی جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں یہ ویسا نہیں بھی ہوتا ہے تو بھی اسی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ چونکہ صحبت کا اثر لازم ہے۔

کس سے محبت وتعلق رکھے؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کے علاوہ کسی کی مصاحبت اختیار نہ کرو۔ اور تمہارا کھانا متقی کے علاوہ اور کوئی دوسرا نہ کھائے۔ (ترغیب جلد۴ صفحہ۳۷)

فائدہ: پاس بیٹھنے اور صحبت کا اثر بے ارادہ رفتہ رفتہ آدمی میں سرایت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی اسی کا مذہب اختیار کر لیتا ہے۔ اسی لئے غور کر لینا چاہئے کہ دیندار ہے یا بے دین۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی صحبت سے دین جیسی عظیم شئے لٹ جائے۔

صاحب مظاہر اور امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ متقیوں کو کھانا کھلانا نیکیوں پر اعانت ہے۔ اور فاسق کو کھانا کھلانا فسق وفجور پر اعانت ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ۱۱۶)

مخلصانہ محبت ایمان سے ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آدمی کسی آدمی سے محبت وتعلق صرف اللہ کے واسطے کرے۔ اس واسطے نہیں کہ اس نے مال دیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ کسی دنیاوی فائدے کی وجہ سے اس کا تعلق نہ ہو بلکہ دین کی وجہ سے ہو۔ (طبرانی، ترغیب جلد۴ صفحہ۱۶)

ماقبل کی مذکورہ احادیث سے اللہ کے واسطے تعلق رکھنے کی فضیلتیں اور ترغیب معلوم ہوئی۔ کہیں نور کے منبروں پر، کہیں خدا کے سایہ میں، کہیں جنت کا وجوب وغیرہ۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے خدا اور رسول کے نزدیک خدا کے واسطے محبت کی کتنی اہمیت ہے اور کس قدر مطلوب

ہے۔ مگر افسوس آج ہمارا تعلق ربط دنیاوی منفعت واغراض کے پیش نظر ہے۔ جس سے کوئی دنیاوی فائدہ نظر نہیں آتا۔ خواہ وہ علم فضل وعمل کے اعتبار سے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔ اس سے ربط نہیں یا بہت کم ہوتا ہے۔ کس قدر محرومی اورغرض پرستی کی بات ہے۔ آج اس دور میں محض خدا کے واسطے محبت۔ صلاح نیکی وعلم کی وجہ سے محبت قریب قریب مفقود ہے۔ آج کی دنیا میں ایسا شخص نایاب ہے جو دینی اخوت اور اللہ کے واسطے محبت رکھے۔

اب تو نوبت یہاں تک ہے کہ شاگرد بھی استاد سے، ایک بھائی بھی دوسرے بھائی سے، ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار سے اس وقت تک محبت وتعلق نہیں رکھتے جب تک کہ کوئی نفع یا امید وابستہ نہ ہو، مؤمن کو چاہئے کہ بالغرض محبت کے علاوہ ایسی محبت بھی رکھے جو خدا کے واسطے ہو اور کل قیامت کے دن کام آئے۔

غائبانہ محبت وتعلق

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: دو شخص جو اللہ کے واسطے غائبانہ محبت کریں تو اللہ پاک ان سے زائد محبت کرتا ہے۔ جتنا یہ آپس میں کرتے ہیں۔ (ترغیب جلد۴ صفحہ ۱۷)

فَائِدَہ: غائبانہ محبت کا مطلب یہ ہے کہ اس سے یا تو ملاقات نہ ہوئی ہو۔ اور ان کی خوبیوں سے واقف اور ان کی علمی وعملی اور اخلاق واحوال سے متاثر ہوا ہو۔ ملاقات تو ہوئی ہو مگر ایک دوسرے سے قریب نہ ہوں۔ مگر ایک دوسرے سے متعلق ہوں۔ محبت وربط کی باتیں معلوم ہوتی ہوں تو یہ غائبانہ محبت ہے۔ یہ بھی مطلوب ہے اور اس کی بھی ترغیب وفضیلت ہے۔

ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہوگی

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اس وقت تک کوئی ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتا جب تک کہ وہ محبت وتعلق رکھے تو اللہ کے واسطے نہ رکھے۔ (جلد ا صفحہ ۷، بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۹۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ بلاغرض نفع محض اللہ کے واسطے محبت وتعلق رکھے۔

آج یہ عظیم خصلت لوگوں سے قریب قریب ختم ہوگئی ہے۔ جو شخص بھی جس سے محبت وتعلق وربط رکھتا ہے کسی دنیاوی نفع ومفاد کے پیش نظر رکھتا ہے۔ چنانچہ آج دیکھا جاتا ہے، زہد، تقویٰ، نیکی، محبت والفت کی بنیاد نہیں ہے۔ بلکہ دنیاوی مفاد کا وابستہ ہونا معیار ہے۔ جس سے دنیاوی نفع ومفاد وابستہ اسی سے تعلق خواہ دین وعلم فضل سے عاری کیوں نہ ہو۔

صریح ایمان نصیب نہیں

حضرت عمر بن الحمق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کہ آدمی صریحی (واضح اور عملی) ایمان نہیں پاسکتا جب تک کہ خدا ہی کے واسطے محبت نہ کرے اور خدا ہی کے واسطے بغض، ترک تعلق نہ

کرے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۹۴)

ولایت خداوندی کا مستحق کون؟

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ صریحی ایمان اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اللہ ہی کے واسطے محبت اور اللہ ہی کے واسطے ترک تعلق نہ کرے۔ اور جب بندہ اللہ ہی کے واسطے محبت اور ترک تعلق رکھتا ہے تو اللہ کی طرف سے ولایت (قربت) کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یقیناً میرے اولیاء اور میرے محبوب بندے وہ ہیں جو مجھے یاد کرتے ہیں اور میں ان کو یاد کرتا ہوں۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۹۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے واسطے محبت اور ترک یہ ولایت اور تقرب خداوندی کی علامت ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندے کسی دنیاوی غرض اور نفس کی وجہ سے کسی سے محبت و ترک تعلق نہیں اختیار کرتے وہ شریعت اور رضاء و خوشنودی خدا کے پیش نظر ایسا کرتے ہیں۔ آج کے اس دور میں بہت کم لوگ اس معیار پر پورے اتر رہے ہیں کہ وہ محبت و ترک تعلق محض اللہ کے واسطے کرتے ہیں۔ بیشتر کے دنیاوی امور اور دنیاوی مفاد وابستہ ہوتے ہیں۔ خواہ دنیاوی امیدیں پوری ہوں نہ ہوں۔ مؤمن کو چاہئے کہ کوئی محبت و تعلق ضرور صرف اللہ ہی کے واسطے ہو۔ تاکہ کمال ایمان نصیب ہو۔

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

مؤمن کامل نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی کامل مؤمن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ صفحہ۱۲)

حلاوت ایمانی نہیں پاسکتا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں یہ تین چیزیں ہوں وہی ایمان کا مزہ اور اس کی شیرینی پاسکتا ہے۔

❶ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

❷ اور کسی سے تعلق محبت رکھے تو اللہ کے واسطے رکھے۔

❸ اور کفر سے نجات کے بعد کفر سے ایسی نفرت ہو جیسے آگ میں ڈالے جانے سے۔ (مجمع صفحہ۹۴، مشکوۃ صفحہ۱۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مؤمن کے دل میں خود اپنی ذات سے، اولاد سے، والدین اور رشتہ داروں سے زائد ہو، محبت سے مراد عقلی محبت ہے۔ اور حکم ماننے کے اعتبار سے ہے۔ مثلاً اپنا دل یا اولاد یا والدین ایسی چیز کا حکم یا مشورہ دے رہے ہوں جو خدا کی مرضی اور اس کے حکم کے خلاف ہو۔ پھر وہ ان سب کو چھوڑ کر خدا کی مرضی اور اس کے حکم پر عمل کرتا ہو تو اس نے خدا کی محبت اور اس کے حکم کو ان لوگوں کے مقابلہ میں ترجیح دی۔ یہ محبت خدا کی علامت ہے۔

اور یہی مطلب ہے حدیث پاک کا خدا و رسول کی ایسی محبت ہو کہ ان کی اطاعت کو وہ دیگروں کے مقابلہ میں ترجیح دے۔

مؤمن کو خوش کرنا اور رکھنا

افضل الاعمال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مؤمن کو خوش کرنا افضل عمل ہے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۳۹۴)

ایک روایت میں ہے کہ کسی مؤمن کو خوش کرنا اللہ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی مؤمن کے دل کو کسی خدمت سے، تعاون سے، یا کم از کم خوش کن باتوں سے اپنے اخلاق سے برتاؤ سے خوش کرنا۔ یہ افضل عمل ہے۔ کہ بندوں کی خوشی سے خالق و مالک کی خوشی ہوتی ہے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ مؤمن کو کسی بھی اعتبار اور طریقہ سے رنج پہنچانا کس قدر بری بات ہوگی۔

فرائض کے بعد کس کا درجہ؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرائض کے بعد (کوئی عمل ہے تو وہ) کسی مؤمن کو خوش کرنا ہے۔ (کتاب البر، ابن جوزی صفحہ ۲۴۱)

فائدہ: کس قدر فضیلت کا باعث ہے کہ فرائض کے بعد کسی مؤمن کو خوش کرنے کا درجہ ہے۔ افسوس کہ آج رنج اور تکلیف کے اسباب اختیار کئے جاتے ہیں۔ اور یہ چالاکی اور کامیابی کی بات سمجھی جاتی ہے۔

مغفرت کا باعث

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا، مغفرت کے واجب کرنے والے اعمال میں سے ہے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۳۴۹)

خدا کے عہد و ذمہ میں کون داخل؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مؤمن کو مسرت میں ڈالے اس نے مجھے خوشی میں ڈالا۔ اور اس کا اللہ سے عہد و پیمان ہوگا اور جس کا عہد و پیمان اللہ سے ہوگا وہ کبھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (کتاب البر، ابن جوزی صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: سبحان اللہ، کتنی بڑی فضیلت ہے مؤمن کو خوش رکھنے والا جہنم میں نہ جائے گا۔ کتنا سہل نسخہ ہے۔ مگر افسوس کہ آج تکلیف و رنج میں ڈالنے کو کمال عقل سمجھا جاتا ہے۔ آج امت میں ان تعلیمات کو عام کرنے کی

ضرورت ہے۔

کسی کو خوش کرنے کے لئے ملاقات کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے سلمان بھائی سے محبت کی وجہ سے اسے خوش کرنے کے لئے ملاقات کرتا ہے۔ تو اللہ پاک اسے قیامت کے دن خوش کرے گا۔

(ترغیب جلد۲ صفحہ ۳۹۴)

فائدہ: کتنا آسان نسخہ ہے کہ خوشی کے لئے ملاقات کا ثواب، قیامت کے دن خوش رہنے کا باعث ہے۔

دنیا اور آخرت کے مصائب کا دفاع

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو مسرت اور خوشی میں ڈالے گا۔ خدائے پاک اس کی وجہ سے ایک مخلوق پیدا کرے گا۔

ایک فرشتہ کی پیدائش

جعفر بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو خوشی و مسرت میں ڈالے گا۔ اللہ پاک اس سرور سے ایک فرشتہ پیدا فرمائے گا۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جائے گا تو وہ فرشتہ آئے گا اور کہے گا۔ تم مجھے پہچانتے ہو میں وہی خوشی ہوں جسے تم نے دنیا کے اندر فلاں شخص کو ڈالا تھا۔ (یعنی اسے خوش کیا تھا)۔ میں آیا ہوں تاکہ تمہاری تنہائی کی وحشت کو دور کروں۔ انس پیدا کروں اور تمہیں حجت کی تلقین کروں۔ قیامت میں تمہارے پاس آؤں۔ اور تمہارے رب سے سفارش کروں اور تمہیں جنت میں اپنا مرتبہ دکھاؤں۔ (ترغیب صفحہ ۳۹۵، کتاب البر ابن جوزی صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: سبحان اللہ کتنا بڑا فائدہ حاصل ہوگا کہ مؤمن کی خوشی سے برزخ کے مراحل میں فرشتوں کی مدد ہوگی۔ اعمال کا برزخ اور آخرت میں اجسام اور شکلوں میں متشکل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ روزہ نماز کا سرہانے آکر کھڑا ہونا مروی ہے اسی طرح مسرت اور خوشی فرشتے کی شکل میں برزخ میں آکر نفع پہنچائیں گے۔

جنت مباح

حضرت جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندے نے نیکی کے ساتھ ملاقات کی تو میں نے جنت ان کے لئے مباح کردی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ وہ کون سی نیکی تھی جس کے ساتھ بندے نے ملاقات کی اور آپ نے جنت سے نواز دیا؟ فرمایا: میرے مؤمن بندے کو خوش کرنے کی وجہ سے۔ (کتاب البر صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: ماقبل میں جتنی روایتیں خوشی کی گزری اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی جائز اور مشروع طریقہ سے مؤمن کو

خوش کر دیا۔ خواہ امداد و تعاون سے یا کھانے پینے ہدایا و تحائف سے یا خدمت سے۔ تمام صورتوں میں ان ثوابوں کا حامل ہوگا۔ کیسے برگزیدہ وہ بندے ہیں جو لوگوں کی خوشی میں جان مال کی قربانی دیتے ہیں۔ یہ تو عام مؤمن کی خوشی کا ثواب ہے۔ خواص اللہ کے برگزیدہ بندوں کو اور اہل علم و فضل کو خوش کرنے کا اور زیادہ ثواب ہوگا۔

قبر اطہر میں آپ ﷺ کی خوشی کا باعث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرے بعد کسی مسلمان کو خوش کرے۔ اس نے گویا مجھے قبر میں خوش کیا۔ اور جس نے مجھے قبر میں خوش کیا اسے خدا قیامت کے دن خوش کرے گا۔ (کنز العمال، کتاب البر صفحہ ۲۴۴)

جنت سے کم پر راضی نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے گھر والوں کو خوشی و مسرت میں ڈالا۔ تو اللہ پاک اس کے ثواب میں جنت سے کم پر راضی نہ ہوگا۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۴)

فائدہ: یعنی جنت سے نوازا جائے گا۔ ایک معمولی نیکی پر کتنا عظیم ثواب، افسوس کہ آج کے ماحول میں خوش کرنے کے بجائے رلانے کو، تنگ کرنے کو، پریشان کرنے کو، کمال اور عقل کی بات سمجھتے ہیں۔ تعجب ہے ماحول کیسا اسلامی تعلیم و طریق کے خلاف ہو گیا ہے۔ جنت کے اعمال متروک ہو گئے ہیں۔ اور جہنم کے اعمال رائج ہو گئے۔ اسی وجہ سے دنیا کی راحت اور برکت والی زندگی سے ہم محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

خوش کرنے کا مفہوم اور اس کے طریقے

احادیث مذکورہ سے کسی مسلمان کو خصوصاً خوش کرنے کی بڑی فضیلت معلوم ہوئی۔ خوش کرنے کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ ایسے اقوال احوال و معاملات اس سے برتے جائیں جن سے اسے راحت پہنچے۔

خوش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے میٹھی سنجیدگی بھائی چارگی سے بات کی جائے۔ افعال اور معاملہ کے ذریعہ سے خوش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کبھی اس کی دعوت کر دی جائے۔ کوئی سامان حسب استطاعت ہدیہ کر دیا جائے۔ پہننے کے لئے کپڑا دے دیا جائے۔ ضرورت نہ ہو تب بھی خوشی حاصل کرنے کے لئے ہدایا تحائف کا معاملہ کیا جائے۔ کبھی کچھ دے دیا، کبھی کچھ بھیج دیا۔ کبھی خوش کن باتوں کے ذریعہ سے ہنسا دیا۔ سچی مذاق کر لی۔ کسی مسئلہ میں تعاون کی ضرورت ہوئی۔ مالی یا جانی مدد کر دی۔ یہی سب خوشی کے امور ہیں۔ اور یہی جنت والے اعمال ہیں۔

مسلمانوں کی مدد و نصرت

مسلمانوں کی اعانت اوران کی ضرورتوں میں کوشش کا ثواب

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ جو لوگوں کی ضرورتوں کی طرف بڑی تیزی سے لپکتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کل قیامت کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۹۰، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۴۱)

فَائِدَہ: انسان کی ایک جماعت کو اس جذبہ سے نوازا۔

پل صراط پرنور

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو کسی مؤمن کے غم کو دور کرے گا۔ اللہ پاک پل صراط پر اس کے لئے دو نور کے شعلے دے گا۔ جس کی روشنی سے ایک عالم روشن ہو جائے گا۔ اور جس کے نور کا اللہ کے علاوہ کسی کو پورا علم نہ ہوگا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۲۴)

اللہ کا محبوب بندہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ اللہ پاک کے نزدیک سب سے محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کے لئے نفع بخش ہو۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۲، مکارم ابن ابی الدنیا)

پل صراط پر مضبوط قدم

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو کسی مظلوم کی اعانت میں چل دے گا تاکہ اس کا حق دلائے۔ خدائے پاک جس دن پل صراط پر لوگوں کے قدم ڈگمگائیں گے اس کے قدم کو مضبوط رکھے گا۔ (تریب صفحہ ۳۹۰)

پچھتّر ہزار فرشتوں کی دعاء رحمت

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں چلے کہ اس کا کام ہو جائے اللہ پاک اس کے لئے پچھتّر ہزار ملائکہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اگر صبح کو چلتا ہے تو شام تک، اگر شام کو چلتا ہے تو صبح تک۔ اور کوئی

قدم نہیں اٹھاتا مگر یہ کہ ایک گناہ معاف، ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ (ابن حبان، ترغیب جلد۳ صفحہ۳۹۲)

فائدہ: سبحان اللہ کتنا عظیم ثواب ہے۔ کہ کسی مسلمان بھائی کی ضرورت میں آدمی دو قدم اٹھائے۔ مگر صد افسوس کہ آج ہمارا ماحول اور معاشرہ ایسا غرض پرست ہوگیا ہے کہ کسی عام آدمی یا غریب یا جس سے گہرے تعلقات نہ ہوں مدد اور اعانت میں ساتھ چلنے کو عار اور عزت کے خلاف محسوس کرتے ہیں۔

خدا بندے کی ضرورت میں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں لگتا ہے خدائے پاک اس کی ضرورت میں لگتا ہے۔ (طبرانی، ترغیب جلد۳ صفحہ۳۹۲)

ایک قدم پر ستر نیکیاں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بھائی کی کسی ضرورت میں چلے تو اللہ پاک اس کے لئے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھتے ہیں۔ ستر گناہ معاف کرتے ہیں یہاں تک کہ اسے چھوڑ کر آجائے اگر اس کے چلنے سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو۔ اگر وہ اسی ضرورت میں (کسی وجہ سے) شہید ہو جائے تو بلا حساب جنت میں جائے گا۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ۳۹۳)

فائدہ: اگر کسی طرح اسی راستہ میں شہید ہو جائے تو بلا حساب جنت میں داخلہ۔ خیال رہے کہ بلا حساب جنت یہ بہت ہی بڑی دولت ہے۔

جنت کا بلند درجہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے لئے کسی نیک کام میں کسی حاکم یا بادشاہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنے۔ خدائے پاک جنت میں اسے بلند درجہ عطا فرمائے گا۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ۲۹۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وہ کام حاکم، گورنر، جج وغیرہ سے متعلق ہو۔ اور اس کی رسائی وہاں تک نہ ہو۔ یا اس سے کام نہ بنتا ہو۔ اور یہ شخص حاکم وغیرہ کا متعارف ہے وہاں تک پہنچا دے۔ اور اس تک کوشش کر دے۔ خواہ کام ہو یا نہ ہو۔ اس عظیم ثواب کا حامل ہوگا۔

حج پر حج کرنے سے افضل

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ تمہارا اپنے بھائی کی ضرورت میں جانا حج پر حج کرنے سے افضل ہے؟ جب حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کو اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثابت سے کہا تو انہوں نے اعتکاف کو چھوڑ کر ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی۔ (کتاب

البر ابن جوزی صفحہ ۲۴۸)

فائدہ: کیا خلوص تھا اور کس طرح ثواب کے حریص تھے۔ یہی مخلصانہ جذبہ خدا کے تقرب کا باعث ہے۔ ذکر وعبادت تو آسان مگر یہ امور مشکل، اسی وجہ سے ثواب اس قدر ہے۔

ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے مرسلاً منقول ہے کہ کسی بندے کا اپنے بھائی کی ایک دن مدد کرنا، ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے۔

افسوس کہ آج باہمی تعاون کا جذبہ عوام میں تو کچھ ہے بھی البتہ خواص سے جاتا رہا۔ یہ اپنے مشاغل ہی پر مسرور اور اکتفا کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جو یقیناً ثواب کی کمی کا باعث ہے۔

پل صراط پر مضبوط قدم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی شخص کی حاجت پوری کرنے میں اعانت و مدد کرے۔ اللہ پاک اس دن اس کے قدم کو مضبوط رکھے گا جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)

فائدہ: یہ صرف اعانت اور مدد کا ثواب ہے۔ اگر ضرورت پوری کر دے تو پھر اس کے ثواب کا کیا پوچھنا۔

خدا کے عذاب سے کون مامون؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی ایک مخلوق ہے۔ جسے خدا نے لوگوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ لوگ اپنی ضرورتوں میں اس کی طرف جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کے عذاب سے مامون ہیں۔ (طبرانی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۹۰)

فائدہ: واقعۃً سب لوگوں کا یہ مزاج نہیں کہ لوگوں کی ضرورتوں کا خیال کریں۔ دنیا میں چند ہی لوگ ایسے خوش نصیب ہیں۔ بہتوں کے پاس مال و جائیداد کی فراوانی ہوتی ہے۔ مگر ان کی ذات سے کسی مخلوق کو فائدہ نہیں۔ بس ایک نام اور خدا کے نزدیک گرفت اور مواخذہ کا ذریعہ۔ دنیا میں امیر مگر آخرت میں غریب۔ نیک بخت اور خدائی عذاب سے وہ مامون ہے جو لوگوں کی ضرورتوں میں اللہ کے دیئے ہوئے مال کو خرچ کرتے ہیں۔

خدا کی بھلائی کس کے ساتھ؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی و خیر کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو لوگوں کی ضرورتیں ان سے وابستہ اور متعلق کر دیتے ہیں۔

(بیہقی، الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۱۰۹)

فَائِدَہ: لوگوں کی ضرورتوں اور حاجتوں میں کام آنا یہ علامت ہے اس بات کی کہ خدا نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس دولت سے محروم ہیں۔

عمر بھر اطاعت کا ثواب

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے گویا اس نے عمر بھر خدا کی اطاعت کی۔ (کتاب البر ابن جوزی صفحہ ۳۴۱، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۴۳)

فَائِدَہ: خدمت خلق کا کتنا ثواب ہے کہ عمر بھر اطاعت کا ثواب۔ اسی وجہ سے اہل اللہ کو اس میں ممتاز پایا گیا ہے۔

جنت میں خادم

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے کسی مؤمن کی مہمانی کی۔ یا کسی مؤمن کی ضرورت میں مدد یا سہولت پہنچائی تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے لئے جنت میں ایک خادم متعین کر دے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۴۵)

مسجد نبوی میں دو ماہ کے اعتکاف سے افضل

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جو اپنے کسی بھائی کی ضرورت میں چلے (اور اس کی اعانت کرے) میری مسجد (مسجد نبوی) کے دو ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے۔ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کی ایک حدیث میں مسجد نبوی کے ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل ہونا بھی منقول ہے۔

(مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۲۷۰، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۱)

فَائِدَہ: اللہ اکبر، کس قدر فضیلت ہے کہ مسجد نبوی کا اعتکاف جس پر ہزاروں روپیہ خرچ کر کے جایا جاتا ہے۔ اس سے زائد فضیلت کا حامل یہ ہے کہ کسی ضرورت مند کی ضرورت میں چند قدم کوشش کرے۔ افسوس کہ آج امیر وخوش حال لوگوں کی ضرورت میں تو چند قدم چلنے کو فخر محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ اس کا موہوم فائدہ سامنے نظر آتا ہے بخلاف غریب اور کمزور کے کہ اس کی خدمت میں کوشش کو ذلت کی بات سمجھتے ہیں۔ ایسے حضرات ان فضائل وترغیب کی احادیث کو سنیں اور ثواب کا استحضار کریں تو ان شاء اللہ غریبوں، کمزوروں کی خدمت میں مزہ آئے گا۔

مال ونعمت کی فراوانی کے باقی رہنے کا نسخہ

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ پاک نے ایک ایسی جماعت پیدا کی ہے۔ جن کو اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن سے لوگوں کا نفع وابستہ ہے۔ جب تک وہ بندوں پر خرچ

کرتے رہتے ہیں تو خدا ان کی نعمتوں کو باقی رکھتا ہے۔ اور جب وہ بندوں سے ہاتھ روک لیتے ہیں۔ تو خدا ان سے لے کر دوسروں کو دے دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو نعمتوں (مال وغیرہ) سے نوازا ہے۔ جب تک وہ مسلمانوں کی ضرورت پوری کرتے رہتے ہیں۔ اللہ ان کے پاس نعمتوں کو باقی رکھتے ہیں۔ جب وہ بند کر دیتے ہیں تو خدائے پاک ان سے لے کر دوسرے کو دے دیتے ہیں۔ (طبرانی، ترغیب صفحہ ۳۹۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک کے کارخانۂ قدرت میں ایک نظام یہ ہے کہ بعض لوگوں کو مال کی فراوانی دیتے ہیں۔ اور لوگوں کی ضرورتیں، صدقات خیرات، ہدایا، تحائف یا معاملات ان سے متعلق کر دیتے ہیں۔ جب تک یہ شخص لوگوں کی اعانت کرتا رہتا ہے، نفع پہنچاتا رہتا ہے، خدا اس کے مال کو باقی رکھتا ہے، اور جب ہاتھ کھینچ لیتا ہے، سلسلہ بند کر دیتا ہے تو خدا ان سے مال کو فراوانی کو باقی رکھنا ہے۔ تو حسب استطاعت لوگوں کو نفع پہنچاتا رہے۔ مالی خدمت کرتا رہے۔

مال اور نعمت کا زوال کب آتا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایسا بندہ نہیں جس پر اللہ پاک نے نعمتوں کو بہایا ہو (مالدار بنایا ہو اور لوگوں کی ضرورتیں اس سے وابستہ کر دی ہوں مگر پھر بھی وہ کوتاہی کرتا ہو (لوگوں کو نفع نہ پہنچاتا ہو) تو وہ اللہ پاک کی اس نعمت کو زائل کر دیتا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو نفع پہنچانے سے مال باقی رہتا ہے۔ جب ادھر سے یہ سلسلہ بند کر دیتا ہے تو خدا بھی بند کر دیتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے جن لوگوں نے بخشش کا سلسلہ قائم رکھا مال میں برکت ہوئی اور باقی رہا۔ جب ان کی اولاد آئی اور انہوں نے یہ سلسلہ بند کر دیا تو قدرت نے ان کو محروم کر دیا۔ اور پریشان حال غربت کے شکار ہو گئے۔

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی حرج نہیں کہ کوئی اپنے بھائی کی مدد کرے۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر وہ ظلم کر رہا ہے تو اسے ظلم سے روکے۔ اگر مظلوم ہے تو اس کی مدد کرے۔

(دارمی، جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)

مظلوم کی مدد نہ کرنے پر لعنت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مظلوم کو دیکھا اور اس کی مدد نہ کی تو اس پر خدا کی لعنت ہے۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۴۱۴)

فَائِدَہ: مظلوم کی مدد اور اسے ظلم سے بچانا واجب ہے۔ قدرت کے باوجود مدد نہ کرنا اور اسے یونہی چھوڑ دینا باعث لعنت ہے۔

جس نے مؤمن کو ذلیل ہوتے دیکھا اور مدد نہ کی

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس کوئی مؤمن ذلیل ہو رہا تھا اور اس نے باوجود قدرت و وسعت کے اس کی مدد نہ کی تو خدائے پاک تمام لوگوں کے سامنے قیامت کے دن اسے ذلیل کرے گا۔ (بیہقی، کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۴۱۵)

فَائِدَہ: باجود استطاعت اور طاقت کے مدد نہ کرنے پر قیامت میں یہ سزا ملے گی۔

جہنم سے محفوظ

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو ذلت سے بچایا خدائے پاک اسے قیامت کے دن جہنم سے بچائے گا۔ (ترمذی، کنز العمال صفحہ ۴۱۵)

دس سال کے اعتکاف سے بڑھ کر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجد نبوی میں معتکف تھے۔ ایک شخص آیا اس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے پوچھا، اے فلاں! میں تم کو بڑا رنجیدہ و پریشان حال دیکھتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں اے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے! فلاں کا میرے اوپر قرضہ ہے اور قسم ہے اس صاحب قبر کی حرمت کی میں ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تو میں اس سلسلے میں اس سے گفتگو کروں۔ اس نے کہا: اگر آپ بہتر سمجھیں تو ضرور کریں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جوتا پہنا اور مسجد سے باہر آ گئے۔ اس آدمی نے کہا: کیا آپ جس میں تھے بھول گئے (یعنی اعتکاف کی حالت میں) انہوں نے کہا نہیں بھولا۔ لیکن میں نے اس صاحب قبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے اور ابھی کوئی زیادہ زمانہ نہیں گزرا اور اتنے میں ان پر گریہ بھی طاری ہو گیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جو اپنے کسی بھائی کی ضرورت میں چلے اور اس میں کوشش کرے اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے یہ بڑھ کر ہے اور جس نے ایک دن کا اعتکاف خدا کی رضا کے واسطے کیا خدائے پاک اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی خندقیں حائل فرما دیتے ہیں جن کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا ہے۔ (طبرانی، حاکم، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس واقعہ سے کسی ضرورت مند پریشان حال کی اعانت میں چلنے اور کوشش کرنے کی کتنی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اعتکاف جیسی اہم عبادت تک کو قربان کر دیا۔ دراصل

ان حضرات کے یہاں تمام عبادات و ریاضات کا مقصد خدا کو خوش کرنا تھا اس میں ان کے نفس اور حظ نفس کو کوئی دخل نہ تھا۔ جب انہوں نے کسی ضرورت مند کی حاجت روائی اور اس کی اعانت میں چلنے کا ثواب اور خدا کی رضا کو زائد دیکھا تو اسی رخ کو اختیار کیا۔

آج اس دور میں کسی مسلمان غریب کی حاجت روائی میں چلنا اور اعانت کرنا عیب کی بات خیال کیا جاتا ہے۔ کسی پریشان حال مسافر آدمی کو چل کر راستہ تک بتانا مشکل ہے تو غریب کی اعانت میں چلنا تو بہت دور کی بات ہے۔

یہی وہ امور ہیں جو نفس کو توڑنے کے ساتھ خدا کے تقرب کا باعث ہیں۔

خلاصہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ خدمت خلق میں سب سے زیادہ اور متعدد قسموں کا عظیم ترین ثواب کسی مسلمان بھائی کی حاجت اور ضرورت میں چلنا، کوشش کرنا، تعاون کرنا، مدد سعی کرنے میں ہے۔ اس سے زیادہ کسی اور امر میں ثواب نہیں۔ مزید یہ کہ عبادت الٰہی سے بھی اس کا ثواب زیادہ ہے۔ ایک شخص نفلی عبادت و ذکر میں ہو اور ایک شخص خالصۃً لوجہ اللہ کسی بندۂ خدا کی ضرورت پوری کرنے میں ہو اور دنیا کی کوئی غرض شامل نہ ہو تو اس کا ثواب زائد ہے۔ اس وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا نفلی عبادت چھوڑ کر بندے کی ضرورت میں چلنا اور سعی کرنا منقول ہے۔ خدائے پاک ہماری بھی سمجھ میں ڈال دے۔

خیال رہے کہ یہ تمام فضیلتیں عام مؤمنین کے متعلق ہیں۔ اللہ والوں، اہلِ علم، اہلِ خدمت کی اعانت اور مدد کا ثواب اس سے بہت زائد ہے علم اور دین کی اشاعت کا ثواب مزید اضافہ کے ساتھ ملتا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس کا خیال رکھتے ہیں۔

احباب اور رفقاء کی رعایت میں حج جیسی عبادت قربان

محدث معمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ (جو مشہور جلیل القدر تابعین میں سے ہیں) کا ایک رفیق کی بیماری کی وجہ سے حج فوت ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کو جا رہے تھے ان کی تیمارداری کی وجہ سے حج کا وقت گزر گیا۔ انہوں نے ان کی خدمت کو چھوڑ کر حج ادا نہ کیا۔ اسی طرح امام بیہقی نے ایوب سختیانی سے نقل کیا کہ ایک شخص حج کے ارادے سے نکلا ساتھی بیمار ہو گئے۔ تو ان کی خدمت اور ضرورت میں لگ گئے یہاں تک کہ حج کا وقت گزر گیا۔ اور وہ ان کو چھوڑ کر حج کے لئے نہیں گئے بلکہ کہا کہ اب میں عمرہ کر لوں گا۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۸۶، ۸۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ساتھی اور احباب کی رعایت، ضرورت پر ان کی خدمت کس قدر عظیم ترین ہے کہ ان کی وجہ سے حج جیسی عظیم ترین عبادت چھوڑ دی۔ یہ حج نفل ہوگا کیونکہ فرض میں تو اس کی گنجائش نہیں۔

پریشان حال کی مدد واعانت

خدا کے نزدیک پسندیدہ عمل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک پریشان حال کی مدد کو پسند کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۴۱۷، مکارم طبرانی صفحہ ۳۴۵)

تہتر نیکیاں

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص پریشان حال کی کوئی مدد کرتا ہے۔ اسے ۷۳ نیکیاں ملتی ہیں۔ ایک نیکی (کی برکت) سے دنیا اور آخرت درست کی جاتی ہے۔ باقی سے اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ (کتاب البر صفحہ ۲۴۲، کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۴۱۵، بیہقی)

قیامت کے دن پریشانی سے محفوظ

سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت میں ہوگا خدائے پاک اس کی ضرورت میں ہوگا۔ جو شخص کسی مسلمان کے غم اور پریشانی کو دور کرے گا خدائے پاک قیامت کے دن اس کے غم و پریشانی کو دور کرے گا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۳۰، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مؤمن کو رنج غم پریشانی سے نجات دے۔ خدائے پاک اسے قیامت کے دن رنج وغم سے نجات دے گا۔ جو شخص کسی کی مشکلات کو حل کرے گا خدائے پاک اس کی دنیا اور آخرت کی مشکلات کو حل کرے گا۔ اور جو شخص اپنے بھائی کی اعانت اور مدد میں رہے گا خدائے پاک اس کی مدد میں رہے گا۔ جو شخص علم کے راستہ میں چلے گا خدائے پاک اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنائے گا۔ (مسلم صفحہ ۳۴۵، ترمذی صفحہ ۹۴، کتاب البر ابن جوزی صفحہ ۲۳۷)

پل صراط پر نور کے چراغ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مؤمن کو رنج و پریشانی سے نجات دے گا۔ تو اللہ پاک پل صراط پر اس کے لئے نور کے ایسے دو شعلے دیں گے کہ اس کی روشنی سے پوری دنیا روشن ہو جائے گی۔ جس کا احصاء اللہ رب العزت کے علاوہ کسی کو نہ ہوگا۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۴۲)

مستجاب الدعوات کیسے ہوگا؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہواور اس کی مصیبت و پریشانی دور ہوتو وہ پریشان حال کی مدد کرے، لوگوں کی مشکلات کو حل کرے۔

(مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳، کتاب البر ابن جوزی صفحہ ۲۳۸)

صدقہ خیرات نہ کر سکے تو

حضرت ابو بردہ سے عن ابیہ عن جدہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔ پوچھا گیا اگر وہ (مال نہ پائے)؟ آپ نے فرمایا: کام کرے اور خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ کرے۔ پوچھا گیا اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھ سکے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی پریشان حال شخص کی مدد کرے۔

(بخاری کتاب الادب جلد ۲ صفحہ ۸۹۰)

زائد امور میں دوسرے کو شریک کرے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک آدمی دبلے اونٹ پر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ (یعنی کوئی اچھی صورت کی تلاش میں سرگرداں تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی کے پاس زائد سواری ہوتو جس کے پاس سواری نہ ہو اس کی مدد کرے اور جس کے پاس زائد توشہ ہو تو وہ اس کی مدد کرے جس کے پاس کوئی توشہ نہ ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مالوں کی قسموں کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ زائد اور فارغ چیزوں میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۴۶)

مطلب یہ ہے کہ ضرورت منداور پریشان حال لوگوں کی مدد خاص کر کے ان امور میں جو اس کے پاس ضرورت سے زائد ہو، ضرور مدد کرے۔ مثلاً کوئی شخص کپڑا چادر یا گھر کے مسئلہ میں پریشان ہو اور دوسرے کے پاس ضرورت سے زائد یہ چیزیں ہوں تو وہ ضرورت مند کا خصوصی خیال رکھے اور اس کی مدد کردے۔

بھلائی بے کار نہیں جاتی ایک عجیب واقعہ

محدث ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطے سے بیان کیا۔ کہ عبدالحمید رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں موجود تھا۔ ان کی مجلس میں کم و بیش ایک ہزار لوگوں کا مجمع تھا۔ وہ مجلس کے آخر میں بیٹھے ایک شخص کی جانب متوجہ ہوئے جو دائیں جانب بیٹھے تھے، اور کہا کھڑے ہو جاؤ اور سانپ والا واقعہ بیان کرو۔ اس نے کہا سنو اور غور سے سنو۔ مجھ سے میرے والد نے دادا سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ ایک آدمی تھا جس کا نام محمد بن حمیر تھا۔ بڑا متقی پرہیز گار صائم النہار قائم اللیل تھا۔ مگر شکاری تھا۔ ایک دن شکار کر رہا تھا کہ اچانک ایک سانپ آگیا۔ اور اس سے کہا: اے محمد بن حمیر! مجھے پناہ دو خدا تم

کو پناہ دے گا۔ میں نے کہا کس سے؟ کہا دشمن سے جو میری تلاش میں ہے۔ پوچھا کہاں ہے دشمن؟ اس نے کہا میرے پیچھے۔ میں نے پوچھا تم کس کی امت میں سے ہو۔ کہا محمد ﷺ کی امت میں سے۔ اور لا الہ الا اللہ پڑھا (یعنی جن بشکل سانپ تھا) اس نے کہا میں نے چادر کھولی اور کہا اس میں گھس جاؤ۔ اس نے کہا میرا دشمن دیکھ لے گا۔ میں نے کپڑا لیا اور کہا اس کپڑے اور میرے پیٹ کے بیچ میں گھس جاؤ۔ سانپ نے کہا دشمن میرا دیکھ لے گا۔ اس نے کہا پھر میں کیا کروں؟ سانپ نے کہا اگر تم میرے ساتھ بھلائی چاہتے ہو تو میرے لئے اپنا منہ کھولو کہ میں اس مین گھس جاؤں۔ اس نے کہا ارے تم مجھے مار ڈالو گے۔ اس نے کہا قسم خدا کی کبھی تم کو نہیں ماروں گا۔ اللہ کے فرشتے، اس کے رسول، حاملین عرش، سکان آسمان سب اس قسم پر گواہ ہیں کہ میں تم کو قتل نہیں کروں گا۔ محمد بن حمیر نے کہا: اس سانپ کی قسم پر میں مطمئن ہو گیا۔ چنانچہ (اس کی جان بچانے کی بھلائی میں) میں نے اپنا منہ کھولا تو وہ اس میں گھس گیا۔ پھر میں چلا تو ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اس نے مجھ سے کہا اے محمد! تم نے دشمن کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا: کون؟ اس نے کہا سانپ۔ میں نے کہا قسم بخدا نہیں۔ پھر میں نے نہیں کہنے پر سو مرتبہ استغفار کیا۔ ادھر سانپ نے میرے منہ سے سر نکال کر کہا دیکھو دشمن چلا گیا۔ میں نے دیکھا اور کہا ہاں وہ چلا گیا۔ نظر نہیں آ رہا ہے۔ میں نے کہا اب تم نکل جاؤ۔ اس نے کہا اے محمد اب دو میں سے ایک اختیار کر لو۔ یا تو تمہاری کلیجی ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ یا دل میں چھید کر دوں اور تم کو مردہ چھوڑ دوں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! تمہارا عہد اور قسم کہاں گیا اتنی جلدی بھول گئے۔ اس نے کہا اے محمد! تم کو ہمارے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دشمنی نہیں معلوم کہ میں نے گمراہ کیا اور جنت سے نکالا۔ (ایک قول میں شیطان نے بشکل سانپ شجرہ کھانے کا مشورہ دیا تھا) تو پھر تم نے نالائق پر احسان بھلائی کیوں کی۔ میں نے کہا اچھا اگر ضروری ہی مجھے مارو گے تو کچھ موقعہ دو اس پہاڑ کے نیچے چلا جاؤں۔ چنانچہ زندگی سے ناامید آسمان کی طرف نگاہ کر کے یہ پڑھنے لگا:

"يَا لَطِيفُ يَا لَطِيفُ يَا لَطِيفُ اُلْطُفْ بِيْ بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ يَا لَطِيفُ كَفَيْتَنِيْ هٰذِهِ الْحَيَّةَ"

پھر ایک خوش پوشاک معطر شخص نمودار ہوا اور اس نے سلام کیا۔ میں نے جواب دیا اس نے پوچھا کیا بات ہے تمہارا رنگ کیوں بدلا ہے؟ میں نے کہا ایک ظالم دشمن سے جو میرے پیٹ میں ہے۔ اس نے کہا منہ کھولو۔ میں نے منہ کھولا تو اس نے سبز زیتون کے پتے کے مانند منہ میں ڈالا اور کہا اسے نگل جاؤ۔ میں نگل گیا تو میرے پیٹ میں کچھ درد کا احساس ہوا۔ وہ سانپ پیٹ میں حرکت کرنے لگا۔ پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پاخانہ کے راہ نکل گیا۔ میں اس سے چمٹ گیا اور پوچھا بھائی تم کون ہو بتاؤ۔ اس نے کہا نہیں پہچانتے جب یہ سانپ تمہارے

درمیان حائل ہوا (تمہارے درپے ہوا) اورتم نے ان الفاظ سے دعا کی تو ساتوں آسمان کے فرشتے اللہ کی طرف گریہ وزاری کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میری عزت و جاہ وجلال کی قسم سانپ نے جو میرے بندے کے ساتھ کیا وہ میری نگاہ میں ہے۔ اللہ پاک نے مجھے حکم دیا (اور میں "معروف" بھلائی واحسان ہوں جو فرشتے کی شکل میں متشکل ہوگیا۔ میرا مکان چوتھا آسمان ہے۔) کہ جنت جاؤ اور سبز پتے لے کر میرے بندے محمد بن حمیر کے پاس جاؤ۔ (پھر اس) فرشتہ نے کہا: اے محمد! تم پر احسان اور بھلائی لازم ہے یہ مصائب کو پچھاڑ دیتا ہے۔ اگر وہ جس پر تو نے احسان کیا ہے ضائع بھی کردے تو خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا۔

(رسائل ابن ابی الدنیا، الفرج صفحہ ۸۰، کتاب البر ابن جوزی)

فائدہ: دیکھئے اس نے ایک موذی جانور کے ساتھ احسان کیا اس کی جان بچائی۔ جب اس نے دھوکا دیا تو خدائے پاک نے غیبی مدد ونصرت کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ احسان و بھلائی خواہ دشمن ہی پر سہی رائیگاں نہیں جاتی ضرورت کے وقت کام آتی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ کسی پر بھی احسان و بھلائی کرنے سے دریغ نہ کریں خواہ وہ دشمن یا جانور و کافر ہی سہی۔

مظلوم کی مدد

مظلوم کی مدد کا حکم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مظلوم (جس پر کسی نے ناحق ظلم کیا ہو) کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ (مختصراً بخاری صفحہ ۳۳۱، مکارم الطبرانی صفحہ ۳۳۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ مظلوم ہو تو ہم اس کی مدد کریں گے مگر ظالم کی کس طرح مدد کریں گے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ظلم سے باز رکھو اور منع کرو، یہ اس کی مدد ہے۔ (بخاری صفحہ ۳۳۱، ترمذی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۹۱)

خدائے پاک مظلوم کی ضرور مدد کرے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدائے پاک عزوجل نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرمایا: میں ظالم سے ضرور انتقام لوں گا خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔ اور اس سے بھی انتقام لوں گا جو مظلوم کی مدد پر قادر تھا اور اس نے مدد نہیں کی۔ (الترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۹۰)

مظلوم کی مدد نہ کرنے پر گرفت ومؤاخذہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ بندوں میں کسی کے متعلق حکم دیا گیا کہ اس کی قبر پر سو کوڑے مارے جائیں۔ پس وہ دعا کرتا رہا یہاں تک کہ ایک کوڑا رہ گیا اور اس کی قبر آگ سے بھر گئی۔ جب آگ ختم ہوئی تو اس نے پوچھا کس وجہ سے ایسا کیا گیا؟ جواب دیا گیا کہ تم نے بلا پاکی کے نماز پڑھی تھی اور کسی مظلوم پر گزرے تھے تو اس کی مدد نہیں کی تھی۔ (الترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۹۰)

فائدہ: یعنی فرشتے نے بتایا کہ دو وجہ سے تم کو یہ سزا ملی۔

مظلوم کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین اشخاص کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں۔ روزہ دار کی تاوقتیکہ افطار نہ کرے، منصف امام کی اور مظلوم کی جسے خدائے پاک بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور خدائے پاک کہتا ہے اپنی عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد

کروں گا، گو تاخیر سے سہی۔ (جامع صغیر صفحہ ۱۶، ابن ماجہ ترمذی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۸۷)

مظلوم کے لئے کوئی حجاب مانع نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: مظلوم کی بد دعا سے بچنا کہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی حجاب و پردہ نہیں۔ یعنی کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس کی بد دعا قبول ہو جاتی ہے۔ (بخاری صفحہ ۳۳۱)

فائدہ: مظلوم ناحق ستائے جانے اور پریشان کئے جانے والوں کی مدد اعانت و نصرت صرف اسلام ہی نہیں بلکہ حقوق انسانی کا بھی عظیم ترین فریضہ ہے۔ اس لئے انسانی حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اسلام نے تاکید کی ہے کہ آدمی مظلوم کی خواہ کافر غیر مسلم سہی مدد و اعانت کرے۔ خدائے پاک مظلوم کی پکار خصوصیت کے ساتھ سنتے ہیں۔ اور اس کی مدد فرماتے ہیں۔ گو مصالح اور حکمت کے اعتبار سے فوراً نہ ہو۔

بسا اوقات تاخیر سے مدد ہوتی ہے غافل انسان اسے سمجھ نہیں پاتا۔ بعض موقعوں پر اعانت و نصرت کا رخ ایسا مخفی ہوتا ہے کہ عموماً فہم سے بالاتر ہوتا ہے۔

اسی طرح ظالم کو بھی ایسی سزا دیتے ہیں کہ وہ سمجھ نہیں پاتا کہ اسے اس کے ظلم کی یہ سزا مل رہی ہے جسے اہل معرفت حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں۔

یتیموں، مساکین اور بیواؤں کی خدمت میں

یتیموں کا خیال رکھنے والا آپ ﷺ کے ساتھ جنت میں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنت میں اس طرح ہوں گے پھر آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کیا۔

(بخاری جلد۲ صفحہ۸۸۸)

فائدہ: یتیم کی خبر گیری اور اس کی کفالت جہاں انسانی دنیا میں اس کی وقعت اور شریفانہ عادتوں میں سے ہے وہاں شریعت میں بھی اس کی بڑی تاکید اور فضیلت ہے۔ تاکہ یتیم بچہ ضائع نہ ہو۔ اور وہ بھی باپ والے بچوں کی طرح پروان چڑھ سکے۔

بہترین اور بدترین گھر کونسا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ اور مسلمانوں کا بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیموں کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں دو انگلیوں کی طرح (ایک دوسرے کے ساتھ) مل کر رہیں گے۔ (ادب المفرد صفحہ۵۳، مجمع الزوائد صفحہ۱۶۰، مکارم طبرانی صفحہ۳۴۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کے نزدیک محبوب ترین وہ مکان ہے جس میں یتیم کے ساتھ اکرام کیا جائے۔ (ترغیب صفحہ۳۴۹، کنز جدید جلد۳ صفحہ۱۶۹)

یتیموں پر رحم کرنے والا عذاب سے محفوظ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ قیامت کے دن خدا اسے عذاب نہ دے گا جو یتیم پر مہربانی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اکرام کے ساتھ کلام کرتا ہو۔ اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کرنے والا ہو۔ اور جو (مال) خدا نے اسے بخشا ہو اس کی وجہ سے اپنے پڑوسی پر بڑھ چڑھ کر رہنے والا نہ ہو۔ (مکارم طبرانی صفحہ۳۴۹)

تین عمل جنت کا سبب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کے کسی یتیم

کی پرورش کرے اس کے کھانے پینے کا انتظام کرے تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ ہاں مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابل مغفرت نہ ہو۔ اسی طرح جس کی دو آنکھیں لے لی جائیں اور وہ صبر کر لے اور ثواب کی امید رکھے۔ تو اس کا ثواب میرے نزدیک جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور جس شخص نے تین لڑکیوں کی پرورش کی ان پر خرچ کیا ان پر شفقت کی۔ اور ان کو ادب سکھایا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

(کنز العمال جلد۳ صفحہ ۱۷۶)

بابرکت دستر خوان

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اس سے زیادہ بابرکت دستر خوان نہیں ہے۔ جس میں یتیم شریک ہو۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ ۱۷۷)

ضرورتیں پوری کیسے ہوں؟

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا دل نرم ہو اس کی ضرورتیں پوری ہوں تو وہ یتیموں پر رحم کرے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے، اسے اپنی طرح کھانا کھلائے تو اس کا دل نرم ہوگا اور اس کی ضرورتیں پوری ہوں گی۔ (کنز العمال صفحہ ۱۶۹)

دل نرم اور ضرورتیں پوری ہوں گی

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آکر قساوت قلب کی شکایت کی۔ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا قلب نرم ہو اور تمہاری ضرورتیں (غیب سے) پوری ہوں تو یتیموں پر رحم کرو ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرو ان کو اپنی طرح کھانا کھلاؤ۔ اس سے دل نرم ہوگا اور ضرورتیں پوری ہوں گی۔ (الترغیب جلد۳ صفحہ ۳۴۹)

فَائِدَہ: نرمی قلب بہت بڑی دولت ہے۔ اس سے حق اور دین شریعت کی باتوں کو جلد سے قبول کرنے والا ہو جاتا ہے۔ رحم اور شفقت کرتا ہے۔ خدا کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ گناہ کی وعید اور اس کی سزا سن کر گناہ سے باز رہتا ہے۔ اہل وعیال، احباب، اقرباء و اعزہ کی خبر گیری کرتا ہے۔ غرض کہ قلب کی نرمی نیکیوں کا باعث اور قساوت نیکیوں سے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

بیواؤں کی خدمت کا ثواب جہاد کے برابر

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مسکین بیواؤں کی خدمت کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (بخاری مسلم صفحہ ۸۸۸، الترغیب جلد۳ صفحہ ۳۵۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یتیموں اور بیواؤں کی

خدمت کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح یا رات میں عبادت گزار دن میں روزہ دار کے مانند ہے۔ (مکارم طبرانی)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا عمل

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا دستر خوان پر جب تک کوئی یتیم نہ ہوتا کھانا نہ کھاتے تھے۔

(ادب مفرد صفحہ ۵۳، مکارم الخرائطی جلد صفحہ ۶۵۴)

فَائِدَہ: کفالت یتیم کے ثواب کے علاوہ ایسے دستر خوان پر شیطان نہیں آتا۔ اس وجہ سے دستر خوان پر یتیم ضرور رکھتے تھے۔

دل کی قساوت کا علاج کیا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے قساوت (سختی قلب) کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: گرتم اپنے قلب کو نرم کرنا چاہتے ہو تو مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو۔ یعنی ان کی دیکھ بھال کیا کرو۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۶۰، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۶۳، مکارم طبرانی صفحہ ۳۵۰)

ابوعمران الجونی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں سختی قلب کی شکایت کی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یتیم کے قریب رہو۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرو۔ اپنے دستر خوان پر اسے بٹھاؤ، دل نرم ہو جائے گا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۶۵۹)

فَائِدَہ: دل کی سختی بہت بری چیز ہے۔ جس کی وجہ سے حق اور نیک بات کے قبول کرنے کی صلاحیت یا کم یا نہیں ہوتی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس سے پناہ مانگی۔ "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْقَسْوَةِ" کفار، فساق جواہل جہنم ہیں ان کے دل عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں۔ قساوت کو دور کرنے کا علاج غرباء ومساکین کی خدمت اور یتیموں کی کفالت بتایا گیا ہے۔ اس سے دل نرم ہوتا ہے۔ دل کی نرمی صلاح کی علامت ہے۔

کس دستر خوان پر شیطان نہیں آتا؟

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس برتن پر لوگ یتیم کے ساتھ کھا رہے ہوں اس برتن کے قریب شیطان نہیں آتا۔

(کتاب البر ابن جوزی صفحہ ۲۳۱، مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۶۰، طبرانی فی الاوسط، ترغیب صفحہ ۳۴۸)

فَائِدَہ: جس دستر خوان پر یتیم ہو، اس پر شیاطین نہیں آتے ہیں اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شیطان کبر وغرور اور فخر کے مواقع پر آتا ہے۔ یہاں تواضع ومسکنت کے اسباب ہیں۔ اس کا مزاج متکبرانہ ورئیسانہ ہے۔ یہاں اس کے خلاف ہے۔

ہر بال کے بدلے نیکی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو یتیم کے سر پر (ازراہ محبت و اکرام) ہاتھ محبت سے پھیرے گا خدائے پاک ہر بال کے بدلے نیکی مرحمت فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۶۰)

ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جو شخص مسلمان یتیم کے ساتھ احسان کرے گا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھے گا۔ تو اللہ پاک ہر بال کے بدلے ایک درجہ بلند کرے گا۔ ایک نیکی دے گا۔ اور ایک گناہ معاف کرے گا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۶۵۷)

یتیم بچے کی پرورش کے لئے جو بیوہ رہ جائے

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے رونق اور مرجھائے ہوئے چہرہ والی عورت جو شوہر کی موت سے بیوہ ہوگئی ہو۔ اولاد کی پرورش کی وجہ سے صبر سے بیٹھی رہی (شادی نہیں کی) جنت میں میرے قریب اس طرح مرتبہ پائے گی جس طرح یہ دو انگلیاں۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۷، ادب مفرد صفحہ ۵۴)

جنت کا دروازہ پہلے کون کھولے گا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھولوں گا۔ ہاں مگر مجھ سے پہلے ایک عورت پہل کرلے گی میں پوچھوں گا تم کون ہو؟ عورت جواب دے گی میں ایک یتیم (اپنے بچے) کی پرورش کے لئے بیٹھی رہی (شادی نہ کی)۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ باپ کے مرجانے یا طلاق دے دینے کی وجہ سے اگر وہ بچہ کی پرورش میں لگ جائے اور دوسری شادی نہ کرے تو یہ بڑی خوبی اور ثواب کی بات ہے۔ ہاں البتہ بچوں کے بڑے ہونے کے بعد شادی کرلی جائے کہ عورتوں کا بلا شادی کے رہنا اس زمانہ میں بڑے فتنہ کا باعث ہے۔

نیز اس وجہ سے بھی کہ دوسری شادی کو عیب اور برا سمجھنا جو سنت اور مشروع ہے درست نہیں برائیوں کا علاج سنت کو زندہ کرنا ہے۔

یتیم کی خبرگیری کرنے والا ضرور جنت میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کے کسی یتیم کی (خبرگیری) اس کے کھانے پینے (کپڑے وغیرہ) کا انتظام کیا۔ یہاں تک کہ وہ خود کفیل ہوگیا تو اللہ پاک نے اس کے لئے جنت واجب کردی۔ ہاں مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا عمل کرے جو معاف نہ کیا گیا ہو (تو اس کی گرفت سے جنت سے محروم رہ سکتا ہے) (ترمذی، ترغیب صفحہ ۳۴۷، مکارم الخرائطی صفحہ ۶۵۵)

مالک بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ ماں باپ دونوں سے یتیم ہو گیا ہو اور کسی نے اس کی پرورش ونگہبانی کی یہاں تک کہ وہ بچہ خود کفیل ہو گیا ہو تو اس آدمی کے لئے یقینی طور پر جنت واجب ہو گئی۔ (مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۶۱، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۴۴، مکارم طبرانی صفحہ ۳۵۲)

ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے جس نے مسلمان یتیم کے کھانے کپڑے (دیگر ضروریات) کی کفالت کی یہاں تک کہ وہ مستغنی ہو گیا (اپنے پیر پر کھڑا ہو گیا) تو اس شخص کے لئے حتمی طور پر جنت واجب ہو گئی۔ جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے ایک کو پایا اور ان کے ساتھ بھلائی نہیں کی تو جہنم میں داخل ہو گا۔ اور جس مسلمان نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو جہنم سے چھٹکارا پائے گا۔

(ابو یعلی، الترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۴۸)

عدی بن حاتم کی روایت ہے کہ جس نے یتیم یا غیر یتیم کی پرورش اور نگہبانی کی یہاں تک کہ وہ اپنے پیر پر کھڑا ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۶۳، کنز جدید جلد ۳ صفحہ ۱۶۹)

فائدہ: یتیم کی صحیح کفالت پر کہ وہ بڑا ہو کر خود کفیل ہو جائے، بڑی عظیم فضیلت ہے آج عموماً فتنہ کے دور میں ایسے گناہوں اور ایسے احوال کا صدور ہوتا رہتا ہے جن سے جہنم کا استحقاق ہو جاتا ہے۔ پھر اعمال ایسے نہیں کہ کچھ نجات کی امید ہو۔ کہ عدم خلوص اور شرعی قباحتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس لئے دیگر اعمال صالحہ فرائض واجبات پر عمل کرتے ہوئے کسی یتیم کی پوری کفالت خواہ اپنے گھر میں رکھ کر یا اور کسی طرح کرے تو شاید جنت کی امید حتمی طور پر ہو سکے۔ حصول جنت کے لئے یہ کیا ہی سہل اور آسان نسخہ ہے۔

یتیموں، بیواؤں کی مدد کرنے والا حوادث سے محفوظ

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے نزول کے بعد واپس تشریف لائے تو خوف زدہ تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا مجھے کمبل اوڑھا دو۔ پھر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ نے واقعہ بتایا اور کہا مجھے ڈر محسوس ہو رہا ہے۔ (یعنی اجنبی نے جو میرے ساتھ ایسا واقعہ کیا اس واقعہ سے میرا دل خوف زدہ ہو رہا ہے)۔ اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ہرگز آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو گی۔ اللہ پاک آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔ کمزوروں کی مدد کرتے ہیں۔ غریبوں پر خرچ کرتے ہیں۔ مہمانوں کا اکرام کرتے ہیں۔ حق ضرورتوں میں خرچ کرتے ہیں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یتیموں بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرتے رہتے ہیں تو اسے جہاں آخرت کا ثواب ملتا ہے وہاں دنیا کے مصائب وحوادث اور پریشانیاں بھی دور ہوتی ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: ''اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلَايَا'' صدقہ بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ ایسا انسان خدا کے غضب سے بھی جو دنیا اور آخرت کی ہلاکت کا باعث ہے، محفوظ رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ صدقہ خیرات خدا کے غضب کی آگ کو بجھاتا ہے۔

علامہ سیوطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی جامع صغیر میں ہے کہ صدقہ ستر بلاؤں سے بچاتا ہے۔ کم سے کم جذام اور برص کی بیماری سے بچاتا ہے۔ (صفحہ ۳۱۷)

احباب سے ملاقات وزیارت

احباب کی ملاقات وزیارت کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی زیارت کرتا ہے، تو اللہ پاک اس سے کہتے ہیں۔ خوش رہو اور تمہارا جانا مبارک ہو۔ تم نے اپنا ٹھکانہ جنت میں بنایا۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۱۰)

خدا کی محبت کس کو حاصل؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے بھائی سے اس کے گاؤں میں ملاقات کے لئے چلا۔ خدا نے راستہ میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا اس گاؤں میں میرا ایک بھائی ہے (وہاں کا ارادہ ہے)۔ اس نے کہا کیا اس کا تم پر احسان ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اللہ کے واسطے محبت رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا میں خدا کی جانب سے تمہارے لئے بھیجا گیا ہوں۔ سو خدا بھی تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اس سے محبت کرتے ہو۔ (ترغیب صفحہ ۳۶۴، ادب مفرد صفحہ ۱۱۱)

فرشتہ کی مشایعت میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خدا کے لئے ملتا ہے۔ ستر ہزار فرشتے اس کی مشایعت کرتے ہیں۔ (یعنی اکرام میں اس کے ساتھ چلتے ہیں)۔

(مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۷۳، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۷)

خدا کی محبت واجب

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو میرے واسطے محبت کرتے ہیں۔ میرے واسطے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ میرے واسطے خرچ کرتے ہیں۔ میرے واسطے ملاقات وزیارت کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۸)

اہل جنت کون؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو جنت والوں کے بارے میں نہ بتا دوں۔ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: نبی جنت میں، صدیق جنت میں اور وہ آدمی

جنت میں جو شہر کے کنارے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے محض اللہ کے واسطے جاتا ہے۔
(طبرانی، ترغیب، مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اپنے مقام سے دور شہر کے کنارے محض اللہ کے واسطے (کسی غرض دنیا کے لئے نہیں) جاتا ہے اور اس سے ملاقات و بات کرتا ہے تو یہ اہل جنت ہونے کی علامت ہے۔ چونکہ یہ "اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ" ہے۔

فرشتوں کی دعاء خوشگواری

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو بندہ بھی اپنے بھائی کے پاس ملاقات کے لئے اللہ کے واسطے آتا ہے۔ تو آسمان سے فرشتہ آواز دیتا ہے۔ خوش رہو۔ تمہارے لئے جنت مبارک ہو۔ اور خدائے وند قدوس عرش ملکوت سے آواز دیتا ہے۔ میرا بندہ میری ملاقات میں ہے۔ اس کی مہمانی میرے ذمہ ہے۔ میں اس کے لئے جنت سے کم پر راضی نہیں۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۶۴، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۷۳)

جنت میں ٹھکانہ بنالیا

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو شخص مریض کی عیادت کرے۔ کسی مسلمان بھائی کی زیارت کو خدا کے واسطے جائے۔ تو ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے خوش رہو۔ تمہارا چلنا مبارک ہو۔ تم نے اپنا ٹھکانہ جنت میں بنالیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۴، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱)

ستر ہزار فرشتوں کی مشایعت و دعا

حضرت ابو رزین عقیلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے ابو رزین! مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے ساتھ ۷۰ ہزار فرشتے ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ! جس طرح انہوں نے جوڑ رکھا ہے تو اے اللہ تو بھی اس کے ساتھ جوڑ رکھ۔ (ترغیب جلد صفحہ ۳۶۵، مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۷۳)

فائدہ: کتنی بڑی فضیلت ہے۔ فرشتوں کی دعائے رحمت اور دعائے محبت الٰہی پاتے ہیں۔

جنت کا شیش محل

حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جنت میں ایک بالا خانہ ہے جس کے باہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے (یعنی دیواریں شیشے کی ہوں گی) یہ اللہ نے ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو محبت رکھنے والے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والے اور ایک دوسرے پر خرچ

کرنے والے ہوں گے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۶۵)

اللہ کی رحمت میں غوطہ

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے مؤمن بھائی سے ملاقات اور زیارت کے لئے جاتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت میں غوطہ لگاتا ہے۔ تاوقتیکہ واپس نہ آجائے۔

(ترغیب صفحہ ۳۶۵)

فائدہ: ان ساری فضیلتوں کی بنیاد یہ ہے کہ اہل ایمان کا آپس میں جوڑ محبت رہے۔ توڑ اور تعلقات خراب نہ ہوں کہ اس سے دین و دنیا دونوں کی تباہی و بربادی ہوتی ہے۔

ملاقات کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احباب سے اکثر ملاقات کرتے رہتے تھے۔ اگر کسی خاص آدمی سے ملاقات کا خیال ہوتا تو اس کے گھر تشریف لے جاتے۔ اگر عام لوگوں سے ملاقات کا ارادہ ہوتا تو مسجد تشریف لے جاتے۔ (وہاں عام لوگوں سے نماز کے وقت ملاقات ہو جاتی)۔

(مجمع جلد۸ صفحہ ۱۷۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ احباب سے ملنے کے لئے وقت نکال کر جانا سنت اور باعث فضیلت ہے۔ یہ ارادہ رکھنا کہ لوگ ہی میرے پاس آئیں۔ بہتر نہیں۔ عام ملاقات مسجد میں نماز کے اوقات میں کرے کہ اس سے ہر ایک کو سہولت ہوتی ہے۔ مشغول و مصروف آدمی کو بھی موقعہ مل جاتا ہے۔

ملاقات کب کرے؟

حبیب بن مسلمہ فہری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناغہ کر کے ملاقات کیا کرو۔ محبت زائد رہے گی۔ (مجمع جلد۸ صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر دن یا کثرت سے جانے کی وجہ سے اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ ناغہ کر کے جانے اور ملنے سے انتظار رہتا ہے۔ انتظار کے بعد جو ملن ہے اس سے دل متعلق ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ کثرت بسا اوقات عدم رعایت و اکرام کا بھی سبب بن جاتا ہے۔ جس سے اختلاف اور شکایت کی بھی نوبت آجاتی ہے۔

مخلص احباب سے ہر دن ملاقات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں پر کوئی دن ایسا نہ گزرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے دونوں حصے صبح و شام تشریف نہ لاتے۔ (مختصراً بخاری جلد۲ صفحہ ۸۹۸)

فَائِدَہ: مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل آپ ﷺ ہر دن صبح وشام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے۔ اور وہاں دینی گفتگو فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مخلص دوست ہو اور ان کو گرانی کے بجائے خوشی ہوتی ہو۔ دیگر دوسرے دینی گفتگو کا بھی موقع ملتا ہو تو جانے میں کوئی حرج نہیں۔

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ اگر وہ مخلص اہل محبت میں سے ہے تو ملاقات کی کثرت سے محبت ہی بڑھے گی۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ "هَلْ يَزُوْرُ صَاحِبَهٗ كُلَّ يَوْمٍ اَوْ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا"، جس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ مخلص اہل محبت کے پاس ہر دن صبح وشام ملنے اور ملاقات کے لئے جایا جاسکتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ صدیق اکبر کے پاس ہر دن صبح وشام جایا کرتے تھے۔ (جلد۲ صفحہ ۸۹۸)

خیال رہے کہ یہ زمانہ حقوق کی پامالی اور غلبہ نفس کا ہے اس لئے کم ہی جانا بہتر ہے۔

کون جنت میں؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ میں نے کہا ضرور اے اللہ کے رسول۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نبی جنت میں، صدیق جنت میں اور وہ آدمی جو اپنے اس بھائی کی ملاقات کو جائے جو شہر کے کنارے میں رہتا ہے۔ اور صرف اللہ کے واسطے مل رہا ہے تو وہ بھی جنت میں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۷۴)

فَائِدَہ: زیارت وملاقات کی مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کا دوسرے سے محض ملاقات اور ملنے کے ارادہ سے جانا کس قدر عظیم فضیلت کا باعث ہے۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان کا آپس میں ایک دوسرے سے ربط ومحبت وتعلق رہے۔ آپس میں جوڑ واکرام رہے۔ ایک دوسرے کے کام آئیں۔ ایک دوسرے کے احوال سے واقف رہیں۔

ان احادیث میں اس بات کی ترغیب اور تاکید ہے کہ اپنے مسلمان بھائی سے کسی دنیاوی نفع مثلاً تجارت یا دیگر اغراض کے علاوہ کبھی کبھی محض دل خوش کرنے، اللہ کے واسطے ملاقات اور زیارت کرنے جایا کرے۔ خاص کر کے اپنے سے کم مرتبہ والوں کے پاس۔ خیال رہے کہ یہ فضیلتیں اہل اللہ، اہل علم وفضل اور عام مؤمنین سب کی ملاقات کو شامل ہیں۔ زیارت وملاقات میں صلاح کا خیال رہے۔

تاکہ ملاقات کے ثواب کے علاوہ ان کے صلاح ومحبت سے بھی فائدہ ہو۔

صلحاء اور اولیاء امت کی زیارت وملاقات وصحبت

فرمان خداوندی

اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو۔ اور صادقین کی معیت اختیار کرو۔''

فائدہ: صفت تقویٰ حاصل ہونے کا طریقہ صالحین وصادقین کی صحبت اور عمل میں ان کی موافقت ہے۔ اس آیت میں صادقین یعنی متقی پرہیز گاروں کی صحبت کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح محض علم وارادے سے حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے اہل تقویٰ کی صحبت لازم ہے۔ ایمان حقیقی اور معرفت بغیر صالحین کی محبت اور ان سے ربط کے آنہیں سکتا۔ جس طرح طب محض پڑھ لینے سے نہیں آتا۔ باورچی کا فن کتابوں سے حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ اس فن کے واقف کی صحبت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح دین بغیر صحبت کے حاصل نہیں ہوتا۔

اللہ پاک نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:

''وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ''

ترجمہ: ''بس اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے رہتے ہیں۔''

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو مخلصین عبادت گزار ہیں۔ ان کے پاس آپ کا وقت گزرے۔ خدا کے مقرب بندے کے ساتھ آپ کی ہم نشینی رہے۔ اس آیت سے مقربین صاحب علم وعمل کی صحبت اور ان سے ربط وتعلق کی بڑی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ جب نبیوں کو یہ حکم ہے کہ خدا کے مقرب بندوں میں وقت گزرے۔ تو عام مؤمنین کو تو اس کی زیادہ ضرورت ہے تا کہ نیکوں کی صحبت ان کو دنیا کے فتنوں سے باز رکھ کر آخرت کی جانب مائل رکھے۔ اور دنیا کی زائد مشغولیت کو ہٹا کر اور بضرورت مشغولیت کے ساتھ خدا اور رسول کی معرفت کی جانب ان کو راغب رکھیں کہ یہ بیش بہا عظیم دولت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپس میں مشورہ کیا کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ملاقات کے لئے چلتے ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں تشریف لے گئے۔ تو ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں (از راہ محبت وعقیدت)۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''ریاض الصالحین'' میں اہل خیر وصلاح کی ملاقات ان کے پاس جانے ان کی مجلس میں شریک ہونے پر باب قائم کیا ہے اوراس میں شیخین کا یہ واقعہ پیش کر کے اس کے استحباب کو ثابت کیا ہے کہ جس طرح حضرات شیخین ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو ایک صالحہ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن میں خدمت کی تھی) آپ ان کی ملاقات کو گئے تھے اسی طرح لوگوں کو چاہئے کہ اپنے علاقے اور اپنے عہد کے نیک اور صالح لوگوں کی خدمت میں محض صحبت وعقیدت کے طور پر جائے تا کہ ان کی نیک صحبت کا اثر ہو۔

محض دین اور اللہ کے لئے ملاقات کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے۔ تو ایک منادی آواز دیتا ہے کہ تم خوش رہو۔ تمہارا چلنا خوشگوار ہو۔ تم نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنایا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۰۴، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱، ریاض الصالحین صفحہ ۱۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مؤمن کے علاوہ کسی کی مصاحبت اور مجالست اختیار مت کرو۔ اور متقی کے علاوہ اپنا کھانا کسی کو نہ کھلاؤ۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۴، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶۵)

فائدہ: چونکہ ساتھ رہنے کا اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے ہر ایک کی صحبت کے اختیار سے روکا گیا۔ مزاج کے بننے میں صحبت کو بہت دخل ہے۔

آدمی اسی کے ساتھ جس سے اس کو محبت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ شمار کیا جائے گا جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی۔ (بخاری صفحہ ۹۱۱، مسلم)

فائدہ: چنانچہ اللہ کے برگزیدہ مقرب اولیاء اللہ اور عارف ربانی علماء کی صحبت ومحبت جو اختیار کرے گا۔ اور ان کی محبت میں صادق ہوگا تو وہ قیامت میں ان اہل اللہ اور اصحاب معرفت کے زمرہ میں شامل ہوگا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ صالحین اہل تقویٰ کے ساتھ بود وباش اختیار کریں۔

دنیا کے اعتبار سے اپنے سے کم تر اور دین کے اعتبار سے اپنے سے بہتر کے پاس اٹھا بیٹھا کریں۔ ہر زمانہ میں اور ہر علاقے میں ایسے حضرات ہوتے ہیں۔ یہ کہنا کہ ہمارے علاقے میں ایسے حضرات نہیں ہیں۔ یہ شیطانی

خیالات ہیں۔

صالح ہمنشین کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صالح ہمنشین کی اور برے ہمنشین کی مثال ایسی ہے جیسے مشک رکھنے والا اور بھٹی پھونکنے والا۔ کہ مشک والا یا تو اسے دے دے گا۔ یا وہ خود خرید لے گا اور اگر یہ نہ ہوگا تو کم ازکم مشک کی خوشبو ضرور پائے گا۔ اور بھٹی پھونکنے والے کے پاس یا تو اس کا کپڑا جلے گا۔ (نہیں تو) اس کا دھواں ضرور ملے گا۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۳۳۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مشک والے کے پاس جانے والا اگر نہ بھی پائے گا یا نہ بھی خریدے گا تب بھی خوشبو تو ضرور پائے گا۔ اسی طرح نیک و صالح سے کچھ نہ کچھ ضرور فائدہ پہنچے گا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پاک سے صالحین اور نیکوں کی ہم نشینی کو مستحب ثابت کیا ہے۔ خیال رہے کہ صالحین اور نیکوں کی صحبت ضرور رنگ لاتی ہے۔ کتنے برے تھے جو نیکوں کی صحبت سے اچھے اور صالح ہو گئے۔ اصلاح کے لئے یہ خاموش اور مؤثر نسخہ کیمیا ہے۔

دل زندہ رہتا ہے

حضرت ابواسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے میرے بیٹے۔ تم علماء کی ہم نشینی اختیار کیا کرو۔ اور صلحاء کا کلام سنا کرو۔ اللہ تعالیٰ مردہ قلب کو حکمت کے نور سے اس طرح زندہ کرتا ہے۔ جس طرح مردہ خشک زمین کو موسلا دھار بارش سے۔

(طبرانی، مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ ۱۳۰)

فائدہ: چونکہ صلحاء کی مجلس میں خدا رسول آخرت کی بات ہوتی ہے۔ ان کے کلام سے خدا اور رسول و آخرت کی معرفت ہوتی ہے۔ جو روح اور قلب کی غذا ہے۔ اور اس سے قلب میں حیات اور تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں کا جو صلحاء اور نیکوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں، دین وتقویٰ دوسروں کے مقابلہ میں زائد ہوتا ہے۔ صالحین کی صحبت سے جب آدمی کا دل زندہ ہو جائے گا تو اس کا دین بھی زندہ ہو جائے گا۔

عفو ودرگزر

فرمان خداوندی

خداوند قدوس کا فرمان ہے:

﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾

ترجمہ: ''اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔''

﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾

ترجمہ: ''معافی کا معاملہ اختیار کیجئے۔''

﴿اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا﴾

ترجمہ: ''یا برائی معاف کر دیں تو اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔''

قرآن پاک نے متعدد مقامات پر درگزر اور معافی کا حکم دیا ہے۔ اور اس کی فضیلت اور اہمیت بیان کی ہے۔

عفو و درگزر انسانی اخلاق و اوصاف میں سے ایک نہایت ہی بلند اور عالی وصف ہے۔ اور یہ متواضعین اور شرفاء کی صفات میں سے ہے۔ جن میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ ماحول میں سنجیدگی اور امن وسکون کے لئے اس وصف کی شدید ضرورت ہے۔ اگر انتقام اور بدلہ کا سلسلہ شروع ہو جائے تو اس دنیا کا امن وسکون ختم ہو جائے گا۔

قرآن پاک نے مقبول ومحبوب بندے کے اوصاف میں اسے بیان کیا ہے۔

آخرت میں بھی اس کے بڑے فضائل ہیں اور اس وصف کے حامل کے بڑے درجات ہیں۔

دنیا میں اس کے عظیم ترین فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ دشمن بھی دوست ہو جاتا ہے۔

ایسا شخص لوگوں کی نگاہوں میں مکرم اور قابل تعریف ہو جاتا ہے۔ لیکن خیال رہے کہ عفو و درگزر سے اگر کوئی کمین صفت انسان کمزور اور بزدل سمجھ کر مزید پریشان کرنے کا سلسلہ اختیار کرنا شروع کر دے تو پھر اس کے لئے انتقام ہے۔

بلا حساب جنت میں داخلہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بندہ حساب کے لئے حشر کے میدان میں کھڑا ہوگا تو ایک منادی آواز دے گا۔ جس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ اور جنت میں

داخل ہو جائے۔ (کوئی کھڑا نہ ہوگا) پھر دوبارہ اعلان کیا جائے گا۔ جس کا اجر اللہ کے ذمہ ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ پوچھا جائے گا کہ کس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے؟ فرشتہ کہے گا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو معاف کرتے تھے۔ پس ایسے لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اور بلا حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۳۱)

فَائِدَہ: کتنی بڑی فضیلت ہے۔ چونکہ انہوں نے معاف کیا۔ تو اللہ نے ان کو معاف فرما دیا۔ جب معافی ہوگئی تو پھر حساب کس کا۔ اس لئے بلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

جنت کے بلند و بالا مکان کس کے لئے؟

حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو اس بات سے خوش ہو کہ اس کے لئے بلند و بالا مکان ہوں۔ جنت کے بلند درجات ہوں۔ وہ ظلم کرنے والے کو معاف کر دے۔ اور جو اسے محروم کرے اسے نوازتا رہے۔ جو اسے توڑے اس سے جوڑ رکھے۔ (مکارم صفحہ ۳۳۲)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں نے شب معراج میں بلند محل دیکھا تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ سے پوچھا یہ کس کے لئے ہے؟ انہوں نے کہا: غصہ پینے والوں اور لوگوں کو معاف کرنے والوں کے لئے۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۷۵)

معافی سے عزت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور معافی سے عزت بڑھتی ہے۔ اور تواضع سے مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۵۸، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۸۶)

فَائِدَہ: عموماً لوگوں کا مزاج اور سمجھ یہ ہے کہ معافی سے ذلت و رسوائی ہوگی۔ سو ایسا نہیں۔ اہل شرافت کے نزدیک اس سے عزت بڑھتی ہے۔ جو کسی سے معافی مانگے اور وہ معاف کرے تو لوگ اسے عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

معاف کرنے کی تاکید

حضرت ابو سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ذمہ دار بنو تو اچھا معاملہ کرو۔ اختیار و قدرت حاصل ہو تو معاف کرو۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ لوگوں پر بڑے بنو تو کبر و تشدد نہ کرو اور اپنے ماتحتوں کو معاف کر دیا کرو۔ تاکہ انہیں وحشت نہ ہو۔

ثواب اللہ کے ذمہ

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے مروی ہے کہ جب لوگ خداوند قدوس کے سامنے ہوں گے تو آواز

دی جائے گی جس کا ثواب خدا کے ذمہ ہو کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ کوئی کھڑا نہ ہوگا۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں لوگوں کو معاف کیا ہوگا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۳۹۳)

فائدہ: کتنی اہم بات ہے کہ لوگوں کے معاف کرنے کا ثواب خدا کے ذمہ ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے سبق کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ میں تو کسی صورت میں معاف نہیں کروں گا۔

قیامت کے دن کی معافی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مسلمان کی غلطیوں کو معاف کرے گا خدائے پاک اس کی خطا کو قیامت میں معاف کرے گا۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: جو قیامت کے دن اپنی معافی چاہتے ہیں آج لوگوں کے ظلم، تکالیف، غلطیوں کو معاف کرنا شروع کر دیں۔

خدا کے نزدیک معزز کون؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے اللہ! آپ کے نزدیک معزز بندہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو قدرت کے باوجود بدلہ نہ لے۔ (معاف کردے)۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۳۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے پوچھا۔ کون بندہ زیادہ پرہیز گار ہے؟ فرمایا جو اللہ کو بھولے نہیں، یاد کرے۔ پھر پوچھا اور معزز کون ہے؟ فرمایا: جو قدرت پر بھی معاف کردے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۳۷۴)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے جو قدرت کے وقت معاف کرے گا۔ خدا اس کو تنگی کے وقت معاف کرے گا۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۷۳)

فائدہ: آج بدلہ لینے کو کمال، معافی کو کمزوری اور ذلت کا کام سمجھتے ہیں۔ سو اس حدیث پر غور کریں۔

معافی سے کینہ اور عناد ختم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاف کیا کرو اس سے تمہارے درمیان کینہ ختم ہوگا۔ (بزار، کنز العمال صفحہ ۳۷۳)

فائدہ: واقعی معافی سے مخالفت ختم ہوتی ہے اور مخالفت وعناد جاتا رہتا ہے اگر معافی کا سلسلہ نہ ہو تو دل میں عناد باقی رہتا ہے۔

معاف کرو، اللہ معاف کرے گا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! فلاں نے مجھے مارا اور گالی دی اگر میں خدا اور رسول (پر ایمان نہ لاتا) تو مجھ سے زیادہ ہاتھ اور زبان والا وہ نہ پاتا۔ (یعنی اس کو خوب مارتا اور گالی دیتا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیا کہا اس نے دوبارہ یہی کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے مارا جائے یا گالی دی جائے اور وہ صبر کرے تو اللہ پاک اس کی عزت بڑھاتا ہے۔ معاف کرو گے اللہ معاف کرے گا۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۷۷۷)

فائدہ: اصل تو یہی ہے کہ معاف کر دے۔ اگر وہ آدمی شریف ہوگا تو شرم محسوس کرے گا، اور دوبارہ ایسا نہ کرے گا، اور خدا کے نزدیک یہ شخص عزت والا ہوگا۔ اور لوگوں کے نزدیک بھی قابل اکرام ہوگا۔ کہ اس نے برائی کا بدلہ نہ لیا۔ اور آخرت میں صلہ معافی کا الگ ملے گا۔

خیال رہے کہ اگر صبر سے مجرم کی جرأت اور بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو انتقام لینا ہی اچھا ہے تاکہ یہ سلسلہ پریشان کن نہ ہو۔ ورنہ تو معافی اور صبر ہی بہتر اور قابل فضیلت ہے۔

معاف نہ کرنے پر وعید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس اس کا بھائی معذرت خواہ ہو کر آئے تو اس کا عذر قبول کرے خواہ صحیح ہو یا غلط اگر ایسا نہیں کرے گا تو وہ میرے حوض پر نہ آئے۔ (حاکم، کنز جلد ۳ صفحہ ۳۷۸)

حضرت جوذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی معذرت قبول نہ کرے گا اسے ظالم ٹیکس وصول کرنے والے کی طرح گناہ ملے گا۔

فائدہ: ایمان اور شرافت کی بات ہے کہ معذرت اور معافی قبول کرلے اور نہایت ہی کمینہ پن ہے کہ وہ خلوص سے معافی مانگے ادر یہ اسے رد کر دے۔ جب یہ خود معاف نہیں کرتا تو پھر خود خدا سے کس طرح معافی کی امید رکھتا ہے۔

لوگوں کے برتاؤ میں درگزر کی تاکید

"خُذِ الْعَفْوَ" کی آیت کے متعلق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لوگوں کے اخلاق (یعنی برتاؤ) میں عفو" درگزر" کو اختیار کریں۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۰)

فائدہ: یعنی لوگوں سے جو تکلیف اور نامناسب باتیں پہنچیں تو ان سے ان کا انتقام نہ لیں، گرفت نہ کریں بلکہ ان سے چشم پوشی کریں۔

اہل فضل کی غلطیوں سے درگزر کرنا

درگزر کرنے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرفاء کی غلطیوں کو درگزر کرو۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۳۲۱، عمدہ جلد ۱۴ صفحہ ۲۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل شرف وفضل کی غلطیوں کو حدود کے علاوہ معاف کر دیا کرو۔ (حاکم، ابوداؤد صفحہ ۶۰۱، جامع صغیر صفحہ ۸۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی حضرات کی خامیوں کو درگزر کیا کرو۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۵۹، فیض القدیر جلد ۲ صفحہ ۴۷)

فائدہ: شریعت اور سنت میں بڑوں کے اکرام اور ان کے اعزاز کا حکم دیا گیا ہے۔ جو حضرات شرف فضل صلاح وخدمات میں دوسروں سے ممتاز ہوں۔ عوام وخواص کو ان سے فائدہ پہنچ رہا ہو۔ اور زہد وتقویٰ میں ایک مرتبہ رکھتے ہوں تو ان سے اگر بشری تقاضہ کی بنیاد پر کوئی غلطی ہو جائے، خامی صادر ہو جائے تو ہمیں حکم ہے کہ اسے چھپا دیں، درگزر کریں، گرفت اور مواٗخذہ نہ کریں۔ مشہور مقولہ ہے:

''خطاء بزرگان گرفتن خطاء است''

عموماً کسی شریف نیک وصالح سے کوئی غلطی صادر ہو جاتی ہے تو لوگ فوراً انتقامی کاروائی کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ ممنوع ہے۔ اسی کی ممانعت حدیث پاک میں ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک سخت غلطی کو ان کے بدریین میں ہونے کی وجہ سے معاف فرما دیا تھا اور کوئی تعرض سوائے سمجھانے کے نہیں کیا۔

اہل فضل وصلاح کی غلطیوں سے درگزر کرنے کا واقعہ

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ایک مشہور صحابی ہیں اور معرکہ بدر میں بھی شریک تھے، اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں اور مخفی طور پر ایک عورت کے ہاتھ اس خط کو مکہ روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع فرما دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، زبیر، مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو روانہ فرمایا کہ تم جاؤ یہاں تک کہ روضۂ خاخ میں تم کو اونٹ پر سوار

ایک عورت ملے گی اس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے وہ اس سے لے کر لے آؤ۔ چنانچہ روضہ خاخ میں ان لوگوں کو ایک عورت ملی۔ انہوں نے اس کے اونٹ کو بٹھا کر اس کی تلاشی لی۔ کہیں خط نہ ملا۔ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم خدا کا رسول جھوٹ نہیں بول سکتا اور اس عورت سے کہا: بہتر ہوگا کہ وہ خط تم ہم لوگوں کو خود دے دو۔ ورنہ ہم تمہیں برہنہ کر کے تلاشی لیں گے۔ چنانچہ اس نے بالوں کے جوڑے میں سے خط نکال کر دیا۔ وہ خط لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو بلایا اور معلوم کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ حاطب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مواخذہ میں عجلت نہ فرمائیں۔ اے اللہ کے رسول قریش سے میری کوئی قرابت و رشتہ داری نہیں صرف حلیفانہ تعلق ہے۔ میرے اہل وعیال آج تک مکہ مکرمہ میں ہیں۔ جن کا کوئی رشتہ دار و مددگار نہیں۔ بخلاف مہاجرین کے کہ مکہ میں ان کی قرابتیں ہیں۔ قرابتوں کی وجہ سے ان کے اہل وعیال محفوظ ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ جب قریش سے کوئی قرابت نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں۔ خدا کی قسم میں نے دین سے مرتد ہو کر اور اسلام کے بعد کفر پر راضی ہو کر ہرگز یہ کام نہیں کیا۔ میری غرض فقط وہی تھی جو میں نے عرض کی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب بدر میں شریک ہوئے، اے عمر تمہیں نہیں معلوم کہ خدا نے اہل بدر کے بارے میں فرما دیا ہے کہ میں نے ان سب کی مغفرت فرما دی۔ اب جو بھی عمل ان سے صادر ہو۔ (مختصراً بخاری جلد۲ صفحہ ۶۱۲)

اس حدیث پاک کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ بیان کیا ہے کہ ان کی اس عظیم غلطی کو کہ کافرین کی جاسوسی کی جس کی سخت ترین سزا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی شرکت فضیلت کے پیش نظر اور یہ کہ اس صالح مخلص صحابی سے اس غلطی کے علاوہ کوئی غلطی ظاہر نہیں ہوئی تھی، معاف فرما دیا۔ بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرکت بدر جیسی عظیم خدمت کو یاد دلایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ (کہ میں نے ناحق ان پر جرأت کی)۔

دیکھئے جاسوسی کا جرم عظیم جس کی سزا قتل تک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صلاح اور ماضی کے اہم خدمات کی وجہ سے معاف فرما دیا۔ اسی وجہ سے علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ ''اہل فضل کی غلطیوں کو درگزر کرو'' کی تائید کی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

واذا الحبیب اتی بذنب واحد
جاءت محاسنہ مائۃ الف شفیع

اگر محبوب سے ایک غلطی ہو جاتی ہے تو اس کے ہزاروں محاسن سفارشی بن جاتے ہیں۔

اس واقعۂ حاطب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطاء ہو جائے تو سچ سچ حقیقت بیان کر دے اور یہ کہ سچ بیان کر دینے پر مواخذہ نہ کیا جائے، معاف کر دیا جائے۔ ورنہ جھوٹ حرام کا ارتکاب کر کے ظاہراً بری تو ہو جائے گا۔ لیکن عنداللہ گرفت ہوگی۔ نیز ایک آدھ غلطی پر یہ بات ہے۔ اگر غلطی بار بار ہو تو پھر قابل درگزر نہیں کہ یہ محض عادی ہے اور بالقصد ایسا کر رہا ہے جو مؤاخذہ اور ملامت کے قابل ہے۔

عوام الناس اور جاہلوں سے درگزر کرنا

حکم خداوندی

خداوند قدوس کا فرمان مبارک ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾

مطلب یہ ہے کہ ظلم کا انتقام چھوڑ کر آپ ان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کریں۔ اور نرمی کے ساتھ ان کو حق کی بات بتلائیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ کنارہ کش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی برائی کا جواب برائی سے نہ دیں یہ معنی نہیں کہ ان کو ہدایت کرنا چھوڑ دیں۔ (معارف القرآن جلد۴ صفحہ ۱۵۷)

عموماً تعلیم وتبلیغ کے موقع پر جب کوئی حق اور شرع کی بات جاہلوں کو بھاتی نہیں، ان کے مزاج کے خلاف ہوتی ہے تو وہ عالم اور شریف کے مرتبہ کی رعایت نہیں کرتے، بدکلامی اور طعن سے پیش آکر تکلیف دہ باتیں کرتے ہیں۔ ایسے موقعے پر یہ حکم ہے کہ ان کی تکلیف دہ باتوں سے متاثر نہ ہوں اور ان کا جواب نہ دیں۔

اسی طرح اگر جاہل اور ناواقف لوگ اہل علم اور دیندار حضرات کے مرتبہ کا خیال نہ رکھیں اور ان سے بے ادبی کا معاملہ کریں تو وہ انتقام نہ لیں بلکہ بے توجہی سے گزر جائیں۔ سورہ فرقان میں بھی اسی قسم کا حکم ہے:

﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا﴾

یعنی مؤمن بندوں کی شان یہ ہے کہ جب جاہل ان سے جاہلانہ باتیں کرتے ہیں تو یہ سلامتی کی بات کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بے وقوف جاہلانہ باتیں کرنے والوں سے یہ حضرات انتقامی معاملہ نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ ان سے درگزر کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنی شان اور وقار کو باقی رکھنے کے لئے جاہلوں کو اسی جیسا مقابلے اور طعن کا جواب دے دیتے ہیں۔ تو وہ شان مؤمن اور اخلاق کریمانہ کے خلاف ہے۔

حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک واقعہ

علامہ قرطبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عیینہ بن حصین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ایک مرتبہ مدینہ آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا مہمان ہوا۔ حضرت حر بن قیس ان اہل علم حضرات میں تھے جو

حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مجلس مشاورت میں شریک ہوا کرتے تھے۔ تو اس نے حر بن قیس کے واسطے سے حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے گفتگو کا وقت مانگا۔ حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ گفتگو میں عیینہ نے سخت کلام کیا اور غیر مہذب طریقہ اختیار کیا اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا کہ نہ تو آپ ہمارا حق دیتے ہیں اور نہ انصاف کرتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس بدکلامی پر غصہ آیا۔ تو حر بن قیس نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے فرمایا "خُذِ الْعَفْوَ الخ" درگزر اختیار کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔ اور یہ بھی جاہلین میں سے ہے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا غصہ ختم ہو گیا اور کچھ نہ کہا۔ (القرطبی جلد ۴ صفحہ ۳۳۰)

علامہ قرطبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ جاہلوں سے درگزر کرنا، ان سے جاہلانہ باتوں کا انتقام نہ لینا، اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے درگزر کا ایک واقعہ

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور آپ پر موٹے کنارے والی خوشنما نجرانی چادر تھی۔ ایک اعرابی نے آپ کی چادر کو زور سے کھینچا اور اس زور سے کھینچا کہ اس کے نشانات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جسم پر پڑ گئے۔ پھر اس نے کہا: اے "محمد!" تمہارے پاس خدا کا دیا ہوا مال ہے اسے ہمیں بھی دو۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مڑ کر دیکھا اور مسکرانے لگے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے مال دینے کا حکم دیا۔

(ریاض الصالحین، بخاری، مسلم صفحہ ۲۹۳)

فائدہ: کیا کمال ظرف ہے کہ بے ادبی کرنے والے اور تکلیف دینے والے پر نوازش ہو رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ رتبہ سے واقف نہ ہوں اور جہالت کی بات سے تکلیف دیں تو ان سے متاثر نہ ہوں، انہیں معاف کر دیا جائے۔

سائلین کی رعایت

سائل کا کیا حق ہے؟

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مانگنے والے کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۳۵، بیہقی فی الشعب صفحہ ۲۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی کسی سائل کو واپس نہ کرے اگرچہ اس کے دونوں ہاتھوں میں کنگن دیکھے۔ (بزار، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۰۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سائل اگر بظاہر خوش حال، خوش پوشاک نظر آ رہا ہو تب بھی اس کے سوال کا لحاظ کرتے ہوئے اکراماً اسے کچھ دے دے۔ ظاہر حال سے مستغنی معلوم ہو رہا ہو تب بھی اسے ناامید نہ کرے۔

خیال رہے کہ اچھی حالت والوں کو یعنی جو مستغنی ہو، صحت مند ہو، فی الحال ضرورت کے بقدر مال موجود ہو تو اس کے لئے ہرگز درست اور مناسب نہیں کہ سوال کرے۔ ایسوں کا سوال کرنا غلط ہے اور ایسا شخص وعید کا مستحق ہے۔ کہ بلاضرورت سوال کر کے مال لینا جہنم کی چنگاری کا لینا ہے۔ گو اس کا فعل نامناسب ہے مگر وہ چونکہ مانگ رہا ہے اور مانگنے والے کا حق یہ ہے کہ اسے کم یا زیادہ دے دیا جائے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ سنجیدگی اور حسن اخلاق کے ساتھ بلا تذلیل کے اس سے عذر کر دے۔ اگر سوال بلاضرورت کے دیکھے تو اسے سمجھا دے کہ مانگنا اچھا نہیں ہے۔ حدیث پاک میں سخت ممانعت اور وعید ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الجامع میں اور علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روح المعانی میں لکھا ہے اسے خوش اخلاقی کے ساتھ واپس بھی کر سکتا ہے۔

(روح صفحہ ۱۶۴، قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۲)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سائل کو خواہ کوئی معمولی ہی چیز دے دو، یا اچھے الفاظ سے اسے واپس کر دو۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۲)

سائل آ جائے اور کچھ نہ ہو تو

حضرت ام بجید رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، انہوں نے کہا میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بسا اوقات سائل مسکین دروازے پر آ کھڑا ہوتا ہے اور میں (گھر میں) کچھ نہیں پاتی کہ اسے دے دوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کچھ نہ پاؤ سوائے جلے کھر کے تو وہی اس کے ہاتھ

میں دے دو۔ (ترمذی صفحہ ۱۴۴، ابوداؤد صفحہ ۲۳۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب سائل دروازے پر کچھ امید سے آ کھڑا ہوا ہے تو اگر کوئی چیز دینے کے لائق نہ ہو تب بھی معمولی سے معمولی چیز جس کی لوگوں کے نزدیک اہمیت نہ ہو دے دو مگر خالی واپس نہ کرو۔ مثلاً ہمارے عرف میں باسی روٹی سہی۔ ایک دو روپے ہی سہی۔

مسجد میں سوال کرنے والے کے متعلق

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا ہے جو آج ایک مسکین کو کھلائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں مسجد گیا تو اچانک ایک سائل کو سوال کرتا پایا۔ میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دیکھا تو میں نے اس سے لے کر وہ اس سائل کو دے دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۳۵)

فائدہ: خدا کے گھر میں بندے سے سوال کرنے کو بعض فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اگر سائلین مسجد کی صفوں کو نہ روندتے ہوں، لوگوں کی گردنوں کو نہ پھاندتے ہوں تو ان کو خیرات دینا جائز ہے۔ (جلد ۶ صفحہ ۴۱۷)

عموماً آج کل دروازے کے پاس ایک علیحدہ مقام میں کپڑا بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں، ایسی صورت میں ان کو دینا بلا کراہت جائز ہے۔

شرح مہذب میں علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سائلین کو مسجد میں دینا مستحب قرار دیا ہے یعنی بلا کراہت جائز ہے۔ (حاشیہ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

سائل کے آنے سے خوش ہونا

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کوئی سائل آتا تو اسے خوش آمدید کہتے اور مرحبا کہتے ہوئے یہ فرماتے کہ یہ ہمارے توشہ کو آخرت منتقل کر رہا ہے۔ (کتاب البر صفحہ ۲۱۶)

فائدہ: چونکہ سائل کو دینے سے اس کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔ تو گویا اس نے مال کو آخرت منتقل کر دیا۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ سائل حضرات بہت ہی بہترین لوگ ہیں کہ وہ پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ آخرت کی طرف بھیجنا چاہتے ہو؟ (روح المعانی جلد ۳۰ صفحہ ۱۶۴)

واپس نہ کرے خواہ ایک گٹھلی ہی سہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سائل کو واپس نہ کرو خواہ کھجور کی ایک

گٹھلی ہی سہی۔ (بیہقی فی الشعب جلد۳ صفحہ ۲۲۷)

جلی ہوئی کھر ہی سہی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے محمد کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا!) اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے صفیہ بنت عبدالمطلب، اے صفیہ رسول خدا کی پھوپھی! اپنے نفس کو آگ سے بچاؤ۔ میں اپنے اوپر کوئی اختیار نہیں رکھتا، اے عائشہ! اپنے نفس کو آگ سے بچاؤ۔ خواہ کھجور کی ایک گٹھلی سہی۔ اے عائشہ! تم سے کوئی سائل واپس نہ جائے خواہ ایک جلی ہوئی کھر ملے۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۲۲۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے سائل کو حتی الوسع واپس نہ کرے نہ معلوم وہ کس پریشانی سے اور کس امید سے آیا ہے۔ واپس کرنے سے اس کا دل ٹوٹ جائے گا رنجیدہ ہوگا۔ لہٰذا کچھ دے دے کوئی اچھی چیز نہ ہو تو معمولی ہی چیز جس کی زیادہ قیمت واہمیت نہ ہو دے دے کہ معمولی نیکی بھی معمولی نہیں، جہنم سے بچانے میں کام آجاتی ہے۔

کبھی سائل بشکل انسانی فرشتہ بھی ہوتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے پاس ایسا سائل بھی آتا ہے جو نہ انسان ہوتا ہے نہ جن۔ بلکہ وہ رحمٰن کے فرشتے ہوتے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے انسان کو دی گئی نعمتوں میں سے آزمایا جاتا ہے کہ ان کا معاملہ کیسا رہتا ہے۔ (کتاب البر صفحہ ۲۱۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کبھی سائل فرشتہ خدا ہوتا ہے۔ جسے خدائے پاک اس لئے بھیجتا ہے کہ میں نے جو انسان کو مال و دولت کی فراوانی سے نوازا ہے اس میں اس کا کیا معاملہ رہتا ہے۔ جس نے دیا ہے اس کی راہ میں اور اس کے کہنے سے غریبوں پر سائلین پر خرچ کرتا ہے یا بخل کرتا ہے اور روک رکھتا ہے۔ اگر وہ نہیں دیتا ہے اور آزمائش میں ناکام ہو جاتا ہے تو اس سے خدا بخشی ہوئی نعمت و مال و دولت کو چھین لیتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ امتوں کے ساتھ اس قسم کا پیش آمدہ واقعہ بیان کیا۔ چنانچہ بخاری میں تین آدمیوں کے ساتھ اس قسم کا جو واقعہ مذکور ہے اس میں سائل فرشتہ بشکل انسان آیا تھا۔

بڑے ڈرنے کا مقام ہے اس وجہ سے کچھ دے دے۔ اس سے کمی نہ ہوگی بلکہ برکت ہوگی، مقصد تاکید ہے۔

گھر والوں کو تاکید کر دے کہ سائل واپس نہ کیا جائے

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کی ایک جماعت (حضرات صحابہ) کو اس امر پر پایا کہ وہ گھر والوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے کہ کسی سائل کو واپس نہ کرنا۔ (کتاب البر صفحہ ۲۱۶)

فائدہ: بعض لوگ اہل خانہ کو اس کی تاکید کر دیتے ہیں کہ سائل اگر آیا کرے تو کچھ دے دیا کرو اسے واپس نہ لوٹایا کرو۔ عموماً عورتیں اس کا خیال نہیں کرتیں اس لئے اہل خانہ کو کہہ دیا جائے تاکہ اس کا خیال رکھے۔

جو بغیر سوال اور مانگے ملے اس میں برکت ہوتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے فرمایا: کہ اے عائشہ! جو بغیر سوال اور مانگے مل جائے اسے قبول کرلو وہ خدا کی بخشش ہے جو خدا نے پیش کیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے فرمایا: جو تم کو بغیر سوال کے مل جائے تو وہ خدا کی عطا ہے۔ جس سے خدا نے نوازا ہے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے کہ جو بلا مانگے اور اشراف نفس کے مل جائے اسے قبول کرلیا جائے، واپس نہ کیا جائے۔ یہ خدا کی جانب سے ہدیہ اور تحفہ ہے۔ اس میں برکت ہوتی ہے۔ اگر ضرورت سے زائد ہو تو دوسرے کو دے دے کہ صدقہ خیرات کا ثواب پائے گا۔

ہاں البتہ اگر شبہ ہو یا مشتبہ مال ہو یا کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے دے رہا ہو یا احسان جتلانے کا اندیشہ ہو تو نہ لے۔

جو بغیر سوال اور امید کے ملے اسے واپس نہ کرے

حضرت خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اپنے بھائی کی جانب سے کوئی چیز بلا مانگے اور امید کے مل جائے وہ اسے قبول کرے واپس نہ کرے، وہ خدا کی بخشش ہے جو اس نے بھیجا ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو مال بغیر سوال کے مل جائے اسے قبول کرو کہ وہ رزق ہے جو خدا نے بھیجا ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں جو مال آدمی کی طرف بلا کوشش کے آئے اور بلا اشراف کے مل جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۰۴)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ جو مال بلا اشراف کے مل جائے اور وہ مشتبہ مال نہ ہو تو اسے قبول کر لے، یہ خدا کی جانب سے مدد و نصرت ہے۔ عائذ بن عمر کی حدیث میں ہے کہ غنی ہو تو کسی ضرورت مند کو دے دے بلا وجہ واپس نہ کرے۔

سائل کو قرض لینے کا حکم

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کچھ سوال کیا۔ آپ

ﷺ نے فرمایا میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم قرض لے کر کام چلا لو میرے پاس جب کچھ آئے گا تو میں تم کو دے دوں گا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سائل کو آپ ﷺ نے فرمایا: میری جانب سے قرض لے لو بعد میں مال آئے تو میں قرض ادا کر دوں گا۔ یہ آپ ﷺ کی سخاوت کی بات تھی۔

اگر سائل پریشان حال ہو تو ایسا کرنا ثواب عظیم کا باعث ہے۔ تاکہ اس کی ضرورت وقت پر پوری ہو جائے۔

یہ آپ کی انتہائی سخاوت کی بات تھی کہ نہ ہونے پر بھی محروم نہ فرمایا بلکہ اپنے نام سے قرض لینے کا حکم دیا۔ یہ ہے اسلامی اخلاق۔ آپ کے نام لیواؤں کو کہاں نصیب؟ آج عبادت کا تو کچھ مزاج ہے مگر اس قسم کی بھلائی اور خیر خواہی کا نہیں۔

اللہ کا واسطہ دے کر مانگے تو

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے واسطے سے پناہ مانگے اسے پناہ دے دو۔ جو تم سے اللہ کے واسطے سے سوال کرے اسے دے دیا کرو۔ جو اللہ کے واسطے سے مدد چاہے اس کی مدد کرو۔ جو تم پر احسانات کرے اس کا بدلہ دو۔ اگر کچھ نہ دے سکو تو اس کے لئے دعا ہی کرو۔ یہاں تک کہ تم کو احساس ہو جائے کہ تم نے اس کا گویا بدلہ چکا دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۳۵، نسائی صفحہ ۳۵۸)

فائدہ: اللہ کا واسطہ اور وسیلہ دے کر کوئی کچھ مانگے تو اللہ کے نام کا اکرام اور اس کی جلالت و تعظیم کا لحاظ کرتے ہوئے واپس نہ کرے اسے کچھ دے دے کہ نہ دینے سے خدا کے نام کی توہین ہے۔ تاہم اللہ کا واسطہ دے کر مانگنا ممنوع ہے۔ کہ اس میں خدا کے نام کی نہ دینے سے بے ادبی ہوتی ہے۔

خدا کا واسطہ دے کر کیا مانگے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ (دنیا کی چیز) نہ مانگے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۳۵)

کہ یہ خدا کے نام کی ایک قسم کی بے حرمتی ہے کہ حقیر دنیا اس کے واسطے سے مانگے ہاں مانگنا ہو تو جنت مانگے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے کون بدتر ہے نہ بتا دوں؟ ہم نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرے اور اسے نہ دیا

جائے۔ (نسائی صفحہ ۲۵۸)

چنانچہ حضرت رافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ ملعون ہے وہ جو اللہ کے وسیلے سے سوال کرے۔ اور ملعون ہے وہ جس سے اللہ کے واسطے سے سوال کیا جائے اور وہ نہ دے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

فَائِدَہ: نہ دینے کی صورت میں برائی اس وجہ سے ہے کہ اللہ کے واسطے کا اس نے خیال نہ کیا اور ایک گونہ اللہ کے نام کی بے ادبی ہوئی۔

اکرام مسلم

اپنے رب کا اکرام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی کا اکرام کرتا ہے تو گویا اس نے اپنے رب کا اکرام کیا۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۶، کشف الاستار جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان امیر کا اکرام کیا تو اس نے اللہ کا اکرام کیا۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کا اکرام کیا تو اللہ پاک اس کا اکرام کرے گا۔ (الجامع الصغیر صفحہ ۵۱۸)

مؤمن کا احترام کعبہ سے زائد

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ کو دیکھ کر فرمایا: اے کعبہ! تو کس قدر قابل تعظیم ہے اور کس قدر تیرا احترام ہے (مگر) مؤمن اللہ پاک کے نزدیک تجھ سے زائد قابل احترام ہے۔ (ترمذی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۲۴۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم النحر کے جمرات کے درمیان تقریر مبارک کو نقل کیا ہے، یہ ہے کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ شہر اور یہ مہینہ اور یہ دن ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۱۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کی عزت سے کھیلنا، کسی کو ذلیل کرنا، لعن طعن کرنا اس کی برائیوں کو چھپانے کے بجائے بے عزت کرنے کے لئے اچھالنا یہ سب حرام ہے۔ جس سے آج ہمارا ماحول دوچار ہے۔ کہ اپنے کو عزت والا ظاہر کرنا اور دوسرے کو ذلیل وخوار دیکھنا کمال عقل سمجھا جاتا ہے۔ خدا کی پناہ۔

بڑوں کی تعظیم واکرام

بڑوں کی تعظیم واکرام کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کے حق کو نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔
(مکارم خرائطی صفحہ ۳۵۱، بیہقی فی الشعب صفحہ ۴۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور چھوٹے کے حق کو نہ پہچانے اور اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے نہ روکے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
(بیہقی فی الشعب صفحہ ۴۵۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر شفقت ومہربانی نہ کرے اور بڑے کا احترام وتعظیم نہ کرے۔ (بیہقی صفحہ ۴۵۸، مکارم خرائطی صفحہ ۲۵۳)

حضرت ابواسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، کہ پینے کی کوئی چیز پیالے میں آئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ابوعبیدہ کو پیش کردی۔ ابوعبیدہ نے کہا آپ زیادہ، اے اللہ کے نبی! اس کے مستحق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لو اے ابوعبیدہ! انہوں نے لے لیا۔ پھر پینے سے قبل کہا اے اللہ کے نبی آپ لے لیجئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیو کہ برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔ جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے۔ اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔ وہ ہم میں سے نہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۵)

بوڑھے مسلمان کی تعظیم واحترام کا حکم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے اجلال وتعظیم میں سے یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام واحترام کیا جائے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۴۵۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوڑھے مسلمان کی تعظیم واحترام خدائے پاک کی تعظیم ہے۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کسی بوڑھے مسلمان کا اکرام واحترام خدا کی تعظیم واحترام ہے۔

فَائِدَہ: شریعت میں بوڑھوں کی تعظیم و اکرام کا حکم ہے کہ ایمان و اسلام، عبادت و طاعت پر اس کی زندگی گزری ہے۔ عموماً بڑھاپے میں ذہانت و فطانت سمجھ بوجھ میں فرق پیدا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ درست نہیں نادانی کی بات ہے۔

افسوس آج ہمارے جوانوں کے ماحول میں بوڑھوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، ان کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے۔ حیرت ہے کہ بعض لوگ تو بوڑھوں کی ہیئت و رفتار پر بھی ہنستے ہیں۔ کاش وہ سوچ لیتے کہ ہم پر بھی اس سے برا دور اور حال آ سکتا ہے کہ ہم نہ چل سکیں اور نہ اپنی ضرورت خود سے پوری کر سکیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم ان کا اکرام کریں ان کی خدمت کریں ان سے دعائیں لیں۔

بڑھاپے میں کس کی تعظیم و اکرام؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جوان بوڑھے مرد کا اکرام کرتا ہے۔ خدائے پاک اس کے بوڑھے ہونے پر تعظیم کا انتظام فرما دیتا ہے۔

(مکارم طبرانی صفحہ ۳۶۸، بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۴۶۱)

فَائِدَہ: عموماً نوجوان لوگ بوڑھوں اور ضعیف لوگوں کی توقیر نہیں کرتے بلکہ حد تو یہ ہے کہ بیٹا بھی جس کی والد نے جان مال لگا کر پرورش کی ہے اپنے بوڑھے باپ کا مذاق اڑاتا ہے، اسے مکروہ اور بے ادب الفاظ سے پکارتا ہے۔ اگر باپ کچھ کہے اور مشورہ دے تو اسے بے وقوف بنا کر خفگی کا اظہار کرتا ہے۔ اولاد کے لئے خصوصاً اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ یہ برتاؤ نہایت ہی مذموم اور اخلاق سے گری حرکت ہے۔ حدیث پاک میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ایسوں کا اکرام گویا کہ خدا کا اکرام و تعظیم ہے خدا ایسوں سے خوش ہوتا ہے۔ ان کی تعظیم و احترام کی ترغیب دیتے ہوئے کہا گیا کہ جو آج بوڑھے کی تعظیم و احترام کرے گا، اس سے صادر ہونے والی باتوں کو درگزر کرے گا، اس کی خدمت کرے گا تو آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی اس کا بدلہ ملے گا کہ جب یہ بوڑھا ہوگا اور اس حالت کو پہنچے گا تو اللہ اس کا احترام لوگوں کے دل میں ڈال دے گا۔ ورنہ تو زمانہ کی حالت کی وجہ سے یہ شخص اس سے زیادہ بے احترامی و بے اکرامی کا شکار ہوگا۔

ہمارے مسلم معاشرے میں اس کی قسم کی بداخلاقی مغربی تہذیب سے اور آزادی شریعت سے پہنچی ہے۔ گھر کے بوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ خود آل اولاد ان کی حیات اور زندگی کو اپنے لئے باعث کلفت اور مصیبت سمجھتے ہیں، ان کے جلد مرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی خدمت اور احترام سے دین دنیا کا کتنا فائدہ ہوتا ہے، ان کی دعاء اور بد دعاء کا مستجاب مقام ہوتا ہے۔ اور ان کی خدمت و احترام کی وجہ سے دنیا میں یہ شخص بھی قابل خدمت و احترام ہوگا اور اس کے ساتھ بھی اکرام کا معاملہ کیا جائے گا۔

بڑوں کے ساتھ برکت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔ (بیہقی فی الشعب، مکارم الخرائطی جلد ا صفحہ ۳۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ خیر اور بھلائی تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔
(مسند بزار، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ان سے امور میں مشورہ کرو، ان کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤ، ان کی باتوں پر عمل کرو، ان کو اپنے درمیان خیر و برکت کا باعث سمجھو۔ ان کو پس پشت نہ ڈالو۔ ان کے رہنے کو باعث کلفت نہ سمجھو۔

بڑوں کو معاملات میں آگے کرنے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قبیلہ جہینہ کی جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو ان میں سے ایک کم عمر شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: رک جاؤ تمہارے بڑے کہاں ہیں۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۴۶۱)

حضرت رافع اور سہل بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود خیبر گئے تھے۔ کھجور کے باغوں کے پاس دونوں (کسی ضرورت سے) جدا ہو گئے۔ تو عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کر دیا۔ (تو اس واقعہ کو بتانے اور شرعی حد نافذ کرنے کے سلسلے میں) حضرت عبدالرحمٰن بن سہل اور حویصہ اور محیصہ جو ابن مسعود کے لڑکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ تو اس معاملہ کی گفتگو حضرت عبدالرحمٰن نے شروع کی اور یہ جماعت میں سب سے چھوٹے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو آگے کرو۔ یعنی اپنے بڑے کو بولنے دو۔
(بخاری صفحہ ۹۰۷، مشکوٰۃ صفحہ ۳۰۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جماعت میں کوئی صاحب بڑے ہوں تو ان کو گفتگو اور دیگر معاملات میں آگے بڑھانا چاہئے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکرام الکبیر باب قائم کر کے اس کی تاکید کی کہ بڑے کو آگے رکھو۔ افسوس کہ آج مغربی تہذیب کی وجہ سے بڑے بوڑھوں کا اکرام نہیں کیا جاتا۔ جوان اپنے کو ہر چیز کا مستحق سمجھنے لگے ہیں۔

بڑوں کی بے تعظیمی قیامت کی علامت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ یہ چیز نہ آجائے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹے بڑے پر جرأت و بے باکی نہ کرنے لگ جائیں۔ (یعنی بڑھ چڑھ کر غیر مؤدبانہ باتیں اور حرکتیں کرنے لگ جائیں اور احترام و اکرام کو بالائے طاق رکھ

دیں)۔ (مکارم الخرائطی جلدا صفحہ ۳۵۷)

حضرت حکیم کہتے ہیں کہ میرے والد عاصم نے مرتے وقت اولاد کو وصیت کی کہ خدا سے ڈرتے رہو اور اپنے بڑوں کو اپنا سردار بناؤ جب قوم اپنے بڑوں کو سردار بناتی ہے تو وہ اپنے آباء کی تابعدار اور نیک جانشین سمجھی جاتی ہے اور جب کسی چھوٹے کو اپنا سردار بناتی ہے تو وہ گویا اپنے بڑوں کو اپنے ہم جنسوں میں ذلیل وحقیر کرتی ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۶۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بڑوں کو بڑا رکھنا اور ان کو قائد بنانا اور ان کے ماتحت رہنا خیر و برکت کا باعث ہے۔

قوم کے بڑے سردار رئیس کے اکرام کا حکم

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام پر بیعت کے لئے حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا۔ اے جریر کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام لانے کے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اپنی چادر پھینک دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: جب تمہارے پاس قوم کا بڑا معزز آدمی آئے تو تم اس کا احترام کرو۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۴۶۲)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خدا پر اور آخرت پر ایمان لایا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر فرمایا جب تمہارے پاس قوم کا بڑا شخص آئے (خواہ کافر فاسق ہی کیوں نہ ہو) تو تم اس کا اکرام کرو۔ (بیہقی جلد ۷ صفحہ ۴۶۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس قوم کا کوئی بڑا، معزز شخص آئے تو تم اس کا احترام کرو۔ اس وقت تک یہ ایمان نہیں لائے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس قوم کا کوئی بڑا شخص آئے تو اس کا اکرام کرو۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۶)

کافر فاسق ہو تب بھی اکرام کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عیینہ بن حصن آیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قالین منگوائی اور اس پر ان کو بیٹھنے کو کہا۔ پھر فرمایا: جب تمہارے پاس قوم کا معزز شخص آئے تو اس کا اکرام کرو۔ (مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اسلام کے بلند پایہ اخلاق میں سے یہ ہے کہ ہر شخص سے اکرام کے

ساتھ پیش آئے۔

وہ حضرات جو بستی، محلے، علاقے یا ملک کے بڑے لوگوں میں سے ہوں یا کوئی رئیس ہو معزز ہو، سردار یا ذمہ دار ہو۔ اس کا احترام کیا جائے خواہ وہ کافر، فاسق ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ جب وہ ہمارے پاس آئیں خواہ کسی اپنی ہی ضرورت سے آئیں تو اکرام کے مستحق ہوں گے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اکرام کیا۔ ان سے نفرت، بے توجہی لاپرواہی نہ برتی جائے۔ عرف اور ماحول میں جو امور باعث اکرام ہیں اختیار کئے جائیں مثلاً کرسی پر یا اچھی جگہ بٹھائے چائے پان وغیرہ پیش کرے، اکرام کے ساتھ گفتگو کرے ہاں مگر دل میں اس کی تعظیم نہ کرے اس کی دنیاوی وجاہت سے متاثر نہ ہو دل میں یا لوگوں سے اس کی وقعت کا تذکرہ نہ کرے اور وہ جو فاسق و کافر کی اہانت کا حکم ہے اس کا مطلب ہے کہ ان کے یہاں جا کر ان کا اکرام واحترام نہ کریں۔ یا دل میں ان کا احترام و وقعت نہ رکھیں۔ اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا۔ اصل میں جو ہماری مجلس میں آئے ہمارے پاس آئے اس کے لئے ہمارا اخلاق اکرام کا ہونا چاہئے تا کہ اسلام اور اہل اسلام ان کی نگاہ میں قابل اکرام ہوں یہ اسلامی اخلاقی فریضہ ہے اور اس کا اظہار ہے۔

خصوصی اکرام کے لائق

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے اکرام میں سے یہ ہے کہ بوڑھے مرد کا، منصف حاکم کا، حاملین قرآن کا (علماء حفاظ) کا اکرام کیا جائے، نہ اس میں اس حد سے زیادتی کی جائے نہ اس میں کوئی کوتاہی برتی جائے۔ (مکارم الخرائطی جلد ۱ صفحہ ۳۵۸)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ عام مؤمنین کے اکرام کا جو حکم ہے اس سے زائد ان حضرات کا اکرام کیا جائے گا جو حفاظ، صلحاء، دین کے وارثین علماء ربانیین، علم وفضل کے حاملین، اولیاء کاملین ہیں۔ ماقبل کی روایتوں میں عام مسلمین کے اکرام کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو خواص امت کا اکرام ان سے زائد ہوگا۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی۔ جب وہ جانے لگے تو میں نے ان کی سواری ان کے قریب کر دی تا کہ آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ اتنے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور انہوں نے اس کی رکاب پکڑ لی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابن عم رسول اللہ ﷺ آپ تو اس کو چھوڑ دیجئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہم کو علماء اور کبراء کے ساتھ اس طرح تعظیم وتکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قرآن سیکھنے جایا کرتے تھے جب ان کے مکان پر پہنچتے تو دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے بلکہ دروازے ہی پر کھڑا رہتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابی

خود ہی باہر تشریف لاتے حضرت ابی کو حضرت ابن عباس کا اس طرح سے انتظار کرنا شاق گزرتا ایک دن (حضرت ابی نے) کہا تم دروازہ کیوں نہیں کھٹکھٹا دیتے۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا عالم اپنی قوم میں محترم و معظم ہوتا ہے۔ (روح المعانی جلد ۲۶ صفحہ ۱۳۱)

جو بڑوں کا اکرام نہ کرے ہم میں سے نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بڑوں کی تعظیم نہ کرے، چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۳)

فائدہ: ظاہر ہے کہ جو آج بڑے کی تعظیم نہ کرے گا اس کا بھی اکرام نہ کیا جائے گا۔ جو بڑوں کا اکرام اور ان کی تعظیم نہ کرے گا تو بڑے بھی اس کو اکرام اور شفقت کی نگاہوں سے نہ دیکھیں گے۔ اس طرح ایک کا ربط دوسرے سے ٹوٹ جائے گا۔

خیال رہے کہ بڑے سے مراد وہ ہے جو عمر میں بڑا ہو۔ اسی طرح اہل علم و فضل بھی بڑے میں داخل ہیں۔ اور وہ لوگ بھی بڑے میں داخل ہیں جو قوم اور ماحول میں بڑے صاحب شرف و عز ہیں، قائد و رہنما ذمہ دار ہیں۔ ایسے حضرات گو عمر میں چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں تعظیم اور اکرام کے لائق ہیں۔

صاحب ضرورت جس سے غرض ہو اس کے پاس جائے

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے پاس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اجازت طلب کی۔ اجازت دی گئی۔ میری باندی میرے سر میں کنگھی کر رہی تھی میں نے اپنا سر کھینچ لیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسے کنگھی کرنے دو۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے بلا بھیجتے تو میں حاضر ہو جاتا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کام مجھے تھا مجھے آنا چاہئے تھا۔ (ادب مفرد صفحہ ۹۷۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسانی اکرام میں سے یہ ہے کہ جس سے غرض اور تعلق ہو اس کے پاس جائے۔ اسے اپنے پاس نہ بلائے۔ اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ اپنے کام کے لئے جس سے کام متعلق ہو اسے بلا کر تکلیف نہ دیں۔ بلکہ حسب موقع خود ان کے پاس آجائے۔ خواہ وہ اس کا ہم عصر ہو یا چھوٹا، چنانچہ امیر المؤمنین کو دیکھئے وہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ ادب سنت اور اکرام مسلم اسی میں ہے۔

اپنی غرض سے کسی کو بلانا یہ کبر اور بڑائی کی علامت ہے۔ چنانچہ اہل عہدہ و متکبرین حضرات کو دیکھیں گے کہ وہ اپنی ضرورت سے بھی کسی کے پاس جانے کو وقار کے خلاف سمجھتے ہیں یہ نادانی اور جہالت ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندوں کی عادات اور اخلاق متواضعانہ ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی عادات و اخلاق کو اختیار کرنا چاہئے کہ یہ اہل جنت کے اوصاف ہیں۔

اہل علم وفضل کی تعظیم وتکریم

مجالس علماء کے اختیار کرنے کا حکم

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لقمان (حکیم) نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم پر علماء کی مجلس لازم ہے اور حکماء کے کلام کو سنا کرو۔ اللہ پاک نور حکمت سے مردہ دلوں کو اس طرح زندہ کرتا ہے جس طرح مردہ زمین موسلا دھار پانی سے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۱۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرو تو چرلیا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جنت کے باغیچے کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل علم کی مجلس۔ (ترغیب، مجمع جلد ا صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہل علم کی مجلس میں قرآن حدیث، جنت وجہنم، ثواب وآخرت کی بات ہوتی ہے۔ خدا رسول کی معرفت کا ذکر ہوتا ہے۔ اور یہ چیز حیات ابدی، جنت کا باعث ہیں اس لئے ان کی مجلس میں میں بیٹھنے اور جانے کا حکم ہے۔

خدا کا خصوصی اکرام

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدائے پاک قیامت کے دن تمام لوگوں کو اٹھائے گا پھر ان میں سے علماء کو چھانٹ لیں گے۔ اور فرمائیں گے اے علماء کی جماعت! میں نے اپنا علم تم میں اس لئے نہیں ڈالا تھا کہ تم کو عذاب دوں جاؤ میں نے تم کو بخش دیا۔ (طبرانی، مجمع جلد ا صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: علماء عاملین اور علماء ربانیین کے ساتھ خدائے پاک کا یہ خصوصی برتاؤ ہے ایسے حضرات قابل رشک ہیں۔ خدائے پاک ہم جیسوں کو بھی اس زمرہ میں داخل فرمائے۔ اور یہی امید بھی ہے۔ (امین)۔

جس نے عالم کا حق نہیں پہچانا وہ ہم میں سے نہیں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔

(ترغیب صفحہ ۱۱۴، مکارم طبرانی صفحہ ۳۶۷، مجمع جلد ا صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: علماء کا حق یہ ہے کہ دین وآخرت کے سلسلے میں ان کی جانب رجوع کیا جائے۔ اگر وہ دین وعلم کی

خدمت اور اس کی اشاعت کریں تو دینی معاملہ میں ان کی مدد ونصرت کی جائے تاکہ وہ دین کی خدمت کر کے اسے باقی رکھ سکیں اور آنے والی نسلوں میں اس کا سلسلہ جاری رہ سکے۔ دین کی خدمت اور اس کی ہمہ تن مشغولی سے اگر وہ دنیا نہ کما سکیں تو ان کی دنیاوی ضرورتوں کا خیال رکھیں۔ ان کی توقیر وتعظیم کی جائے دینی امور میں ان کی اطاعت کی جائے۔ معمولی معمولی باتوں پر ان سے بدگمانی اختیار نہ کی جائے ان پر طعن و ملامت نہ کی جائے۔ ایسا کرنے کی صورت میں عوام کا دین جاتا رہے گا۔ آخر وہ دین کس سے حاصل کریں گے۔ اس لئے حتی المقدور ان سے حسن ظن اور بہتر تعلق رکھا جائے۔ اور قابل اعتراض معاملہ پر دل میں کچھ پیدا ہو تو توجیہ کرتے ہوئے ان کا معاملہ خدا کے حوالہ کر دیا جائے۔

اہل علم وفضل کی توہین منافق ہی کرسکتا ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی بے ادبی منافق ہی کرسکتا ہے۔

1. مسلمان پیر مرد کی۔
2. اہل علم کی۔
3. منصف عادل حاکم کی۔ (مجمع صفحہ ۱۳۲، طبرانی، ترغیب صفحہ ۱۱۵)

فائدہ: معلوم ہوا کہ عالم کی توہین اور اس کی بے ادبی منافق کی علامت ہے۔ کس قدر خوف کی بات ہے جو لوگ بے دریغ عالم کی توہین اور بے ادبی کے درپے رہتے ہیں۔ وہ اس حدیث پر غور کرلیں۔ آج علماء دین کو کس بے باکی سے برا بھلا کہہ دیتے ہیں۔ بڑے مؤاخذہ اور گرفت کی بات ہے۔

اہل علم کے لئے مجلس کشادہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں مجلس کی کشادگی کی جائے گی مگر تین حضرات کے لئے،

1. اہل علم کے لئے ان کے علم کی وجہ سے۔
2. بوڑھوں کے لئے ان کی پیری کی وجہ سے۔
3. حاکم سلطان کے لئے ان کے حاکم سلطان ہونے کی وجہ سے۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۶۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے اکرام میں اہل مجلس کو چاہئے کہ ان کو مجلس میں اچھی جگہ دیں ان کے مرتبہ کی رعایت کریں۔ یہ ان کا حق ہے خاص کر کے بزرگوں اور علماؤں کے لئے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سب

کا حق برابر ہے، نادانی کی بات ہے۔ بڑوں کے اکرام میں مجلس کشادہ کر کے جگہ بنانا اور ان کو معزز مقام پر بٹھانا یہ حق ہے اور سنت سے ثابت ہے۔

کس کے ساتھ برکت؟

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۱۳، مجمع الزوائد)

اکابر اور بڑے مراد علماء ربانیین ہے۔ علامہ منذری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اسے اکرام علماء، کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

فَائِدَہ: اہل علم کی خدمت اور صحبت سے علم اور دین آتا ہے۔ بڑوں کے ساتھ رہنے سے بڑے اوصاف حاصل ہوتے ہیں۔ افسوس کہ آج کل اہل علم اور اپنے بڑوں کی صحبت اور معیت سے دور بھاگتے ہیں کہ اصلاح اور علم کی باتیں مزاج کے خلاف نہ پڑ جائیں۔

دراصل وہ چاہتے ہیں کہ خواہشات کی تکمیل میں یہ بڑے ہماری موافقت کریں ظاہر ہے کہ علماء ربانیین اسے کہاں گوارا کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان سے ربط نہیں رکھتے ان کی صحبت میں نہیں جاتے۔ جس کا بدترین نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ دین سے دینی ذہن سے بڑائی کے اوصاف سے محروم رہتے ہیں جس کا احساس ان کو گو نہ ہو مگر ماحول تو محسوس کر رہا ہے۔ اللہ پاک ہی رحم کا معاملہ فرمائے۔ (امین)۔

اس زمانہ سے پناہ جس میں عالم کی نہ مانی جائے

حضرت سہل بن الساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ یہ دعاء فرماتے تھے:

"اللهم لا يدركني زمان لا يتبع فيه العليم ولا يستحيا فيه من الحليم قلوبهم قلوب الا عاجم والسنتهم السنة العرب"

تَرجَمَہ: "اے اللہ! وہ زمانہ نہ ملے جس میں اہل علم کی اتباع نہ کی جائے اور کسی بردبار سے حیاء نہ کی جائے۔ لوگوں کے دل تو عجم کی طرح ہوں اور زبان عرب کی طرح ہو۔" (ترغیب جلد ا صفحہ ۴۱۴)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ ایسا زمانہ مجھ پر نہ آئے کہ جس میں علماء کی اتباع نہ کی جائے۔ اور دل میں محبت نہ ہو بلکہ زبان چرب زبانی سے پر ہو شاید کہ یہ زمانہ ایسا ہی ہے۔ کہ اب اہل علم کی نہیں مانی جاتی اپنی اور اپنے مزاج و نفس کی مانی جاتی ہے۔ خدا کی پناہ۔ کہ ایسے زمانے میں ہونے سے یا ایسے زمانہ کو پانے سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

مؤمن کی عزت اور اس کو باقی رکھنا

کون جہنم سے محفوظ؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مؤمن بھائی کی دنیا میں حفاظت کی اور اسے باقی رکھا تو قیامت کے دن خدائے پاک ایک فرشتہ بھیجیں گے جو اسے جہنم سے بچائے رکھے گا۔ (مکارم اخلاق خرائطی جلد۲ صفحہ ۸۴۱)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو بے عزتی سے بچایا (عزت کو بچایا رسوا نہ کیا) خدائے پاک اس کے چہرے کو قیامت کے دن جہنم سے بچائے گا۔
(ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۴، مکارم للطبرانی صفحہ ۳۶۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے بہتر دروازے ہیں سب سے ادنیٰ دروازہ ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور سب سے بڑا سود یہ ہے کہ اپنے بھائی کی عزت کے پیچھے پڑ جائے۔ (مطالب عالیہ جلد۳ صفحہ ۲، مجمع جلد۸ صفحہ ۹۲)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بھائی کی غائبانہ (پیٹھ پیچھے) توہین وتذلیل سے بچا رہے اس پر اللہ کا حق یہ ہے کہ اسے آگ سے بچا دے۔ یعنی جہنم سے محفوظ رکھے۔
(ترغیب، مجمع الزوائد صفحہ ۹۵)

کعبہ سے زائد مؤمن کی عظمت واحترام

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کرتے ہوئے دیکھا کہ یہ فرما رہے تھے کیا ہی خوشگوار ہو تم اور کیسی روحانیت ہے تم میں، کیا ہی باعظمت اور باحترام ہو تم، قسم خدا کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، مؤمن کی جان مال کا احترام اللہ کے نزدیک تجھ سے زائد ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۸۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعبہ کی جانب دیکھا اور کہا: تم کس قدر باعظمت ہو اور کس قدر عظیم تمہارا احترام ہے۔ مگر (اے کعبہ) مؤمن تم سے زیادہ قابل احترام ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۲۴۰)

خدا کی مدد و نصرت کا کون مستحق؟

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو کسی مؤمن کو ذلیل کرے گا اس کی عزت کو نقصان پہنچائے گا اللہ پاک اس مقام میں اسے رسوا اور ذلیل کرے گا جہاں اسے مدد نصرت کی ضرورت ہوگی۔ اور جو کسی مؤمن کی عزت کرے گا جہاں اس کی تذلیل ہو رہی ہو اور اس کی عزت کو پامال کیا جا رہا ہو تو خدائے پاک اس کی اس جگہ مدد و نصرت کرے گا جہاں یہ مدد نصرت چاہے گا۔

(مکارم طبرانی صفحہ ۳۶۳)

حضرت معاذ ابن جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مؤمن کی، منافق کی غائبانہ تذلیل و توہین سے حفاظت کی تو اللہ پاک ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے جسم کو جہنم سے بچائے رکھے گا۔

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مؤمن کی عزت کی حفاظت کی جائے۔ اس کو کسی وجہ سے رسوا و ذلیل نہ کیا جائے۔ ایسا طریقہ ہرگز نہ اختیار کیا جائے کہ جس سے اس کی عزت پر دھبہ لگے۔ اور لوگوں کے سامنے اس کی اہانت و رسوائی ہو۔ افسوس در افسوس کہ آج زمانہ الٹ گیا۔ ذرا سی مخالفت میں ایک دوسرے کی عزت سے کھیلا جاتا ہے، عیوب کو شہرت دی جاتی ہے، خواہ مخواہ عیب بنا کر اور اسے اپنے گمان سے نکال کر رسوا کرنے کے لئے اس کا اشتہار کیا جاتا ہے اسے پھیلایا جاتا ہے۔ کس قدر ہلاکت اور غضب خداوندی کی بات ہے آج یہ جس کی عزت سے کھیل رہا ہے تو کل اس کی عزت سے بھی کھیلا جا سکتا ہے اور تجربہ سے کھیلا جائے گا۔ جس مؤمن کی عزت کعبہ سے بڑھ کر ہے آج ہمارا ماحول اس کی کرامت کو کس قدر پامال کر رہا ہے۔ اگر کوئی غلطی اور جرم سرزد ہو جائے تب بھی اس کو مناسب سزا دی جا سکتی ہے اس کی عزت کو پامال نہیں کیا جا سکتا اور اس کی عزت سے کھیلا نہیں جا سکتا۔ "اللھم احفظنا"

لوگوں کے مرتبہ کی رعایت

حسب مراتب لوگوں کے ساتھ معاملہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ان کے مرتبہ پر اتارو۔

(جامع صغیر صفحہ ۱۶۳، بیہقی فی الادب، بزار، مسلم)

میمون بن ابی شعب کہتے ہیں کہ ایک سائل آیا تو حضرت عائشہ نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا عنایت فرمادیا۔ پھر ایک شخص گزرا۔ جو مناسب کپڑے اور اچھی ہیئت و حالت میں تھا تو اسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بٹھایا اور کھلایا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے کہا: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو ان کے مرتبہ پر اتارو۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۵، کنز العمال جدید جلد ۳ صفحہ ۷۰۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر اور شر میں لوگوں کو ان کے مرتبہ پر اتارا جائے گا۔ (مختصر الخرائطی فی المکارم صفحہ ۵۸، کنز العمال جدید جلد ۳ صفحہ ۱۰۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو اس کے مرتبہ پر اتاریں۔ (الحاکم فی معرفۃ علوم الحدیث، مقدمہ ابن صلاح صفحہ ۳۱۱)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے مرتبہ جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ ہر معاملہ اور برتاؤ میں سب کو یکساں نہیں رکھا جائے گا، گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی، اہل علم وفضل اس دنیا کے معزز ترین حضرات اور سردار پیشوا ہیں ان کے ساتھ عام معمولی آدمیوں کی طرح برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔

ہر ایک کو ایک لکڑی سے ہانکنا جہالت اور نادانی کی بات ہے۔ نہ خدا نے کائنات کی تمام چیزوں کو یکساں پیدا کیا ہے نہ ہر ایک کے ساتھ یکساں معاملہ کیا۔ چنانچہ رزق کے معاملہ میں خداوند قدوس نے فرمایا: "وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ" لہٰذا سب کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا مکارم اخلاق کے خلاف ہی نہیں بلکہ فطرت اور عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔

پس جو برتاؤ اور معاملہ اساتذہ، اہل علم اصحاب معرفت اقرباء میں معزز ومکرم یا ماحول میں مؤقر کے ساتھ کیا جائے گا وہی برتاؤ ان کے علاوہ عام لوگوں کے ساتھ نہیں کیا جائے گا۔ جو اپنے بڑوں اور اکابرین کے ساتھ وہی برتاؤ کرے جو عام لوگوں کے ساتھ کرتا ہے تو وہ بے ادب جاہل ہے۔

خاطر ومدارات

لوگوں کی مدارات صدقہ ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: خاطر و مدارات صدقہ ہے۔

(مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۶۵)

فَائِدَہ: یہ خیر کا کام ہے جو باعث ثواب ہے۔

خاطر ومدارات عقل کی بنیاد ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: خاطر ومدارات عقل کی بنیاد ہے۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۴۴، مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ یہ نفع اور خیر کا باعث ہے جو اہل عقل کے لئے باعث رغبت وعمل ہے۔

آنے والے کی مدارات مسنون ہے خواہ کیسا ہی ہو

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں (قریش کا) ایک شخص آیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کہ یہ قبیلہ کا بدترین شخص ہے۔ لیکن جب وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور خوش مزاجی سے پیش آئے۔ پھر وہ چلا گیا۔ (مختصراً مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۷، بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۰۵)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر آنے والے اور ملنے والے شخص سے اچھا برتاؤ کیا جائے گا اور اس کی خاطر مدارات کی جائے گی خواہ وہ کافر فاسق ظالم شخص ہی کیوں نہ ہو۔

اس سے بداخلاقی سے پیش آنا بری بات ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایسے شخص سے جوڑ اور ربط ومحبت کا معاملہ نہیں رکھا جائے گا مگر آنے پر اس کی مدارات اس کا حق ہے۔

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے "المداراة مع الناس" کا باب قائم کر کے اس کی تاکید کی ہے کہ ملتے وقت لوگوں سے حسن برتاؤ، اخلاق انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ میں سے ہے۔

خاطر مدارات نصف عقل ہے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: خرچ میں اعتدال نصف معیشت

ہے،لوگوں کے ساتھ خاطر مدارات آدھی عقل ہے۔سوال کی اچھائی نصف علم ہے۔(مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۶۵)

فَائِدَہ: کیسی بہترین حکمت کی باتیں ہیں۔خرچ میں اعتدال مستقبل کی زندگی کو خوشگوار بناتی ہے آدمی پریشان نہیں ہوتا۔لوگوں سے مدارات ان سے حسن تعلقات اور حصول منافع کا ذریعہ ہے۔

مہمان نوازی

ضیافت کے متعلق فرمان الٰہی

قرآن پاک میں ہے:

"هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ"

ترجمہ: "کیا آپ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر آئی ہے۔"

ضیافت کا اہتمام، مہمانوں کا اکرام، عرب کے ماحول میں فخر و مروت کی بات سمجھی جاتی تھی۔ تاریخ میں عربوں کی مہمان نوازی مشہور ہے۔ قوم اور ماحول کا معزز اور شریف ترین شخص وہ سمجھا جاتا تھا جو سب سے زیادہ مہمان نواز ہوتا۔ وہ مہمان نوازی میں حد سے زیادہ گزر جانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اپنے اور اپنے اہل پر مہمان کو ہر طرح ترجیح دینا حق سمجھتے تھے۔ جاہلیت کے اشعار مہمان نوازی کے واقعات سے پر ہیں۔ اس میں وہ تمام دیگر دنیا کے علاقوں سے ممتاز تھے۔ یہ دولت ان کو اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ورثہ میں ملی تھی۔ قرآن نے بھی ان کی مہمان نوازی کے امتیازی اکرام کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ "نزل" مہمانوں کا پر اکرام و پر تکلف کھانا ہوتا ہے۔ اہل جنت کے لئے خبر دی ہے۔ اس سے ان کے اہتمام و تکلف کا پتہ چلتا ہے۔ اسلام نے مزید فضیلت بیان کر کے اس کی اہمیت اور وقعت میں اضافہ کر دیا تاکہ کمزور طبیعت والے ان فضائل سے ترغیب حاصل کریں۔

مہمان کے اکرام کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کا اکرام کرے۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۸۷۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کا اکرام کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ (ترغیب صفحہ ۳۷۱)

فائدہ: انسانی ماحول میں اور تمام مذاہب میں مہمانوں کے اکرام و احترام کا حکم ہے۔ ہماری شریعت (جو ایک جامع شریعت ہے) نے اس کی بہت تاکید کی ہے۔ بخل کی وجہ سے ان کے حق میں کوتاہی نہ کرے۔ بعض دنی اور بے مروت لوگ مہمان کی آمد سے گھبرا جاتے ہیں۔ باہمی معاشرہ کے انس اور خوشگوار تعلقات کی بقا کے لئے یہ

ایک بنیادی چیز ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے اس کی ترغیب دی ہے اور تاکید کی ہے اور ایمان کا ایک جز قرار دیا ہے۔

جو مہمان نواز نہیں اس میں بھلائی نہیں

عتبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو مہمان نواز نہیں۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۷۴، مکارم الخرائطی، مجمع الزوائد)

فائدہ: یعنی اگر مہمان آجائے تو اس سے خوش ہوئے۔ اس کے ساتھ محبت و الفت کا برتاؤ کرے خیریت و حالات پوچھے، کھانے اور قیام کی جانب متوجہ ہو، اگر ایسا نہیں بلکہ اسے چھوڑ دے تو اس میں خیر نہیں۔ خیال رہے کہ مہمان نوازی کا نہ ہونا، بخل، قطع رحمی، بدخلقی کا باعث ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ امور برے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے آنے پر گھبرانا اچھی بات نہیں۔ اسے خیر و برکت کا باعث سمجھ کر اس کی ضیافت کرے۔

مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور میزبان کے گناہ کو لے کر جاتا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے مہمان اپنا رزق لے کر داخل ہوتا ہے اور مغفرت دے کر جاتا ہے۔ (کنز العمال جدید جلد ۹ صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: مہمان اپنا رزق میزبان کے دستر خوان پر کھاتا ہے۔ اس لئے گھبرانا نہیں چاہئے۔ وہ میزبان کے حصہ میں کمی نہیں کرے گا۔ اس کے دستر خوان پر کھانے کی وجہ سے اسے ثواب ملے گا۔ اس کی خدمت اور اکرام کی وجہ سے اسے ثواب ملے گا اور اس کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور دلی دعا سے دنیا کشادہ ہوگی۔

مہمان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان کے لئے سنت یہ ہے کہ اس کے ساتھ دروازے تک جائے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۰)

فائدہ: خیال رہے کہ مہمان اور آنے والوں کے اکرام میں سے یہ ہے کہ جب وہ رخصت ہوں تو اس کے ساتھ کچھ دور چلے، چند قدم تو ضرور چلے۔ گھر سے ہی اکیلا چھوڑ دینا بے مروتی کی بات ہے۔ رخصت کرتے وقت چلنے میں مہمان کے مرتبے کی رعایت کرے۔ استاذ یا مکرم اور بزرگ ہستیوں میں سے ہے یا دنیا کے اعتبار سے اہم ہے تو حسب موقعہ اسٹیشن یا بس اسٹینڈ یا سڑک تک ساتھ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یمن کی جانب رخصت فرما رہے تھے تو کچھ دور ساتھ چلے تھے۔

مہمان کے ساتھ کھانے میں شرکت کرے

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنے مہمان کے ساتھ کھاؤ۔ تنہا کھانے میں وہ شرم محسوس کرتا ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۱۰۱، کنز العمال جدید صفحہ ۲۴۸)

فَائِدَہ: ادب اور سنت یہ ہے کہ مہمان کے ساتھ کھائے اگر کھانے میں پرہیز ہے تب بھی اپنے کھانے کے ساتھ شریک ہو بسا اوقات وہ کھانے میں شرم محسوس کرتا ہے۔ نیز یہ کہ اکرام اور مروت کے خلاف ہے کہ اس کے ساتھ سائل کا برتاؤ کیا جارہا ہے کہ اسے الگ دے دیا جاتا ہے ساتھ نہیں کھایا جاتا۔

مہمان کے اکرام پر جنت

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے نماز قائم کی زکوٰۃ ادا کی ماہ مبارک کا روزہ رکھا، مہمان کا اکرام کیا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۰)

فَائِدَہ: مہمان کی آمد پر خوشی و مسرت اور ان کا اکرام کھانے پینے بستر دیگر سہولتوں سے کرنا انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اور اسلاف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کی محمود سنت ہے۔

اکرام کا مفہوم یہ ہے کہ آل اولاد کے ساتھ کھانے پینے میں جو برتاؤ کیا جاتا ہے اس سے زائد اور بہتر طور پر کرے۔ روز دال روٹی کھاتا تھا تو مہمان کی وجہ سے گوشت بنالے، کچھ میٹھا نمکین بنالے، لطیف اور صاف بستر اس کے لئے بچھا دے اسی طرح جو چیزیں عرف اور ماحول میں وہاں کے اعتبار سے تعظیم و تکریم کا باعث ہو کرے۔ عرب میں مہمانوں کا بڑا حق سمجھا جاتا تھا مہمان کا اکرام عرب کے گھٹی گھٹی مین داخل تھا اور اس میں وہ تمام دنیا سے ممتاز ہیں۔ ہماری شریعت نے مزید اس کے اکرام واہتمام کو باقی رکھا۔ دنیا کے ان لوگوں کو جو مہمان کو مصیبت سمجھتے ہیں خسارہ مال کا باعث سمجھتے ہیں ان فضائل کے ذریعہ سے ان کو ترغیب دی ہے۔

اتنا نہ ٹھہرے کہ میزبان تنگ ہو جائے

حضرت ابو شریح کعبی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ اتنا ٹھہرے کہ جس سے میزبان تنگ ہو جائے۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۱۳)

فَائِدَہ: بعض فارغ لوگ کہیں مہمان داری میں جاتے ہیں تو رشتہ داری کا بہانہ بنا کر پڑے رہتے ہیں اور میزبان کی تنگی و تکلیف کا خیال نہیں کرتے۔ اسی سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے۔

ہاں اگر قریبی رشتہ دار ہو آپسی محبت و حسن تعلقات اس درجہ کا ہو کہ تنگی اور بار کا احتمال نہ ہو اور میزبان کی بھی خواہش و تمنا ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فضل اللہ الصمد جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

مہمان کا حق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس مہمان آئے۔ تین دن اس کا حق ہے (کہ اسے کھلائے اور رکھے) اس کے بعد اس کا تبرع اور احسان ہے۔

(مسند احمد، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۷۰)

ابوشریح کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور اس کا حق ایک دن ایک رات ہے اور ضیافت تین دن تین رات ہے۔ اس سے زائد صدقہ ہے۔ مہمان کے لئے درست نہیں کہ اس کے بعد ٹھہرے اور میزبان کو تنگی میں ڈالے۔

(بخاری صفحہ ۹۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مہمان نوازی تین دن ہے، اس سے زائد صدقہ (نفلی) ہے۔ مہمان کو چاہئے کہ اس کے بعد چلا جائے۔ اہل خانہ کو پریشانی میں نہ ڈالے۔

فائدہ: سلمان خطابی نے کہا کہ مہمان کی آمد پر ایک دن ذرا تکلف و خاص اہتمام کرے۔ اس کے ساتھ اور دنوں کے مقابلہ میں زائد بھلائی کا برتاؤ کرے۔ آخر کے دو دنوں میں اس سے کم کا اکرام کرے اور تین دن گزر جائے تو گویا اس نے حق پورا کر دیا۔ (آداب بیہقی صفحہ ۷۸)

بعض لوگ پڑے رہتے ہیں خیال نہیں کرتے سو یہ ممنوع ہے آج کے اس دور میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ہاں مگر ایسے محبتانہ تعلقات ہوں کہ گرانی نہ ہو یا میزبان خود اصرار کرے تو کوئی قباحت نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ اول دن نفیس اور قیمتی شئے پیش کرے، دوسرے دن ذرا تکلف کرے، (تھوڑا اہتمام کرے) تیسرے دن جو حاضر ہو پیش کر دے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۱۷۵)

مہمان تحفہ خدا ہے

ابوقرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ پاک کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے مہمان کے تحفے سے نوازتے ہیں۔ جو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور گھر والوں کے لئے مغفرت کا باعث بن جاتا ہے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۹۴۲)

فائدہ: مہمان کی آمد میزبان کے لئے تحفہ رحمت اور برکت ہے۔ وہ اپنا رزق خود لے کر آتا ہے اور میزبان کے لئے برکت اور مغفرت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

مہمان کے لئے بستر وغیرہ الگ رکھے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بستر آدمی کے لئے اپنا، ایک بیوی کا، ایک مہمان کا، اور چوتھا شیطان کا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۲۴۶، مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بلاضرورت بستر یا اور دیگر سامان نہ رکھے۔ ہاں مہمان کے لئے ایک بستر اور دیگر سامان الگ رکھے تاکہ وقت پر گھر میں پریشانی نہ ہو۔ یہ اسراف اور بلاضرورت میں داخل نہیں بلکہ مستحب ہے۔

رات کو آنے والے مہمان

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کو آنے والے مہمان کا حق ہر مسلمان پر ہے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۷۱)

فائدہ: اگر اتفاقاً کوئی رات کو محلے ٹولے یا مسجد میں آجائے۔ تو اس کی رعایت تمام محلے والوں پر واجب کفایہ ہے۔ اگر یہ شخص رات گزارنے آیا ہے کسی خاص مقصد یا کسی کے گھر نہیں آیا ہے تو عامۃ المسلمین پر اس کا حق ہے۔ لہٰذا ہر شخص اس کی ضیافت میں پیش قدمی کرے۔ اگر کسی رشتے یا مقصد کی وجہ سے آیا ہے تو جس کے پاس آیا ہے اس پر اس کی ضیافت واجب ہے۔ خیال رہے کہ شہروں میں جہاں عام طور پر باہر سے آنے والوں کے لئے مسافر خانے اور ہوٹل ہوتے ہیں۔ اور قیام و طعام میں ان کو کسی کا محتاج نہیں ہونا پڑتا۔ تو ان کی مہمانی واجب نہیں۔ تاوقتیکہ وہ کسی خاص مقصد سے یا خاص قرابت کی وجہ سے کسی کے پاس نہ آئیں۔ ورنہ ان سے ان کا حق ضیافت متعلق ہو جاتا ہے۔

کون برا ہے؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ برا ہے جس کے پاس مہمان نہ آئے۔ (کنز العمال جدید جلد ۹ صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: مہمان کا نہ آنا بخل یا بدخلقی اور لوگوں سے حسن تعلق نہ ہونے کی دلیل ہے۔ جو نہایت ہی مذموم اور دین دنیا کے لئے برے انجام کا باعث ہے۔ ظاہر ہے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے۔ لوگوں سے تعلقات بہتر ہوں گے۔ متواضعانہ خادمانہ مزاج ہوگا دل میں سخاوت ہوگی تو اس کے پاس یقیناً آنے والوں کی کثرت ہوگی۔ جو دین دنیا کی خوبی کا باعث ہے۔

سب سے پہلے کس نے میزبانی کی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جس نے مہمانوں کی میزبانی کی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (شعب الایمان صفحہ ۹۸۷)

فَائِدَہ: یعنی مہمان حضرات اور عام لوگوں کے لئے آپ کا دسترخوان عام تھا۔ یہی اکابرین کا طریق ہے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام تنہا نہ کھاتے

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے چنانچہ کئی میل جا کر مہمانوں کو تلاش کرتے تھے۔ (اسوۃ الصالحین صفحہ ۱۴۳)

فَائِدَہ: لوگوں کو بلا بلا کر اپنے دسترخوان میں بٹھاتے تھے اگر کوئی نہ ملتا تو اکیلے کھانا نہ کھاتے تھے۔ اطعام طعام کی سنت آپ سے رائج ہوئی جس کی اس امت میں بڑی ترغیب ہے اور جنت کے اعمال میں سے بتایا گیا ہے۔

مہمان کے کھانے پر حساب نہیں

حدیث میں آتا ہے کہ تین کھانے ایسے ہیں جن کا حساب نہیں ہوگا۔

1. وہ جو افطار کے وقت کھایا جائے۔
2. جو سحر کے وقت کھایا جائے۔
3. جو مسلمان بھائیوں کے ساتھ (مسلمان مہمانوں یا رفقاء اصحاب) کھایا جائے۔ (اسوۃ الصالحین صفحہ ۱۷)

امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے بیان کیا ہے کہ مہمان کے کھانے پر جو خرچ کیا جائے اس کا حساب نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے اکابرین اولیاء اسلاف صالحین کا معمول رہا ہے کہ اپنے کھانے میں حد درجہ سادگی اختیار فرماتے، عمدہ لذیذ کھانوں کا اہتمام نہ کرتے۔ لیکن مہمان حضرات کی آمد پر عمدہ پرتکلف بہترین کھانے کا انتظام فرماتے۔ بعض سلف کو دیکھا گیا ہے کہ عمدہ اشیاء برتن وغیرہ خریدتے تو مہمان کے ارادے اور نیت سے خریدتے تاکہ ان خرچوں کا حساب نہ ہو۔

جہنم سے چھٹکارے کا باعث

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو شخص مہمان کے لئے ذبح کرے (یعنی بکرا مرغی وغیرہ) تو وہ اس کے لئے جہنم سے چھٹکارے کا باعث ہوگا۔ (کنز جدید صفحہ ۲۴۵)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جس نے مہمان کے اکرام میں بہتر اہتمام کیا، مرغی یا وسعت پر بکرا وغیرہ ذبح کیا تو یہ اکرام اور اہتمام خدا کے نزدیک اس کے لئے جہنم سے آزادی کا باعث ہوگا۔

اس سے مہمانوں کے کھانے پینے میں اہتمام اور ترغیب کی تعلیم ہے۔ تاہم وسعت سے زائد یا قرض لے کر یا تنگی میں پڑ کر اکرام نہ کرے۔

جس گھر میں مہمان نہیں آتے فرشتے نہیں آتے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جس گھر میں مہمان نہیں آتے اس گھر میں فرشتے نہیں آتے۔

(احیاء العلوم)

فَائِدَۃ: یعنی رحمت و برکت و وسعت رزق کے فرشتے نہیں آتے۔

مہمان کا رزق حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام لے کر آتے ہیں

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ مہمان کا اکرام کرو۔ سب سے پہلے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اسی کا رزق لے کر آتے ہیں جس کے ساتھ گھر والوں کا بھی رزق آتا ہے۔ (کنز العمال جدید صفحہ ۲۴۵)

فَائِدَۃ: کیا خوب ہے کہ مہمان کی برکت سے گھر والوں کو برکت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام حاصل ہوتی ہے اور مزید یہ کہ گھر والوں کا بھی مہمان کے طفیل رزق آتا ہے لہٰذا مہمان کی آمد سے نہ گھبرائے بلکہ خوش ہو۔

وسعت سے زائد تکلف نہ کرے

حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کہ آدمی اپنے مہمان کے لئے وسعت سے زائد تکلف نہ کرے۔ (کنز العمال جلد صفحہ ۲۴۸)

مستدرک حاکم میں سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت ہے کہ آپ نے مہمان کے لئے (زیادہ تکلف) کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۹۴)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے عائشہ مہمان کے لئے ایسا تکلف نہ کرو کہ تم ملال خاطر ہو جاؤ بلکہ جو تم کھاتی ہو وہی کھلاؤ۔ (صفحہ ۲۵۱)

ماحضر پیش کر دینا

حضرت شقیق رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے کہا کہ میں اور ایک ساتھی حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے روٹی اور نمک پیش کیا اور کہا اگر نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تکلف سے منع نہ فرماتے تو میں تمہارے لئے تکلف سے اہتمام کرتا۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۹۴)

حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم دیا کہ ہم مہمانوں کے لئے اس چیز پر تکلف نہ کریں جو ہمارے پاس نہیں ہو اور ہم جو بھی حاضر ہو اسے پیش کر دیں۔

(بیہقی فی الشعب جلد ا صفحہ ۹۴)

تکلف میں دیر نہ کرے

عبداللہ مزنی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ جب تمہارے پاس کوئی مہمان آئے تو جو تمہارے پاس ہو اسے

روک کر اور جو تمہارے پاس نہ ہو اس کا انتظار نہ کرو بلکہ جو موجود ہو اسے پیش کر دو۔ (الشعب صفحہ ۹۶)

ابن عون رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں کہ بسا اوقات ہم حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ صرف شوربہ پیش کرتے اور اس میں ایک بوٹی بھی نہ ہوتی۔

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ گنجائش اور وسعت سے زائد ایسا اہتمام نہ کرے جو اس کے لئے کلفت اور افسوس کا باعث ہو جائے۔ اگر وسعت مالی نہ ہو تو ماحضر پر اکتفا کرے، لوگوں پر نظر نہ کرے کہ کیا کہیں گے۔ وسعت اور گنجائش پر اہتمام و تکلف سنت ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے "التکلف للضیف" کا باب قائم کر کے اہتمام اور تکلف کو محمود و مستحب قرار دیا ہے۔

مہمان کے لئے کھانے وغیرہ میں اہتمام کا حکم

امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے صحیح بخاری میں "التکلف للضیف" کا باب قائم فرمایا ہے۔ جس میں حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مہمان حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے لئے کھانا تیار کیا۔ حالانکہ وہ روزے سے تھے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مہمان کے کھانے میں تکلف واہتمام باعث ثواب ہے۔ خصائل نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں ہے کہ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے یہاں کوئی مہمان آتا تو اس کے لئے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ باوجود عسرت اور تنگی کے بھی فکر فرما کر کچھ نہ کچھ مہیا فرماتے۔ (صفحہ ۶۰)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیٹھے رو رہے تھے کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا سات دن سے کوئی مہمان نہیں آیا۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہ، نے (کسی بات سے ناراض ہو کر) ذلیل کرنے کا ارادہ تو نہیں فرما لیا۔ (اتحاف السادۃ، فضائل الصدقات صفحہ ۵۲۰)

فَائِدَہ: دیکھئے کہ مہمان کے آنے کو باعث عزت و فخر سمجھتے تھے اور اس کے طالب رہتے تھے اور آج مہمان کے آنے سے گھبراتے ہیں۔ سو یہ اچھی علامت نہیں۔ مہمان کی آمد نحس ہونے کی علامت ہے۔

جو پیش کیا جائے اس کی تحقیر و برائی نہ کرے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آدمی کے بدتر ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو اسے پیش کیا جائے (اسے کم تر سمجھ کر) ناراض ہو جائے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۶۱)

کوئی مہمان حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے روٹی اور سرکہ پیش کیا اور کہا کھاؤ۔ میں نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے۔ لوگوں کے لئے ہلاکت ہے

کہ جوان کو پیش کیا جائے (اور عمدہ لذیذ کھانا نہ ہو) تو وہ اس کو کمتر سمجھیں اور اس آدمی کے لئے بھی ہلاکت ہے کہ جو گھر میں ہو وہ اسے مہمان کے سامنے پیش کرنے کو برا سمجھے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۹۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اہل خانہ کی جانب سے جو مل جائے اسے بہتر سمجھے خلاف شان معمولی سمجھ کر حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ کہ یہ ناقدری اور ناشکری ہے۔

مہمان کی خدمت خود کرنا مسنون ہے

حضرت مجاہد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام مہمان کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۱۰۲)

حضرت خیثمہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جب کھانا بناتے اور لوگوں کو بلاتے تو خود خدمت کرتے اور فرماتے اہل علم لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو۔ یعنی ان کے اکرام میں خود دیکھ بھال کرو۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۱۰۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ایک شخص بطور مہمان آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے اپنی زوجہ کی خدمت میں بھیج دیا اس نے کہا ہمارے پاس تو پانی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اعلان کیا کہ اس مہمان کو اپنے ساتھ کون لے جائے گا اور اس کی مہمان داری کون قبول کرے گا؟ ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بولے، میں۔ چنانچہ وہ اسے لے کر گھر گئے اور بیوی سے کہا یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مہمان ہیں۔ وہ کہنے لگیں میرے پاس تو اتنا ہی کھانا ہے جو بچوں کو کھلا سکوں۔ انہوں نے کہا تم کھانا ٹھیک کرو۔ چراغ روشن کرو اور جب بچے رات کو کھانا مانگنے لگیں تو انہیں بہلا پھسلا کر سلا دو۔ چنانچہ ان کی بیوی نے کھانا چنا۔ چراغ لا کر رکھ دیا، بچوں کو سلا دیا اور جب کھانے کا وقت ہوا تو چراغ درست کرنے کے بہانے اٹھی اور چراغ گل کر دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۷۴۶)

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ادب مفرد میں اس پر کہ میزبان خود اپنے مہمان کی خدمت کرے، باب قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مہمان کو دوسرے کے حوالے نہ کرے کہ بسا اوقات شدید کوتاہی اور غفلت ہو جاتی ہے جو اس کی شکایت اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے حتی الامکان خود خدمت کرے۔ اگر مہمان معزز و مکرم صاحب شرف وعزت اہل فضل وکمال ہو تو خود خدمت کرے، تاکہ اس کی رعایت ہو اگر مشغولیت رہتی ہو مہمان زائد ہوں تو دوسروں کے حوالہ کر دے مگر خود پوچھتا رہے۔ نگرانی کرتا رہے تاکہ اہل خدمت سے غفلت اور کوتاہی نہ ہو اور مہمان مسرت اور دلی دعائیں دیتے رخصت ہوں۔

میزبانی کا حکم

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کے کھانے کا حکم دیتے تھے۔
(مجمع جلد۵ صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مہمان کی آمد پر اس کے کھانے کا حسب وسعت انتظام واجب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آئے اس کے پاس اور کھائے دوسرے کے یہاں یا ہوٹل میں۔ البتہ اگر آیا تھا کسی اور کے یہاں اور محض ملاقات کے لئے اس کے پاس آیا تو قیام وطعام اس کے ذمہ نہیں۔

کوتاہیوں کا تذکرہ نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان کا یہ حق ہے کہ جب وہ میزبان سے رخصت ہو تو میزبان کی کوتاہیوں کا تذکرہ نہ کرے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: یعنی اگر اکرام میں کوتاہی ور غفلت ہو جائے۔ کھانے اور قیام کے سلسلے میں کوئی تکلیف ہو جائے تو برداشت کرے۔ تبصرہ و تذکرہ نہ کرے۔ تاکہ میزبان کو ملال اور رنج نہ ہو۔ پھر وہ مہمان کی آمد اور قیام وطعام سے صرف نظر کرے اور حق شرع کا لحاظ نہ کرے۔

مہمان کے اکرام میں روزہ نہ رکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی کے پاس جائے (مہمان ہو) تو میزبان اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۹)

فائدہ: مراد یہ ہے کہ نفل روزہ نہ رکھے تاکہ اس کے ساتھ شرکت کر سکے اور اس کی دلجوئی ہو۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مہمانوں کے اکرام میں روزہ نہیں رکھتے تھے تاکہ ان کے ساتھ کھانے میں شرکت ہو سکے۔

مہمان کے اکرام میں خندہ پیشانی سے پیش آئے

امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ مہمان کا اکرام یہ ہے کہ اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ (الشعب جلد۷ صفحہ ۱۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ چہرہ نہ بنائے کہ اب جیب خالی ہو جائے گی۔ ان کے کھانے ناشتہ میں روپیہ خرچ ہو جائے گا۔ بلکہ آمد پر خوش ہو کہ اس کی آمد سے روزی میں برکت ہوگی۔

میزبان سے کھانے کی تحقیق نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کے پاس آئے، اور وہ اسے کھلائے تو اس کا کھانا کھالے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۸۰، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۵۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خود جا کر مہمان بنے اور شبہ بھی ہو تو نہ پوچھے کہ یہ کھانا کس کمائی سے ہے بلکہ پہلے ہی سے نہ جائے اور اگر وہ خود بلائے اور تمنا ظاہر کرے اور اس کا مال مشتبہ ہو تو محتاط طریقہ سے کہہ دے یا شبہ کی وجہ سے عذر ظاہر کر دے۔

صبح کا ناشتہ وہاں جہاں رات گزارے

ابوکریمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کو آنے والے مہمان کی میزبانی واجب ہے وہ جس کے یہاں صبح کرے تو وہ اسی کے ذمہ ہے خواہ وہ حق ادا کرے یا چھوڑ دے۔

(ابوداؤد صفحہ ۵۲۶، ابن ماجہ صفحہ ۲۶۱)

فائدہ: یعنی مہمان جہاں رات گزارے صبح کا نظام اور ناشتہ بھی اسی کے ذمہ اور اسی کا حق ہے۔ بلا ناشتہ کے رخصت کرنا حق تلفی ہے۔ اگر کوئی دوسرا ناشتہ کرائے تو پھر جہاں رات کا قیام رہا ہے اس سے اجازت لے لے۔ عرف اور ماحول میں بھی یہی رائج ہے کہ جہاں رات گزارتا ہے وہیں علی الصباح ناشتہ بھی کیا جاتا ہے۔

مہمان اگر کوئی خلاف شرع امر دیکھے تو

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تصویر دیکھی تو واپس چلے گئے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۰، نسائی کتاب الزینۃ)

ابوداؤد اور ابن ماجہ کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعوت کی۔ انہوں نے کھانا بنایا۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ اگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلا لیتے تو ہم ساتھ کھاتے۔ انہوں نے بلا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی گھر میں قدم رکھا تو تصویر دیکھی، جو گھر کے ایک گوشہ میں تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ تو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ دیکھو تو صحیح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے واپس ہو گئے۔ تو میں پیچھے پیچھے آیا۔ پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے واپس آئے؟ تو آپ نے فرمایا نہ میرے لئے نہ کسی نبی کے لئے گنجائش ہے کہ تصویر والے گھر میں داخل ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۲۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی منکر اور خلاف شرع بات میزبان یا دعوت کرنے والے کے گھر دیکھے مثلاً

جاندار کی تصویر جو دیوار پر لگی ہو یا ناچ گانا ہو یا باجہ بج رہا ہو یا ٹی وی، وی سی آر چل رہا ہو جس کا فتنہ اس زمانہ میں عام ہے، ٹی وی تو تصویر سے بدرجہا بری اور خبیث چیز ہے۔ جس میں فواحشات منکرات کا ڈھیر ہے۔ تو مہمان کے لئے یہ سنت ہے کہ اس کی وجہ سے واپس چلا جائے۔ اگر میزبان نے ان منکرات کو دور کر دیا تو شریک طعام ہو جائے ورنہ نہیں۔

انتباہ: مہمان کے متعلق مزید آداب وغیرہ ''شمائل کبریٰ'' کی جلد اول میں ملاحظہ کیجئے وہاں تفصیل سے اس پر کلام ہے۔

امانت اور دیانت داری

امانت کے متعلق حکم قرآن پاک

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾

یعنی وہ لوگ جو جنت میں جا کر کامیاب ہونے والے ہیں ان میں امانت اور وعدوں کی رعایت کرنے والے بھی ہیں۔ قرآن پاک نے متعدد مقامات پر امانت کا ذکر کیا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ امانت داری ایک ایسا اعلیٰ وصف ہے جس کے حامل حضرات فرشتے اور برگزیدہ رسول و بندے ہوتے ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی شان میں ہے:

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ﴾

ترجمہ: ''اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا۔''

پیغمبر کی شان میں ہے:

﴿اِنِّیْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾

ترجمہ: ''میں تمہارے لئے امانت دار پیغام رساں ہوں۔''

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پوری شریعت ایک خدائی امانت ہے جو ہم انسانوں کے سپرد ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے مطابق اپنے مالک کا پورا پورا حق ادا کریں اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو خائن ٹھہرائیں گے۔ اسی وجہ سے آپ نے امانت داری کو ایمان کا جوہر قرار دیتے ہوئے فرمایا: امانت دار نہیں تو ایمان نہیں۔

اور امانت میں خیانت منافق کی امتیازی عادت قرار دی ہے۔

جو امانت دار نہیں وہ ایمان دار نہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں امانت نہیں وہ ایمان دار نہیں۔ (طبرانی، ترغیب جلد۴ صفحہ۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس میں امانت نہیں اس میں دین نہیں۔ نہ اس کی نماز نہ اس کی زکوۃ۔ (یعنی امانت نہ ہونے کی وجہ سے یہ چیزیں بھی ثواب سے متاثر ہوتی ہیں۔ ان میں کمال اور

مقبولیت کی شان نہیں پیدا ہوتی)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ہمیں یہ نہ فرمایا ہو، جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں جس میں عہد کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔
(مکارم الخرائطی صفحہ ۱۶۹)

خیانت، منافق کی پہچان ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ گفتگو میں جھوٹ بولے، وعدہ خلافی کرے، امانت میں خیانت کرے، اگر چہ وہ روزہ رکھے نماز پڑھے، اور سمجھے کہ میں مسلمان ہوں۔ (مسلم، ترغیب جلد۴ صفحہ۹)

ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ روزہ رکھے، نماز پڑھے، حج کرے، عمرہ کرے، اور سمجھے کہ میں مسلمان ہوں۔

سب سے پہلے امانت اٹھائی جائے گی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دین میں سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ امانت ہوگی اور آخر میں نماز۔ ثابت (جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں) کہتے ہیں اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ آدمی نماز پڑھتا ہوگا، روزہ رکھتا ہوگا لیکن امانت کا حق ادا نہیں کرے گا۔

(مکارم الخرائطی صفحہ ۱۷۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے کہ سب سے پہلے امانت اٹھائی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ امانت اور حیا ہوگی۔ بس خدا سے ان دونوں کا سوال کرتے رہو۔ (مکارم صفحہ ۱۸۰، مطالب عالیہ صفحہ)

فائدہ: آج یہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔ دیکھئے لوگ نماز روزہ کے پابند ہیں مگر امانت کا کوئی خیال نہیں۔ نہ مال کی امانت کا نہ دین کی امانت کا انہیں خیال ہوتا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو اوقاف مساجد مدارس کے مالی ذمہ دار ہیں مگر قوم کی امانت کا ان کو خیال نہیں ہوتا خوب آزادی سے خیانت اور خورد برد کرتے ہیں۔ اللہ کی پناہ ثواب سے زیادہ گناہ اور مواخذہ اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ حضرت شداد کی ایک روایت میں بھی ہے سب سے پہلی چیز جو لوگوں میں تم ختم ہوتا پاؤ گے وہ امانت ہے۔ (کنز جلد۷ صفحہ ۶۱)

مؤمن کون ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن وہ ہے جو لوگوں اور مال

میں امین ہو۔

فائدہ: یعنی ناحق کسی کے مال اور جان میں نقصان نہ پہنچائے۔ بلکہ اس کی حفاظت کرے۔

خائن جنت میں نہیں جا سکتا

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ظلم وتشدد کرنے والا، بخیل، خائن، بدخلق داخل نہیں ہوسکتا۔ (مکارم صفحہ ۱۷۶)

جنت کی ضمانت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. تم مجھ سے چھ چیزوں کی ذمہ داری لو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی بولے تو جھوٹ نہ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے، امانت دی جائے تو خیانت نہ کرے، اپنی نگاہوں کو پست رکھے، اپنے ناموس کی حفاظت کرے، اپنے ہاتھوں کو بچائے (کسی کو تکلیف نہ دے) حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی حدیث منقول ہے۔

خیانت قیامت کی علامت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قیامت کی علامت یہ ہے کہ خیانت کرنے والا تو امین ہو جائے اور امین خائن ہو جائے۔ (مسند احمد جلد۲ صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: یعنی جو لوگ حقیقۃً امین ہیں ان کو خیانت سے متہم کیا جائے یا ان کو خائن سمجھا جائے۔ چنانچہ آج ایسا ہی ہو رہا ہے۔ بیشتر قوم کے جو سربراہ ہیں ان کو امین سمجھا جا رہا حالانکہ وہ خائن ہیں۔

قدرت کے باوجود جو خیانت نہ کرے تو

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس امانت رکھی جائے اور وہ ادا کرے۔ حالانکہ وہ قادر تھا کہ ادا نہ کرے، تو اللہ پاک اس کی شادی حورعین سے کرے گا۔

(مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: مثلاً کسی نے چپکے سے بلا کسی تحریر وغیرہ کے بھاری رقم رکھی اور اس نے اس کو محفوظ رکھا اور ادا کر دیا۔ یا کسی کی کوئی خبر پہنچی اور اسے معلوم نہیں اور اس نے اس تک پہنچا دی۔

جس میں یہ اوصاف ہوں اسے کوئی فکر نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس یہ تین

چیزیں ہوں اور تمہارے پاس دنیا نہ ہو تو کوئی فکر نہیں۔ بات کی سچائی، امانت کی حفاظت، کھانے کی پاکیزگی، یعنی حلال کمائی کا لقمہ۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۷۱)

فائدہ: یعنی یہ ایسے اچھے مکارم اخلاق ہیں کہ ان کے سامنے دنیا کی کوئی قیمت نہیں ایسا آدمی باوجودیکہ غریب ہو قوم میں شریفوں میں معزز ہوتا ہے۔

نماز دھوکے میں نہ ڈال دے

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ خبردار کسی آدمی کی نماز اس کا روزہ تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ چاہے نماز پڑھے چاہے روزہ رکھے۔ اس میں دین ہی نہیں جو امانت کا خیال نہ رکھتا ہو۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ ۲۷۷)

یعنی بہت سے لوگ نماز روزہ میں اچھے نظر آتے ہیں لیکن امانت اور معاملات کی حفاظت میں بالکل کورے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ کتنے پابند صوم وصلوۃ ایسے ہیں جو لوگوں کا مال ہڑپ کئے بیٹھے ہیں یا مال کی آمد میں حرام و حلال کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ لوگ حقیقت میں دیندار نہیں۔

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح امانت کا یہ مفہوم ہے کہ کس کا مال یا کسی کا سامان جس طرح ہو اسی طرح بلا خورد برد کمی بیشی کے اپنے وقت یا مطالبہ پر واپس کر دیا جائے۔ اسی طرح اس کا ایک وسیع مفہوم یہ بھی ہے کہ خدائے پاک کے سارے اوامر ونواہی ادا کئے جائیں۔ اوامر اور احکام الٰہی یہ اللہ کی امانت ہیں جن کی ادائیگی اور اطاعت بندے کے ذمہ ہے ان کا ادا کرنا امانت ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔ نماز امانت ہے۔ اسی طرح صحیح ناپ تول امانت ہے، بات امانت ہے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۱۶۶)

اسی طرح جان مال اعضاء جوارح، بچے یہ سب امانت ہیں۔ خدائے پاک کی مرضی کے موافق ان کو چلانا مال واعضاء وجوارح کو طاعت میں لگا کر گناہ سے بچنا یہ ان کے حقوق ہیں ان میں کوتاہی، امانت کا حق ادا نہ کرنا اور اس کو ضائع کرنا ہے۔

امانت رزق کا جالب ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ امانت داری رزق کا سبب ہے اور خیانت فقر کا سبب ہے۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ ۶۰)

فائدہ: امانت داری سے رزق اور معیشت میں برکت ہوتی ہے۔

آدمی کاروبار میں امانت داری کا خیال کرتا ہے تو لوگوں کا اس پر اعتماد رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کے ساتھ کاروبار اور معاملہ پر لوگ مطمئن رہتے ہیں اور اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں خوف محسوس نہیں کرتے۔ ایسوں کی دین ودنیا دونوں بہتر رہتی ہیں۔

امانت اور اس کا مفہوم و مطلب

کسی کی چیز یا حکم اس کے حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اس کا تعلق صرف روپیہ پیسہ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔

بلکہ ہر مالی قانونی اور اخلاقی امانت تک وسیع ہے۔ اگر کسی کی کوئی چیز آپ کے پاس رکھی ہے تو اس کے مانگنے پر یا یوں بھی جوں کا توں دے دینا امانت ہے۔ اگر کسی کا کوئی حق آپ پر باقی ہے تو اس کو ادا کرنا بھی امانت ہے۔ کسی کا کوئی بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے۔ کسی مجلس میں ہوں اور کچھ باتیں دوسروں کے متعلق آپ وہاں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ اور ہنگامہ کا باعث نہ بننا بھی امانت ہے۔ کسی نے آپ سے اپنے کسی کام میں مشورہ مانگا تو اس کو سن کر اپنے تک ہی محدود رکھنا اور اس کو اپنے جانتے صحیح مشورہ دینا بھی امانت ہے۔ اگر کوئی کسی کام پر نوکر ہے تو اس نوکری کو شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے انجام دینا بھی امانت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقوق کی رعایت امانت ہے۔

(سیرۃ النبی جلد ۶ صفحہ ۴۲۹)

حضور پاک ﷺ نے حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں فرمایا: عورتوں کے باب میں خدا سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امانت اور عہد کے ساتھ اپنی زوجیت میں لیا ہے۔ (خیال رہے کہ) مرد جب کسی عورت کو اپنی زوجیت میں لیتا ہے تو خدا کی مقرر کی ہوئی شرطوں کے مطابق لیتا ہے۔ لیکن کوئی مرد اگر کسی عورت کو اپنی زوجیت میں لے کے اس کے حقوق ادا کرنے میں کمی کرتا ہے یا اس کے حقوق کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ (سیرۃ النبی جلد ۶ صفحہ ۴۳۵)

اسی طرح خدا کے احکام و قوانین کو بھی کماحقہ، ادا کرنا امانت ہے۔ جیسا کہ "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ" سے معلوم ہو رہا ہے۔

وعدہ پورا کرنا

وفاء عہد

خدائے تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

﴿اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾

ترجمہ: ''اپنے عہد کو پورا کرو۔''

﴿اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾

ترجمہ: ''اپنے عہد کو پورا کرو۔ عہد کا سوال کیا جائے گا۔''

عہد کے پورا کرنے کا حکم ہے اس سے مراد معاہدہ ہے۔ دو فریق کے درمیان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عہد ہو اور جو کوئی شخص کسی سے یکطرفہ وعدہ کر لیتا ہے کہ میں آپ کو فلاں چیز دوں گا یا فلاں وقت آپ سے لوں گا یا فلاں وقت آپ سے ملوں گا یا آپ کا فلاں کام کروں گا تو اس کا پورا کرنا بھی واجب ہے۔ اس میں تمام معاہدات سیاسی تجارتی، معاملاتی، شامل ہیں جو افراد یا جماعتوں کے درمیان دنیا میں ہوتے ہیں۔

(معارف القرآن صفحہ ۴۸)

معاہدات کی ابتدائی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ معاہدہ جو انسان کا رب العالمین کے ساتھ ہے۔ مثلاً ایمان طاعت کا عہد یا حلال وحرام کی پابندی کا عہد۔

دوسرا وہ معاہدہ جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ مان لے یا حلف کر کے کوئی چیز اپنے ذمہ لازم کر لے۔

تیسرا وہ معاہدہ جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے۔ دو انسانوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات، نکاح، تجارت، شرکت، اجارہ، ہبہ وغیرہ۔ ان تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں ہیں باہم طے ہو جائیں تو اس آیت کی رو سے ان کی پابندی ہر فریق پر لازم واجب ہے۔ (معارف پ ٦ صفحہ ۴۷)

وعدہ پورا کرنا واجب ہے

حضرت عبادہ ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بولو تو سچی بات بولو، وعدہ کرو تو پورا کرو۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۱۹۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم گفتگو کرو تو جھوٹ نہ بولو اور جب وعدہ کرو تو پورا کرو۔ (مکارم صفحہ ۸۷)

وعدہ قرض ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ وعدہ قرض ہے۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: جس طرح قرض کا پورا کرنا واجب ہے اسی طرح وعدہ کا بھی پورا کرنا واجب ہے۔

وعدہ خلافی محبت کو ختم کرنے والی ہے

حضرت عبدالرحمن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اپنے بھائی سے وعدہ کر کے اس کے خلاف نہ کرو کہ یہ تمہارے اور اس کے درمیان عداوت پیدا کرے گا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۲۰۷)

جنت کی ضمانت

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چھ چیزوں کی ضمانت (عمل کرنے کی) لے لو میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں گا۔

1. بولو تو سچ بولو۔
2. وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔
3. امانت ادا کرو۔
4. اپنی خواہشات کی حفاظت کرو۔
5. اپنی نگاہیں پست رکھو۔
6. اپنے ہاتھ کو بچا کر رکھو (کسی کو تکلیف نہ دو)۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)

وعدہ خلاف دیندار نہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اس میں ایمان نہیں جو امانت دار نہیں، اس میں دین نہیں جو وعدوں کا پابند نہیں۔ (بیہقی جلد ۴ صفحہ ۷۸)

بے وفائی پر ہلاکت کی بددعا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ وعدہ قرض ہے۔ ہلاکت و بربادی ہے اس کے لئے جو وعدہ کرے پھر اسے پورا نہ کرے۔ آپ نے تین مرتبہ یہ فرمایا۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۴۷)

میدان حشر کی رسوائی

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وعدہ خلاف، غدر کرنے والے، وعدہ اور عہد کے خلاف کرنے والوں کے لئے ایک جھنڈا ہوگا۔ (جس سے ان کو پہچان لیا جائے گا) پس کہا جائے گا کہ یہ فلاں بدعہد ہے۔ (بیہقی جلد۴ صفحہ ۷۸)

وعدہ خلافی منافق کی خصلت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں منافق کی علامت ہیں اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو۔

1. بولے تو جھوٹ بولے۔
2. وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔
3. امانت رکھی اجائے تو خیانت کرے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۷)

ارادہ وفا کے باوجود پورا نہ کرسکا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی نے اپنے بھائی سے وعدہ کیا اور اس کی نیت وعدہ پوری کرنے کی تھی مگر پورا نہ کرسکا نہ وقت پر آسکا۔ (آنے کے وعدہ پر) تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

خدا کے پاکیزہ بندے کون؟

ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن خدا کے بہترین پاکیزہ بندے وہ ہوں گے جو اپنے وعدہ کو پورا کرنے والے ہوں گے۔ (مسند احمد، کنز العمال: جلد۹ صفحہ ۳۴۹)

دھوکا دینے کی سخت ترین سزا

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ہر دھوکہ باز کو قیامت کے دن اس کے پاخانہ کے راستہ میں جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۳)

فائدہ: جو شخص وعدہ کر کے دھوکہ دے وہ غادر ہے اس کی سخت ترین سزا ہے۔ قیامت کے دن اس کے پاخانہ کے راستہ سے ایک جھنڈا نمایاں کیا جائے گا تاکہ لوگوں میں اس کی شہرت ہو اور ذلیل ہو۔ اللہ کی پناہ۔

عموماً لوگ معاملات میں وعدہ کر لیتے ہیں اور دھوکہ دے کر اپنا نفع حاصل کر لیتے ہیں ایسوں کی یہ سزا قیامت میں ہوگی۔

چھوٹے بچوں سے جو کہے اسے بھی پورا کرے

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے کہ میری ماں نے مجھے بلایا اور کہا لو، آؤ میں تمہیں دوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی والدہ سے پوچھا کیا دو گی؟ کہا کھجور دوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم کچھ نہ دو گی تو تم جھوٹوں میں لکھی جاؤ گی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۶)

فائدہ: عموماً لوگ بچوں سے بہلانے اور متوجہ کرنے کے لئے کچھ کہہ دیتے ہیں مثلاً آؤ فلاں چیز دوں گا اور اسے یونہی کھیل سمجھ کر پورا نہیں کرتے۔ یہ گناہ کی بات ہے۔ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ جھوٹ کسی چیز کو دینے کے لئے کہا تو یہ حرام ہے۔ لہٰذا بچوں سے جھوٹا وعدہ نہ کرے اگر کرے تو اسے پورا کرے کہ وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے خواہ بچے سے کرے۔ اسی طرح مزاحاً وعدہ کرنا اور نہ ادا کرنا بھی مذموم ہے۔

حلم و بردباری

حلم و بردباری کی وجہ سے شب گزار صائم النہار کا درجہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ حلم و برد باری اور برداشت کی وجہ سے صائم النہار اور شب گزار کا درجہ پالیتا ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۱۸)

فائدہ: خیال رہے کہ شریعت مطہرہ میں صرف عبادات اور صرف ذکر و شغل کی ہی فضیلت نہیں ہے بلکہ عمدہ اخلاق اچھے احوال کی بھی بڑی فضیلت ہے بلکہ عبادت اور ریاضت سے زائد ان امور کی اہمیت ہے کہ عالم کا نظام بہتر ہوتا ہے، اجتماعی زندگی میں محبت اور اکرام کا ماحول ہوتا ہے۔ بردباری اور سنجیدگی بھی مکارم اخلاق میں سے ہے۔

بلا حساب جنت میں داخلہ

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ پاک (قیامت کے دن) تمام مخلوق کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا اہل فضل کہاں ہیں؟ پس ایک چھوٹی سی جماعت اٹھے گی اور تیزی سے جنت کی طرف جانے لگے گی۔ آگے بڑھ کر ملائکہ ان سے ملاقات کریں گے اور پوچھیں گے، بڑی تیزی سے تم لوگوں کو جنت میں جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، تم کون لوگ ہو؟ یہ لوگ جواب دیں گے ہم لوگ اہل فضل ہیں۔ پوچھیں گے تمہارا افضل (یعنی بہترین اعمال) کیا ہے؟ یہ لوگ جواب دیں گے: جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا تو ہم لوگ صبر کرتے تھے۔ جب ہمارے ساتھ برائی کی جاتی تھی تو ہم برداشت کرتے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا جاؤ جنت۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۱۸)

فائدہ: تحمل اور برداشت پر کتنی بڑی فضیلت حاصل ہوئی۔ اس حدیث پر غور کریں وہ لوگ جو کسی بھی خلاف طبع باتوں پر کس قدر جلدی سے بدلہ لیتے ہیں اور برداشت کو ذلت اور کمزوری سمجھتے ہیں، ایسی فضیلت سے محروم ہیں۔ تحمل اور برداشت بہت بڑی دولت ہے۔ عموماً جو لوگ کسی عہدہ پر ہوتے ہیں حلم اور بردباری کو وقار کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بڑی محرومی کی بات ہے۔

اللہ کی محبت کس پر واجب؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی محبت اس پر واجب ہو جاتی

ہے جس کو غصہ کی بات کہی جائے اور وہ اسے برداشت کرے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۱۹)

فائدہ: حلم و بردباری خدا کو پسند ہے۔ اس کی وجہ سے معاملات میں سلجھاؤ رہتا ہے۔

جس میں یہ تین چیزیں نہ ہوں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں یہ تین باتیں نہ ہوں وہ اپنے کو کسی عمل (خیر) پر گمان نہ کرے۔

1. اسے خوف خدا نہ ہو کہ اسے خدا کی حرام کردہ چیزوں سے روک سکے۔
2. بردباری نہ ہو کہ اسے بے راہ روی سے روک دے (کہ آدمی غصہ میں غلط راستہ بھی اختیار کر لیتا ہے)
3. ایسا خلق کہ لوگوں میں زندگی گزار سکے۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۲۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ معیاری بنیادی اچھے اوصاف ہیں کہ کسی میں یہ اوصاف نہ ہوں تو وہ گویا کہ خالی ہے۔

دو خصلتیں اللہ پاک کو محبوب

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وفد قیس کے شیخ نے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ پاک کو محبوب ہیں۔ بردباری اور وقار۔
(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۳۳۵)

بلند درجات کے اعمال کیا ہیں؟

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو وہ اعمال نہ بتا دوں جس سے جنت کے بلند تعمیرات اور درجات رفیعہ حاصل ہوں؟ کہا ہاں اے اللہ کے رسول! فرمایا جو تمہارے اوپر جہالت کرے تم اسے برداشت کرو۔ جو تم پر ظلم کرے اسے سہو۔ جو تم کو محروم کرے نہ دے تم اسے دو۔ جو تم سے تعلق کاٹے تم اس سے جوڑ رکھو۔ (بزار، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۱۹)

حلیم کون ہے؟

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی حلیم بردبار نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ وہ معاف کرنے والا ہو اور حکیم نہیں ہوسکتا جب تک کہ تجربہ کار نہ ہو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۹)

فائدہ: مطلب یہ کہ کثرت سے معاف کرنے والا ہو بدلہ سزا لینے والا نہ ہو وہ حلیم ہے۔

دنیا اور آخرت کا سردار کون؟

خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ حلیم اور بردبار آدمی

دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہے۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۹)

فائدہ: چونکہ حلیم اور سنجیدہ سے ہر شخص کا نبھاؤ ہوتا ہے اور حسن تعلقات باقی رہتے ہیں۔ کسی کو تکلیف یا اذیت وکلفت نہیں پہنچتی۔

خدا کے نزدیک بلند مرتبہ کیسے حاصل؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا سے بلند مرتبہ کے طالب رہو۔ اس بردباری اور سنجیدگی پر جب کہ لوگ تم پر نادانی اور جہالت کریں اور ان کو نوازنے پر جو تم کو محروم رکھے۔

فائدہ: یہ اخلاق بلندی مرتبہ کا باعث ہیں چونکہ اس میں نفس مرتا ہے اور نفس کا مرنا خدا کے تقرب کا باعث ہے۔

حلم سے کوئی ذلیل نہیں ہوتا

ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جہالت سے کوئی عزت والا نہیں ہوتا، حلم بردباری سے کوئی ذلیل نہیں ہوتا۔ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ کسی پر جہالت کر کے اسے اپنی عزت کا باعث سمجھتے ہیں۔ اسی طرح لوگ کسی کی بری بات اور ظلم کے برداشت کو ذلت کا کام خیال کرتے ہیں سو یہ غلط ہے۔ عزت و ذلت کا یہ شیطانی معیار ہے خدائی معیار اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ ہیں۔ خواہ ماحول میں ذلت سمجھا جائے جیسے کہ سادگی سے نکاح آج کل کے ماحول میں عزت کی بات نہیں رہی مگر خدا رسول کے نزدیک عزت ورفعت کا باعث ہے۔

حلم اور بردباری کا مفہوم

حلم اور بردباری کے معنی یہ ہیں کہ انتقام کی قدرت کے باوجود کسی ناگوار بات یا تکلیف وحرکت یا جرم کو برداشت کیا جائے اور قصور وار سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ یہ حلم اور بردباری خدائے تعالیٰ کی ذات میں بدرجہ اتم واکمل موجود ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بندوں کی کوتاہیوں کو درگزر کرتا رہتا ہے۔

انسان کے لئے بھی یہ وصف باعث کمال وفضیلت ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہ خاص وصف رہا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے۔ "اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ" حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق ہے۔ "بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ" بردبار لڑکا۔

اسی لئے اس حلم اور بردباری کی جو اخلاق کریمہ میں سے ہے، حدیث پاک میں فضائل بیان فرما کر اس کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ ہر مؤمن اس وصف کا حامل رہے۔

اعتدال اور میانہ روی

قرآن میں اعتدال کا حکم

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾

اس آیت میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ایک امتیازی فضیلت وخصوصیت مذکور ہے کہ وہ تمام امور میں خواہ عقائد عبادات ہوں یا معاملات ومعاشرت ہو سب میں ایک معتدل امت بنائی گئی ہے۔ جس طرح بدن انسانی میں کمال صحت اعتدال مزاج سے ہے اسی طرح یہ امت محمدیہ تمام امور میں اعتدال کی وجہ سے وصف کمال پر ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (سورہ حدید)

اس آیت کریمہ میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور ان پر نزول کتاب کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں میں اخلاقی اور عملی اور عقائدی اعتدال پیدا کرتے ہیں۔ انبیاء کتابوں کے ساتھ روحانی اخلاقی معاشرتی اعتدال کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ اس سے اعتدال اور میانہ روی کے معیار کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے احادیث میں اس معیار پر قائم رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اخراجات میں اعتدال

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خرچ میں اعتدال سے کام لیا وہ محتاج نہ ہوگا۔ (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۲، بیہقی فی الشعب جلد ۵ صفحہ ۲۵۵)

خرچ میں اعتدال سمجھداری کی بات ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی سمجھداری میں سے یہ ہے کہ خرچ میں اعتدال کرے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۵ صفحہ ۲۵۴)

دنیا کے کمانے میں اعتدال اختیار کرے

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا سے ڈرو اور طلب معاش میں سنجیدگی اختیار کرو، کوئی جان اس وقت تک مر نہیں سکتی جب تک کہ اپنا رزق مکمل نہ کر لے گو

تاخیر ہو جائے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدائے پاک تھکن اور ملال محسوس نہیں فرماتے ہاں تم بھلے زیادہ جدوجہد سے ملال اور تھکن محسوس کرتے ہو۔ سو عمل میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو۔

اعتدال اختیار کرنے والا تنگدست نہیں ہوتا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اعتدال کا راستہ اختیار کیا وہ تنگدست نہ ہوگا۔ (مسند احمد، کنز العمال صفحہ ۴۹)

اعتدال نصف معیشت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ میں اعتدال نصف کمائی ہے۔ حسن خلق نصف دین ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اعتدال سے آدمی پریشان نہیں ہوتا۔ اعتدال سے خرچ کرنا۔ اس میں بچت اور اتنی برکت ہوتی ہے کہ اگر آدمی اندازہ لگائے تو اس کی نصف کمائی ہو جاتی ہے گویا کہ اعتدال کی وجہ سے اس کی نصف کمائی بچ گئی۔ کہ اگر یہ اعتدال سے خرچ نہ کرتا تو اسے اور کمانے کی ضرورت پڑتی۔

اعتدال میں غناء ہے

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے گا وہ غنی رہے گا۔ (مجمع)

اعتدال اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں جزء ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک طور طریق نیک انداز اور اعتدال و میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

فائدہ: نبوت کے پچیس اہم اجزاء میں سے ایک جزء میانہ روی ہے۔ اس سے اعتدال کی کتنی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

بقدر وسعت و طاقت اعتدال پر عمل کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقت کے مطابق عمل کرو۔
(مختصراً کنز العمال جدید جلد ۳ صفحہ ۲۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ طاقت اور وسعت سے زائد جوش میں آکر ایک دن تو خوب کر لیا۔ لیکن دوسرے دن گھبرا کر، تھک کر چھوڑ دیا سو یہ اچھی بات نہیں۔ آدمی تھوڑا ہی کرے مگر ہمیشہ کرے۔

ہر حال میں اعتدال پر رہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال داری کی حالت میں بھی اعتدال اچھی چیز ہے اور فقر تنگدستی میں بھی اعتدال اچھی شئے ہے۔ عبادت میں بھی اعتدال اچھی چیز ہے۔
(کنز العمال جلد۲ صفحہ ۲۸، بزار)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس حال میں رہے اعتدال ملحوظ رہے، مالداری میں خرچ وغیرہ میں اعتدال اختیار کرے۔ غربت میں بھی اعتدال سے رہے پریشانی اور شکایت اور بخل میں مبتلا نہ ہو کہ اعتدال کامیابی کا راستہ ہموار کرتی ہے۔

اعتدال سے خوش حالی آتی ہے

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اعتدال اختیار کرے گا خدا اسے غنی بنادے گا۔ جو اسراف فضول خرچی کرے گا خدا اسے تنگ دست کردے گا۔ جو شخص تواضع اختیار کرے گا خدا اسے بلند کردے گا۔ (بزار، جامع صغیر صفحہ ۱۷ھ)

کس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک جب کسی کے گھر میں بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو ان لوگوں کے خرچہ میں اعتدال کردیتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب جلد۵ صفحہ ۲۵۲)

فائدہ: اگر خرچ میں اعتدال نہیں رہتا۔ ادھر ادھر واہی تباہی غیر ضروری امور میں جب خرچ ہوتا ہے تو مال کی برکت اور اس کی روح نکل جاتی ہے۔ مال جلد ختم ہو کر غربت پھر ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ کتنے ہی گھروں کو دیکھا گیا ہے کہ مال کی فراوانی پر خرچہ میں اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھا۔ عیش پرستی عمدہ عمدہ کھانے اور کپڑوں میں اور زیب و زینت میں خرچ کردیا جس کے نتیجے میں بعد میں غریب ہوگئے اور ایسی غربت بڑی پریشان کن ہوتی ہے۔ ایسی غربت سے حدیث میں پناہ مانگی گئی ہے۔ ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ بَعْدَ الْغِنٰی“

آمدنی کو زائد کرنے کے بجائے خرچ میں اعتدال

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معیشت (گزارہ کے خرچ) میں اعتدال اختیار کرلینا تجارت بڑھانے سے بہتر ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۵ صفحہ ۲۵۲)

فائدہ: مطلب دنیا کے زائد جھمیلے سے جس کی وجہ سے آدمی آخرت کی تعمیر کم یا بمشکل کر پاتا ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ خرچہ میں اعتدال کرے۔ نیز یہ کہ آمدنی کا اضافہ اس کے اختیار میں نہیں ہے مگر اعتدال سے، ہاتھ روک کر ضرورت پر خرچ کرنا تو اس کے اختیار میں ہے۔

اعتدال کے ساتھ خرچ باعث ثواب ہے

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہم جو گھر والوں پر خرچ کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے (یعنی ثواب کے اعتبار سے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم نے اپنے اہل وعیال پر بلا اسراف اور بخل وکمی کے خرچ کرتے ہو، سو وہ اللہ کے راستہ کا (باعث ثواب) خرچ ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۵ صفحہ۲۵۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اعتدال اور شریعت کے موافق اہل وعیال پر خرچ کرنا فی سبیل اللہ میں داخل اور ثواب ہے۔ اس کے خلاف اگر اسراف کے ساتھ خرچ کرتا ہے، ایک کی جگہ دس لگاتا ہے، یا عیش اور زینت و نمائش میں خرچ کرتا ہے، یا فیشن وگناہ میں مال خرچ کرتا ہے جیسا کہ دنیا دار مالداروں اور رؤساء کی عادت ہے، تو یہ گناہ اور مال کی گرفت کا سبب ہے۔ مال اللہ کی نعمت ہے بے جا صرف کرنے کے بجائے آخرت کا ذخیرہ بنائے اور راہ خدا میں صرف کرے۔

اعتدال اور میانہ روی

اسلام کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس کا راستہ اکثر مسئلوں میں افراط وتفریط کے بیچ سے نکلا ہے۔ قرآن پاک نے مسلمانوں کو "اُمَّةً وَّسَطًا" (بیچ کی امت) کا خطاب جن وجوہ سے دیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کا مذہب افراط وتفریط کے درمیان ہے۔ اس لئے اس نے اکثر معاملوں میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ عبادت میں بھی۔ عبادت سے بڑھ کر اسلام میں کوئی نیکی کا کام نہیں۔ اسلام نے اس میں بھی اعتدال ملحوظ رکھا ہے۔ نہ اتنی زیادہ ہو کہ آدمی دوسرے دھندوں کے لائق نہ رہے نہ اتنی کم ہو کہ حق سے غفلت ہو جائے۔ سخاوت اور فیاضی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ سارے مذہبوں نے اس کی تاکید پر تاکید کی ہے اور جو جس قدر زیادہ لٹا سکے اسی قدر وہ تعریف کے قابل سمجھا گیا ہے۔ لیکن اسلام نے اس راہ میں بھی بے اعتدالی سے پرہیز کیا ہے اس کو اچھا نہیں سمجھا ہے کہ دوسروں کو دے کر تم خود اتنے محتاج بن جاؤ کہ بھیک مانگنے کی نوبت آ جائے اور محتاجوں میں ایک نئے محتاج کا اضافہ ہو جائے۔ (سیرۃ النبی جلد۶ صفحہ۵۳۰)

مال ودولت

غربت ومسکنت میں بھی اعتدال رکھنے کا حکم ہے۔ نہ اتنا مال ودولت میں مشغول رہے کہ قارون وقت بن جائے اور خدا سے غافل مال کے حقوق سے غافل ہو جائے۔ غربت ومسکنت میں بھی اعتدال پر رہے ایسا نہ ہو کہ خدا کی ناشکری، بندوں کے سامنے دست ذلت پھیلا کر خود کو قوم کو رسوا کرے۔ غرض کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اعتدال ومیانہ روی کا حکم ہے جو مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں ہے۔

سنجیدگی اور طمانیت

اطمینان اور سنجیدگی سے کام انجام دینا

حضرت زہری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے بیان کیا ہے کہ قبیلہ بلی کے ایک شخص نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ والد نے مجھے چھوڑ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے گفتگو کی۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آپ سے کیا کہا؟ کہا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو سنجیدگی (غور فکر) کے بعد کرو۔ یہاں تک کہ اللہ پاک اس کا صحیح انجام دکھا دے۔

(بیہقی فی الشعب جلد۳ صفحہ ۳۳۶، اخلاق خرائطی جلد۲ صفحہ ۶۸۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اہم کام، جس کے نتائج اچھے اور برے دونوں ہو سکتے ہوں تو اس میں کوئی قدم سنجیدگی اور غور وفکر کے بعد اٹھائے جلد بازی اور عجلت اور جوش سے نہ کرے کہ بعد میں افسوس کرے۔ سنجیدگی ہر کام میں اچھی بات ہے۔

حضرت مصعب بن سعد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں کہ اعمش رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے کہا اور میرا خیال ہے کہ وہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جلد بازی نہ کرنا ہر عمل میں اچھی بات ہے سوائے آخرت کے اعمال میں۔ (ابوداؤد مشکوۃ صفحہ ۴۳۰)

جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: سنجیدگی اللہ کی طرف سے ہے اور عجلت شیطان کی طرف سے ہے۔ (ترغیب صفحہ ۴۱۸)

فَائِدَہ: عموماً جلدی کا کام خراب اور برے نتائج پر مشتمل ہوتا ہے۔

فَائِدَہ: حدیث پاک میں امور سنجیدگی اور طمانیت کا حکم دیا گیا ہے۔ تمام کاموں میں اور خصوصاً اہم معاملات میں سنجیدگی، اور غور وفکر کے بعد ان کو انجام دینا جلد بازی اور جوش سے کام نہ لینا، ہر چیز کے شر سے بچنے میں اصل الاصول ہے۔

محدث خرائطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے بعض حکماء کا قول نقل کیا ہے کہ کام میں جلدی کرنا خرابی ہے۔ یعنی بسا

اوقات خراب نتیجہ کا باعث ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۶۹۸)

لہٰذا کسی کام میں مثلاً باہمی تنازع اور اختلاف سے متاثر ہو کر کوئی کام جلدی کر ڈالنا، کسی عزل ونصب وغیرہ میں جلدی کرنا اور بلا سوچے اور غور و مشورہ کے کر ڈالنا۔ بسا اوقات برے نتیجہ اور رنج و تکلیف کا باعث ہوتا ہے، اس لئے جلد بازی سے روکا گیا ہے، عموماً یہ کام عہدہ اور مال کے جوش میں آدمی کر ڈالتا ہے۔ اسی سے روکا گیا ہے۔ کام میں اطمینان عقل کامل کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ یہ دنیاوی امور کے بارے میں ہے کہ ان کا انجام اچھا ہوگا یا برا معلوم نہیں ہوتا ہے آخرت کے اعمال روزہ نماز، ذکر و تلاوت صدقہ خیرات کے بارے میں یہ نہیں ہے۔ چونکہ اس کے نتائج کا اچھا ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہے۔ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ آخرت کے اعمال (جیسا کہ اوپر کی حدیث میں بھی ہے) ذکر و عبادت وغیرہ میں سوچ اور فکر کی ضرورت نہیں کہ اس میں جلدی کرے ایسا نہ ہو کہ وساوس شیطانیہ اور وہمی خیالات مانع ہو جائے۔ چنانچہ خدائے پاک نے فرمایا "سَابِقُوْا اِلَی الْخَیْرَاتِ" نیکی کی طرف دوڑو۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ اس کا انجام خیر اور اچھا ہونا متعین ہے۔ اس میں نقصان کا پہلو اور خسارہ کی کوئی بات نہیں۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ حج فرض ہو گیا ہے لوگ اس بارے میں سوچتے اور ارادہ کرتے رہتے ہیں، یہ غلط ہے۔ حضرت فضل بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو حج کا ارادہ (فرض ہو جانے کی وجہ سے) رکھتا ہو وہ جلدی کرے کہ بسا اوقات آدمی مریض ہو جاتا ہے، سواری نہیں پاتا ہے، ضرورتیں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۰۷)

یہی حکم تمام عبادات و اذکار صدقہ خیرات وغیرہ کا ہے۔ اس میں تاخراب کل پرسوں لیت اور سوف قابل ترک ہے کہ تاخیر سے بعض احوال ان امور میں حائل ہو جاتے ہیں۔ پھر نفس کا بھی بھروسہ نہیں کہ کس رخ میں جائے۔ پھر زندگی کی بھی کوئی ٹھیک امید نہیں کہ کب تک رہے گی۔ اس لئے وقف، صدقہ و خیرات میں آدمی جلدی کر ڈالے۔

اسی طرح لڑکی کی شادی میں بھی جلدی کرے۔ مناسب رشتہ آ جائے۔ دنیاوی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ بہتر آنے کی امید میں تاخیر نہ کرے کہ اکثر بعد کا رشتہ پہلے سے بہتر نہیں آتا اور تاخیر میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔ عموماً شادی میں مالدار گھرانے اس میں بڑی تاخیر کرتے ہیں سو حدیث پاک میں منع ہے۔ صحت، ماحول دونوں کے اعتبار سے نقصان دہ ہے اس سے اسباب زنا کا دروازہ کھلتا ہے۔ حدیث پاک میں مناسب رشتہ آنے پر جلدی شادی کا حکم ہے۔

نرمی اور سہولت مزاجی

ہر مسئلہ میں اللہ پاک کو نرمی پسند ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ پاک کو ہر چیز میں نرمی پسند ہے۔ (بخاری صفحہ ۸۹۱، مسلم صفحہ ۳۲۲، مکارم طبرانی صفحہ ۳۲۰)

نرمی ہر چیز کو اچھی کر دیتی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز میں بھی نرمی داخل ہوتی ہے وہ اچھی ہو جاتی ہے۔ (مسلم صفحہ ۳۲۲، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۱۵)

فائدہ: یعنی کیسا ہی برا اور سخت معاملہ ہو اس میں نرمی اور نرم مزاجی اختیار کی جائے تو اس سے معاملہ نہیں بگڑتا اور شدت اختیار نہیں کرتا بلکہ اس کا نتیجہ اچھا نکلتا ہے۔

خدا جس گھر میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے

حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! نرمی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ جب کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان پر نرمی کے دروازے لے آتا ہے۔

(ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۱۶، مکارم طبرانی صفحہ ۳۲۱)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا جسے محبوب بناتا ہے اسے نرمی سے نوازتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۸)

کون بھلائی سے محروم؟

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو نرمی سے محروم ہے وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہے۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۶۲، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۲، مکارم الخرائطی صفحہ ۶۷)

نرمی سے مسئلہ کا حل نہ کہ سختی سے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک نرم ہے نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی سے عطا کرتا ہے اور سختی سے نہیں دیتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۲)

حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خدائے پاک جس طرح نرمی سے دیتا ہے اس طرح سختی سے نہیں دیتا۔ (مکارم الخرائطی جلد۲ صفحہ ۶۸۶)

فائدہ: مطلب ہے کہ نرمی سے جس طرح بسہولت و بآسانی مسئلہ کا حل ہو جاتا ہے اس طرح سختی اور تشدد سے حل نہیں ہوتا بلکہ اور معاملہ بگڑتا ہے۔ سختی کی وجہ سے ضد کی نوبت آجاتی ہے اور ضد سے پھر مقابلہ اور منازعت شروع ہو جاتی ہے۔ ہاں البتہ کبھی نرمی کی جگہ تشدد اور گرفت بہتر ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اس تشدد اور گرفت میں نرم لہجہ نرم گفتگو اختیار کی جائے تو یہاں بھی نرمی کا مفید نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کم از کم متکبرانہ طریق سے تو بچے گا کہ لہجہ میں سختی بسا اوقات کبر کی وجہ سے ہوتی ہے۔

دنیا اور آخرت کی بھلائی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! جس کو نرمی سے کچھ نوازا گیا اسے دنیا اور آخرت کی خوبی سے نوازا گیا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۶۹۴)

جس کو یہ تین چیزیں نصیب ہوں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ تین چیزیں مل جائیں خدا اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

1. کمزور پر نرمی۔
2. والدین پر شفقت۔
3. خادموں کے ساتھ بہترین سلوک۔ (ترغیب جلد۴ صفحہ ۲۶۷، ترمذی)

فائدہ: کمزوروں کے ساتھ نرم برتاؤ یہ عزیمت کا مقام ہے۔ بڑے اور اہم شخصیتوں سے تو ہر شخص نرمی برتتا ہے یہ کوئی کمال نہیں۔

حکمت کی پونجی

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نرمی حکمت کی پونجی ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۴۹۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دانائی اور سمجھداری کی علامت ہے کہ نرمی اور نرم مزاجی سے کام لے تاکہ کام سلجھے، الجھے نہیں۔

جہنم حرام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم کو نہ بتا دوں

کہ جہنم کس پر حرام ہے اور جہنم پر کون حرام ہے؟ ہر اس شخص پر جو نرم سہل مزاج ہو۔

فائدہ: دیکھئے نرمی اور سہولت مزاجی کی کیسی فضیلت ہے کہ ایسے شخص پر جہنم حرام ہے۔ دراصل اس کی وجہ سے آدمی برے اخلاق ظلم وتشدد سے محفوظ رہتا ہے۔ تواضع ومسکنت اور رضا کی علامت ہے جو اہل جنت کی صفات ہیں۔ نرمی اور سہولت مزاجی کبر اور علو کی ضد ہے۔

اور قرآن پاک میں ہے "تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ" ہم جنت کا وارث ان کو بنائیں گے جو زمین پر بڑھ چڑھ کر رہنے کا ارادہ نہیں کرتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں بڑھ چڑھ کر رہنا یہ اچھی علامت نہیں ہے۔

نرم مزاجی نفع بخش ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نرمی بڑی اچھی چیز ہے، سختی اور پھوہڑپنا منحوس ہے یعنی نقصان دہ ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۴۱۲)

فائدہ: نرمی سے کام جس طرح ہوتا ہے سختی سے نہیں ہوتا کہ سختی سے لوگ پریشان ہو کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں لیکن سخت مزاج کے لئے کچھ سختی ہی بہتر ہے تاہم عام عادات میں نرمی ہی نفع بخش ہے۔

جانوروں کے ساتھ بھی نرمی کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک سیاہ اونٹنی دی جو بالکل کوئلے کی مانند تھی۔ سخت تھی لگام نہیں ڈالنے دیتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی اور فرمایا: اے عائشہ! اس پر سوار ہو جاؤ اور اس سے نرمی برتنا۔ (مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۱۹)

فائدہ: یعنی اونٹنی کے سخت مزاج ہونے کی وجہ سے اسے مار دھاڑ نہ کرنا اس سے سخت برتاؤ نہ کرنا بلکہ نرمی سے اپنے قبضہ میں کرنا اور کام لینا۔ دیکھا آپ نے جانوروں سے بھی نرمی کے برتاؤ کا ہماری شریعت نے حکم دیا ہے پھر انسانوں کے ساتھ نرمی کا حکم کیوں نہ ہوگا۔

کامیاب ہیں وہ لوگ جو اپنے سے کمتر اور ماتحت ملازموں اور خادموں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔

نرمی اور رفق ولطف کا مفہوم

رفق ولطف کے معنی یہ ہیں کہ معاملات میں سختی اور سخت گیری کے بجائے نرمی اور سہولت اختیار کی جائے جو بات کی جائے نرمی سے، جو سمجھایا جائے وہ سہولت سے جو مطالبہ کیا جائے وہ میٹھے طریقہ سے کہ دلوں کو موہ لے اور پتھر کو بھی موم کر دے۔ ہر چیز میں نرمی کام کو بناتی اور سختی بگاڑتی ہے۔ الا یہ کہ شریعت، یا وقتی مصلحت وضرورت

سختی کا تقاضہ کرتی ہو۔

نرمی اور نرم مزاجی تبلیغ اور اصلاح میں کامیابی کی شرط اول ہے اس لئے اس باب میں حضرات پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خصوصی تاکید کی جاتی ہے کہ مخالفین ومنکرین سے نرم برتاؤ کریں۔ دعوت وتبلیغ میں نرم برتاؤ بہت مؤثر ہوتا ہے۔

احادیث پاک میں خدا کا نام ''رفیق'' بھی آیا ہے جس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر تمام معاملوں میں خصوصاً رزق پہنچانے میں نرمی اور تلطف کا معاملہ کرتا ہے اور اس میں بندے کی اطاعت وعدم اطاعت نیکی اور گناہ کی پرواہ نہیں کرتا۔

پردہ پوشی

پردہ پوشی کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، خدا اس کے لئے دنیا وآخرت میں پردہ پوشی کرے گا۔ (ابوداؤد، ترغیب جلد۳ صفحہ ۲۳۷، مسلم جلد۲ صفحہ ۳۲۲)

قیامت میں پردہ پوشی

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، خدائے پاک اس کے لئے قیامت کے دن پردہ پوشی کرے گا۔ (ترغیب)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے خدائے پاک اس کی پردہ پوشی قیامت کے دن فرمائیں گے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۴۷، ترغیب جلد۳ صفحہ ۲۳۷)

فَائِدَۃ: کسی کی نامناسب بات، گناہ عیب کو چھپانا اچھی بات ہے اور لوگوں میں اسے ظاہر کر کے اس کو رسوا اور ذلیل کرنا یا محض شائع اور عام کرنا شریعت میں بہت بری بات ہے۔ ایسا شخص خود بھی اس گناہ میں مبتلا ہونے کا اور ذلیل ہونے کا اندیشہ رکھے۔ خدا کی نافرمانی پر بندوں کو رسوا کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ البتہ کسی مصلح سے ظاہر کرنا یا شاگرد کی استاذ سے ظاہر کرنا تا کہ اصلاح ہو عادات خراب نہ ہو یہ درست ہے۔ اسی طرح کسی ایسے گناہ وجرم کو ظاہر کرنا تا کہ لوگ بچ جائیں پھنس نہ جائیں درست ہے، مثلاً خیانت، چوری، بے وفائی، چرب لسانی وغیرہ۔

جنت میں داخلہ

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو دیکھے اور اسے چھپا دے تو اللہ پاک اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(ترغیب جلد۲ صفحہ ۲۳۸، مکارم صفحہ ۴۷)

فَائِدَۃ: افسوس کہ آج ہم لوگوں کے عیوب ڈھونڈھ کر اچھالتے ہیں۔ کاش یہ حدیث ہم لوگوں کے دل میں بس جائے۔

گویا مدفون کو زندہ کر دیا

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے کسی مؤمن کی پردہ پوشی کی

اس نے گویا زندہ درگور کو زندگی عطا کر دی۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۴۷۵، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مؤمن کے گناہ پر پردہ ڈال دیا اس نے گویا زندہ درگور کو زندہ کر دیا۔ (مکارم صفحہ ۴۸۰)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی شراب پیتا تھا۔ میں نے حضرت عقبہ سے کہا کہ آپ پولیس کو کیوں نہیں خبر کر دیتے؟ تو انہوں نے مجھ سے کہا: چھوڑو جی، میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جو شخص کسی مؤمن کے عیب کو چھپائے اس نے گویا کہ قبر میں دفن شدہ کو زندہ کر دیا۔ (مکارم صفحہ ۴۸۴)

خدا کس کا پردہ فاش کرے گا؟

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے راز کے پیچھے پڑے گا اللہ پاک اس کے پیچھے پڑ جائے گا اور اللہ پاک جس کے پیچھے پڑ جائے تو اسے اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۴۰)

راز بستہ کے افشاء کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جو اپنے بھائی کی ستر پوشی کرے گا خدائے پاک قیامت کے دن اس کے ساتھ ستاری کا معاملہ کرے گا اور جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو رسوا کرے گا اس کا پردہ فاش کرے گا، خدائے پاک اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔ (ابن ماجہ، ترغیب جلد۳ صفحہ ۲۳۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگوں کے عیوب و راز کو فاش کر کے اسے رسوا کرے گا خدائے پاک ایسے آدمی کو اس کے احباب رفقاء اور اپنے لوگوں کے درمیان رسوا کر دے گا یعنی اس گناہ کی سزا اسے آخرت میں نہ مل کر دنیا میں مل جائے گی۔

لوگوں کی خامیوں کی تلاش میں نہ رہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی لغزشوں کو مت تلاش کرو۔ (مختصر الترغیب صفحہ ۲۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ خامیاں رہتی ہیں۔ علاج تو تم کر نہ سکو گے۔ لہٰذا افشاء ذلت کا باعث بن جائے گا۔ اسی طرح اگر ہر ایک دوسرے کے ساتھ کرنے لگ جائے تو ماحول گندہ ہو جائے گا۔ تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ سراسر نقصان کا باعث بنے گا۔ اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے۔

ارباب انتظام کو ایک نصیحت

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاکم جب لوگوں سے سوء ظن اور شکوک وشبہات میں رہتا ہے تو گویا لوگوں کے درمیان (اطمینان ختم کر کے) فساد پیدا کر دیتا ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۲۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب ارباب حکومت اور اہل انتظام کو لوگوں کے بارے میں بے اعتباری ہوگی کہ فلاں ہمارے خلاف ہے، فلاں ہماری مخالفت کرتا ہے، فلاں ہم سے متعلق نہیں اور لوگوں کے بارے میں اپنی ذات اور اقتدار اور حکومت کے خلاف بدگمانی ہوگی، تو ماحول کا امن وسکون ختم ہو جائے گا۔ ہر شخص بلاوجہ خوف اندیشہ محسوس کرے گا۔ مخلص اور غیر مخلص کا فرق ظاہر نہ ہوگا۔ بلاوجہ لوگوں کے لئے اذیت واندیشہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ اہل انتظام کو بھی خدمت لینے میں پریشانی ہوگی، جب اعتماد نہیں تو کس سے خدمت لیں لہٰذا انتظام اور کنٹرول نہ کر پائے گا۔ اس لئے حدیث پاک میں تاکید کی گئی ہے کہ لوگوں کے پیچھے نہ پڑے کہ کون اسے کیا کہتا ہے نہ خود نہ کسی دوسرے سے جاسوسی کرائے۔ اپنے ماتحتوں سے بلاجھجک کام لے ورنہ تو اطمینان وسکون جاتا رہے گا۔

کسی کے پوشیدہ راز کے پیچھے نہ پڑے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور بلند آواز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وہ لوگو! جن کی زبان نے اسلام کو قبول کر لیا مگر ابھی دل تک ان کا ایمان نہیں پہنچا ہے، مسلمانوں کو اذیت اور تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ان کے رازوں (چھپی باتوں) کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے راز کے پیچھے پڑے گا۔ خدائے تعالیٰ اس کی چھپی باتوں کے پیچھے پڑے گا۔ اللہ پاک جس کے پیچھے پڑے گا وہ ذلیل وخوار ہو جائے گا خواہ کجاوے کے بیچ میں کیوں نہ ہو۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۹۳۹)

فائدہ: راز فاش کرنے اور اس کے پیچھے لگنے کی کیسی سزا ہے۔ ایسا آدمی ہزار جاہ وعزت کے قلعہ میں رہنے کے باوجود بھی ذلیل ہو کر رہے گا۔

ستاری کی دعا کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک سے سوال کرو کہ وہ تمہارے عیوب (گناہوں) پر ستاری فرمائے اور تم کو خوف سے امن دے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۴۸۴)

فائدہ: یعنی خدائے پاک سے ایسی دعاؤں کے مانگنے کا حکم ہے چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی دعا منقول ہے۔ "اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا" "اے اللہ ہمارے عیوب پر ستاری کا معاملہ فرما اور

خوف سے مامون فرما۔“ یہ دعا خوف و دہشت کے موقع پر بھی پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کوئی دعا ہے جو ہم لوگ کرلیا کریں کہ (مارے خوف کے) کلیجہ سینے کو آلگا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی دعا بتلائی۔ (سبل الہدیٰ جلد۴ صفحہ ۳۸۳)

گھر اور گھریلو راز کی باتیں ظاہر نہ کرے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک کے نزدیک قیامت میں سب سے بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی بیوی کے ساتھ پیش آنے والی باتوں کو لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔
(مسلم، ریاض صفحہ ۳۰۸)

فائدہ: بیوی کے ساتھ جو امور پیش آتے ہیں ان کو لوگوں پر ظاہر کرنا فحاشی ہے اور شریفانہ اخلاق کے خلاف ہے۔ اس طرح گھریلو باتیں جو بیوی وغیرہ سے متعلق ہوں ان کو عام لوگوں پر ظاہر کرنا بری بات ہے اس سے گھریلو رازدارانہ باتوں کا افشاء ہوتا ہے۔ لوگوں کی نگاہوں میں اس سے خفت حاصل ہوتی ہے اور وقار جاتا رہتا ہے اور لوگوں پر اس کا اچھا اثر نہیں ہوتا۔

خاص کام اور راز کی بھی حفاظت کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں بچوں میں کھیل رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی ضرورت سے بھیج دیا۔ مجھے ماں کے پاس آنے میں دیر ہوگئی۔ ماں کے پاس آیا تو پوچھا دیر کیسے ہوئی؟ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ضرورت سے کہیں بھیج دیا تھا۔ (اسی وجہ سے دیر ہوگئی) تو والدہ نے پوچھا کون سی ضرورت تھی؟ میں نے کہا کوئی خاص بات (راز کی تھی) تو والدہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ راز خاص بات کسی سے نہ کہنا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر میں بتاتا تو اپنے شاگرد راوی ثابت کو بتادیتا۔

فائدہ: دیکھا آپ نے جس خاص ضرورت اور کام سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا انہوں نے ماں کے پوچھنے پر بھی نہ بتایا اور والدہ کو جب معلوم ہوا کہ کوئی خاص کام تھا تو بچے کو تاکید کردی کہ کسی کو نہ بتانا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں بھی وہ اپنے شاگردوں کو نہیں بتایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا کوئی خاص کام، خاص ضرورت رازدارانہ امور ظاہر نہ کرے۔ اس سے معاملات بگڑتے ہیں۔ فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور جو لوگ لوگوں کی باتوں کو معلوم کرتے ہیں خواہ وہ بڑے ہی کیوں نہ ہوں نہیں بتانا چاہئے۔ کہ یہ سیاست دانوں اور دنیاوی لوگوں کی فطرت ہے۔

غصہ برداشت کرنا اور پی جانا

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

ترجمہ: ''غصہ کو پینے والے، لوگوں کو معاف کرنے والے، خدا نیکی کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔''

غصہ کا آنا ایک انسانی بلکہ ذی روح کی صفت ہے۔ اس کا آنا برا نہیں بلکہ اس کا باقی رکھنا۔ اس کے تقاضہ پر عمل کرنا برا ہے۔ انتہائی غصہ میں جنون کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ جس میں بسا اوقات نامناسب امور کہہ اور کر بیٹھتا ہے۔ جس سے بعد میں ندامت ہوتی ہے۔ اسی لئے غصہ کے دور کرنے اور اس کے پینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسے مکارم اخلاق میں شمار کرتے ہوئے اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو غصہ کو دبا لیتے ہیں پی لیتے ہیں اور اس میں بے اعتدالی سے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں کہ اس کی بے اعتدالی بہت بڑی بری چیز ہے۔ بہت سے ظالمانہ اور بے دردانہ کام انسان صرف غصہ سے کر بیٹھتا ہے۔ چنانچہ آپس کی خونریز لڑائی، آئے دن طلاق کے واقعات اسی کے بدنتائج ہیں۔ جس کی وجہ سے بعد میں سخت پشیمانی ہوتی ہے۔ اسی لئے ہر ایک مسلمان کو چاہئے کہ غصہ پر قابو رکھے۔ اسے پی لے۔ ایسے شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلوان فرمایا ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ میمون بن مہران کی باندی پیالہ میں گرم سالن لے کر آئی مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پھسلی اور شوربا ان پر گر پڑا۔ میمون نے مارنے کا ارادہ کیا۔ باندی نے یہ آیت پڑھ دی۔ ''وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ''، میمون نے کہا غصہ پی لیا۔ اس نے پڑھا ''وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ'' میمون نے کہا: میں نے معاف کر دیا باندی نے پھر پڑھا، ''وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ''، میمون نے کہا میں نے احسان کیا جا تو خدا کے واسطے آزاد ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد۲ صفحہ ۲۱۹)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی ابن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اوپر گر پڑا۔ تمام بھیگ گئے۔ غصہ آنا طبعی امر تھا۔ کنیز کو خطرہ ہوا۔ اس نے فوراً یہ آیت پڑھی: ''وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ'' یہ سنتے ہی خاندان نبوت کے اس بزرگ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا

بالکل خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ "وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" پڑھ دیا تو فرمایا میں نے تجھے دل سے معاف کر دیا۔ کنیز بھی ہوشیار تھی اس کے بعد اس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا۔ "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ"، جس میں احسان وسلوک کی ہدایت ہے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ (معارف القرآن جلد۲ صفحہ ۹۰)

امت کے بہترین افراد

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بہترین افراد وہ ہیں جب ان کو غصہ آئے تو برداشت کر لیں۔ (مجمع جلد۸ صفحہ ۶۸، بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ ۳۱۳)

خدا کے نزدیک بہترین گھونٹ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے نزدیک سب سے محبوب و پسندیدہ غصہ کا وہ گھونٹ ہے جسے اللہ کے واسطے پی جائے۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۲۹، ابن ماجہ)

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ کسی کمزور یا ماتحت پر غصہ آئے اور پھر وہ شخص محض اللہ کے واسطے پی جائے تو خدا کے نزدیک بڑا ہی پسندیدہ ہے۔

خدا کے واسطے کا مطلب یہ ہے کہ کسی ڈر یا فتنہ کی وجہ سے نہ ہو مثلاً کسی امیر عہدہ دار کے بچہ پر غصہ آیا پھر سوچا کہ میں نے کچھ کیا تو برے نتائج نہ ہوں ایسی بات نہ ہو جائے تاہم اس وقت بھی پی لینے کا ثواب ہوگا۔

جس حور کو چاہے منتخب کرے

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو غصہ کے تقاضہ پر عمل کرنے کے باوجود اسے پی جائے، اسے قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے بلایا جائے گا اور جس حور کو چاہے پسند کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۲، بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ ۳۱۳)

مطلب یہ ہے کہ سزا دینے انتقام لینے اور برا بھلا کہنے پر قادر تھا مثلاً اس وجہ سے کہ ملازم یا ماتحت تھا پھر بھی معاف کر دیا اور غصہ پی گیا تو من پسند حور کا مالک ہوگا۔

جنت میں داخل ہونے کا عمل

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ایسا عمل بتا دیجئے جو جنت میں داخل کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ مت کیا کرو تمہارے لئے جنت ہے۔
(مجمع جلد۸ صفحہ ۷۰، طبرانی جلد۳ صفحہ ۴۴۶)

عذاب سے کون محفوظ؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو غصہ کو دور کرے گا خدا اس سے اپنا عذاب دور کردے گا۔ (مجمع جلد ۸ صفحہ ۶۸، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۴)

فائدہ: یعنی غصہ کا دور کرنا خدا کے عذاب کو دور کرنے کا باعث ہے۔

غصہ کے برداشت کی تاکید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا مجھے نصیحت فرمایئے اور تھوڑی فرمایئے تاکہ میں محفوظ کرسکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ مت کرنا۔ اس نے مکرر درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ فرماتے غصہ مت کرنا۔ (بخاری صفحہ ۹۰۳، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

خدا کی رضا وخوشنودی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غصہ پی جائے باوجود اس بات کے کہ وہ چاہتا تو بدلہ لے سکتا تھا قیامت کے دن خدا اس کے دل کو اپنی رضا وخوشنودی سے بھر دے گا۔

(کنز العمال جدید جلد ۳ صفحہ ۴۰۵)

پہلوان کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلوان وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے۔ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۵۹، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۵۰)

غصہ آجائے تو وضو کرے

حضرت عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ شیطان کے اثر سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھتی ہے۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وضو کرے۔

(ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۵۲، ابوداؤد صفحہ ۶۶۰)

غصہ آجائے تو کیا پڑھے؟

سلیمان ابن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لڑائی ہو رہی تھی ایک دوسرے پر غصہ ہو رہا تھا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ رگیں پھول رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جو اسے پڑھ لے تو غصہ ختم ہو جائے۔ وہ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" ہے۔
(بخاری صفحہ ۹۰۳، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

فائدہ: آنحضرت ﷺ نے غصہ کے تین علاج بتائے ہیں۔ ایک روحانی دو ظاہری۔ روحانی تو وہی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے یعنی چونکہ یہ غصہ شیطان کا کام ہے اس لئے جب غصہ آئے تو فوراً دعا کرنی چاہئے کہ خداوندا میں شیطان سے بھاگ کر تیری پناہ چاہتا ہوں۔ دو ظاہری علاجوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ تبدیل ہیئت سے طبیعت ہٹ جائے گی اور غصہ کم ہو جائے گا۔ دوسرا علاج یہ ہے کہ وضو کرے۔ اس سے منشا یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں گرمی سے خون کا دوران بڑھ جاتا ہے۔ آنکھیں لال ہو جاتی ہیں، چہرہ سرخ ہو جاتا ہے تو پانی پڑنے سے مزاج میں ٹھنڈک آئے گی اور غصہ کی گرمی دور ہو جائے گی۔ (سیرۃ النبی جلد۶ صفحہ۲۲۷)

توکل

توکل کے متعلق فرمان خداوندی

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾

ترجمہ: ”جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔“

﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾

ترجمہ: ”اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

یعنی جو شخص اللہ پر توکل اور بھروسہ کرے گا اللہ اس کی مہمات کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کام کو جس طرح چاہے پورا کر کے رہتا ہے۔ (معارف القرآن)

خیال رہے کہ توکل کرنے والے سے اللہ پاک محبت رکھتے ہیں۔ گویا وہ اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں اور مرتبہ محبوبیت پر فائز ہیں۔

توکل اسلام و ایمان کے بلند اعمال و احوال میں سے ہے جس شخص کا توکل خدائے پاک کے ساتھ جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر وہ تقرب کے مقام پر فائز ہوگا۔

جن کو خدائے پاک پر توکل اور بھروسہ ہے تو وہ اخلاق رذیلہ، حرص، حسد باہمی تنازع اور فساد کینہ، عناد، سے محفوظ رہیں گے۔ رضا اور شکر و صبر کے مقام پر فائز ہوں گے۔ اسی وجہ سے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ توکل مقربین بارگاہ الٰہی کے مقامات میں سے ایک عظیم الشان مقام ہے۔ (احیاء العلوم)

متوکلین بلا حساب جنت میں داخل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ ہوں گے جو تعویذ گنڈے اور فال میں نہ پڑیں گے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوں گے۔ (بخاری صفحہ ۹۵۸، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۲)

فائدہ: یعنی جو محض اللہ پر بھروسہ کرنے والے ہیں تو وہ کمال یقین و اعتماد کے ایسے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں کہ ظاہری اسباب سے بھی وہ منقطع ہیں اور اسی حالت میں ان کو اطمینان و سکون میسر ہے تو یہ لوگ ایسے مرتبے کے حامل ہوں گے۔

اگر خدا پر بھروسہ کرتے تو

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم خدائے پاک پر اتنا بھروسہ کرتے جتنا حق تھا تو تم کو پرندوں کی طرح رزق دیا جاتا کہ صبح خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھر پیٹ آتے ہیں۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۶۰، ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷، مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدائے پاک پر بھروسہ سے غیبی مدد و نصرت ہوتی ہے اور دل مطمئن رہتا ہے۔ معمولی اور کمزور سبب سے بھی اہم ترین مقاصد پورے ہو جاتے ہیں۔ اس کے مقابل جو خدا پر بھروسہ نہیں کرتا خدا کی نصرت سے محروم رہتا ہے۔ ہمیشہ ظاہر کے پیچھے پریشان رہتا ہے۔ دل کا اطمینان بھی جو عظیم دولت ہے اسے بھی کھو بیٹھتا ہے۔

خدا اس کے لئے کافی

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اس کے امور کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور اسے بلا گمان رزق دیتا ہے۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ ۱۰۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ اے لوگو! خدا پر بھروسہ کرو اور اسی پر اعتماد کرو وہ کافی ہوگا۔

(کنز العمال جلد۳ صفحہ ۷۰۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی گئی کہ تم مجھ پر بھروسہ کرو میں تمہاری کفالت کروں گا۔

(مختصر از رسالہ، التوکل ابن ابی الدنیا صفحہ ۵۹)

ظاہری اسباب کو اختیار کرے پھر توکل کرے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور پوچھا (اونٹ) باندھ دوں پھر توکل کروں؟ یا چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باندھ دو پھر توکل کرو۔ (رسائل جلد۳ صفحہ ۵۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرے پھر اللہ پر بھروسہ کرے۔ مثلاً دوکان کھولے، کھیت میں بیج ڈالے، مرض کی دوا کرے، پھر ان سے نفع کی خدا سے امید رکھے کہ اس کے ارادے اور حکم سے ہی اس سے نفع ہوگا، ایسا کرنا درست نہیں ہے کہ نہ دوکان کرے نہ کھیتی کرے نہ ملازمت کرے۔ پھر مال اور نفع کی امید رکھے۔ کھیت میں بیج نہ بوئے اور کھیتی پر خدا سے بھروسہ کرے۔ یہ از روئے شرع بھی درست نہیں کہ خدائی قانون کے خلاف ورزی ہے۔ خدا نے دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے۔ ہم اسباب کے اختیار کرنے کے مکلف ہیں اور پھر خدا پر بھروسہ کرنے کے۔

توکل کی دعا مانگے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ تَوَكَّلَ عَلَيْكَ فَكَفَيْتَهٗ وَاسْتَهْدَاكَ فَهَدَيْتَهٗ وَاسْتَغْفَرَكَ فَغَفَرْتَهٗ" (رسائل ابن ابی الدنیا التوکل صفحہ ۴۶)

ترجمہ: "اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو آپ پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ان کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔ آپ سے ہدایت کے طالب ہوتے ہیں آپ ہدایت دیتے ہیں۔ مغفرت کے طالب ہوتے ہیں آپ ان کو معاف فرما دیتے ہیں۔"

توکل: اسباب اختیار کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔

توکل اور اس کا مطلب ومفہوم

توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے کام کو خدا کے حوالے کر دو اور قلب کو مطمئن رکھو غیر اللہ کی طرف التفات بھی نہ کرو۔ (تبلیغ و دین صفحہ ۱۱۱)

توکل کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے اسباب و آلات کو چھوڑ دے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اسباب اختیار یہ کو ضرور اختیار کرے۔ مگر بھروسہ اسباب پر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ پر کرے۔ کہ جب تک اس کی مشیت وارادہ نہ ہو جائے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ (معارف القرآن جد ۸ صفحہ ۱۶۱)

توکل ترک اسباب اور ترک تدبیر کا نام نہیں، بلکہ اسباب کو چھوڑ کر توکل کرنا تو سنت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور تعلیم القرآن کے خلاف ہے۔ ہاں اسباب بعیدہ اور دور دراز فکروں میں پڑے رہنا یا صرف اسباب اور تدابیر ہی کو مؤثر سمجھ کر مسبب الاسباب اور مدبر الامور سے غافل ہو جانا بے شک خلاف توکل ہے۔ (معارف جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وکیل یعنی کارساز حقیقی پر صدق دل سے اعتماد اور بھروسہ کیا جائے اور پھر اس اعتماد کو ہمیشہ مضبوط و برقرار رکھا جائے تا کہ دل ہمیشہ آرام، وسکون اور اطمینان سے رہے اگر ظاہری اسباب و ذرائع میں کوئی کمی یا خرابی واقع ہو جائے تو حوصلہ نہ ہار بیٹھے بلکہ حق تعالیٰ پر اعتماد رکھتے ہوئے خاطر جمع رکھے۔

(کیمیائے سعادت)

خلاصہ یہ کہ خدا ہی پر بھروسہ رکھے اسی کو کارساز سمجھے۔ اسی کو کافی سمجھے اسباب ظاہری اختیار کرنے کے باوجود اسباب پر دھیان نہ رکھ کر خدا پر دھیان رہے۔ یہی توکل اور خدا پر بھروسہ کرنے کا مطلب ہے۔

القناعة

کامیاب کون ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا اور بقدر کفالت روزی سے نوازا گیا اور اللہ پاک نے جو دیا اس پر قناعت کی۔
(ابن ماجہ صفحہ ۳۰۵، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۳۷، مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۰)

غنا قناعت میں ہے

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! جب تم غنا طلب کرو تو قناعت میں طلب کرو۔ جس کے پاس قناعت نہیں اسے مال غنی نہیں بنا سکتا۔ (کنز جلد ۳ صفحہ ۳۷۳)

بھلائی کا ارادہ کس کے ساتھ؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ پاک کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اپنی تقسیم پر راضی فرما دیتے ہیں اور اس میں برکت عطاء فرماتے ہیں۔ (کنز صفحہ ۳۹۵)

امت کے بہترین افراد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ہماری امت کے بہترین افراد وہ ہیں جو قانع ہیں اور بدترین وہ ہیں جو لالچی ہیں۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۹۱)

قناعت کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر قناعت لازم ہے یہ ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۵۶، کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۹۳)

قانع جنت میں جائے گا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو خدا کی جانب سے نوازا گیا ہے اس پر قناعت کرنے والا جنت میں جائے گا۔ (کنز العمال صفحہ ۴۰۱)

قناعت سے برکت

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتا

ہے۔ دیکھتا ہے کہ وہ کیا عمل کرتا ہے۔ پس اگر وہ راضی رہتا ہے۔ (جو اللہ نے کم وبیش دیا ہے) تو خدا اسے برکت سے نوازتا ہے اور اگر وہ (اللہ کے دیئے ہوئے پر قانع اور) راضی نہیں رہتا ہے تو اس سے برکت ختم کر دی جاتی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قناعت میں برکت اور سکون ہے اور قانع کی زندگی پر سکون گزرتی ہے۔

قناعت کیسے حاصل ہو؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سے نیچے کو دیکھو۔ اپنے سے اوپر لوگوں کو مت دیکھو۔ یہی بہتر ہے تاکہ خدا کی نعمت کی ناقدری نہ ہو۔

(جامع صغیر صفحہ ۱۶۳، مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۷، ترمذی ابن ماجہ صفحہ ۳۰۵)

فائدہ: خیال رہے کہ حکم یہ ہے کہ آدمی دنیا اور مال کے اعتبار سے اپنے سے کم اور غریب کو دیکھے اس سے شکر خدا کی توفیق ہوگی۔ اپنے سے اوپر مال اور دنیا والوں پر نظر نہ کرے کہ اس سے حرص بڑھے گی اور نعمت خداوندی کی ناشکری ہوگی۔ البتہ دین وعمل صالح اور تقویٰ کے اعتبار سے اپنے سے بڑے اور فائق پر نظر رکھے تاکہ اعمال صالحہ کا شوق اور اس میں رغبت حاصل ہو۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے باب القناعۃ میں بیان کر کے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اپنے سے کم تر لوگوں کے دیکھنے سے قناعت کی دولت حاصل ہوتی ہے اور ذہن کو حرص سے فارغ رکھنے کا اور شکر خدا کا بہترین ذریعہ ہے۔

لوگوں سے مستغنی رہنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ استغناء اختیار کرو۔ (کنز صفحہ ۴۰۳)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے غنا کا طالب ہوتا ہے خدا اسے غنی بنا دیتا ہے۔ (مسلم صفحہ ۳۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں سے مستغنی رہو خواہ ایک مسواک کی لکڑی سے کیوں نہ ہو۔ (بیہقی، بزار، کنز جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ قناعت اختیار کرے اور خدا سے غنا طلب کرے۔ بندے سے امید نہ رکھے کہ بندہ تو خود محتاج ہے۔

غنا کا تعلق کثرت اسباب سے نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنا کا تعلق کثرت اسباب سے

نہیں بلکہ غنا کا تعلق نفس کے غنا سے ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۴، بخاری، مسلم جلد ا صفحہ ۳۳۶، مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مال و اسباب کی فراوانی سے غنا کا تعلق نہیں کہ فراوانی کے باجود حریص اور پریشان رہتا ہے بلکہ استغناء دل کے ساتھ ہے کہ اس حالت میں تھوڑا مال بھی کافی معلوم ہوتا ہے۔

دوسروں کے پاس جو ہو اس سے مستغنی ہو جائے

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ کوئی مختصر سی نصیحت فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز پڑھو تو ایسی نماز پڑھو کہ گویا آخری نماز ہے اور ایسی بات نہ کہو کہ کل تم کو اس سے معذرت کرنی پڑے اور لوگوں کے پاس جو ہو اس سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ (احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۶)

انسان کا پیٹ مال سے نہیں قبر کی مٹی سے بھرتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے لئے ایک میدان بھر مال ہو جائے تب بھی وہ چاہے گا کہ اسی طرح اور ہو جائے۔ اس کے نفس کو مٹی (قبر کی مٹی) ہی بھر سکتی ہے اور اللہ پاک اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا کو کبھی مال سے سیرابی نہیں ہو سکتی وہ ہمیشہ ہی "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" ہی کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ قناعت ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے حرص سے بچ سکتا ہے۔ کتنے اہل دنیا ایسے ہیں کہ باوجود کثیر المال ہونے کے مال کے سلسلے میں حیران و سرگرداں رہتے ہیں۔ مال تو باعث راحت تھا، مقصود نہیں تھا۔ مگر مال ہی مقصود ہو گیا اور اس پر جان جیسی قیمتی شئے قربان۔ معاملہ الٹ گیا۔ ایسوں کو نہ دنیا میں راحت نہ آخرت میں۔ دنیا میں حصول مال میں تھکے پریشان۔ خدا کی پناہ۔

مرنے کے قریب مگر مال کی حرص میں کمی نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے مگر دو چیزیں جوان رہتی ہیں، ایک حرص مال، ایک حرص عمر۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۳۳۵)

فائدہ: یعنی بوڑھا ہو چکا ہے۔ موت کا وقت عمر طبعی اعتبار سے قریب ہو چکا ہے۔ نہ معلوم کب وقت آ جائے۔ چاہئے کہ جو وقت مل رہا ہے آخرت کی تیاری ذکر عبادت میں لگائے۔ مگر مال کی زیادتی اور اس کی حرص میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو رہا ہے۔ اسی طرح دنیا سے ایسی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت دن رہے گا۔

استغناء

جو لوگوں سے استغناء اختیار کرے گا

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں سے استغناء اختیار کرے گا خدا اسے غنی بنا دے گا۔ جو پاکدامنی اختیار کرے گا خدا اسے عفت سے نوازے گا۔ جو کفایت طلب کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہو جائے گا۔ اور جس نے سوال کیا، باوجودیکہ اس کے پاس اوقیہ مال تھا اس نے الحاف (بلا ضرورت مخلوق سے لپٹنا) اختیار کیا (جو مذموم وقبیح ہے) (جامع صغیر صفحہ ۵۱۳)

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ہمارا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ وعدہ تھا۔ جب قریظہ فتح ہوا۔ تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا تا کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا پورا کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا (جسے میں نے سنا) جو استغناء اختیار کرے گا خدا اسے مستغنی کر دے گا۔ جو قناعت اختیار کرے گا اللہ پاک اس کے لئے کافی ہو جائے گا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا بالکل میں اب کسی سے سوال نہ کروں گا۔

(ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۸۵)

حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے عفت چاہے گا خدا اسے عفت و پاکدامنی سے نوازے گا۔ جو اللہ سے غنا چاہے گا (بندوں سے نہیں) خدا اسے غنی کر دے گا۔

لوگ محبت کرنے لگیں گے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے پاس جو چیزیں (مال و جاہ، دنیا) ہیں۔ ان سے بے رغبتی (استغناء) اختیار کر لو۔ لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۲)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا ہمیں نصیحت فرمایئے اور مختصر فرمایئے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو ایسی نماز پڑھو گویا تم آج ہی رخصت (فوت) ہو رہے ہو۔ اور ایسی بات زبان سے مت نکالو کہ تم کو اس کی معذرت کرنی پڑے۔ اور لوگوں کے ہاتھ میں جو (مال و جاہ وغیرہ) ہو اس سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷)

فائدہ: لوگوں سے ناامید و بے پرواہ ہو کر جو خدا سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے اور اسی کی جانب توجہ رکھتا ہے

خدائے پاک اسے غنی کر دیتا ہے اور غنا کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور لوگوں کے پاس دنیا مال وجاہ وغیرہ جو ہے اگر اس کا طالب اور امیدوار نہیں رہتا ہے تو لوگوں کی نگاہوں میں محبوب ہو جاتا ہے۔ لوگوں کی فطرت ہے جو ان کی چیزیں چاہیں گے تو ان کا اعتقاد ختم ہو جائے گا اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ یہ ہماری طرح دنیا دار ہے۔

بلاگمان رزق

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں جو شخص کلیۃً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ، اس کی ہر ضرورت کا تکفل فرماتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص ہمہ تن دنیا کی طرف لگ جاتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کو دنیا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ (کہ تو جان اور تیرا کام یعنی محنت کر اور کھا)۔ جتنی مشقت اٹھائے گا اس کے مناسب ہم دیتے رہیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ سب سے زیادہ قوی ہو تو وہ اللہ پر توکل کرے۔ اور جو یہ چاہے کہ سب سے زیادہ غنی ہو تو اس کو چاہئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے اس پر اس سے زیادہ اعتماد رکھے جتنا اس کے پاس کی چیز پر ہوتا ہے۔

حضرت وہب حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب بندہ مجھ پر بھروسہ کر لیتا ہے تو اگر آسمان زمین سب مل کر بھی اس کے ساتھ مکر کریں تو میں اس کے لئے راستہ نکال دوں گا۔ (فضائل صدقات صفحہ ۷۱۸)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے مستغنی رہو اور سوال جتنا بھی کم ہو اتنا ہی اچھا۔ (فضائل صدقات صفحہ ۷۱۸)

اسلام کے بلند پایہ پاکیزہ اخلاق و عادات میں سے یہ ہے کہ مخلوق سے جو خود محتاج در محتاج ہے اس سے مستغنی رہے اور اپنے خالق مالک حقیقی سے امیدیں وابستہ رکھے جو سراپا غنی حی قیوم ہے۔ اس سے خدا کے نزدیک بھی عزیز اور بندوں کے نزدیک بھی عزیز باوقار و محبوب ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب کو اخلاق حمیدہ فاضلہ کا حامل بنائے۔

شرافت اور عزت کس میں ہے؟

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے محمد! جس طرح چاہو زندہ رہو پھر مرنا ہے۔ چاہے جو عمل کرو اس کا بدلہ پانا ہے۔ جس سے چاہو دل لگاؤ اس کو چھوڑنا ہے۔ جان لو کہ مؤمن کی شرافت رات کے قیام (تہجد) میں ہے۔ اور اس کی

عزت لوگوں سے مستغنی رہنے میں ہے۔ (ترغیب جلد اصفحہ ۵۸۹)

فَائِدَہ: ان روایتوں میں استغناء کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ استغناء کا مفہوم مخلوق سے بے پرواہ اور اس سے نفع کی امید نہ رکھ کر اللہ سے امید وابستہ کرنا ہے۔ لوگوں کے ہاتھ میں جو مال اور دنیا ہے اس سے صرف نظر کرنا اس سے بے پرواہ ہو جانا ہے۔ ان کی طرف دل اور دھیان نہیں لگانا ہے۔ اور نہ کسی طرح ان سے احتیاج ظاہر کرنا ہے۔ یہ مطلب ہے استغناء کا۔

اہل علم اور اہل زہد وتقویٰ کو اس کا خاص اہتمام چاہئے۔ وہ دنیا داروں اور مالداروں سے استغناء برتیں۔ اپنا احتیاج ان پر ظاہر کر کے اپنی اور دین کی تذلیل نہ کریں۔ حدیث پاک کے پیش نظر جب یہ استغناء اختیار کریں گے تو ان کو خدا وقت آنے پر عزت سے نوازے گا اور وقار کے ساتھ فتوحات کا دروازہ کھلے گا۔ اور خدائے پاک لوگوں کے ذہنوں میں ڈالے گا کہ وہ ان کا خیال کریں۔ زمانہ شاہد ہے اہل خیر وتمول حضرات نے علماء ربانیین کا ہر دور میں خیال کیا ہے اور قیامت تک اہل خیر باقی رہیں گے اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

صبر

صبر کے متعلق قرآنی آیتیں

قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر صبر اور برداشت کی تاکید اور فضیلت آئی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾

ترجمہ: ''اللہ پاک صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ﴾

ترجمہ: ''صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے۔''

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ﴾

ترجمہ: ''جس نے صبر کیا اور معاف کیا۔''

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! صبر کرو۔''

''صبر کے معنٰی اپنے دل اور نفس کو طبیعت کے خلاف چیزوں پر جمائے رکھنا ہے۔ صبر کے تین مقامات ہیں۔''

۱ **صبر علی الطاعات:** اللہ کے احکام اور اوامر کو حسن و خوبی کے ساتھ ادا کرنا خواہ نفس پر کتنا ہی شاق اور مشکل کیوں نہ گزرے۔ جیسے صبح کے وقت اٹھنا اور وضو کرنا۔

۲ **صبر عن المعاصی:** گناہ جس سے خدا نے روکا ہے خواہ وہ کتنا ہی مرغوب اور لذیذ ہو اور نفس کو بھاتا ہو اس کو چھوڑ کر نفس کی مخالفت کی مشقت کو برداشت کرنا۔

۳ **صبر علی المصائب:** مصائب و حوادث پر صبر کرنا۔ نفس کو بے قابو نہ ہونے دینا اور نہ مصیبت پر اپنے کو یا خدا کی طرف خلاف ادب امور کی نسبت کرنا۔ ان تینوں میں سے ہر ایک پر ثواب ہے۔

صبر ایمان ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان صبر اور درگزر کرنا ہے۔

(مکارم طبرانی صفحہ ۳۲۳)

ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: صبر اور درگزر کرنا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے صبر نصف ایمان ہے۔ (کنز العمال جدید صفحہ۲۷۱، الشعب صفحہ۱۲۳)

مل جل کر رہنے پر صبر کی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں سے ملتا جلتا رہتا ہے اور ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہے وہ افضل ہے اس سے جو لوگوں سے ربط اور خلط نہیں رکھتا اور نہ ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہے۔ (مکارم صفحہ۳۲۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ جوڑ اور ربط رکھتے ہوئے اصحاب ماحول سے جو نامناسب اور تکلیف دہ باتیں ہو جاتی ہیں ان پر صبر کرتا ہے تو یہ شخص ان گوشہ نشین اور منقطع لوگوں سے افضل ہے کہ جو اذیتوں پر صبر کی عظیم دولت سے محروم ہیں جس سے خدا کی معیت نصیب ہوتی ہے۔

صبر کا اصل وقت مصیبت سے متصل ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: صبر تو مصیبت کے شروع وقت میں ہے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۱۷۴، بیہقی جلد۷ صفحہ۱۱۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اصل جو صبر کا وقت ہے وہ مصیبت و پریشانی کے بعد فوراً ہے اس وقت صبر کا ثواب ہے۔ جب بات پرانی ہو جاتی ہے تو ویسے اس کا خیال کم ہو جاتا ہے اور اثر بھی کم ہو جاتا ہے۔

خلاف مزاج باتوں کو دیکھ کر بھڑکے نہ بلکہ صبر کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی خلاف مزاج معاملہ پیش آجائے تو صبر کرو۔ (الشعب صفحہ۱۲۸)

فائدہ: بسا اوقات خلاف مزاج باتیں جس سے طبیعت کو تکلیف ہوتی ہے آدمی بھڑک جاتا ہے، سخت باتیں کہہ دیتا ہے۔ سو یہ بہت بری بات ہے۔ بلکہ آدمی کو برداشت کرنا چاہئے۔ چنانچہ بعض آدمی کہتے ہیں مجھے خلاف مزاج باتیں برداشت نہیں۔ سو یہ حلم اور صبر کے خلاف ہے۔

مصائب پر صبر

محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک جب کسی جماعت، لوگ، فرد کو اپنی محبت سے نوازتے ہیں تو ان کو مصائب اور پریشانیوں میں مبتلا کرتے ہیں پس جو صبر کرتا ہے اس کے لئے صبر کی جزا ہے اور جو ہائے واویلا کرتا ہے اس کے لئے اس کی سزا ہے۔ (صفحہ۱۴۵)

مصائب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی سنت ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زائد مصائب وحوادث حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو دیئے جاتے ہیں پھر اس کے بعد جو اس مرتبہ پر ہوتا ہے۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۴۲، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۹۵، بیہقی جلد ۷ صفحہ ۱۴۲)

فائدہ: خیال رہے کہ مصائب اور پریشانیوں کا آنا گناہ یا ناراضگی خدا کی علامت نہیں۔ مصائب اور پریشانیوں کا آنا اور اس پر صبر کرنا اور اسے خوشی سے جھیلنا یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور صلحاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ جو جس قدر خدا کا مقرب ہوتا ہے اسی قدر اسے آزمایا جاتا ہے۔ اس لئے مصائب وحوادث سے ہرگز رنجیدہ خاطر نہ ہو اس کے ختم ہونے کی صبر کرتے ہوئے دعا کرتا رہے۔

خوش قسمت کون ہے؟

عمر بن ابی الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش قسمت وہ ہے جسے بقدر ضرورت رزق دیا گیا اور اس پر صبر سے نوازا گیا۔ (الشعب جلد ۷ صفحہ ۱۲۵)

ماحول میں رہ کر صبر چالیس سال کی عبادت سے افضل

قیس بن الشعس سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے ساتھ ان کی بستی میں رہتے ہوئے ایک ساعت کا صبر چالیس (۴۰) سال کی عبادت سے افضل ہے۔ ابوحاضر صحابی نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو نہیں پایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج کر ان کو بلایا (اس نے کسی غیر آباد علاقے میں عبادت شروع کر دی تھی) اور فرمایا: تم کو اس پر کس نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں بوڑھا ہو گیا ہوں، ہڈیاں دبلا گئی ہیں، موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ پس میں نے سوچا تنہائی میں رہ کر کہیں عبادت کر لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: خبردار سن لو مسلمانوں کے ماحول اور بستی میں رہ کر (یعنی ان سے خلط ملط کرتے ہوئے) عبادت کرنا تنہائی کی ساٹھ (۶۰) سال کی عبادت سے افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا۔

فائدہ: لوگوں کے ماحول سے ہٹ کر جنگل بیاباں غیر آباد علاقے میں خدا کی عبادت سے افضل ہے کہ آدمی ماحول میں رہ کر خلاف نفس باتوں اور معاملہ کو برداشت کرتے ہوئے عبادت کرے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا یہی طریقہ رہا اس کے خلاف رہبانیت اسلام کو پسند نہیں۔

حوادث ومصائب پر صبر کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مصائب کے چہرے اس دن (قیامت کے دن) روشن ہوں گے جس دن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (طبرانی، کنز صفحہ ۲۹۶)

مصیبت پر کیا سوچے؟

حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ میری مصیبت کو یاد کرے کہ وہ بڑی مصیبت تھی۔ (کنز جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اپنی مصیبت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مصیبت کو یاد کرے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے تبلیغ توحید واسلام کے سلسلہ میں پہنچائی۔ یہ سوچے کہ جب ہمارے آقا اور سردار اور مولیٰ کو ایسی ایسی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا جو خدا کے سب سے برگزیدہ اور چہیتے تھے تو ہمیں پہنچائی تو کوئی اہم بات نہیں۔ اس سے مصیبت کے رنج وغم کا احساس کم ہوگا۔

قیامت کے دن اہل صحت کی تمنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اہل عافیت وصحت اہل مصائب کے ثواب کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کی کھال قینچی سے کاٹی جاتی۔

(ترمذی، کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب اہل مصیبت کو ثواب عظیم دیا جائے گا تو اسے دیکھ کر تمنا کریں گے کہ ہم کو دنیا میں ان لوگوں سے بھی سخت سخت مصیبتیں اور پریشانیاں دی جاتیں تو اچھا ہوتا تاکہ ہم آج زیادہ سے زیادہ ثواب پاتے۔

لہٰذا جو لوگ مصائب آلام میں گھرے رہتے ہیں وہ آخرت کے اس ثواب کا خیال کر کے تسلی حاصل کریں۔

بیماری پر صبر کا ثواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مؤمن مرد یا مؤمن عورت کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو خدائے پاک اس کے گزشتہ ایام کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔

(بزار، کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۰۶)

خدا جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ پاک کسی بندے سے محبت

کرتا ہے تو اسے پریشانیوں میں ڈال دیتا ہے۔ (طبرانی، ابن حبان، کنز العمال جلد۳ صفحہ ۳۲۵)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مصائب کے ثواب عظیم کی وجہ سے خدائے پاک اپنے محبوب بندوں کو مصائب دیتے ہیں۔ متعدد روایتوں میں اپنے محبوب بندوں کو ابتلا و آزمائش میں ڈالنے کا ذکر ہے جس سے اس کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

جب عمل میں کمی ہوتی ہے تو

حضرت حکیم سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب اللہ پاک بندے کے عمل میں کوتاہی پاتے ہیں تو اس کو رنج وغم میں مبتلا کر دیتے ہیں (تا کہ ثواب کی کمی دور ہو جائے)۔ (مسند احمد، کنز جلد۳ صفحہ ۳۲۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ مصائب اور پریشانی آئے تو صبر کر کے اللہ سے تقرب اور ثواب عظیم حاصل کرے۔ پریشان اور افسوس نہ کرے۔ کہ اہل محبت کو آزمایا جاتا ہے اسی وجہ سے سب سے زیادہ حضرات انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کو تکلیف اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے چنانچہ بخاری کی روایت ہے "اَشَدُّ الْبَلَا یَا بَلَاءُ الْاَنْبِیَاءِ" (جلد۲ صفحہ ۸۴۳)

صبر اور دعا مؤمن کا ہتھیار ہے

حضرت ابن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ صبر اور دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ ۲۷۲)

صبر کا درجہ ایمان میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے موقوفاً مروی ہے کہ صبر کا درجہ ایمان میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا جسم میں۔ (یعنی مؤمن کو ضرور ابتلا و آزمائش کا سامنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے)۔

صبر اور اس کی صورتیں

محدث ابو شیخ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ صبر کی تین قسمیں ہیں:

1. مصائب اور حوادث پر صبر۔
2. عبادت پر صبر۔
3. معصیت اور گناہ سے بچنے میں صبر۔ (مختصراً کنز العمال جلد۳ صفحہ ۲۷۳)

نابینائی پر صبر کا بدلہ جنت ہے

حضرت انس رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس بندے کی دو محبوب شئے یعنی آنکھ میں نے لے لی اور اس نے صبر کیا تو اس کے بدلہ میں جنت دوں گا۔ (بخاری، کنز العمال جلد۳ صفحہ ۲۷۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کی میں دو محبوب (آنکھ) کو لے لوں اس نے ثواب کے لئے صبر کیا تو اس کے لئے میں جنت سے کم پر راضی نہ ہوں گا۔ یعنی جنت دوں گا۔ (کنز العمال صفحہ ۲۷۷)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو دنیا میں نابینا ہو جائے گا اگر صالح ہوگا تو خدا اسے قیامت کے دن نور سے نوازے گا۔ (کنز جلد ۳ صفحہ ۲۷۶)

فَائِدَہ: احادیث میں دونوں آنکھوں کی روشنی خواہ پیدائشی نہ ہو یا مرض سے چلی جائے بڑی فضیلت منقول ہے۔ اگر ضعف اور مرض سے روشنی چلی جائے اور علاج نہ کرا کر صبر کرے اور ثواب کی امید کرے تو یہ بہت فضیلت کی بات ہے۔ اس کا بدلہ حدیث قدسی میں جنت ہے۔

اولاد کے انتقال پر ثواب

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین نابالغ بچے انتقال کر جائیں اللہ پاک ان کو اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بخاری، نسائی، کنز العمال)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس کے دو بچوں کا انتقال ہو جائے اس کی وجہ سے اس کے والدین کو جنت میں داخل کروں گا۔ اس پر حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا آپ کی امت میں سے جس کا ایک بچہ ہو۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس کا ایک بچہ ہو اس کو بھی۔ (مختصر مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس مؤمن بندے کا جس کا محبوب (بیوی یا بچہ) انتقال کر جائے اور وہ صبر کرے تو اس کا بدلہ جنت ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱)

فَائِدَہ: اس قسم کی بکثرت احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کا ایک یا دو یا تین بچے یا اس کی بیوی وغیرہ جس سے اس کو محبت اور تعلق ہو انتقال کر جائے اور وہ ہائے واویلا کے بجائے صبر کرے تو اس صبر کا بدلہ جنت ہے۔ لیکن اگر صبر کے بجائے ہائے واویلا کرے، شکایت کرے، تقدیر کو برا بھلا کہے تو یہ عظیم ثواب سے محروم ہو جاتا ہے اور گناہ اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

شکر

شکر کے متعلق خدائے پاک کا ارشاد

﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾

ترجمہ: ”اے داؤد کی اولاد شکر ادا کیا کرو۔ میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں۔“ (سبا)

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

ترجمہ: ”اگر تم شکر کرو گے تو میں اس میں (نعمتوں میں) اضافہ کروں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میری گرفت سخت ہے۔“

شکر کے معنی اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراف کرے کہ نعمت فلاں نے دی ہے پھر اس کو اسی کی طاعت اور مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ (القرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۴)

اس حکم کی تعمیل میں (جو حضرت داؤد علیہ السلام کو شکر دیا گیا تھا) حضرت داؤد اور سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام اور ان کے خاندان نے قول وعمل دونوں سے اس طرح کی کہ ان کے گھر میں کوئی وقت ایسا نہ گزرتا تھا جس میں گھر کا کوئی فرد اللہ کی عبادت میں لگا نہ ہوا ہو۔ افراد خاندان پر اوقات تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کا مصلّیٰ کسی وقت نماز پڑھنے سے خالی نہ رہتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شکر جس طرح زبان سے ہوتا ہے اسی طرح عمل سے بھی شکر ہوتا ہے۔

(معارف القرآن پارہ ۲۲ صفحہ ۱۵۰)

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا شکر تقویٰ اور عمل صالح کا نام ہے (معارف) زبانی شکر کے ساتھ اس کے حکم کی اطاعت شکر ہے۔ (القرطبی)

خیال رہے کہ شکر کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمت جان مال کو اس کے حکم کے مطابق لگانا شکر اور اس کے خلاف مال کو دنیا ہی کے امور میں صرف کرنا راہ خدا میں نہ لگانا اور اعضاء و جوارح کو اطاعت خداوندی کے علاوہ گناہ میں لگانا ناشکری ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ خداوند کا شکر بندہ مکمل کسی حال میں نہیں کر سکتا۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام پر جب یہ حکم شکر نازل ہوا تو اللہ سے عرض کیا کہ اے مرے رب میں آپ کا شکر کس طرح ادا کر سکتا ہوں جب کہ میرا شکر زبان سے ہو یا عمل سے ہو وہ بھی آپ ہی کی عطاء کردہ ہے۔ اس پر

بھی مستقل شکر ہے۔ کہ اس کی توفیق اور قدرت بھی نعمت ہے جس کا شکر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اب تم نے شکر ادا کیا اے داؤد۔''

چونکہ خدا اور اس کی نعمت کے شکر سے تم نے اپنے آپ کو عاجز اور کوتاہ پایا۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۴)

حکیم ترمذی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اور امام جصاص رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے عطا بن یسار رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت ''اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ممبر پر تشریف لائے۔ اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا تین کام ایسے ہیں جو شخص ان کو پورا کرے تو جو فضیلت آل داؤد کو عطاء کی گئی تھی وہ اس کو بھی مل جائے گی۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کیا وہ تین کام کیا ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا رضا اور غضب کی حالتوں میں انصاف پر قائم رہنا۔ اور غنا اور فقر کی دونوں حالتوں مین اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا۔ اور خفیہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرنا۔ (القرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ شکر کا مطلب صرف زبان سے الحمد للہ یا شکر اللہ کہنا مراد اور کافی نہیں بلکہ اس کا پورا مفہوم اعتراف نعمت خداوندی کے ساتھ اس کی اطاعت اور نافرمانی سے بچنا ہے۔

اسی وجہ سے مفسر قرطبی نے ''اُشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنَ'' کا مطلب لکھا ہے۔ تم میری اطاعت کرو۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

سورہ سبا کی تفسیر ''اعملوا اٰل داؤد'' میں لکھتے ہیں ''تظاهر القرآن والسنة ان الشكر بعمل الابدان دون الاقتصار علی عمل اللسان'' قرآن اور حدیث پاک سے یہ ظاہر ہے کہ شکر عمل (اطاعت الٰہی) کا نام ہے صرف زبان کا عمل نہیں ہے۔ (جلد ۱۴ صفحہ ۲۵)

لوگوں کا شکریہ ادا کرنا

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۱۲، ابوداؤد)

حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ خدا کا شکر ادا کرنے والا وہ ہے جو لوگوں کا شکر ادا کرنے والا ہے۔ (بیہقی، کنز العمال جدید صفحہ ۲۵۴)

فَائِدَہ: یعنی جو لوگوں کے احسانات اور تبرعات پر شکر کرے گا وہ خدائے پاک کا بھی شکر کرے گا کہ اللہ پاک نے اس کی توفیق دی اور خدائے پاک نے اس کے واسطے سے نوازا۔

کسی کی بھلائی کا ذکر بھی گویا شکر ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے کسی کے احسان کا تذکرہ

کیا گویا اس نے شکر ادا کر دیا۔ (مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز سے نوازا اور اس نے اسی کا تذکرہ کیا تو گویا کہ اس نے اس کا شکر ادا کر دیا۔ اور جس نے چھپایا گویا اس نے ناشکری کی۔

(ابوداؤد صفحہ ۳۶۳)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نعمتوں کا ذکر خوب کیا کرو کہ اس کا ذکر شکر ہے۔

(ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۳)

ابوسلیمان واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ نعمتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث ہے۔

(ابن ابی الدنیا صفحہ ۱۷)

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ خدا کی نعمتوں کا تذکرہ بھی شکر ہے۔

(کنز العمال جدید جلد ۳ صفحہ ۲۵۵)

نعمت شکر سے متعلق ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نعمتیں شکر سے متعلق ہیں اور شکر سے زیادتی نعمت کا تعلق ہے، شکر ونعمت دونوں ایک ہی رسی سے بندھے ہیں۔ جب بندے سے شکر ختم ہو جاتا ہے تو نعمت کی زیادتی کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ (ابی ابن الدنیا صفحہ ۱۸)

شکر برکت اور زیادتی کا باعث ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو شکر ادا کرنے کی توفیق ہوگئی وہ کبھی نعمتوں میں برکت اور زیادتی سے محروم نہ رہے گا۔ (ابن مردویہ، مظہری، معارف پارہ ۱۴ صفحہ ۱۵۶)

فائدہ: شکر سے نعمت میں برکت اور زیادتی ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ﴾

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ شکر زیادتی نعمت کا باعث ہے۔

(جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۳)

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ خدا بندوں کو نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے۔ جب بندہ ناشکری کرتا ہے تو اسے نعمت کے بجائے عذاب وکلفت سے نواز دیتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا جلد ۳ صفحہ ۱۶)

شکر ادا کرنے والے خدا کے مجلسی ہوں گے

ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ رحمٰن کی مجلس کے اصحاب یہ لوگ ہوں گے جو کرم، سخاوت،

حکم، رحمت، شفقت، شکر، بھلائی اور صبر کے حامل ہوں گے۔ (ابن ابی الدنیا صفحہ ۱۸۲)

تین عظیم دولت کے حامل کون؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی میں یہ تین باتیں ہوں گی اللہ پاک اسے اپنی حفاظت میں رکھے گا، اپنی رحمت سے اس پر ستاری فرمائے گا اور اسے اپنی محبت سے نوازے گا۔

❶ نوازا جائے تو شکر کرے۔

❷ قدرت پالے (انتقام پر) تو معاف کردے۔

❸ غصہ آجائے تو اسے ختم کردے (یعنی پی جائے) اس کے تقاضہ پر عمل نہ کرے۔ (ترغیب صفحہ ۴۴۹)

دین دنیا کی بھلائی کون لے گیا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو چار چیزیں مل گئیں ان کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگئی۔

❶ شکر گزار دل۔

❷ ذاکر زبان۔

❸ مصیبت پر صابر بدن۔

❹ ایسی بیوی جو نفس اور مال کی خیانت سے محفوظ ہو۔ (ابن ابی الدنیا جلد ۳ صفحہ ۲۲)

شکر کی توفیق بھلائی کا ارادہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ خدا بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو عمر میں زیادتی اور شکر کی توفیق سے اسے نوازتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۵۴)

خدا کا شکر گزار بندہ کون ہے؟

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کا شکر گزار بندہ وہ ہے جو لوگوں کا شکر ادا کرنے والا ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۸۱)

فائدہ: جو بندوں کا شکر ادا کرتا ہے اس کی نوازشوں کا ذکر اور اس کی قدر کرتا ہے وہ خدا کا بھی شکر ادا کرے گا۔ گویا یہ ایک علامت اور معیار ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کو شکر گزار بندہ اس

لئے کہا گیا کہ جو بھی کام کرتے تھے۔ چھوٹا ہو یا بڑا بسم اللہ اور الحمد للہ کہا کرتے تھے۔ کچھ کھاتے پیتے یا کپڑا پہنتے تو اللہ کی تعریف بیان کر کے اللہ کا شکر ادا کرتے اس لئے اللہ نے ان کو شکوراً کے لقب سے نوازا۔

(مظہری جلد۵ صفحہ۴۰۴)

نعمت پر الحمد للہ کہنا شکر ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندے کو خدائے پاک نے کسی نعمت سے نوازا۔ اس نے اس پر الحمد للہ کہا تو اس نے اس کا شکر ادا کر دیا۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ۲۵۳)

فَائِدَہ: کسی بھی نعمت کے حصول پر الحمد للہ کہنے کی عادت بنا لے۔ خود بھی عادت ڈالے۔ اہل وعیال کو بھی اس کی تاکید کرے۔ اس سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور نعمتیں زوال سے محفوظ رہتی ہیں۔ شکر خواہ کیسی ہی نعمت پر ہو زوال سے حفاظت کا نسخہ کیمیا ہے۔

زوال نعمت سے حفاظت کیسے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نعمت پر خدا کی تعریف اس کے زوال سے امان ہے۔

(کنز العمال جلد۳ صفحہ۲۵۵)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی نعمت حاصل ہو تو اسے اپنا کمال نہ سمجھے۔ اپنی طرف نسبت نہ کرے کہ میں نے اسے اس طرح حاصل کیا ہے۔ بلکہ خدا کی جانب اور اس کے فضل سے سمجھے اسی کی طرف نسبت کرے کہ خدا کے فضل سے یہ ہوا۔ شکر ہے خدا کا کہ اس نے نوازا، اس نے کرم کیا، اسی کے فضل وکرم رحم سے ملا ورنہ میں گنہگار اس لائق کہاں۔ تو اس کی برکت سے زوال اور مصیبت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

معمولی چیز کا بھی شکر ادا کیا جائے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تھوڑے کا شکر ادا نہیں کرتا تو وہ زیادہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ (مختصراً مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۲۸۲)

مطلب یہ ہے کہ خدا کی ہر نعمت جو ہماری نگاہ میں معمولی نظر آ رہی ہے وہ بھی اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ اس لئے معمولی نعمتوں کا بھی شکر کرے۔ شکایت اور حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے کہ اگر بالکل محروم کر دیا جاتا تو پھر کیا حال ہوتا۔ جو تھوڑے پر شکر کرے گا۔ زائد پر بھی شکر کرے گا اور تھوڑے پر شکر کرنا زیادتی نعمت کا باعث ہے۔ لہٰذا وہ زائد پر بھی شکر کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ گویا کہ تھوڑے پر شکر زیادتی کا باعث ہے۔

شکر نصف ایمان ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ صبر ہے، دوسرا شکر

ہے۔ (بیہقی، اتحاف السادۃ جلد ۹ صفحہ ۴۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صبر اور شکر اسلام کے عظیم ترین اعمال میں سے ہے کہ جس میں یہ وصف نہیں گویا وہ ایمان سے عاری ہے۔

شکر کی توفیق کیسے ہوگی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی خدا کی نعمت کی قدر (شکر) ادا کرنا چاہے تو اپنے سے کمزور کو دیکھے۔ اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھے۔

(ابن ابی الدنیا جلد ۳ صفحہ ۳۸)

فائدہ: اپنے سے کمزور پر نگاہیں رہیں گی تو شکر کی توفیق ہوگی۔ اپنے سے اوپر پر نگاہ رہے گی تو ناشکری اور شکایت کا ذہن پیدا ہوگا۔ اسی لئے متعدد احادیث میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔

توفیق شکر کی دعائیں

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا مانگی جسے خدائے پاک نے اپنے کلام میں ذکر کیا ہے:

"رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ"

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے توفیق دیجئے کہ آپ کی نعمتوں کا شکر کروں جو مجھ پر کی ہیں اور میرے والدین پر کی ہیں اور یہ کہ عمل صالح کی توفیق دے جس سے آپ راضی ہو جائیں اور اپنی رحمت سے صالح بندوں میں شامل فرمالیجئے۔"

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کی تعلیم اور تاکید فرمائی کہ ہر نماز کے بعد اسے ضرور پڑھنا:

"اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"

ترجمہ: "اے اللہ! میری اعانت فرما کہ میں آپ کا ذکر، شکر اور اچھی عبادت کروں۔"

(حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۷۳، ابوداؤد صفحہ ۲۱۳، ابن سنی صفحہ ۱۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِیْحَتَكَ وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَكَ"

ترجمہ: ''اے اللہ! ایسا بنا دیجئے کہ آپ کا خوب شکر کروں خوب ذکر کروں تیرے فرمان کی اتباع کروں تیرے حکم کو یاد رکھوں۔'' (جامع صغیر جلد ا صفحہ ۹۴، ترمذی)

حضرت...... سے روایت ہے کہ آپ کی دعاؤں میں سے یہ دعا بھی ہے:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ نِعْمَتَكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا''

ترجمہ: ''اے اللہ! ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کی تعریف کرنے والا اور انہیں قبول کرنے والا بنا دیجئے اور اپنی نعمتیں ہم پر پوری فرما دیجئے۔'' (ابن ابی شیبہ)

سادگی

سادگی ایمان کی علامت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے دنیا کا تذکرہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارے تم کیوں نہیں سنتے۔ سادگی ایمان کی علامت ہے۔ سادگی ایمان کی علامت ہے۔
(ترغیب صفحہ ۱۰۸، ابوداؤد صفحہ ۵۷۳، ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: سادگی ایمان کی علامت ہے۔ (مسند احمد، حاکم، کنز العمال)

سادگی پسند بندہ خدا کو محبوب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک سادگی پسند بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔ جسے یہ بھی پرواہ نہیں کہ اس نے کیا پہنا ہے۔ (بیہقی، کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۸۷)

فائدہ: خدا کو سادگی اور سادہ بندہ بہت پسند ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے ہوئے ہیں اور رہے ہیں۔ سادگی کا مطلب ظاہر ہے۔ خوش عیش، خوش پوشاک نہ ہونا، نہ تو خوشنما عمدہ کپڑے کا اہتمام ہو نہ عمدہ قیمتی کھانوں کا ذہن ہو، نہ خوشنما شاندار بہترین مکان ہو، نہ موٹر کار پر سواری کا التزام و خواہش طلب ہو۔ زندگی رہن سہن میں مال کی فراوانی کا اثر ہو۔ یعنی متوسط یا غریب طبقہ کا مؤمن ہو۔ کھانا بھی موٹا، کپڑا بھی موٹا، رہنا سہنا بھی، شادی بیاہ بھی غرض کہ زندگی کے تمام پہلو میں سادگی ہو۔

اگرچہ آج کے اس دور میں ایسا آدمی عزت و وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا ہے مگر اپنے مالک و مولی کی نگاہ میں تو محبوب و پسندیدہ ہے۔ آخرت میں تو بازی لے جانے والا ہے۔ بندۂ خدا کے لئے یہی کافی ہے۔ دنیا کی عزت و وقعت کا کیا اعتبار۔ دنیا تو خوب لحیم شحیم موٹے جسم اور خوش نما پوشاک والے کو عالم اور بزرگ سمجھتی ہے۔ ایسوں کا کیا اعتبار۔

کون قابل رشک ہے؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ قابل

رشک میرے نزدیک وہ مؤمن ہے جو مال کے اعتبار سے تو کم ہو۔ نماز (عبادت) کے اعتبار سے خوب ہو۔ لوگوں میں گمنام ہو۔ اس کی کوئی حیثیت و پرواہ نہ ہو۔ اس کا رزق بھی بقدر ضرورت ہو۔ اسی پر وہ صابر ہو۔ (زائد پر حریص و طالب نہ ہو) موت بھی جلد آ جائے (طویل العمر نہ ہو) وراثت کا مال بھی کم ہو۔ اس پر رونے والے بھی کم ہوں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۳، ترمذی)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک پر غور کیجئے۔ ولایت اور تقرب کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ شریعت کا پابند، نہ جاہ نہ مال کا مالک، لوگوں میں گمنام، تعلقات اور روابط بھی کم، تبھی تو رونے والے کم ہوں گے۔ اس دور میں گو ایسے لوگوں کی وقعت نہیں۔ مگر خالق کائنات کی نگاہ میں تو قابل اکرام ہے۔ دنیا والے نہ جانیں نہ ربط ہو تو اچھا ہے۔ ذکر عبادت کا زیادہ وقت ملتا ہے۔

شاہان جنت کون؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو شاہان جنت کی خبر نہ دے دوں۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کمزور جسے کمزور سمجھا جاتا ہو۔ دو پرانے کپڑے ہو۔ اس کی کوئی حیثیت و پرواہ نہ ہو۔ اگر خدا پر قسم کھالے تو وہ اسے پورا کر دے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۳)

اہل جنت کون؟

حضرت حارثہ ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دے دوں۔ وہ ہے جو کمزور ہو اسے کمزور سمجھا جاتا ہو۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۳۱، جلد ۲ صفحہ ۸۹۷، ابن ماجہ صفحہ ۳۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک کوئی مرتبہ و مقام نہ ہو۔

خیال رہے کہ لوگوں کے نزدیک مال اور جاہ سے مرتبہ ہوتا ہے اور یہ دونوں سے خالی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ نہ اسے پوچھتے ہوں نہ اس کے پاس آمد و رفت اور نہ اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے کو اچھی اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔ مگر اللہ کے نزدیک ذکر عبادت زہد تقویٰ کی وجہ سے مقرب بندوں میں سے ہو۔ دنیا میں دنیاوی اعتبار سے ہر معاملہ میں بڑھ چڑھ کر رہنا اہل جنت کی علامت نہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو مال اور جاہ سے یا ربط و تعلق سے لوگوں کے نزدیک وقیع اور باعزت ہونا چاہتے ہیں وہ ان احادیث سے سبق حاصل کریں۔

خوش عیشی تنعّم پسندیدہ نہیں

عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں کہ ایک صحابی رسول فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مصر میں تھے تشریف لے گئے کسی نے ان سے (باوجودیکہ مصر جیسی سلطنت کے گورنر تھے سادگی دیکھ کر حیرت سے)

پوچھا۔ کیا بات ہے میں آپ کو سادہ پراگندہ حال میں دیکھ رہا ہوں آپ تو مصر کے حاکم ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے رسول پاک ﷺ نے زیادہ تنعّم اور خوش عیشی سے منع فرمایا ہے۔ پھر انہوں نے کہا میں آپ کا جوتا بھی نہیں دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ کبھی ننگے پیر بھی چلوں۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۷۳)

فَائِدَہ: حدیث پاک میں ارفاہ کا لفظ ہے جسے خوش عیشی اور تنعّم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کھانے پینے رہنے سہنے کے امور میں خوب وسعت اختیار کرے۔ کھانا بھی عمدہ سے عمدہ، کپڑے بھی عمدہ عمدہ، مکان بھی قابل دید، سواری بھی عمدہ، آج کل کے اس دور میں کار ''ماروتی'' یہ چیزیں گو شرعاً جائز ہیں مگر پسندیدہ اور محبوب نہیں۔ (حاشیہ ابوداؤد صفحہ ۵۷۳)

دنیا کی یہ خوشی خدا سے غفلت، آخرت سے بے پرواہی، عجب، کبر، قلب کی شقاوت ذکر و عبادت کی قلت گھریلو ماحول میں آزادی اور بددینی پیدا کر دیتی ہے۔ چونکہ طبعاً نفس ان چیزوں کی جانب مائل اور راغب ہوتا ہے جس کے باعث کشش اور حرص میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں خدا اور آخرت سے غافل رہتا ہے۔

اسی وجہ سے عیش و تنعّم اور مالداروں کی سی زندگی گزارنے سے روکا گیا ہے اور مال رہتے ہوئے یا بلا مال کے بہر صورت سادہ متواضعانہ زندگی گزارنے کی تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے تا کہ یہ عیش و تنعّم آخرت کی ابدی راحت سے محروم نہ کر دے۔

تواضع اور خاکساری

تواضع سے مرتبہ بلند ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ اللہ پاک معافی سے بندے کی عزت بڑھاتے ہیں۔ کوئی تواضع نہیں کرتا مگر اللہ اس کے مرتبے کو بلند کرتا ہے۔

(مسلم، ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۳، ترغیب صفحہ ۵۶۱)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر فرمایا کرتے تھے: اے لوگو! تواضع اختیار کرو۔ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے خدا اسے بلند کرتا ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۵۶۰)

فائدہ: خیال رہے کہ خلوص اور اللہ کے واسطے تواضع کرنے سے خدا اور بندوں کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اور اہل شرف کی نگاہوں میں یہ وقعت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ ہاں دنیا دار اور کمینوں کے نزدیک عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

تواضع سے علیین کا درجہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایک درجہ تواضع کرتا ہے جو خدائے پاک اس کے مرتبے کو ایک درجہ بڑھا دیتا ہے یہاں تک کہ اسے اعلیٰ اعلیین میں پہنچا دیتا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۳۰۸، ترغیب جلد۳ صفحہ ۵۶۰)

تواضع کا حکم ہے

حضرت عیاض ابن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک نے مجھے وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو کہ ایک دوسرے پر بڑائی مت ظاہر کرو نہ ایک دوسرے پر کوئی بڑھ چڑھ کر معاملہ کرے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۳۰۸، ابوداؤد صفحہ ۳۷۰، تواضع)

متواضعین کو بشارت

حضرت رکب مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خوشخبری ہے جو بلا کسی کوتاہی و جرم کے تواضع اختیار کرے اور بغیر غربت و مسکنت کے اپنے نفس کو خاکساری کے ساتھ رکھے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گناہ پر یا کسی جرم پر تواضع قابل تعریف نہیں ہے وہ سزا سے بچنے اور معافی کے لئے

ایسا کرے گا ہی۔ اور اسی طرح غریب کنگال فقیر خاکساری برتتے یا سوال کے لئے خاکساری برتتے تو یہ باعث اجر نہیں کہ یہ تو مفاد اور غرض کہ وجہ سے ہے باعث فضیلت وہ ہے جو اللہ کے لئے ہو۔ (ترغیب صفحہ ۸۵۸)

خدا کو کون بندہ پسند ہے؟

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: اے عائشہ! تواضع اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ ۱۱۳)

جو تواضع کی وجہ سے عمدہ لباس چھوڑ دے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے لئے (تواضعاً) زینت چھوڑ دے خوشنما کپڑے نہ پہنے (اس کے بجائے سادہ پہنے) تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت کا خوشنما لباس پہنائے۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ ۱۱۷)

حضرت معاذ بن الحسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جو شخص عمدہ لباس خدا کے لئے تواضعاً چھوڑ دے باوجودیکہ اسے حیثیت ہے، تو قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلایا جائے گا اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ ایمان کے جس جوڑے کو چاہے اختیار کرے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے باوجود قدرت کے عمدہ اور خوبصورت لباس (تواضعاً) چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ شانہ، اسے اکرام اور اعزاز کا لباس پہنائے گا۔
(ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۰۷)

فائدہ: تواضعاً خوشنما لباس کے ترک پر فضیلت ہے۔ وہ امراء جو خوشنما لباس میں اپنا وقار فخر سمجھتے ہیں ان کے لئے باعث توجہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر امر میں تواضع محبوب ہے۔

تواضع کی علامت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ تین امور تواضع کی بنیاد ہیں۔

1. ملاقات ہونے والوں سے اولاً سلام کرے۔
2. مجلس میں اعلیٰ مقام کے علاوہ پر بیٹھنے میں راضی ہو جائے۔
3. ریا اور شہرت سے دور بھاگے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۰۷)

فائدہ: اس میں تواضع کی بنیادی علامتوں کو بیان کیا گیا ہے جس سے حقیقت میں متواضع اور غیر متواضع کے درمیان امتیاز ظاہر ہو جاتا ہے۔

تواضع حکمت و سمجھداری کا باعث ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی کے سر میں دانائی ہے جو

ایک فرشتہ کے قبضہ میں ہے، پس بندہ جب تواضع اختیار کرتا ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے اسے حکمت و دانائی سے نوازو، اور جب تکبر ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کی حکمت و دانائی اس سے چھین لو۔ (مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۸۳)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ تواضع کی وجہ سے اس سے دانائی اور فہم کے افعال سرزد ہوتے ہیں کیونکہ وہ خدا کا خوف اور بندوں کی رعایت کرتے ہوئے کام کرتا ہے۔ اور جب بندہ تکبر کرتا ہے تو اس سے ناسمجھداری کے امور ادا ہوتے ہیں اس لئے کہ اس صورت میں نہ تو وہ خدا سے ڈرتا ہے اور نہ بندوں کی رعایت کرتا ہے۔

تواضع کی وجہ سے بلند مرتبہ کس طرح؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آدمی سے دو زنجیریں متعلق ہیں۔ ایک زنجیر کا تعلق آسمان سے ہے۔ جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ اسے زنجیر کے ذریعہ سے آسمان کی جانب کھینچ لیتے ہیں۔ اگر تکبر کرتا ہے تو زمین والی زنجیر سے کھینچ کر اسے زمین یعنی (نیچے) پہنچا دیتے ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۸۳)

فَائِدَہ: یہ ایک مثال ہے یعنی تواضع کے ذریعہ سے اسے آسمان پر یعنی بلند درجہ پر پہنچا دیتے ہیں اور تکبر سے "تحت الثری" نچلے مرتبے میں پہنچا دیتے ہیں۔

تواضع اور خاکساری کا مفہوم

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾

تَرجَمَہ: "خدا کے خاص بندوں کا وصف۔ زمین پر تواضع وانکساری کے ساتھ چلنا ہے یعنی سینہ تان کر متکبرانہ چال سے دور رہتے ہیں۔"

تواضع اور خاکساری کا منشا یہ ہے کہ انسان میں کبر و غرور پیدا نہ ہو۔ ہر شخص دوسرے کی عزت کرے اور اپنی کمی، کمزوری، کوتاہی کا اعتراف رہے۔ اس بات کا دھیان رہے کہ اپنے میں کمی دوسروں میں تواضع اور خاکساری کے بہت سے مظہر ہیں۔ قرآن پاک نے ان میں بعض اہم نمایاں مظاہر کو بعض موقعوں پر ذکر کیا ہے۔ نصائح لقمانی میں ہے: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا﴾ الخ

اس آیت مبارکہ میں تواضع وانکساری کے بعض موقعوں کا ذکر کیا ہے۔

1. یہ کہ بات کرنے میں لوگوں سے بے رخی نہ اختیار کی جائے۔
2. زمین پر اکڑ کر نہ چلا جائے۔ چال ڈھال میں غرور کا شائبہ نہ ہو۔ آواز میں سختی اور تیزی نہ ہو کہ کبر اور غرور ٹپکے۔

غرض کہ زندگی کے تمام امور میں آدمی سے تواضع اور مسکنت کا ظہور ہو۔ یہی خدا کے برگزیدہ بندوں کی نشانی ہے۔

شرم وحیاء

حیاء ایمان کی شاخ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں۔ افضل ترین "لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" اور ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا ہے۔ اور حیاء ایمان کی شاخ ہے۔ (بخاری، مسلم، ترغیب صفحہ ۳۹۸)

حیاء ایمان میں سے ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور قلت کلام ایمان میں سے ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱، ترغیب صفحہ ۳۹۸)

حیاء دین ہے

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے حیاء کا ذکر ہوا۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا حیاء دین ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ پورا دین ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء، پاک دامنی، قلت گویائی ایمان سے ہے۔ (مختصراً بیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۳۵)

حیاء ہر چیز میں باعث زینت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فحاشی ہر ایک کو عیب دار کر دیتی ہے۔ حیاء ہر چیز کو مزین اچھا کر دیتی ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۸، ترمذی)

حیاء اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور ایمان دونوں ساتھ ہیں۔ جب ایک جائے گا تو دوسرا بھی رخصت ہو جائے گا۔ (شعب الایمان جلد ۶ صفحہ ۱۴۰، حاکم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حیاء کی وجہ سے ایمان کے اعمال پر انسان پابند رہتا ہے۔ اور گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور جب حیاء چلی جاتی ہے تو ایمان کے تقاضے گناہوں سے بچنا موقوف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فواحش کا صدور آج حیاء وشرم نہ ہونے کی وجہ سے عام ہے۔ عورتوں سے متعلق جو گناہ آج بازاروں شہروں میں عام ہے۔ اس کی بنیاد بے حیائی ہے۔ آج ٹی وی کے پردوں پر ریلیز ہونے والی فواحش کی باتیں ساس بہو، بیٹی ماں، بھائی

بہنیں سب یکجا ہو کر دیکھتی ہیں۔ اور ان کو ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا۔ ایسا کیوں۔ حیاء کے اٹھ جانے کی وجہ سے۔

بے حیاء بے ایمان

زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء ایمان کی شاخ ہے۔ جس میں حیاء نہیں اس میں ایمان نہیں۔ (ابوالشیخ، ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۹۸)

فائدہ: بے حیائی کی وجہ سے بے ایمانی۔ یعنی فسق و فجور کی باتیں صادر ہونے لگتی ہیں۔ حیاء ان کے لئے حجاب اور روک ہے۔ کیا نہیں دیکھتے عورتیں حیاء کی وجہ سے گناہ سے محفوظ رہتی ہیں اور بے حیائی کی وجہ سے بازاری بن جاتی ہیں۔

دو خصلتیں خدا کو پسند

حضرت اشج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو خدا کو پسند ہیں۔ بردباری اور حیاء۔ میں نے کہا پہلے سے تھیں یا اب ہوئی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں پہلے سے تھیں۔ (ابن ماجہ، زہد صفحہ ۳۰۸، مکارم خرائطی صفحہ ۲۹۹)

جب خدا ہلاک کرنا چاہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خداوند قدوس جب کسی بندے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس بندے سے حیاء کھینچ لیتا ہے۔ (مختصراً ترغیب صفحہ ۴۰۰)

حیاء ایمان اور ایمان جنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت ہے۔ (یعنی باعث جنت ہے)۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱)

حیاء جنت سے قریب جہنم سے دور کرنے والی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور قلت گویائی ایمان سے ہے اور یہ دونوں جنت سے قریب کرنے والے اور جہنم سے دور کرنے والے ہیں۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۹۸)

ایمان کی زینت حیاء ہے

وہب بن منبہ سے منقول ہے۔ ایمان بالکل خالی ہے۔ تقویٰ اس کا لباس ہے، شرم و حیاء اس کی زینت ہے، نفقہ اس کا مال ہے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۲۸۸)

حیاء بھلائی ہی بھلائی ہے

حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حیاء تمام کا تمام خیر ہے۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۶۱، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۳۲، ابن ابی الدنیا صفحہ ۶۷)

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ حیاء خیر کے علاوہ کچھ نہیں لاتا۔ حضرت بشیر نے کہا کی حیاء وقار اور سکینہ کا باعث ہے۔ (بخاری صفحہ ۹۰۳، ابوداؤد صفحہ ۶۶۱)

حیاء کی کمی کفر ہے

حضرت سعید بن المسیب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے (مرسلاً) مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حیاء کی کمی کفر (کا باعث) ہے۔ اسی طرح عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے بھی مرفوعاً مروی ہے کہ جو حیاء نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ (مکارم صفحہ ۹۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بے حیائی کی وجہ سے ایسے گناہ صادر ہوتے ہیں جن سے انسان کفر کے قریب ہو جاتا ہے۔ چونکہ بے حیائی سے فواحش اور معصیت کا بلا دریغ صدور ہوتا ہے اور یہ کفر کا سبب ہوتے ہیں یا یہ کہ بے حیائی کافر کا کام ہے۔

حیاء اسلام کے عمدہ اخلاق میں سے ہے

حضرت طلحہ بن یزید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ہر مذہب کے عمدہ اخلاق و عادات ہیں۔ اسلام میں حیاء عمدہ اخلاق و عادات میں سے ہے۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۲۸۷، مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)

شرم و حیاء پہلے اٹھائی جائے گی

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: سب سے پہلی چیز جو امت سے اٹھائی جائے گی وہ حیاء اور ایمان ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے دونوں کا سوال کرو۔ (مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)

فائدہ: آج عورتوں کی بے پردگی اور ٹی وی نے یہ پیشین گوئی پوری کر دی۔ حیاء کے اٹھ جانے کی وجہ سے فحاشی کا صدور عام ہو گیا ہے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سڑکوں پر نظر آنے لگی ہیں۔ والدین کے سامنے اجنبی مردوں سے بے محابہ خلط کرتی ہیں۔ اجنبی لڑکوں کے ساتھ ان کے سامنے سیر و تفریح کے لئے نکل جاتی ہے۔ زنا کی اشاری باتیں ٹی وی کے پردوں پر سب اکٹھے بیٹھے دیکھتے ہیں، مزے سے تالی بجا کر حیاء و شرافت کا جنازہ نکالتے ہیں۔ یہ حیاء اٹھنے کی علامت نہیں تو اور کیا ہے۔

حیاء نہیں تو جنت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں حیاء نہیں اس میں دین نہیں جس میں حیاء نہیں وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۸۶)

فائدہ: چونکہ حیاء نہ ہونے کی وجہ سے فواحش اور گناہ سے نہ بچنا جہنم کا سبب ہے۔

حیاء کی کمی دل کی موت

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس میں حیاء کم ہوگی تقویٰ کم ہوگا۔ جس میں تقویٰ کم ہوگا اس کا دل مردہ ہوگا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۴۵۵)

فائدہ: جب قلب مردہ ہو جائے گا تو برائی اور اچھائی کا امتیاز جاتا رہے گا۔ بے شرمی بے حیائی کی باتوں سے اس پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

خدا سے شرماؤ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور نصیحت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ کہ اللہ سے تم اسی طرح شرماؤ جس طرح اپنی قوم کے کسی نیک آدمی سے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۴۶)

فائدہ: جس طرح آدمی قوم کے سامنے نامناسب باتوں سے اکراماً لحاظاً ادباً اجتناب کرتا ہے اسی طرح ہر جگہ ہر وقت خدائے پاک جس کی جلالت شان اور وقار کی انتہا نہیں، تمہارے سامنے حاضر ہے۔ اس کے سامنے گناہ سے دریغ کرو۔

مکارم اخلاق کی اصل حیاء ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ مکارم اخلاق دس ہیں۔ ان میں اصل حیاء ہے۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۵ صفحہ ۱۳۸)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عادات

عبداللہ خطمی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ باتیں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عادات میں سے ہیں ① حیاء ② بردباری ③ پچھنے لگانا ④ مسواک ⑤ عطر۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۳۷)

حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عادات میں سے

حیا، نکاح، اور خوشبو کا استعمال ہے۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۳۰۳)

جب حیاء نہیں تو جو چاہے کرے

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھلے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے نصائح میں سے ہے۔ جب تم میں سے شرم وحیاء نکل جائے تو جو چاہے گناہ فواحش کرو۔

(بخاری صفحہ ۹۰۲، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۴۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب تم میں شرم وحیاء نہ ہوگی تو قبیح و برے کاموں کو کرنے میں تمہیں رکاوٹ اور لحاظ نہ ہوگا اور نہ تم فواحش کے صدور سے بچ سکو گے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ آج ٹی وی کے پردے پر ماں بیٹے، بھائی بہن بے حیائی کے امور دیکھتے رہتے ہیں اور شرم محسوس نہیں کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں بہن بھائی بیٹی ماں باپ کے سامنے اجانب مردوں سے بے حیائی کی باتیں کرتی ہے اور ذرہ برابر لحاظ نہیں گزرتا۔ آج امت میں بے حیائی، ٹی وی اور بے پردگی کی وجہ سے بہت زیادہ رائج ہوگئی ہے۔ اس میں ٹی وی کو جو جہنم کا میٹھا اژدھا ہے بہت زیادہ دخل ہے۔

جس زمانہ میں حیاء اٹھ جائے اس سے پناہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے:

"اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكْنِي اَوْلَا اُدْرِكُ زَمَانُ قَوْمٍ لَا يَتَّبِعُوْنَ الْعَلِيْمَ وَلَا يَسْتَحْيُوْنَ مِنَ الْحَلِيْمِ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الْاَعَاجِمِ وَاَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ"

ترجمہ: "اے اللہ! ان لوگوں کا زمانہ مجھے نہ ملے جس میں عالم کی اتباع نہیں کی جاتی ہو، کسی نیک بردبار سے حیاء وشرم نہ ہو۔ ان کے دل عجمیوں کی طرح اور ان کی زبان عربوں کی مانند ہو۔"

شرم وحیاء کا مفہوم

احادیث پاک میں شرم وحیاء کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس سے آراستہ ہونا۔ خوبیوں کا باعث اور اس سے خالی ہونا محروم ہونا برائیوں کی جڑ و بنیاد قرار دی گئی ہے۔ انسان کا یہ وہ فطری وصف ہے جس سے اس کی بہت سی اخلاقی خوبیوں کی پرورش ہوتی ہے۔ عفت اور پاکبازی کا دامن اسی کی بدولت ہر داغ سے پاک رہتا ہے۔ درخواست کرنے والوں کو محروم نہ پھیرنا اسی وصف کا خاصہ ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مروت اور چشم پوشی اسی کا اثر ہے۔ بہت سے گناہوں سے پرہیز اسی وصف کی برکت ہے۔

یہ وصف انسان میں بچپن ہی سے فطری ہوتا ہے۔ اگر اس کی مناسب تربیت کی جائے تو وہ قائم رہتا ہے

بلکہ بڑھتا جاتا ہے۔ اگر بری صحبت لگ جائے اور اچھے لوگوں کا ساتھ نہ رہے تو جاتا بھی رہتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس کی مناسب نگہداشت کا حکم دیا ہے۔

حیاء انسان کا ایک ایسا اخلاقی جوہر ہے جس سے اس کو فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْحَیَاءُ لَا یَاتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ'' حیاء سے صرف بھلائی پہنچتی ہے۔ قرآن حدیث میں جہاں جہاں فحش منکر اور سوء وغیرہ کے لفظ آئے ہیں ان سے بے حیائی کے یہی سب کام مراد ہیں۔ اسلام نے اس شدت اور جامعیت کے ساتھ ان تمام کاموں سے روکا ہے کہ حیاء اسلام کا ایک مخصوص اخلاقی وصف بن گیا ہے۔

جس شخص کو کسی برے کام کرنے میں باک نہیں ہوتا اس کا نام آزادی اور دلیری نہیں ہے بلکہ بے حیائی بے شرمی ہے، کیونکہ یہی جذبہ حیاء ہے جو انسان کو برائیوں سے باز رکھتا ہے اگر یہ نہ ہوتو پھر بے حیاء ہو کر انسان جو چاہے کر سکتا ہے۔ کوئی روک نہیں سکتا۔ (ماخوذ سیرت النبی جلد ششم)

سخاوت

سخاوت کے متعلق قرآنی آیات

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

ترجمہ: ”اور ہماری دی ہوئی رزق کو خرچ کرتے ہیں۔“

﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾

ترجمہ: ”تم لوگ اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالو۔“

(بقرہ رکوع ۲۴)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! خرچ کرو ان چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں۔“

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾

ترجمہ: ”جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور کھلم کھلا ان کے رب کے پاس اس کا ثواب ہے۔“

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

ترجمہ: ”تم نیکی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اس چیز کو خرچ کرو جو تم کو محبوب ہو۔“

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ﴾

ترجمہ: ”جو تم خدا کے راستہ خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا۔“

﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾

ترجمہ: ”اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور نہ کرنے والے کا حق ہے۔“

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: ”اور تم کو کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے۔“ (حدید)

اس قسم کی بکثرت ایسی آیتیں ہیں جس میں جود وسخاوت مالی کا حکم ہے یہاں نمونہ کے طور پر چند آیتیں ذکر کی گئی ہیں۔

خیال رہے کہ اللہ پاک کے کلام اور اس کے سچے رسول سیّد البشر کے ارشادات میں سخاوت اور مال کے خرچ کرنے کی ترغیب اور اس کی اہمیت اور فضائل اتنی کثرت سے وارد ہیں کہ اس کی حد وشمار نہیں۔

سورہ بقرہ میں تو اس کے متعلق بکثرت آیتیں ہیں جو اہل علم وفضل پر مخفی نہیں۔ انفاق کی ان آیتوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہے کہ مال پاس رکھنے کی چیز ہی نہیں اور سخاوت ایمان کی معیاری اور بنیادی علامت ہے۔ چونکہ اگر سخاوت کی صفت نہ ہوگی تو مال کو خرچ نہ کر سکے گا بلکہ روک کر رکھے گا اور بخل اختیار کرے گا۔

انفاق یعنی مال خرچ کرنے پر جو قرآن پاک نے نہایت ہی کثرت اور اہتمام سے اس کی فضیلت اور تاکید بیان کی ہے وہ سخاوت ہی سے متعلق ہے۔ راہ خدا میں مال کا خرچ کرنا سخاوت ہے اور اس کا روک کر رکھنا اور صرف اپنی ضرورتوں میں اس کا استعمال کرنا، اقرباء، غرباء مساکین دینی ضرورتوں میں خرچ نہ کرنا بخل ہے۔

چنانچہ انفاق کے سارے فضائل سخی ہی حاصل کر سکتا ہے۔ بخیل اس سے محروم ہے۔ ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُنْفِقِيْنَ“

سخی جنت میں ہوگا

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: خبردار تمام سخی جنت میں ہوں گے۔ یہ خدا کا حتمی فیصلہ ہے اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ (الترغیب جلد۳ صفحہ۳۸۲)

سخاوت وصف خداوندی ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: سخاوت خدا کی بلند و بالا صفت ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۳۸۳)

فَائِدَہ: اوصاف الٰہیہ میں عظیم ترین وصف ہے۔

ہر ولی کی پیدائش سخاوت پر ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کوئی خدا کا ولی ایسا نہیں ہے جو سخاوت اور حسن اخلاق پر پیدا نہ کیا گیا ہو۔ (ترغیب صفحہ۳۸۳)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ سخاوت ولایت کی صفت ہے اللہ کے ولی شرعی مصارف میں بخیل اور کنجوس نہیں ہوتے۔

جنت کا ایک گھر بیت السخاء

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جنت میں ایک گھر ہے جسے بیت السخاء کہا جاتا ہے۔

فَائِدَہ: جس میں سخی لوگوں کو اہتمام سے رکھا جائے گا۔

دو عادتیں اللہ کو بہت پسند

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: دو عادتیں خدا کو بہت پسند اور دو عادتیں بہت مبغوض ہیں۔ وہ دو عادتیں جو بہت پسند ہیں وہ سخاوت اور درگزر کرنا ہے اور جو مبغوض ہیں وہ بدخلقی اور بخل ہے۔ (بیہقی، الدرالمنثور جلد۶ صفحہ۱۰۹)

اللہ پاک کا معاملہ، مال بخیلوں کے حوالہ

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب اللہ پاک کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہیں کرتا ہے تو ان کا معاملہ بے وقوفوں کے حوالہ کرتا ہے اور مال بخیلوں کے حوالہ کرتا ہے۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ۳۸۲)

فَائِدَہ: جب مال بخیلوں کے حوالے کرتا ہے تو قومی اور ملی اور مسلمانوں کے اجتماعی امور اور جس میں مال کی ضرورت ہوتی ہے انجام نہیں پاتے۔ مدارس، مکاتب، مساجد بھی مال کے نہ نکالنے پر نہیں چلتے۔ جس سے اسلامی معاشرہ میں شدید خلاء پیدا ہوتا ہے اور ماحول میں دین اور اسلامی تعلیم وتہذیب کا فقدان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہند کے بیشتر علاقے باوجود خوش حال اور مالدار ہونے کے دینی لائن میں بخل کی وجہ سے وہاں مدارس اور مکاتب کا سلسلہ نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تمہارے حاکم اچھے لوگ ہوں اور تمہارے مالدار سخی لوگ ہوں اور تمہارے کام مشوروں سے حل ہوں تو زمین کا اوپر اندر (قبر) سے بہتر ہے اور جب تمہارے حاکم شریر ہو جائیں تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں۔ تمہارے امور عورتوں کے مشوروں سے حل ہونے لگیں تو زمین کا اندرونی حصہ (قبر) بہتر ہوگا زمین کے اوپر سے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۳۸۲)

فَائِدَہ: آہ! غور کیجئے یہ علامتیں آج ہمارے ماحول میں پائی جارہی ہیں۔ حاکم ہمارے خائن ہیں۔ مالدار دین کے امور میں روپیہ نہیں لگانا چاہتے۔ مردوں پر عورتیں حاکم ہیں۔ انہیں کے مشوروں سے مسائل حل ہوتے ہیں اسی وجہ سے دین ہمارے معاشرہ میں حاوی اور غالب نہیں ہوتا۔

امت کے سردار کون؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سردار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوسف بن یعقوب ابن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام لوگوں نے پوچھا آپ کی امت میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ آدمی ہے جسے مال دیا گیا ہے اور سخاوت دی گئی ہے۔ فقیروں کو قریب کرنے والا ہو۔ لوگوں کی شکایتیں اس کے بارے میں کم ہوں۔

فائدہ: اس حاکم اور قوم کے ذمہ دار کی علامت بیان کی گئی ہے جو قوم اور ملت کے حق میں مال خرچ کرنے والا ہو۔ جس سے قوم اور ملت کا فائدہ ہو۔

سخاوت کی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل ہوئے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دوست حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ انہوں نے کہا۔ (اللہ کا پیغام سنایا) اے ابراہیم میں نے تم کو خلیل اس وجہ سے نہیں بنایا کہ تم لوگوں میں سب سے زیادہ میری عبادت کرنے والے ہو۔ بلکہ اس وجہ سے بنایا کہ جب میں نے مؤمنین کے قلوب کو دیکھا تو کسی کے دل کو تم سے زیادہ سخی نہیں پایا۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ۳۸۴)

فائدہ: دیکھئے سخاوت، راہ خدا میں خرچ کرنے کی عادت کتنی بڑی فضیلت کا باعث ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کے مرتبہ سے نوازا گیا۔ یہ سخاوت حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معیاری وصف ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔

سخیوں سے درگزر کرنے کا حکم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی لوگوں کی غلطیوں کو درگزر کرو۔ چونکہ اللہ پاک بھی سخیوں کی غلطیوں کو درگزر کرتا ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۳۸۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی حدیث مروی ہے کہ سخی کی غلطیوں کو درگزر کرو۔

(مکارم خرائطی صفحہ۵۹۰)

فائدہ: سخاوت اور مال خرچ کرنے کا دنیا میں بھی یہ انجام ہوتا ہے کہ لوگ اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کو درگزر کرتے ہیں۔ اللہ پاک بھی ان کے عیوب اور خامیوں کو چھپاتے اور گزر کرتے ہیں۔

سخی اللہ سے قریب ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی اللہ کے قریب ہے، جنت سے

قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے اور بخیل خدا سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم سے قریب ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۳)

جاہل سخی بھی خدا کو محبوب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاہل سخی عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔ (ترمذی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۸۱، الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: ظاہر ہے سخی سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ سخی کے مال سے لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔

سخی کون ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سخی کون ہے اور بخیل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا سخی وہ ہے جو اللہ کے حقوق (حکم) میں خوب فراوانی سے مال خرچ کرتا ہے۔

(مختصراً ترغیب صفحہ ۳۸۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کا راستہ ہو جہاں اللہ پاک نے خرچ کرنے کو کہا ہو جس سے قوم وملت کا دینی اور جائز و دنیاوی فائدہ ہوتا ہو وہاں حسب وسعت مال خرچ کرتا ہو وہ خدا کے نزدیک سخی ہے، شریعت میں سخی ہے اور سخاوت کا ثواب پانے والا ہوگا۔ اور جو اپنی دنیا بنانے میں دنیا سے حظ حاصل کرنے میں یا ممنوع امور میں فراوانی سے مال خرچ کرتا ہو وہ ہرگز سخی نہیں اور نہ سخاوت کی فضیلت حاصل کرنے والا ہے۔

مال حرام سے سخی نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ سخی نہیں ہے جو حرام کمائے اور خوب فراوانی سے خرچ کرے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۸۲)

فائدہ: بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مال حرام بے دریغ حاصل کرتے ہیں اور دینی و دنیاوی لائن میں خوب خرچ کرتے ہیں۔ مساجد، مدارس اور قومی وملی کام میں بھی رقم دیتے ہیں۔ یہ سخاوت نہیں اور نہ ایسا آدمی سخی ہے۔ اسے خرچ کا ثواب نہیں الٹے مال حرام کا گناہ ملے گا۔ خدا ہی حفاظت فرمائے۔ بعض لوگ مال حرام حاصل کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ کو باعث نجات سمجھتے ہیں۔ سخت دھوکے میں مبتلا ہیں۔

سخی کے لئے فرشتہ کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں۔ ایک دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والوں کو بدل عطا فرما۔ دوسرا فرشتہ دعا کرتا

ہے اے اللہ! روک کر رکھنے والے کا مال برباد فرما۔ (بخاری مشکوٰۃ صفحہ۱۶۴)

ایک حدیث میں ہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں جانب دو فرشتے آواز دیتے ہیں کہ یا اللہ خرچ کرنے والوں کو بدل جلد عطا فرمایا اور یا اللہ روک کر رکھنے والے کے مال کو جلدی ہلاک فرما۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتے آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور غروب کے وقت خاص طور سے یہ دعا کرتے ہیں مشاہدہ اور تجربہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ مال جمع کر کے رکھنے والوں پر اکثر ایسی چیزیں مسلط ہو جاتی ہیں جس سے وہ سب مال ضائع ہو جاتا ہے۔ کسی پر مقدمہ مسلط ہو جاتا ہے کسی پر آوارگی سوار ہو جاتی ہے کسی کے چور پیچھے لگ جاتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ بربادی تو کبھی بعینہ اس مال کی ہوتی ہے اور کبھی صاحب مال کی یعنی وہ خود ہی چل دیتا ہے۔ اور کبھی بربادی نیک اعمال کے ضائع ہونے سے ہوتی ہے کہ وہ اس میں پھنس کر نیک اعمال سے جاتا رہتا ہے۔ اور اس کے بالمقابل جو خرچ کرتا ہے۔ اس کے مال میں برکت ہوتی ہے۔

(فضائل صدقات صفحہ۶۰)

قیامت کے دن سخی کے گناہ معاف

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے سخی اللہ کے قریب ہے جب قیامت کے دن اللہ پاک سے سخی ملاقات کرے گا تو اللہ پاک اس کا ہاتھ پکڑیں گے۔ اور اس کے گناہ معاف فرما دیں گے۔

(بیہقی، الدر المنثور جلد۶ صفحہ۱۱۰)

سخاوت جنت کا درخت ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوگا اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(الدر المنثور جلد۶ صفحہ۱۱۱ مشکوٰۃ)

فاسق سخی سے شیطان کو نفرت

امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے نقل کیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے ایک مرتبہ شیطان سے دریافت فرمایا۔ تجھے سب سے زیادہ کون شخص محبوب ہے اور سب سے زیادہ نفرت کس سے ہے؟ اس نے کہا مجھے سب سے زیادہ محبت مؤمن بخیل سے ہے اور سب سے زیادہ نفرت فاسق سخی سے ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا بخیل تو مجھے اپنے بخل کی وجہ سے بے فکر رکھتا ہے یعنی اس کا بخل ہی جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔ لیکن فاسق سخی مجھ پر ہر وقت سوار رہتا ہے۔ کہیں حق تعالیٰ شانہ، اس کی سخاوت کی وجہ

سے اسے درگزر (جہنم سے آزاد) نہ فرمادیں۔ (احیاء صدقات صفحہ ۱۶۳)

سخاوت ولایت کی پہچان

حدیث میں ہے کہ اللہ کا کوئی ولی ایسا نہیں جو سخاوت کا عادی نہیں بنایا گیا ہو۔ (صدقات صفحہ ۱۶۱)

فَائِدَہ: واقعی اللہ کے برگزیدہ بندے سخی ہوتے ہیں تب ہی تو ان کے ہاں مہمانوں کی آمد لگی رہتی ہے اور مہمانوں پر خوش دلی اور وسعت سے خرچ کرتے ہیں۔

اللہ سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ سخی ہے، سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ (مکارم خرائطی)

فَائِدَہ: خدائے پاک کی سخاوت تو ظاہر ہے۔ تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ اس لئے وہ سخاوت کو پسند کرتا ہے۔

اللہ کس پر خرچ کرتا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم (لوگوں پر) خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۵۹۹)

جنت کس کا گھر ہے؟

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جنت سخیوں کا گھر ہے۔

(مکارم صفحہ ۶۱۰)

دین کی بھلائی اور صلاح سخاوت میں ہے

بیہقی نے حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے واسطے سے یہ حدیث قدسی نقل کی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کہ مجھ سے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس دین (اسلام) کو میں نے اپنے لئے منتخب کیا ہے اور اس کی بھلائی اور اچھائی نہیں ہے مگر سخاوت اور حسن اخلاق میں۔ پس دونوں کو اختیار کرو جس کے ساتھ رہو۔ (الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۱۱۱)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ امت اور اس کی اجتماعی ترقی اور فلاح و بہبود سخاوت میں ہے کہ اس کے ذریعہ سے قومی اور ملی کام انجام پاتے ہیں۔

سخاوت کا مفہوم

خیال رہے کہ سخاوت اور سخی ہونے کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ آدمی اپنے مال جائیداد اور چیزوں کو جہاں اپنی

ذات پر اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اسی طرح وسعت اور توسع کے ساتھ اپنے علاوہ اہل ضرورت پر، دینی امور مساجد و مدارس و مکاتب پر بھی خرچ کرتا ہو۔ اس طرح قومی ملی مسلمانوں کے اجتماعی امور میں بھی خرچ کرتا ہو۔ صرف زکوٰۃ وصدقات واجبہ ہی پر اکتفا نہ کرتا ہو بلکہ اس کے علاوہ میں بھی وسعت کے ساتھ خرچ کا عادی ہو۔ اور بسا اوقات اپنی دنیاوی ضرورتوں کا خیال نہ کر کے دوسرے دینی معاملات میں خرچ کو ترجیح دیتا ہو۔ ایسا شخص سخی ہے اور اسے سخاوت کہا جاتا ہے۔ سخاوت کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے جو اس سے زیادہ وسیع ہے۔

سخاوت کے حقیقی معنی اپنے کسی حق کو خوشی کے ساتھ دوسرے کے حوالہ کر دینے کے ہیں اور اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔ اپنا حق کسی کو معاف کرنا۔ اپنا بچا ہوا مال کسی دوسرے کو دے دینا۔ ان سب کا منشا یہ ہے کہ اپنی ذات سے اوروں کو فائدہ پہنچایا جائے۔ (سیرۃ النبی جلد ۶ صفحہ ۳۸۰)

سخاوت کی اہمیت

ایمان کے بعد اسلام کے دو سب سے اہم رکن نماز اور زکوٰۃ ہیں۔ زکوٰۃ کی اصلی روح بھی یہی سخاوت اور فیاضی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی نظر میں اس اخلاقی تعلیم کی حیثیت بالکل بنیادی ہے۔ یعنی جس طرح نماز کی عبادت ہر قسم کے حقوق الٰہی کی بنیاد ہے۔ اسی طرح سخاوت اور فیاضی بندوں کے ہر قسم کے حقوق کی اساس ہے۔ جب تک کسی میں یہ وصف پیدا نہ ہوگا تو اس میں اپنے ہم جنسوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا جذبہ نہ ہوگا۔ اسی لئے اسلام نے زکوٰۃ فرض کر کے انسان کے اسی جذبہ کو ابھارا ہے۔ (سیرۃ النبی جلد ۶ صفحہ ۳۸۲)

استقامت

استقامت اور فرمان الٰہی

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر استقامت کا حکم دیا گیا ہے جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سورہ ہود میں ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾

ترجمہ: ''جیسا حکم دیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جمے رہئے۔''

سورہ شوریٰ میں ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾

سورہ حم، سجدہ میں ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا، تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

ترجمہ: ''جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر (اس پر) مضبوطی سے قائم رہے۔ ان پر فرشتے (برزخ) میں آکر یہ کہیں گے کوئی خوف اور غم نہ کرو۔ اور اس جنت کی بشارت پاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

استقامت اور اس کا مفہوم

اللہ کے تمام اوامر پر مضبوطی سے جمے رہنا (مظہری) اپنے عقائد عبادات و معاملات اخلاق معاشرت کسب معاش اور اس کی آمد و صرف کے تمام ابواب میں اللہ جل شانہ، کے قائم کردہ حدود کے اندر اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر سیدھا چلتا رہے۔ ان میں سے کسی باب کے کسی عمل اور کسی حال میں کسی ایک طرف جھکاؤ، یا کمی زیادتی ہو جائے، تو استقامت باقی نہیں رہتی۔ (معارف جلد۴ صفحہ ۸۶)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے استقامت کا یہ مفہوم منقول ہے استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو۔ اس سے ادھر ادھر راہ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو۔

اس لئے علماء نے فرمایا کہ استقامت تو ایک لفظ مختصر ہے۔ مگر تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے۔ جس میں

تمام احکام الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات ومکروہات سے اجتناب دائمی طور پر شامل ہے۔ (معارف جلد۷ صفحہ ۹۸)

اس لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ مجھے اسلام کی ایک جامع بات بتلا دیجئے۔ جس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ پوچھنا نہ پڑے۔ تو آپ نے فرمایا "قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ" کہہ میں ایمان لایا اللہ پر۔ پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو۔

(القرطبی جلد۹ صفحہ ۱۱۱، مسلم)

یعنی ایمان کے تقاضے عمل صالح پر مضبوطی سے جمے رہو کہ دنیا کے فائدے یا خواہش کی پیروی کے تحت یا احکام الٰہیہ میں مشقت وکلفت کے پیش نظر اس سے تغافل نہ برتو اور اسے نہ چھوڑو۔ جیسا کہ ضعیف الایمان شخص دنیاوی فائدے یا کسی پریشانی یا ماحول کی رعایت میں حکم الٰہی سے غافل ہو کر چھوڑ دیتا ہے۔

چنانچہ ماحول اور رسم ورواج کی وجہ سے احکام الٰہیہ سے غفلت عام ہے۔ مثلاً شادی بیاہ میں رسم اور گناہ کا اختیار کرنا۔ ماحول اور معمولی دنیا کے فوائد کے پیش نظر ٹی وی کی لعنت کا گھر میں داخل ہونا۔ تجارت کی بے احتیاطی۔ عورتوں کی بے پردگی یہ سب امور استقامت دین کے خلاف ہیں۔

اسی لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے استقامت کی تعریف ادائے فرائض سے فرمائی ہے۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: استقامت یہ ہے کہ تمام اعمال میں اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی معصیت سے اجتناب کرو۔ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: دنیا فانی سے زہد اور آخرت کی طرف رغبت یہی استقامت ہے۔ (القرطبی جلد۱۵ صفحہ ۳۴۳، معارف جلد۷ صفحہ ۹۹)

سب سے اہم اور دشوار کام

اس دنیا میں سب سے زیادہ دشوار کام استقامت ہی ہے۔ اس لئے محققین وفیاء نے فرمایا کہ استقامت کا مقام کرامت سے بالاتر ہے۔ جو شخص دین کے کام میں استقامت لئے ہوئے اگرچہ عمر بھر اس سے کوئی کرامت صادر نہ ہو وہ اعلیٰ درجہ کا ولی ہے۔ (معارف جلد۴ صفحہ ۸۷)

استقامت کا حکم

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقامت اختیار کرو اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق برتو۔ (حاکم، کنز العمال جلد۳ صفحہ ۸۷)

سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اسلام کے بارے میں ایسی نصیحت فرما دیجئے کہ اس کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کا اقرار کرو۔ پھر اس پر مضبوطی

سے جمے رہو۔ کسی دنیاوی نقصان یا غفلت سے اسے کبھی نہ چھوڑو۔ (مسلم کتاب الایمان جلد ا صفحہ ۵۳)

عثمان بن حاضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں گیا اور درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے انہوں نے کہا خدا کا خوف (اور اس کے حکم پر) استقامت لازم ہے۔

(القرطبی جلد ۹ صفحہ ۱۱۱، دارمی جلد ا صفحہ ۵۳)

استقامت کا مطلب

جس بات کو حق سمجھا جائے اس پر قائم رہا جائے مشکلیں پیش آئیں۔ مخالفتیں ہوں ستایا جائے۔ ہر خطرہ کو برداشت کیا جائے۔ مگر حق سے منہ نہ پھیرا جائے۔ اور اس راستہ پر ثابت قدمی سے چلا جائے۔

حق کی راہ میں مشکلات کا پیش آنا اور اس میں مردان خدا کی استقامت کی آزمائش اللہ تعالیٰ کا اصول ہے جو ہمیشہ سے قائم ہے اور قائم رہے گا اور جب تک اس میں کوئی شخص یا کوئی قوم پوری نہیں اترتی کامیابی کا منہ نہیں دیکھتی۔ (سیرۃ النبی صفحہ ۵۶۸)

مطلب یہ ہے کہ دین اور شریعت اور اس کے احکام اوامر و نواہی پر اس طرح قائم اور مضبوطی سے جما رہے کہ مشکلات، مصائب، دوستوں دشمنوں کی مخالفت، غرض کہ کوئی مانع اور رکاوٹ اسے نہ ڈگمگا دے اور اسے باز نہ رکھے۔ بلکہ موانع اور رکاوٹوں اور مخالف فضاؤں کو برداشت کرتا آگے بڑھتا جائے۔ یہی مفہوم ہے "فَاسْتَقِمْ" کا اور استقامت پر قائم رہنے کا۔ ایمان راسخ اور ایمان کامل کی یہی شان ہے اور یہی لوگ مرتے وقت فرشتوں سے جنت کی بشارت پانے والوں میں سے ہیں۔ ہم سب کو اللہ پاک استقامت کی نعمت سے نوازے۔ (آمین)۔

شجاعت و بہادری

ہر مسلمان کو حق کے اوپر اور خصوصاً اپنے دین کے مخالفوں کے مقابلے میں طاقت ور اور قوی دست ہونا ضروری ہے۔

بہادری اور شجاعت بدن کی فربہی اور موٹائی سے نہیں بلکہ دل کی طاقت سے ہے۔ جہاد جو اسلام کے اساسی اور بنیادی امور میں سے ہے اس کی بنیاد اسی شجاعت اور بہادری پر ہے۔ اگر یہ وصف نہ ہو اس کے مقابلہ میں بزدل ڈرپوک ہو تو وہ اس جیسی عظیم نعمت سے محروم رہے گا۔

ظالم و جابر اہل باطل کے سامنے کلمہ حق کے اظہار میں بھی اس کو بنیادی مرتبہ حاصل ہے۔ ایک بزدل صفت شخص کہاں اس لائق کہ وہ کسی باطل سے حق کے لئے ٹکرائے اور اس کے سامنے کلمہ حق پیش کر سکے۔

قوی مؤمن ضعیف مؤمن سے بہتر ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوی مؤمن بہتر اور خدائے پاک کو محبوب ہے ضعیف کمزور مؤمن سے۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۵۲، ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷، زہد، توکل)

فائدہ: اس لئے کہ اس کی قوت سے اسلام کو قوت اور بلندی حاصل ہوگی۔

نیکی پر خوشی، گناہ اور برائی پر رنج و تکلیف

ایمان کی علامت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا ایمان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جب گناہ و برائی تم کو رنج میں ڈال دے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۵ صفحہ ۳۷۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اس کی نیکی خوش کر دے۔ اور برائی رنجیدہ کر دے وہ مؤمن ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۵ صفحہ ۳۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا سَاؤُوْا اِسْتَغْفَرُوْا"

ترجمہ: "اے اللہ مجھے ان لوگوں میں بنا جو نیکی کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور برائی ہو جاتی ہے تو استغفار کرتے ہیں۔"

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس سے عبادت، ریاضت، ذکر و شغل دین کی خدمت اور اس کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے تو اس پر خوش ہونے کے ساتھ خدا کا شکر بھی ادا کرے۔ اور اس کی توفیق سے اس کا ہونا سمجھے۔ اپنی جانب نسبت نہ کرے۔ نہ اپنے سے ہونا کرتا سمجھے بلکہ اسی کے فضل و کرم سے سمجھے۔

اگر گناہ اور نامناسب فعل صادر ہو جائے تو استغفار کرے اور نادم ہو کہ یہ اچھی علامت ہے۔ گناہ پر استغفار اور ندامت کا نہ ہونا قلب کے قسی ہونے کی علامت ہے۔ ایسے قلب سے پناہ مانگی گئی ہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْقَسْوَةِ"

ترجمہ: "اے اللہ میں دل کی سختی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

ضرورت سے زائد اشیاء پر دوسرے کو ترجیح دینا

زائد اشیاء کا محل

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا (دوسری روایت میں ہے کہ بہت دبلی پتلی اونٹنی پر سوار تھا) اور دائیں بائیں جانب دیکھنے لگا۔ (یعنی اچھی سواری کے مل جانے کی خواہش میں تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس سواری زائد ہو، چاہئے کہ وہ دوسرے کو دے دے۔ جس شخص کے پاس کھانے پینے (دیگر اشیاء استعمال) زائد ہو، چاہئے کہ وہ اس بھائی کو دے دے جس کے پاس یہ چیزیں نہ ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام باتوں کا تذکرہ کیا (یعنی ضرورت سے زائد ہر چیز کے دینے کا ذکر کیا) یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ ضرورت سے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ (مسلم، ریاض الصالحین صفحہ ۲۶۷)

ضرورت سے زائد ہو تو کیا کرے؟

حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو کسی چیز سے مستغنی ہو اسے ضرورت نہ ہو تو وہ اس بھائی کو دے دے جو اس کا ضرورت مند ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو وہ خود بوئے۔ اگر (ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے) نہ بو سکے تو اپنے بھائی کو دے دے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت اور استعمال سے جو چیزیں زائد ہوں۔ کھانا کپڑا اور برتنے والے سامان۔ بجائے اس کے کہ اسے ضائع یا خراب کرے اور قیامت کے دن حساب دے، چاہئے کہ وہ دوسروں کو دے دے تاکہ آخرت کا ذخیرہ بن جائے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے ضرورت سے زائد چیزیں ضائع ہو رہی ہوتی ہیں مگر دوسروں کو نہیں دیتے یہ بخل کی بری عادت ہے۔

ضرورت مندوں اور فقراء کو یاد کرو

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان داؤد علیہما السلام کہا کرتے تھے جب پیٹ بھر جائے تو بھوکوں کو، جب ضروری پوری ہو جائے تو حاجت مندوں کو یاد کرو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ"، کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ جو زائد ہو اسے دوسروں کے حوالے کرو۔ ضرورت پر اپنے لئے روکو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے "یَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ"، کی تفسیر میں مروی ہے کہ اس سے مراد جو اہل عیال سے بچ جائے اسے خیرات کرنا ہے۔ (بیہقی جلد۳ صفحہ۲۲۷)

فَائِدَہ: خصوصاً وقتی استعمال والی چیزیں مثلاً کھانے پینے کی اشیاء ضرورت سے زائد ہوں تو فوری دوسروں کو اکرام اور محبت سے کھلا دے کہ کسی کے کام آ جائے ضائع ہونے سے بچ جائیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ

رکب المعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے مال زائد کو خرچ کر دیتے ہیں اور غیر ضروری بات سے بچے رہتے ہیں۔ (بیہقی جلد۳ صفحہ۲۲۵)

فَائِدَہ: کتنی اچھی بات ہے کہ آدمی ضرورت اور استعمال سے زائد اشیاء کو دنیا اور آخرت کا بوجھ بنانے کے بجائے کسی کو دے دے کہ اس سے ثواب ملتا ہے۔ بعض لوگوں کے پاس کپڑے بہت زائد رہتے ہیں نئے سلاتے رہتے ہیں۔ پرانے کو ذخیرہ بنا کر بکس میں رکھتے ہیں یہ اچھی بات نہیں قیامت میں اس کا حساب ہوگا۔ اسی طرح کوئی سامان زائد ہوگیا وہ کام کا نہیں یا سڑنے گلنے کا خطرہ ہے۔ اسی طرح روٹی بچ گئی، سالن بچ گیا۔ خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ کسی دوسرے کو دے دیا۔ بھیج دیا اس میں ثواب بھی ہے۔ اور نعمت کو ضائع ہو جانے سے بچانا بھی ہے۔ اور واقفین، احباب متعلقین اور پڑوسی کو بھیجی گئی ایسی چیزیں لے لینی چاہئے۔ کہ نعمت کی قدر اور اس کا اکرام ہے۔ اسے وقار کے خلاف سمجھ کر واپس نہ کرے کہ ناقدری اور کبر کی علامت ہے بعض لوگ کہتے ہیں بچ گیا تب بھیجا ہم نہیں لیں گے، سو یہ ٹھیک نہیں۔

لوگوں کے لئے وہی جو اپنے لئے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر مشتمل ہے یہ ہے کہ اپنے لئے جو چاہو دوسروں کے لئے بھی وہی چاہو۔ (بیہقی صفحہ ۵۰۰)

حضرت سعد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد یا چچا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ عرفہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا لگام پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ایسا عمل ہمیں بتا دیجئے جو جہنم سے دور جنت سے قریب کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی عبادت کرو، کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج کرو، ماہ رمضان کا روزہ رکھو۔ اور لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے چاہو، جو خود پسند نہیں کرتے ہو لوگوں کے لئے بھی پسند نہیں کرو۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۵۰۲)

فائدہ: انسان کے بلند اخلاق میں سے اور کمال ایمان میں سے یہ بات ہے کہ دوسروں کے لئے اپنے سے بہتر اور اچھا پسند کرے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو لازم ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔ دوسروں کے لئے ادنی یا خراب چیز پسند کرنا مروت انسانی کے خلاف ہی نہیں شرعاً بھی مذموم ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب قائم کیا ہے "مِنَ الْاِیْمَانِ اَنْ یُّحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ مؤمن وہی ہو سکتا ہو جو دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۶)

جہنم سے دور جنت میں داخل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ جہنم سے دور رہے اور جنت میں داخل ہو۔ تو اسے چاہئے کہ خدا اور آخرت پر ایمان لائے اور لوگوں کے لئے وہی چاہے جو اپنے لئے چاہے۔ (مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۸۶، مسلم، بیہقی جلد ۷ صفحہ ۵۰۰)

فائدہ: آدمی اپنے لئے اچھے سے اچھا چاہتا ہے۔ اس لئے دوسروں کے لئے بھی اچھا چاہے۔

جو جنت چاہے

خالد بن عبداللہ قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جنت

چاہتے ہو، کہا! ہاں آپ ﷺ نے فرمایا دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے پسند کرتے ہو۔

(مجمع جلد۸ صفحہ ۱۸۶)

مؤمن کامل نہیں ہوسکتا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ دوسروں کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہو۔

(بخاری جلد۶، بیہقی فی الشعب صفحہ ۵۰۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا کہ افضل الایمان کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے محبت کرو اللہ کے واسطے قطع تعلق کرو۔ اپنی زبان کو ذکر خدا میں لگائے رکھو۔ پھر پوچھا اس کے بعد کیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے پسند کرو۔ اور وہی چیزیں ان کے لئے ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۶، مسند احمد)

لوگوں کے ساتھ منصف کون؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنا چاہے تو وہ لوگوں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ (بیہقی جلد۷ صفحہ ۵۰۳)

فائدہ: فطرت انسانی میں یہ بات داخل ہے کہ ہر شخص اپنے لئے بہتر اور اچھائی چاہتا ہے۔ دوسروں کے لئے نہیں۔ خواہ اس کی اچھائی کے انتخاب سے دوسروں کے خیر و نفع کا پہلو ختم ہو جائے۔ یا انہیں ضرر پہنچے۔ آج یہ بات ماحول میں رائج اور سرایت کر گئی ہے۔ نہ اس میں جاہل اور عالم کا فرق ہے۔ نہ شریف غیر شریف کا۔ اسی مذموم عادت کی وجہ سے ایک دوسرے پر اعتبار اٹھ گیا ہے، حسن ظن باقی نہ رہا۔ اور مودت و محبت میں رخنہ پڑ گیا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے تاکید کی ہے کہ جسے وہ اپنے لئے نہیں چاہتا وہ اپنے بھائی کے لئے کیوں چاہ رہا ہے۔ کل کو اس کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ کیا جائے گا تو اسے پریشانی ہوگی۔ اس لئے دوسروں کے ساتھ آج ہی سے اچھا برتاؤ کرے، تا کہ کل خود اس کا معاملہ خوشگوار رہے۔

توڑ والوں سے جوڑ

جنت میں بلند و بالا تعمیر کس کے لئے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اس کے لئے بلند بالا تعمیرات ہوں اور قیامت میں اس کے درجات بلند ہوں تو وہ اس سے جوڑ رکھے جو اسے توڑ رکھے اور اسے دے جو اسے نہ دے۔ اور اسے معاف کرے جو اس پر ظلم کرے۔ اور جو اس پر جہالت کرے اسے برداشت کرے۔ (کتاب البر، ابن جوزی صفحہ ۱۷۴)

حسن اخلاق کے بہترین اعمال

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن اخلاق کے بہترین اعمال یہ ہیں۔ کہ توڑ رکھنے والے سے جوڑ رکھے۔ محروم کرنے والے سے دینے کا معاملہ کرے۔ گالی دینے والے کو معاف کردے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۳۱۸)

جنت والے اعمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین خصلتیں موجود ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان لے گا اور اپنی رحمت سے جنت میں بھی داخل فرمائے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، وہ کیا اخلاق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم کو محروم رکھے اس کے ساتھ نوازنے کا معاملہ کرو۔ جو تم سے تعلق منقطع رکھے تم اس سے جوڑ اور ربط رکھو۔ جو تم پر زیادتی کرے تم اسے معاف کرو۔ جب تم یہ کرو گے تو خدا تم کو جنت میں داخل کردے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۸۱)

جنت میں درجہ بلند

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو وہ اعمال نہ بتادوں جس سے تمہارا درجہ جنت میں بلند ہو جائے۔ صحابہ نے فرمایا ہاں اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا جو تم پر جہالت کرے (تم سے بے ادبی اور تکلیف دہ باتیں کرے تم اسے برداشت کرلو (جواب نہ دو) جو تم پر ظلم و زیادتی

کرے اسے درگزر کرو۔ جو تم کو محروم رکھے تم اسے دو۔ مسند بزار کی ایک روایت میں ہے کہ تم کو جنت کے محل کو شاندار بنانے والے اعمال نہ بتا دوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں بیان کیں۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۳۴۲)

فائدہ: ان تمام احادیث سے توڑ کرنے والے، برا بھلا کہنے والے نادانی اور جہالت کرنے والوں سے نفرت اور عداوت کرنے کے بجائے ربط اور درگزر کرنے والوں کی بڑی فضیلت معلوم ہوئی۔ قطع تعلق اور اذیت کی وجہ سے آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں اور روابط و تعلقات باقی نہیں رہتے۔ اگر آدمی ان اخلاق فاضلہ کو اختیار کرے گا تو کبھی باہمی نفرت اور فساد کی صورت نہ ظاہر ہوگی۔

البتہ جو لوگ ان اخلاق عالیہ کی فضیلتوں اور بلند و بالا ثواب سے واقف نہیں ان کے نزدیک یہ شرافت کے خلاف ہے۔ خیال رہے اہل دنیا اور اصحاب نفوس کے نزدیک یہ باتیں ہیں۔ اہل اللہ ان سب امور کو ثواب کی وجہ سے کرتے ہیں۔

حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے مقابلہ سے پرہیز

جنت کے بیچ میں باغیچہ کس کے لئے؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جھوٹ کو چھوڑ دے کہ وہ باطل ہے۔ اس کے لئے جنت کے باغیچوں میں مکان بنایا جائے گا۔ اور جو جھگڑے اور مخاصمت کو چھوڑ دے باوجودیکہ وہ حق پر ہو۔ اس کے لئے جنت کے بیچ میں باغیچہ بنایا جائے گا اور جو اپنے اخلاق کو عمدہ کرے اس کے لئے اعلیٰ جنت میں مکان بنایا جائے گا۔ (مکارم الخرائطی جلد ۱ صفحہ ۵۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ابن ماجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو جھوٹ چھوڑ دے کہ وہ باطل ہے جنت کے بیچ اردگرد یا فصیل میں اس کا گھر بنایا جائے گا۔ اور جس نے جنگ و جدال کو چھوڑ دیا باوجودیکہ وہ حق پر تھا اس کے لئے بیچ جنت میں مکان بنایا جائے گا۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰، ابن ماجہ صفحہ ۵)

فائدہ: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جو جنگ جدال اور مخاصمت کو چھوڑ دے گو حق پر ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بات بالکل حق ہو۔ صحیح اور نفس الامر کے مطابق ہو پھر بھی وہ باہمی تنازع اور مخاصمت کی وجہ سے اس کے پیچھے نہ پڑے اور اللہ کے واسطے خاموش ہو جائے۔ یا یہ کہ کسی کا حق ہو۔ اور اس حق کو حاصل کرنے میں جنگ و جدال و مخاصمت پیش آئے اور وہ اسے اللہ کے واسطے قربان کر دے نہ مخاصمت اور جنگ و مقدمہ سے حاصل کرے تو اس کے لئے یہ فضیلت ہے۔ آج کے اس جنگ و جدال اور فتنہ کے دور میں کسی کا کوئی حق ہو۔ خواہ مال جائداد میں یا عہد وغیرہ میں اور پھر وہ محض مخاصمت اور جنگ جدال و اختلاف کی وجہ سے اسے اللہ کے واسطے چھوڑ دے تو وسط جنت میں اس کے لئے محل بنایا جائے گا۔ خیال رہے کہ اس فضیلت کے ذریعہ امت کو تعلیم اور تاکید ہے کہ اگر حقدار کو ظالمین حق نہ دیں تو جنگ و جدال اور باہمی تنازع سے حل کرنے کے بجائے خدا کے واسطے صبر کرے۔ اس کا صلہ یہ ملے گا کہ وسط محل میں یہ بلڈنگ کا مالک ہوگا۔ جو یقیناً دنیا کے مقابلہ میں بہتر ہوگا۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اربعین میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے برحق ہو کر

خاموش بیٹھنا بہت دشوار ہے۔ اس لئے حق پر ہوکر جھگڑے سے علیحدہ ہو جانا ایمان کا کمال شمار کیا گیا ہے۔
(تبلیغ دین صفحہ ۳۲)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور امتیازی شان ظاہر کرتے ہوئے فرمایا میرا بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح فرمائیں گے۔ (بخاری ۱۰۹۳، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۸، بزار، طبرانی)

یعنی دو بڑی جماعتوں کے درمیان جنگ جدال اور قتال کی نوبت ان کی مصالحت کی وجہ سے نہیں آئے گی اور امت خون خرابہ سے بچ جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی حق کے حاصل کرنے میں جنگ جدال اور باہمی تنازع کی نوبت آ جائے تو اپنے حق کو جو واقعی اس کا ہے محض خدا کی رضا کے واسطے قربان کر دے تو اس کی وجہ سے خدا کے نزدیک مقرب ہو گا اور اس دنیا میں بھی عزت اور رفعت سے نوازا جائے گا۔ چنانچہ تجربہ شاہد ہے جنہوں نے اللہ واسطے جنگ جدال کے مقابلہ میں حق کو قربان کیا وہ فریق مخالف کے مقابلے میں اچھے کامیاب قابل تعریف رہے۔ اور ان کا دین اور دنیا دونوں بن گئے۔ اس کے برخلاف وہ فریق اس سے کمزور اور پریشان حال رہا۔ دراصل یہ قربانی اور نفس کے خلاف خدا رسول کی اطاعت کا ثمرہ ہے۔ جو خصوصاً اس دور میں بڑے عزیمت کا کام ہے۔

سلامتی صدر

جنت سلامتی صدر کی وجہ سے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ابدال جنت میں عبادت کی وجہ سے نہیں جائیں گے۔ بلکہ خدا کی رحمت سے، سخاوت نفس، سلامتی صدر، اور تمام مسلمانوں پر رحمت وشفقت کرنے کی وجہ سے جائیں گے۔ (مکارم صفحہ ۳۳۷)

سلامتی صدر سے دنیا میں جنت کی بشارت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تمہارے پاس باہر سے ایک جنتی شخص آئے گا پس قبیلہ انصار کا ایک شخص آیا، جس کی ڈاڑھی وضو کی وجہ سے...... اور اپنے بائیں ہاتھ میں جوتا لٹکائے تھا۔ اس نے سلام کیا۔ پھر دوسرے دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا۔ اسی پہلے حال کی طرح وہ آدمی گیا۔ پھر تیسرا دن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا (کہ ایک جنتی شخص آرہا ہے) پھر وہی آدمی اسی حالت میں وارد ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھے تو اس کے پیچھے حضرت عبداللہ بن عمر العاص ہو گئے اور اس سے کہا میرے والد سے کچھ بات ہو گئی ہے۔ میں نے قسم کھائی کہ تین دن تک نہ جاؤں گا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اپنے یہاں رات گزارنے کی اجازت دے دو۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے تھے کہ میں نے تین رات گزاری مگر ان کو نہیں دیکھا کہ وہ رات کو اٹھتے ہوں۔ ہاں مگر یہ وہ رات کو بیدار ہوتے، کروٹ بدلتے تو خدا کا ذکر وتکبیر پڑھتے رہتے۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لئے اٹھ جاتے۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا ہاں مگر کسی کے بارے میں سوائے بھلائی کے اور کچھ کہتے نہیں سنا۔ تین دن گزر گئے۔ (اور میں نے کوئی خاص عمل اس کا نہیں دیکھا) لہٰذا قریب تھا کہ میں ان کے عمل کو اپنی نگاہ میں حقیر دیکھوں۔ تو میں نے کہا اے اللہ کے بندے نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی لڑائی اور کوئی دشمنی تھی (کہ جس کی وجہ سے میں تمہارے یہاں رہا) لیکن میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے تین مرتبہ (اپنی مجلس میں) فرمایا تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا جو اہل جنت میں سے ہوگا تو تینوں مرتبہ تم ہی آئے۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس رات گزار کر دیکھوں کہ تمہارا

عمل کیا ہے میں بھی اس کی اقتداء کروں۔ (جس کی وجہ سے زبان نبوی ﷺ سے اس دنیا میں جنت کی بشارت مل گئی) میں نے تم کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا۔ پس کس عمل کی وجہ سے تمہارے بارے میں رسول پاک ﷺ نے یہ فرمایا؟ انہوں نے کہا کوئی عمل نہیں سوائے اس کے جو تم نے دیکھا۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا میں ان کے پاس سے آنے لگا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا: عمل تو وہی ہے جو تم نے دیکھا (یعنی سوائے فرض کی پابندی کے تہجد وغیرہ کا معمول نہیں) ہاں مگر بات یہ ہے کہ میں کسی مسلمان کی جانب سے دل میں کوئی بات (کینہ) مخالفت وغیرہ نہیں رکھتا۔ نہ اللہ نے اگر کسی کو کچھ دیا ہے تو اس پر حسد کرتا ہوں، تو اس پر عبداللہ نے کہا: اسی وجہ سے تم نے وہ درجہ پایا جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔

(مکارم طبرانی صفحہ ۳۳۷، مسند حامد جلد ۳ صفحہ ۱۶۶، مسند بزار جلد ۲ صفحہ ۴۱۰)

فائدہ: کتنی اہم بات ہے کہ جنت کی بشارت دنیا میں عبادت و ریاضت و مجاہدہ کی وجہ سے نہیں ملی بلکہ اس وجہ سے کہ ان کا سینہ لوگوں کی کدورتوں اور مخالفتوں سے محفوظ تھا۔ خصوصاً اس دور میں یہ بہت بڑی بات ہے کہ آپسی اور گھریلو امور وغیرہ کی وجہ سے عموماً لوگوں سے دل و ذہن صاف نہیں رہتے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نگاہ میں کون افضل؟

حضرت معاویہ بن قرہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سب سے افضل اور بزرگ وہ لوگ شمار ہوتے تھے جن کا دل صاف اور دوسروں کی برائیوں کی طرف ان کی نگاہ نہیں اٹھتی تھی۔

(مکارم اخلاق صفحہ ۳۳۸)

سلامتی صدور کی تاکید

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول پاک ﷺ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر تجھ سے ہو سکے تو تم صبح و شام اس حالت میں کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے لئے کھوٹ نہ ہو (دلی کدورت اور مخالفت نہ ہو) تو ایسا کرلو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو پسند کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰)

فائدہ: واقعی یہ مشکل ہے۔ خاص کر اس دور میں جہاں ہر ایک کو دوسرے سے تنازع اور شکایت ہے۔ باہمی رنجش اور مخالفت ہے۔ ایسی حالت میں دل کا صاف رکھنا عزیمت کا کام ہے۔

اس دولت کے حصول کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بندے سے مخالفت اور نقصان کا خیال بالکل دل سے ہٹا لے۔ تفویض اور توکل علی اللہ پر گامزن رہے۔ ہر خیر و شر اللہ ہی کی طرف سے ہونے کا دھیان رکھے۔

جنتی کون؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر جنت میں جانے والے بلے (سیدھے سادے) لوگ ہوں گے۔ (کشف الستار، بزار جلد۲ صفحہ ۴۱۱)

حدیث پاک میں "البلہ" کا لفظ ہے۔ علامہ محدث اعظمی نے اس کے حاشیہ پر اس کا معنی یہ لکھا ہے کہ جس کا سینہ صاف ہو۔ (جلد۲ صفحہ ۴۱۱)

اصحاب ورفقاء کی جانب سے صاف دل رہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کی جانب سے کوئی صاحب کوئی (نامناسب بات) نہ پہنچائے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف سے صاف دل اٹھوں۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۶۷)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احباب ورفقاء کی جانب سے کیا صاف دل رکھنا چاہتے تھے۔ اس وجہ سے آپ نے منع فرمایا کہ مجھے کوئی تکلیف دہ بات نہ پہنچائے۔ عموماً ساتھ رہنے والوں اور مصاحبین سے بعض باتیں باوجودیکہ اہل محبت اور اہل تعلق میں ہوتے ہیں ان میں اخلاص ہوتا ہے، نکل جاتی ہیں یا وہ اپنے گمان میں حق و راست سمجھ کر بول دیتے ہیں۔ پھر جب کوئی ایسی بات پہنچا دیتا ہے تو تکلیف اور رنجش ہو جاتی ہے اور محبت میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اور یہ مخفی رہتا ہے کبھی موقعہ پر رنگ لاتا ہے۔ اس لئے یہ بہترین نسخہ ہے کہ اپنے احباب سے ایسی بات کو منع کر دیں کہ ایسی بات نہ سنایا کریں کہ تعلقات خوشگوار نہ رہ کر قلب میں کھوٹ کا باعث ہو جائے۔

خوش کلامی

خوش کلامی سے پیش آنے کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے لئے تم مسکراہٹ (اور خندہ کلامی) سے پیش آؤ یہ صدقہ ہے۔ (بزار، ترغیب جلد۳ صفحہ۴۲۲)

حضرت ابو جری الجہیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میں دیہاتی ہوں۔ کچھ فرمادیجئے کہ ہمیں نفع ہو۔ آپ نے فرمایا کسی نیکی کو حقارت سے مت دیکھو۔ خواہ تم اپنے ڈول سے ہی کسی کے ڈول میں بھرو۔ اور یہ کہ اپنے بھائی سے خوش کلامی سے پیش آؤ۔

(مختصراً ترغیب جلد۳ صفحہ۴۲)

خوش کلامی، اچھی طرح بات، صدقہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشگوار بات صدقہ ہے۔

(بخاری جلد۲ صفحہ۸۹۰)

فائدہ: یعنی کسی سے خوش کلامی صدقہ ہے جس سے اس کا دل خوش ہو جائے کہ کسی مؤمن کا دل خوش کرنا بھی نیکی اور صدقہ ہے۔

عدی ابن حاتم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عذاب دوزخ سے بچو خواہ ایک کھجور کی گٹھلی ہی سے (یعنی اس کے صدقہ سے) اگر یہ نہ پائے تو اچھی بات سے۔ (بخاری، مسلم صفحہ۴۹۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مال کے ذریعہ سے خوش نہ کر سکے تو خوش کن باتوں سے ہی دل مسرور کردے۔

خوش کلامی جنت کا باعث

حضرت مقدام عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسی چیز بتا دیجئے جو جنت کو لازم کرنے والی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھلانا، سلام کو رائج کرنا، اور حسن کلامی سے پیش آنا۔

فائدہ: جنت جانے کا کتنا آسان نسخہ ہے۔ کاش ہماری سمجھ میں آجائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

حدیث میں ہے۔ کھانا کھلاؤ، سلام رائج کرو، خوش کلامی سے پیش آؤ، رات کو جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو۔ جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۴۲۴)

جنت کا شیش محل کون لے گا؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا باہر اندر سے، اندر باہر سے نظر آتا ہے۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ کس کے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے جو خوش کلامی سے پیش آئے، کھانا کھلائے اور خدا کی عبادت کرے جب لوگ نیند میں ہوں۔ (حاکم، ترغیب جلد۳ صفحہ۲۴۲)

فائدہ: خوش کلامی وغیرہ کی کتنی بڑی فضیلت ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان سے کچھ معلومات کرو۔ گفتگو کرو تو الزامی جواب دیتے ہیں۔ طعن آمیز گفتگو کرتے ہیں۔ سیدھے منہ سے بات نہیں کرتے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ گویا وہ جائزہ لیتے ہیں کہ بات کرنے والا کیسا ہے اس سے مجھے کیا فائدہ ہے۔ اگر بڑا نہیں تو کوئی فائدہ نہیں۔ تو گفتگو بے رخی سے کرتے ہیں۔ حالانکہ ہر ایک سے خوش کلامی کا حکم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش کلامی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لاتے اور ہمارے چھوٹے بھائی سے فرماتے اے ابو عمیر نغیر کا کیا ہوا۔ (بخاری صفحہ۹۵)

فائدہ: ابو عمیر حضرت انس کے چھوٹے بھائی نے نغیر پرندہ پالا تھا وہ مرگیا ان سے آپ مزاحاً پوچھتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر "الا نبساط الی الناس" لوگوں کے ساتھ خوش مزاجی اور خوش کلامی کا باب قائم کر کے اس کے مکارم اخلاق ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انس اور مودت کی وجہ سے لوگوں سے خوش مزاجی حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی عادات حسنہ میں سے ہے۔

خوش کلامی کا مطلب اور فائدہ

خوش کلامی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مخاطب سے گفتگو کرنے میں ملاطفت، نرمی، محبت و اکرام کا پہلو نمایاں رکھے۔ اس سے طعن آمیز، سخت، جھڑک اور الزامی طور سے کلام نہ کرے۔ ایسی گفتگو ہو جو مخاطب کے دل میں بات کرنے والے کی محبت اور اس سے انس پیدا کر دے۔

خوش کلامی آپس کی گفتگو اور تعلقات کے خوشگوار نتیجہ کا معیار ہے۔

خوش کلامی سے مقصد یہ ہے کہ باہم ایک انسان دوسرے انسان سے باتیں کرنے میں ایک دوسرے کے

ادب واحترام اور لطف کا پہلو ملحوظ رکھے تا کہ آپس میں خوشگوار تعلقات پیدا ہوں اور باہم محبت اور مروت بڑھے۔

(سیرۃ النبی صفحہ ۵۲۳)

چونکہ خوش کلامی آپس کے حسن تعلق کا ذریعہ ہے جو مطلوب ومحمود ہے اسی وجہ سے احادیث میں اس کی ترغیب اور تاکید آئی ہے جس کا ذکر ماقبل میں گزرا۔ اس لئے مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ ہر ایک سے خوش کلامی سے پیش آئے خواہ کسی مرتبہ اور کسی علاقے کا ہو۔ خصوصاً اہل ایمان سے خوش کلامی کا حکم ہے کہ ہر مؤمن قابل قدر ہے۔

خندہ پیشانی

خندہ پیشانی کا حکم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نیکی کو معمولی مت سمجھو۔ خواہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ کہ یہ بھی نیکی ہے۔ (مسلم، ترغیب صفحہ ۴۲۱)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی سے مسکرانا صدقہ ہے۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ تم اپنے بھائی سے ملاقات کرو اور تمہارا چہرہ مسکرا رہا ہو۔

(ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۲۳)

خندہ پیشانی سے پیش آنا صدقہ ہے

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو سلام کرو۔ خندہ پیشانی سے ملاقات کرو کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۲۱)

ہر بھلائی صدقہ ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بھلائی صدقہ ہے۔ اور یہ بھی بھلائی میں سے ہے کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ۔ (ترمذی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۲۱)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی کسی سے ملاقات کرتے تو مسکراتے۔ ان سے وجہ پوچھی گئی تو کہا میں نے جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تو آپ مسکرا کر گفتگو فرماتے۔ (تو میں بھی آپ کی اتباع میں مسکرا کر گفتگو کرتا ہوں)۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۹)

خندہ پیشانی دل جیتنے کا ذریعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کا دل مال کے ذریعہ سے حاصل نہیں کر سکتے مگر چہرہ کی مسکراہٹ اور حسن اخلاق سے۔ (حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۲۴، مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۸)

فائدہ: واقعی حسن اخلاق اور خندہ پیشانی ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ آدمی کا دل جیتا جا سکتا ہے۔ مال سے آدمی کا ظاہر تو موافق ہو سکتا ہے مگر دل نہیں۔

افضل ترین صدقہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ تم اپنے ڈول سے پانی اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دو اور اپنے بھائی سے ملاقات کرو کہ تمہارا چہرہ مسکرا رہا ہو۔

(مکارم صفحہ ۳۱۸، ترمذی، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۶۰)

ہر ملاقات پر مسکراہٹ

حضرت جریر بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تو مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے۔ (بخاری صفحہ ۹۰۰)

فائدہ: یہ اخلاق و شفقت کا اعلیٰ ترین وصف ہے کہ آدمی اپنے احباب کے ساتھ جب بھی ملے تو مسکراہٹ کے ساتھ ملے۔ اس سے انس و تعلق پیدا ہوتا ہے اور عناد و مخالفت کا دفاع ہوتا ہے۔

خاموشی اور قلت کلام

خاموشی اور سکوت میں نجات ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خاموشی میں نجات ہے۔
(ترغیب جلد۳ صفحہ ۵۳۶، بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۲۵۴)

اچھی بات کہے یا خاموش رہے

حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان لائے یا تو وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔ (مکارم الخرائطی)

کم گو کی مجلس میں شرکت کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بندے کو دیکھو کہ دنیا سے بے رغبتی اور کم گویائی اسے دی گئی ہے تو اس کے پاس رہا کرو کہ خدا نے اسے حکمت اور دانائی سے نوازا ہے۔ (بیہقی جلد۷ صفحہ ۲۵۴)

فائدہ: قلت گویائی عقل اور حکمت کی دلیل، ایسوں کی صحبت نفع بخش ہے۔

خاموشی کی دولت کم لوگوں کو نصیب ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل فرماتے ہیں کہ خاموشی حکمت اور دانائی ہے۔ یہ کم لوگوں کو نصیب ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۷ صفحہ ۳۶۵، مکارم صفحہ ۴۲۹)

کثرت کلام سے ہیبت جاتی رہتی ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس کا ہنسنا زیادہ ہوگا اس کی ہیبت کم ہو جائے گی۔ جس کا مذاق زیادہ ہوگا اس کا وقار جاتا رہے گا۔ جس میں جو چیز زیادہ پائی جاتی ہے وہ اسی سے پہچانا جاتا ہے۔ جس کا کلام زائد ہوگا اس کی غلطیاں زائد ہوں گی۔ اور اس کی حیاء کم ہو جائے گی اور جس کی حیاء کم ہوگی اس کا تقویٰ جاتا رہے گا اور جس کا تقویٰ کم ہوگا اس کا دل مرجائے گا۔ (شعب الایمان جلد۴ صفحہ ۲۵۷)

ایمان کی حقیقت نہیں پا سکتا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی حقیقت تو اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ زبان کی حفاظت نہ کرے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آدمی ایمان کی حقیقت کو اس وقت تک مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ زبان کو محفوظ نہ کرے۔ (ترغیب صفحہ ۵۲۶، جلد۴ صفحہ ۲۶۰)

کون محفوظ رہے گا؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی زبان کو محفوظ رکھا اس کے عیوب مخفی رہیں گے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۲۷)

جو اپنی سلامتی چاہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ سلامتی سے رہے اسے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ (بیہقی جلد۴ صفحہ ۲۴۱)

بولنے کے وقت دیکھ لے

حضرت عمر بن ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک سنایا کہ اللہ پاک ہر بولنے والے کے قریب ہے۔ پس اپنے رب سے ڈرے اور دیکھے کیا کہہ رہا ہے۔ (بیہقی جلد۷ صفحہ ۲۶۵)

فائدہ: تاکہ اس دنیا میں یا کل قیامت کے دن اسے رسوائی نہ ہو۔

قلیل کلام کثیر عمل مؤمن کی علامت ہے

امام بیہقی نے فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مؤمن قلیل الکلام اور کثیر العمل ہوتا ہے۔ اور منافق بولتا زیادہ ہے اور عمل کم کرتا ہے۔ (شعب الایمان جلد۷ صفحہ ۲۶۸)

فائدہ: خاموشی تقویٰ اور معرفت کی علامت ہے۔ زیادہ بولنا قلت معرفت کی دلیل ہے۔

لایعنی امور سے خاموش رہے

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی خوبی میں سے ہے کہ بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دے۔ (ترمذی، مکارم الخرائطی صفحہ ۴۳۶)

فائدہ: اسلام کی جامع ترین نصیحتوں میں ہے اس پر عمل کرنا ولایت اور معرفت کی علامت ہے۔ لایعنی امور

سے بچنا کوئی معمولی بات نہیں۔ بہت کم لوگ اس دولت عظیم کے حامل ہیں۔

دو خصلتیں ترازو پر بھاری ہیں

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی تو فرمایا: اے ابوذر! دو خصلتیں تم کو ایسی نہ بتادوں جو کرنے میں ہلکی اور ترازو میں بہت بھاری ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر حسن اخلاق اور طویل خاموشی لازم ہے۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ ۵۳۳، بیہقی فی الشعب جلد۳ صفحہ ۲۴۲)

محبوب ترین عمل

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل کیا ہے؟ تو لوگ خاموش رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زبان کی حفاظت۔ (شعب الایمان جلد۴ صفحہ ۲۴۵)

خاموشی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لئے خاموشی کا مقام ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (شعب جلد۴ صفحہ ۲۴۵)

قیل قال سے اجتناب کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ قیل قال، کثرت سوال اور مال کی بربادی (بے جا صرف) کو پسند نہیں کرتا۔ (مکارم صفحہ ۴۶۵، بیہقی جلد۴ صفحہ ۲۵۳)

فائدہ: اس سے سراپا دین ودنیا کا نقصان ہوتا ہے، اپنا بھی نقصان، دوسروں کا بھی نقصان۔

تقویٰ اور احتیاط قلت گویائی میں ہے

ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے تقویٰ اور احتیاط کو تلاش کیا تو قلت گویائی کے علاوہ کسی میں نہیں پایا۔ (مکارم صفحہ ۴۴۱)

فائدہ: خاموشی اور کم گویائی سے آدمی بہت سی نامناسب باتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

قلت گویائی کو رائج کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم کا سردار ہوں ان کو کس چیز کا حکم کروں؟ آپ نے فرمایا: ان کو حکم دو

کہ وہ سلام کو رائج کریں۔ اور کم بولنے کی عادت رکھیں۔ ہاں مگر جہاں فائدہ کی بات ہو۔ (مکارم الخرائطی صفحہ۴۳۳)

زبان کی بے احتیاطی سے جہنم کا نچلا طبقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسا اوقات آدمی زبان سے ایسی بات بول دیتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا حالانکہ وہ اس کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقہ میں ستر خریف پہنچ جاتا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ۲۸۵)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حفظ زبان کی وصیت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی جانب جب بھیجا تو انہوں نے کہا مجھے نصیحت کیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زبان کی حفاظت کرو۔ پھر حضرت معاذ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! مجھے نصیحت کیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! تمہاری ماں تم کو روئے۔ کیا لوگ اپنے چہرے کے بل زبان کی وجہ سے نہیں گرتے۔ (مکارم صفحہ۴۶۳)

فائدہ: زیادہ بولنے یا بلا سوچے سمجھے بولنے کی وجہ سے بسا اوقات ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے اور رسوائی شرافت اور وقار کے خلاف ہے۔ حاکم کو ان امور کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے آپ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔

نو حصے عافیت خاموشی میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عافیت کے دس حصے ہیں۔ نو حصہ خاموشی میں ہے اور دسواں حصہ گوشہ نشینی میں ہے۔ (کنز العمال جلد۹ صفحہ۳۵۰)

خاموشی عالم کے لئے زینت کی بات ہے

محر بن زہیر سے مرفوعاً روایت ہے کہ خاموشی عالم کے لئے زینت ہے اور جاہل کے لئے پردہ ہے۔

(کنز العمال جلد۹ صفحہ۲۵۰)

فائدہ: کہ نہ بولنے یا کم بولنے کی وجہ سے اس کی جہالت چھپی رہتی ہے جس سے مجلس میں رسوا نہیں ہوتا۔

خاموشی بہترین اخلاق ہے

وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مرسلاً منقول ہے کہ خاموشی اسلام کے بہترین اخلاق میں سے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں جو دیلمی کی مسند الفردوس میں ہے یہ ہے کہ خاموشی اخلاق کی سردار ہے۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ۳۵۰)

خاموشی سیکھنے کا حکم

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ خاموشی سیکھو، جیسے گفتگو سیکھتے ہو۔ خاموشی بلند اخلاق ہے۔ گفتگو کرنے سے زیادہ سننے کے حریص رہو۔ بلا فائدہ مت گفتگو کرو۔ بلاوجہ مت ہنسا کرو۔ بلاضرورت یونہی کہیں مت جایا کرو۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۷۷۰)

فَائِدَہ: اچھے اخلاق سیکھنے ہی سے آتے ہیں۔ یا اچھے ماحول یا اچھے لوگوں کے پاس رہنے سے آتے ہیں۔ آج کا ماحول اپنے بلند اخلاق کو گم کر چکا ہے۔ چہار سو بدخلقی برے اوصاف رائج ہیں اس لئے اچھے مکارم اخلاق اچھی صحبت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ آج زیادہ بولنے کو کمال سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اس سے بے دریغ زبانی کا گناہ کا صدور بسہولت ہونے لگتا ہے۔ کم از کم مبالغہ آمیزی۔ جس میں جھوٹ کا شائبہ رہتا ہے اس سے تو خالی نہیں رہتا۔ بعض لوگ صرف اپنی سنانے کی عادت رکھتے ہیں۔ دوسروں کی بہت کم سنتے ہیں حالانکہ بولنے کے مقابلہ میں سننے کی ترغیب ہے۔ ہاں مگر گناہ کی بات نہ سنے۔

حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایک جامع نصیحت

حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور درخواست کی کہ ہمیں کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں تقویٰ خدا (اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے) کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ تمہارے تمام کاموں کو زینت بخشنے والا ہے۔ میں نے کہا اور کچھ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا تم پر تلاوت قرآن اور ذکر خدا لازم ہے۔ اس سے تمہارا ذکر آسمان میں ہوگا۔ زمین میں نور ہوگا۔ میں نے کہا اور فرمائیے۔ آپ نے فرمایا تم پر طویل خاموشی لازم ہے۔ یہ شیطان کو بھگانے والا ہے اور تمہارے دینی معاملہ میں معین ہے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمائیے۔ آپ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو۔ یہ قلب کو مردہ کر دیتا ہے۔ اور چہرے کے نور کو دور کر دیتا ہے۔ میں نے درخواست کی اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا حق بات کہو۔ اگرچہ وہ کڑوی معلوم ہو۔ میں نے کہا اور فرمائیے آپ نے فرمایا (خدا اور شریعت کے معاملہ میں) کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ مت کرو۔ پھر عرض کیا اور فرمائیے۔ آپ نے فرمایا دوسروں کو ضرور تکلیف سے بچایا جائے۔

(ترغیب جلد ۳ صفحہ ۵۳۱)

فَائِدَہ: بڑی جامع نصیحت ہے۔ ہر نصیحت آب زر سے لکھ کر سینے سے لگا لینے کے لائق ہے۔ یہ وہ بلند معیاری باتیں ہیں جن پر عمل سے سعادت اور ولایت کے مرتبہ کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ہر مؤمن کو چاہئے کہ اس نصیحت کو سنتا رہے اور کوشش کرے کہ ان تمام کے عمل سے آراستہ ہو۔

آسان عبادت

ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا میں تم کو ایسی عبادت جو آسان ہو اور بدن پر بہت ہلکی ہو نہ بتا دوں۔ وہ خاموشی اور اچھے اخلاق ہیں۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۵۳۳)

عبادت کا پہلا مرحلہ خاموشی ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں بہت کم مل پاتی ہیں۔

1. خاموشی کہ یہ اول عبادت (عبادت کا پہلا زینہ ہے)
2. تواضع مسکنت۔
3. اللہ عزوجل کا ذکر۔
4. دنیا کی کمی (یعنی اس پر قناعت)۔ (ترغیب صفحہ ۵۳۴)

فائدہ: اوصاف حمیدہ کا جمع ہونا واقعۃً مشکل ہے۔ اس کے مقابلہ میں عبادت آسان ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: یہ چار اوصاف لوگوں میں سے کم جمع ہو پاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک نصیحت

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے درخواست کی کہ ہمیں کوئی آسان سی بات سکھا دیجئے۔ جس کی بدولت ہم بہشت میں پہنچ سکیں۔ فرمایا خاموش رہو اور باتیں بالکل نہ کیا کرو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ایسا کرنا تو ہمارے لئے ممکن نہیں۔ فرمایا اچھی بات کے علاوہ بری بات زبان سے نہ نکالا کرو۔

(کیمیائے سعادت مترجم صفحہ ۶۰۵)

فائدہ: امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب زبان کی آفت بے اندازہ ہے اور اس سے بچنا بھی انتہائی مشکل ہے۔ تو پھر اس سے نجات کی اس کے سوا کیا تدبیر ہوسکتی ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو زبان کو چپ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اور بقدر ضرورت بات کرنے کی عادت کو اپنایا جائے۔

(کیمیائے سعادت صفحہ ۶۰۴)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یاد رہے خاموشی کی یہ فضیلتیں اس لئے حاصل ہیں کہ زبان کی آفتیں بے شمار ہیں اور نوک زبان سے نکلنے والی باتیں اکثر و بیشتر بے ہودہ اور لغو ہوتی ہیں جن کا کہنا صرف آسان ہوتا ہے بلکہ بڑی بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن بھلی اور بری کی تمیز اس زبان کو کیا ہوگی۔ صرف خاموشی ہی وہی چیز ہے جو اس آفت سے بچا سکتی ہے۔ اور ہمت و دل کا مجتمع رہنا اسی کی بدولت میسر آسکتا ہے۔

امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا ایک مفید کلام

پھر امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ زبان سے نکلنے والی باتوں کی تفصیل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔

1. جن کے کہنے سے سراپا نقصان ہو۔
2. وہ باتیں جن کا کہنا نفع بخش بھی ہو اور نقصان رساں بھی۔
3. وہ باتیں جو نفع اور نقصان دونوں سے خالی ہوں۔
4. وہ باتیں جن میں فائدہ ہی فائدہ ہو۔

گویا تین چوتھائی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا نہ کہنا ہی بہتر ہے بلکہ کہنے کے قابل ہی نہیں ہوتیں۔ اور ایک چوتھائی ایسی ہوتی ہیں جن کا زبان سے نکالنا درست ہوتا ہے۔ اور اس قابل ہوتی ہیں کہ کہی جائیں۔

(کیمیائے سعادت صفحہ ۶۰۶)

اس سے معلوم ہوا کہ تین چوتھائی سے خاموش رہنا لازم ہے۔ لہٰذا خاموشی اور سکوت کی جو ترغیب ہے وہ انہی قسم کی باتوں کے متعلق ہے۔ سکوت اور خاموشی کا ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ بالکل زبان بند کر دی جائے۔ بلکہ بلا ضرورت اور جس سے آخرت یا دنیا کا مشروع فائدہ نہ ہو اس سے زبان بند کر لی جائے اور زبان پر کنٹرول کر کے ذکر تلاوت کی عادت ڈالی جائے۔ یا دین و دنیا کے کاموں میں مصروف رہے۔ خالی آدمی عموماً گناہوں کا مرتکب آسانی سے ہو جاتا ہے۔

لغو ولغویات

ارشاد خداوندی

خدائے پاک عز وجل کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: ''وہ لغو بے کار امور سے بچتے ہیں۔''

﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝﴾

ترجمہ: ''جب لغویات کے قریب سے گزرتے ہیں تو سنجیدگی سے گزر جاتے ہیں۔''

﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾

ترجمہ: ''جب لغو بے کار باتوں کو سنتے ہیں تو ان سے اعراض کرتے ہیں۔''

فائدہ: مؤمن کامل کا دوسرا وصف لغو سے پرہیز کرنا ہے۔ لغو کا اعلیٰ درجہ معصیت اور گناہ ہے۔ جس میں فائدہ دینی نہ ہونے کے ساتھ دینی ضرر ونقصان ہے۔ اس سے پرہیز واجب ہے۔ اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو نہ مضر۔ اس کا ترک کم از کم ادنیٰ اور موجب مدح (قابل تعریف) ہے۔

لغو اور اس کی تعریف

لغو ہر وہ چیز ہے جس میں نہ دنیا کا فائدہ ہو نہ آخرت کا۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ الجامع میں لکھتے ہیں۔
''مَا لَا خَيْرَ فِيْهِ. او بمايلغى اثمه''، جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور اس میں کوئی گناہ ہی ہو۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۰۳)

معارف میں ہے لغو کے معنی فضول کلام یا کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو۔ (پارہ ۱۸ صفحہ ۸)

لغو امور سے بچنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی امور کو ترک کر دے۔ (ترمذی صفحہ ۵۸، مشکوٰۃ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ بے فائدہ امور کو چھوڑ دے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۸)

فَائِدَہ: یہ وقت بہت قیمتی چیز ہے۔ زندگی کے یہ لمحات بڑی قیمت رکھتے ہیں۔ انہیں لمحات اور اوقات میں نیکی کرنے سے جنت اور اس کے بلند درجات حاصل ہوتے ہیں۔ ان کو ضائع کرنا، برباد کرنا بڑے خسارے کی بات ہے۔ عامۃ الناس اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اپنے قیمتی اوقات کو یونہی مجلس بازی، بے کار گفتگو میں ضائع کر دیتے ہیں۔ نہ دین کی دولت نہ دنیا ہی کی کوئی چیز حاصل کرتے ہیں۔ عوام وخواص سب غفلت کا شکار ہیں۔ وقت کو دین یا دنیا میں خرچ کرنا عقل کی بات ہے۔ آج دنیا کے جھمیلوں میں گو اس کا احساس نہیں ہوتا مگر کل برزخ اور آخرت میں شدید احساس اور افسوس ہوگا۔ اور اس وقت افسوس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ''اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ''

شفقت ورحمت

رحمت خدا کیسے حاصل ہو؟

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جولوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر خدا رحم نہیں کرتا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۴، بخاری، مسلم صفحہ۸۸۹، ادب مفرد صفحہ۴۲)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۴، ترغیب)

بدبخت ہی شفیق ورحیم نہیں ہوتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفقت ورحمت بدبختوں سے کھینچ لی جاتی ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۴، ادب مفرد صفحہ۱۱۹)

فائدہ: یعنی جو بدبخت ہوتا ہے اسی میں رحم اور شفقت کا مادہ نہیں ہوتا۔

مؤمن نہیں

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہوگے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم نہ کروگے۔ (مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۱۸۶)

جو اللہ کی رحمت چاہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم اگر مجھ سے رحمت چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو۔ (مکارم طبرانی صفحہ۳۲۶)

فائدہ: تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ اسی لئے عیال پر رحم کرنا خدا کے رحم کا باعث ہے۔

جنت میں کون داخل؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں رحم دل کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ (کنز العمال جلد۹ صفحہ۱۵۴)

اہل جنت کون؟

عیاض بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں۔

❶ منصف حاکم جو خیر اور بھلائی نافذ کرنے والا ہو۔

❷ وہ آدمی جو رشتہ داروں اور عام مؤمنین پر رحم کرنے والا ہو۔

❸ پاک دامن کثیر العیال ہو۔ (مشکوٰۃ صفحہ۴۲۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو اپنوں اور غیروں پر رحمت کا برتاؤ کرنے والا ہو۔ باوجود کثیر العیال ہونے کے شفقت و محبت کے ساتھ سب کی پرورش کرتا ہو اور حلال کمائی اختیار کرتا ہو کسی سے سوال نہ کرتا ہو۔

رحمت کے سو حصے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک نے رحمت کے سو حصے کیے۔ ننادوے (۹۹) حصے تو اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین پر اتارا۔ اس حصے کا اثر ہے جو تم مخلوق کے درمیان محبت و مودت دیکھتے ہو کہ گھوڑا جو جانور ہے اپنے بچے پر پیر نہیں رکھتا کہ دب نہ جائے۔

(ادب مفرد صفحہ۴۳، بخاری جلد۲ صفحہ۸۸۷)

فائدہ: یعنی رحمت کے ایک حصہ کا اثر یہ ہے کہ ماں اپنے بچے کے لئے تڑپتی ہے۔ اس کی تکلیف میں راتوں جاگتی ہے۔ خود بھوکی رہ کر اس کا پیٹ بھرتی ہے۔ انسان ہی نہیں بلکہ جانور میں بھی یہ بات ہے کہ اپنے بچوں کی اچھی طرح حفاظت کرتا ہے۔ پیر رکھنے میں بھی احتیاط برتتا ہے کہ دب نہ جائے۔

چھوٹوں پر شفقت

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۴، ادب مفرد صفحہ۱۱۶)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی پاک ﷺ نے حضرت حسن کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس نے کہا: میرے تو دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کا بھی بوسہ نہیں لیا۔

آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(ترمذی جلد۲ صفحہ۱۳، ادب مفرد صفحہ۴۱)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بیان ہے کہ ایک عورت کو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے تین کھجوریں دیں۔ اس عورت نے ہر دو بچہ کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک اپنے لئے روک لی۔ بچوں نے دونوں کھجوریں کھا کر اپنی ماں کی طرف دیکھا اس نے اس کھجور کے دو حصے کر کے دونوں کو دے دیئے۔ (اور خود بھوکی رہی) حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے یہ واقعہ آپ ﷺ کو سنایا۔ اس میں تجھے کیا تعجب خدا نے بچوں کے ساتھ شفقت کی وجہ سے اس پر رحم فرمایا۔ (یعنی اسے معاف فرما دیا)۔ (ادب مفرد صفحہ۴۰)

جانوروں پر بھی شفقت

سہل بن حنظلیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک اونٹ کے قریب سے گزرے۔ جس کا پیٹ پیٹھ سے مل رہا تھا (دبلے ہونے کی وجہ سے) آپ نے فرمایا تم ان گونگے جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ٹھیک سے سواری کرو اور ٹھیک سے کھانا دو۔ (ابوداؤد، ترغیب صفحہ ۲۰۹)

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ جانور کے ساتھ بھی محبت اور شفقت کا برتاؤ کرو۔ اس کا حق ادا کرو اسے تکلیف نہ دو۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک آدمی کو دیکھا وہ جانور کو لٹا کر چھری تیز کر رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اسے تم دو موت سے مارنا چاہتے ہو۔ کیوں نہیں لٹانے سے پہلے چھری تیز کر لی۔ (حاکم، ترغیب صفحہ ۲۰۴)

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ جلدی سے تیز چھری سے ذبح کرے۔ تاکہ اسے کم از کم تکلیف ہو۔ کہ جانوروں پر بھی رحم واجب ہے۔

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ایک منزل پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے قیام کیا۔ ایک شخص نے چڑیا کا انڈہ لیا، چڑیا آپ کے سر پر پھڑ پھڑانے لگی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پوچھا اس کا انڈا کس نے اٹھایا؟ اس شخص نے کہا میں نے اٹھایا ہے اس کا انڈا۔ آپ نے فرمایا اس پر رحم کرتے ہوئے اسے واپس کر دو۔

ذبیحہ کے ساتھ رحم کا برتاؤ

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو ذبح ہونے والے جانور پر بھی رحم کرے گا خدا اس پر قیامت کے دن رحم فرمائے گا۔

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ تکلیف دہ معاملہ نہ کرے۔ مذبح تک اچھی طرح لائے۔ تیز چھری سے جلدی ذبح کرے۔ اس کے سامنے چھری نہ تیز کرے۔ اسے بندھا ہوا نہ چھوڑے بلکہ باندھتے ہی ذبح کر دے۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۲۱)

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے صحیح بخاری میں باب "رحمة الناس والبهائم" قائم کر کے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جس طرح انسان رحمت و شفقت کا مستحق ہے اسی طرح بے زبان جانوروں پر بھی رحم کا حکم ہے۔ اس کی وجہ سے بھی مغفرت اور گرفت و پکڑ ہو سکتی ہے۔ کہ ایک شخص نے کتے کو پانی پلایا تو اس کی مغفرت ہو گئی۔ ایک عورت نے بلی کو بھوکا مارا تو جہنم رسید ہو گئی۔

رحمت وشفقت کا مفہوم

اسلام کی اخلاقی تعلیم میں اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ انسان کی بنیادی اخلاق میں سے ہے۔

جس میں رحم وشفقت کا مادہ نہیں وہ اسلام تو دور انسانی دائرے سے بھی خارج ہے۔ بے رحم انسان نہیں ہو سکتا۔ رحمت وشفقت کی وجہ سے انسان ایک دوسرے کی رعایت کرتا ہے اور اس سے مربوط ہوتا ہے اور اسے فائدہ پہنچاتا ہے اور فائدہ حاصل کرتا ہے۔ گویا کہ یہ باہمی معاشرت کی بنیاد اور اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص ناموں میں سے رحمٰن ورحیم ہے۔ اللہ پاک نے اس وصف سے جزوی طور پر بندوں کو بھی نوازا ہے۔ جس کا نمایاں اثر والدین اور اس کی اولاد کے درمیان ہے۔

دنیا میں رحم وکرم کے جو آثار ہیں وہ اسی رحمت کے آثار کے پرتو ہیں۔

خدائے پاک نے رحمت کے سوٹکڑے کئے جن میں سے ننانوے ٹکڑے اپنے پاس رکھ لئے اور زمین پر صرف ایک ٹکڑے کو اتارا۔ اسی ایک ٹکڑے کا اثر آپ دیکھ رہے ہیں کہ ماں اپنے بچوں کو گود میں لئے خود بھوکی رہ کر اس کا پیٹ بھر رہی ہے۔ مرغی خود نہ کھا کر اپنے چوزے کو کھلا رہی ہے۔

رحمت وشفقت خدا کا محبوب وصف ہے۔ وہ خود بھی اس کا "**علی وجه الاکمل والاتم حامل**" ہے۔ اور اپنے بندوں میں یہ بھی وصف دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کی تاکید وترغیب آئی ہے اور زور دیتے ہوئے یہاں تک کہا گیا ہے کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

اس لئے دوسروں کے ساتھ رحمت وشفقت کا معاملہ کرنا اپنے اوپر رحمت وشفقت کا باعث ہے۔ جو دوسروں پر رحم وکرم نہیں کرے گا تو اس پر بھی رحم وکرم نہیں کیا جائے گا۔

ایثار

ایثار کے متعلق فرمان الٰہی

﴿ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

ترجمہ: ''اور اپنی ضرورتوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ خود ہی وہ ضرورت مند کیوں نہ ہوں۔''

ایثار کے معنی دوسروں کی خواہش اور حاجت کو اپنی خواہش اور حاجت پر مقدم رکھنے کے ہیں۔

حضرات انصار اپنے اوپر دوسروں کو یعنی مہاجرین کو ترجیح دیتے تھے کہ اپنی حاجت وضرورت کو پورا کرنے سے پہلے ان کی حاجت کو پورا کرتے تھے اگر چہ وہ خود حاجت منداور فقر وفاقہ میں ہوتے۔ (معارف القرآن صفحہ ۴۷)

چنانچہ حضرات مہاجرین کے معاملہ میں حضرات انصار نے بڑے ایثار سے کام لیا۔ اپنے مکانوں، دوکانوں، کاروبار زمین اور زراعت میں ان کو شریک کرلیا۔ (صفحہ ۵۰)

مفسر قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحاح سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ طیبہ آئے تو ان کے پاس کچھ نہ تھا اور انصار مدینہ جائیداد والے تھے۔ انصار نے ان حضرات کو ہر چیز آدھا آدھ دی۔ باغات کے آدھے پھل سالانہ ان کو دینے لگے۔ حضرت انس کی والدہ ام سلیم نے اپنے چند درخت کھجور کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے تھے۔ (قرطبی جلد ۹ صفحہ ۲۷)

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایثار کے واقعات

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پوری زندگی ایثار پر تھی۔ وہ اپنی ضرورتوں میں اصحاب کی ضرورت کو مقدم رکھتے تھے۔ خدا کے مخلصین بندوں کا یہی شیوہ ہے۔ آج کا ہمارا معاشرہ اور ماحول بالکل ایثار کے خلاف بلکہ ظلم، خداع پر چل رہا ہے۔ ہر شخص دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنے فائدہ کو حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔ خدا کی پناہ دیکھئے ہمارا ابتدائی ماحول، صحابہ کا معاشرہ کیسا تھا۔

قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک کو کسی شخص نے ایک بکری کا سر بطور ہدیہ پیش کیا۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ ہمارا فلاں بھائی اور اس کے اہل وعیال ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں۔ اس کو ان کے پاس بھیجا۔ جب دوسرے تک پہنچا تو اسی طرح انہوں

نے تیسرے کے پاس اور پھر تیسرے نے چوتھے کے پاس بھیج دیا یہاں تک کہ سات گھروں میں پھرنے کے بعد پھر پہلے صحابی کے گھر واپس آ گیا۔

فائدہ: دیکھئے۔ ایثار اور اپنے مقابلہ میں دوسرے کو ترجیح دینے کی اس سے کیا بہترین مثال ہو سکتی ہے۔ ہر ایک اپنی ضرورت کے باوجود دوسرے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ آج اس دور میں بلا ضرورت بھائی بھائی کا گلا دباتا ہے۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کے گھر رات کو کوئی مہمان آیا ان کے پاس صرف اتنا کھانا تھا کہ ان کے بچے کھا سکیں۔ انہوں نے بیوی سے کہا۔ بچوں کو تو کسی طرح سلا دو۔ اور گھر کا چراغ گل کر دو۔ پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر برابر بیٹھ جاؤ۔ کہ مہمان سمجھے کہ ہم بھی کھا رہے ہیں مگر ہم نہ کھائیں تا کہ مہمان بافراغت کھا سکے۔ اس واقعہ پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

احادیث اور تاریخ کی متعدد کتابوں میں ایسے واقعات ہیں جن سے ان حضرات کا اپنے مقابلہ میں دوسروں کو ترجیح دینا منقول ہے۔

افسوس کہ ان واقعات کو صرف پڑھایا سنایا جاتا ہے ان جیسے اعمال اور احوال اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔

ایثار غریباں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب کہ انہوں نے کچھ کھانا طلب کیا تھا) میں تم کو دوں اور اہل صفہ کو جو بھوکے پیٹ سوتے ہیں چھوڑ دوں ایسا نہیں ہوگا۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۳ صفحہ ۲۵۹)

فائدہ: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے مقابلہ میں اہل صفہ کو ترجیح دی اور ان کا خیال کیا۔ چونکہ ان کا کوئی سہارا نہ تھا۔ عموماً یہ مساکین مدینہ کے باہر کے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عطایا پر ان کا گزر بسر تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایثار کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزے سے تھیں۔ ایک مسکین نے آکر کچھ مانگا۔ آپ نے باندی سے کہا اسے دے دو جب کہ ایک روٹی کے علاوہ گھر میں کچھ نہ تھا۔ باندی نے کہا روزہ کھولنے کے لئے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر کہا اسے دے دو۔ چنانچہ باندی نے دے دی۔ باندی نے کہا

ابھی شام بھی نہ ہوئی کہ کسی کے گھر سے بکری کا گوشت آیا۔ تو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مجھے بلایا اور کہا لو کھاؤ یہ اس روٹی سے بہتر ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۳ صفحہ ۲۶۰)

فَائِدَہ: باوجود ضرورت اور احتیاج کے اپنے مقابلہ میں دوسرے کو ترجیح دی اور خود روزے پر بھوکا رہنا گوارہ کر لیا۔ یہ کمال تقویٰ اور زہد و سخاوت کی بات ہے۔ چنانچہ اس قربانی پر اللہ کی نصرت ہوئی۔ اور ہمارا اب یہ حال ہے کہ ضرورت سے زائد فارغ رہنے پر بھی ہم ضرورت مندوں اور محتاجوں کا خیال نہیں رکھتے۔ یہ علامت ہے حرص اور حب مال کے دل میں سرایت کر جانے کی جو مذموم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کا تعاون حاصل نہیں۔ اور خدا کی غیبی مدد و نصرت سے محروم ہیں۔ "اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلَا تَحْرِمْنَا مِنْہُ"

سفارش

سفارش کے متعلق ارشاد خداوندی

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾

ترجمہ: ''جو شخص کسی بھلائی کی سفارش کرے گا تو اس کو اس کا حصہ ثواب ملے گا۔ اور جو کسی برائی کی سفارش کرے گا تو اس کو اس کا حصہ (گناہ) ملے گا۔''

یعنی جو شخص کسی شخص کے جائز حق اور جائز کام کے لئے سفارش کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ جو ناجائز حق اور ناجائز کام کے لئے سفارش کرے گا تو اس کو گناہ ملے گا۔ اس وجہ سے کہ اس نے ایک گناہ اور غلط بات میں اس کی مدد واعانت کی اور گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۷)

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ﴾

ترجمہ: ''گناہ کے امور میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کرو۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان شخص کے قتل میں ایک کلمہ سے بھی مدد کی تو وہ قیامت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیشی میں اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا یہ شخص اللہ کی رحمت سے محروم و مایوس ہے۔ (معارف صفحہ ۱۴۹)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی گناہ اور ناجائز امر کے لئے سفارش مثلاً چور قاتل مجرم، وغیرہ کو اس کے جرم وسزا سے بچانے اور بری کرنے کی سفارش، اسی طرح ناجائز مقدمات میں سفارش وغیرہ جو آج کل کی دنیا میں ایک حق سمجھا جاتا ہے، ناجائز اور گناہ ہے۔ اس سے کبھی بھی دنیا میں امن اور صلاح قائم نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح کسی کی سفارش جائز اور ضروری کام کے لئے کر دی تو اس پر ہدیہ اور تحفہ اور خوشی نامہ لینا حرام ہے۔

خیال رہے کہ سفارش کو اپنے وقار یا جاہ وعزت کا ذریعہ بنانا درست نہیں۔ سفارش قبول نہ ہو تو ہرگز ناراض اور بددل نہ ہونا چاہئے۔ بعض لوگ اس کو اپنے وقار اور عزت کا درجہ دے کر قبول کرنے پر مجبور اور نہ کرنے پر

ناراض اور برہم ہوتے ہیں یہ درست نہیں۔ اسی طرح سفارش پر ناراض بھی نہ ہونا چاہئے مناسب ہو تو قبول کرے ورنہ خاموش ہو جائے کہ سفارش ایک مشروع اور مسنون امر ہے اس پر ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ بعض لوگ سفارش سے ناراض ہو کر یہ کہتے ہیں مجھ سے بلاواسطہ کیوں نہ کہا یہ بھی درست نہیں۔ بالواسطہ کام اور جائز سفارش مشروع ہے پھر امر مشروع سے ناراضگی کیسی۔ یہ کبر و علو کی بات ہے۔

سفارش کیا کرو ثواب پاؤ گے

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس جب کوئی سائل یا ضرورت مند آتا تو آپ فرماتے: سفارش کرو ثواب پاؤ گے۔ اور فیصلہ تو خدا اپنے رسول کی زبان سے جو چاہے گا کرے گا۔ (مگر تم تو ثواب پالو گے)۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۹۱)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو سفارش کا انتظار

حضرت ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: سفارش کیا کرو، ثواب پاؤ گے۔ کہ میں نیکی اور بھلائی کا کسی کے لئے ارادہ کرتا ہوں تو رکا رہتا ہوں، انتظار کرتا ہوں کہ تم سفارش کرو گے اور ثواب پا لو گے۔ (مکارم الخرائطی جلد۲ صفحہ ۶۷)

حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: سفارش کیا کرو۔ ثواب پاؤ گے۔
(جامع صغیر جلد۱ صفحہ ۷۰)

فائدہ: ان احادیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ سفارش کرنا سنت ہے۔
آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کی ترغیب دی ہے تاکید فرمائی ہے۔ اور اس کا ثواب حاصل کرنے پر رغبت دلائی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سفارش کو پسند نہ کرنا اور اس کو اپنی شان اور وقار کے خلاف سمجھنا احکام شریعت سے ناواقفیت ہے اور یہ مزاج شریعت کے خلاف ہے۔ آپ نے دیکھا احادیث میں کسی کے کام پر کہ ہو جائے سفارش اور شفاعت کا حکم ہے۔

کسی کے کہنے اور کوشش کرنے سے کسی بھائی کا کام ہو جائے کسی کا فائدہ ہو جائے تو بہت ثواب کا کام ہے۔ سفارش کر دے خواہ کام ہونے کی امید ہو جائے کسی کا فائدہ ہو جائے تو بہت ثواب کا کام ہے۔ سفارش کر دے خواہ کام ہونے کی امید ہو یا نہ ہو۔ حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے بہرصورت وہ ثواب پائے گا۔ (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ ۳۷۰)

حدیث میں سفارش کا جہاں موجب ثواب ہونا بیان کیا گیا ہے وہیں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ سفارش کی حد یہی ہے کہ کمزور آدمی جو خود اپنی بات کسی بڑے تک پہنچانے اور اپنی حاجت صحیح طور پر بیان کرنے پر قادر نہ ہو تم اس کی بات وہاں تک پہنچادو آگے وہ سفارش مانی جائے یا نہ مانی جائے۔ اور اس شخص کا مطلوبہ کام پورا ہو یا نہ ہو اس میں آپ کا کوئی دخل نہ ہونا چاہئے اور اس کے خلاف ہونے کی صورت میں آپ کو ناگواری نہ ہونی چاہئے۔ حدیث کے آخری جملہ میں "ویقضی اللّٰہ علی لسان نبیہ ما شاء" کا یہی مطلب ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں اس طرح ارشاد موجود ہے کہ سفارش کا ثواب یا عذاب اس پر موقوف نہیں کہ وہ سفارش کامیاب ہو۔ بلکہ اس کا ثواب و عذاب کا تعلق مطلق سفارش کر دینے سے ہے۔ آپ نے شفاعت حسنہ کر دی ہے تو ثواب کے مستحق ہو گئے۔ اور شفاعت سیئہ کر دی تو عذاب کے مستوجب بن گئے۔ خواہ آپ کی سفارش پر عمل ہو یا نہ ہو۔ (معارف القرآن جلد۲ صفحہ ۱۵۰)

خیال رہے کہ بہت سے لوگ سفارش سے گریز کرتے ہیں۔ یا تو وہ کسی کے پاس کسی دوسرے کے کام سے جانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یا ناکامیاب ہونے کی بنیاد پر اس سے انکار کر دیتے ہیں۔ سو اس میں کبر کا شائبہ اور ثواب عظیم سے محرومی ہے۔ سنت اور شریعت کا حکم ہے کہ کوئی کسی کام کی سفارش مثلاً داخلہ، ملازمت، سروس وغیرہ کے سلسلے میں طالب ہو۔ تو جب موقعہ ہو تحریراً یا تقریراً سفارش کر دے۔ ثواب عظیم اور رضاء خداوندی کا باعث ہے۔ خواہ اس کی سفارش کامیاب ہو یا نہ ہو۔ ہو جائے تو شکر خدا کرے نہ تو ہو امید ثواب سے خوش رہے ناراضگی کا اظہار نہ کرے۔ اسی طرح بعض اہل عہدہ اور انتظام کو دیکھا گیا ہے کہ وہ کسی کی سفارش کو اپنی شان کے خلاف سمجھ کر حد درجہ ناراض ہوتے ہیں۔ بلکہ سفارش کی وجہ سے اسے نامراد کر دیتے ہیں۔ یہ بھی شدید نادانی اور مزاج شریعت سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا آپ نے انتظار فرمایا۔ جس کی ترغیب دی۔ جس کا باعث ثواب ہونا بیان کیا پھر اس سے ناراض ہونا ایمان کی نشانی کے خلاف ہے۔ لہٰذا سفارش کرنے اور لانے سے ناراض نہ ہو ہاں یہ کہاں ضروری ہے کہ وہ قبول ہی کر لے۔ مناسب نہ سمجھے تو سنجیدگی کے ساتھ معذرت کر لے۔

سفارش پر کچھ لینا رشوت ہے جو حرام ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کی سفارش کی اور اس پر اس سے کچھ پیشگی لیا گیا۔ یا اس نے اسے قبول کر لیا تو اس نے گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ (ابوداؤد، ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۹۵)

فائدہ: جس سفارش پر کوئی معاوضہ لیا جائے وہ رشوت ہے۔ حدیث میں اس کو سخت حرام فرمایا گیا ہے۔ اس

میں ہر طرح کی رشوت داخل ہے خواہ وہ مالی ہو یا یہ کہ اس کا کام کرنے کے عوض اپنا کوئی کام اس سے لیا جائے۔

تفسیر کشاف وغیرہ میں ہے کہ (قرآن پاک کی آیت میں "من يشفع شفاعة حسنة" ہے) شفاعت حسنہ وہ ہے جس کا منشا کسی مسلمان کے حق کو پورا کرنا ہو یا اس کو کوئی جائز نفع پہنچانا ہو یا مضرت یا نقصان سے بچانا ہو اور یہ سفارش کا کام بھی کسی دنیاوی جوڑ توڑ کے لئے نہ ہو۔ بلکہ محض اللہ کے لئے کمزور کی رعایت مقصود ہو اور سفارش کسی ایسے ثابت شدہ جرم کی معافی کے لئے نہ ہو۔ جس کی سزا قرآن میں معین ومقرر ہے۔

(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۷)

تفسیر بحر محیط اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا بھی شفاعت حسنہ میں داخل ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۷، معارف القرآن پارہ ۵ صفحہ ۱۵۱)

بڑے افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ آج ہمارا معاشرہ اور ماحول نہ گناہ کو گناہ سمجھتا ہے اور نہ گناہ معلوم ہو جانے کے بعد جب کہ مالی فائدہ ہو۔ اس سے بچنے کے لئے تیار ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی کی سفارش کی اور اس کی سفارش سے کوئی اہم کام ہو جاتا ہے۔ تو خواہ مخواہ رقم کی شکل میں یا دعوت وہدایا کی شکل میں نفع حاصل کرنا اپنی کوشش کا حق لازم سمجھا جاتا ہے۔ بسا اوقات تو پہلے سے معاوضہ اور کمیشن بھی طے ہو جاتا ہے۔ یہ تمام شکلیں حرام اور ناجائز ہیں۔ مصیبت بالائے مصیبت ہے کہ سفارش کی سعی پر اجرت اپنا حق سمجھا جاتا ہے جو سراپا غلط اور نادرست ہے۔ جب گناہ اور خدا رسول کی حرام کردہ چیزوں کو مال کی حرص کی وجہ سے اپنا حق سمجھا جائے گا۔ تو اس سے تباہی اور خدا کا غضب نازل نہ ہوگا تو اور کیا؟ خدا ہی فہم عطا فرمائے۔

حسن ظن

خدائے پاک سے اچھی امیدیں وابستہ رکھے

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں بندوں کے گمان اور امید جیسا معاملہ کرتا ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ خدائے پاک عزوجل کے ساتھ اس کا گمان اچھا ہو۔ (جلد ۱۱ صفحہ ۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک جل شانہ، فرماتے ہیں کہ میں بندے کے گمان کے موافق فیصلہ کرتا ہوں۔ (ترندی صفحہ ۶۴، مسلم، بیہقی صفحہ ۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عمل کرتے ہوئے اس کی گرفت سے ڈرتا رہے۔ طاعت وعبادت کے عدم قبولیت سے ڈرتا رہے۔ بلاعمل کے امید نافع نہیں بلکہ موہوم ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حسن ظن، حسن عبادت کے ساتھ ہے۔ ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ بلاعمل کے امید پر بھروسہ کئے رہنا خدا پر جرأت ہے۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۱۰)

خدا کے ساتھ بہتر امید رکھنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! رب العٰلمین کے ساتھ بہتر گمان رکھو۔ کہ خدائے پاک اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہے۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۸)

فائدہ: بندہ جیسا خدا کے سامنے گمان کرتا ہے۔ اس کے گمان کے مطابق خدائے پاک بندے کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔

خدائے پاک سے خوف اور امید

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مؤمن کے دل میں خوف اور امید جمع ہو جائے۔ خدائے پاک اس کی امیدوں کو پورا کرتے ہیں اور اسے خوف سے مامون کر دیتے ہیں۔

(شعب الایمان)

فَائِدَہ: نہ محض خوف ہی کرتا رہے کہ اللہ ہمیں معاف نہ کرے گا اور نہ امید ہی پر بھروسہ کئے رہے کہ عمل سے ڈھیلا پڑ جائے۔ چنانچہ ابو عثمان مغربی نے کہا کہ جو اپنے نفس کو محض امیدوں پر رکھے تعطل میں پڑ جائے گا۔ اور جو اپنے نفس کو خوف پر ہی رکھے گا مایوس رحمت ہو جائے گا۔ (الشعب جلد۲ صفحہ۲۲)

خوف اور امید کا وقت

محدیث بیہقی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے سری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ خوف امید سے افضل ہے۔ جب تک کہ آدمی صحت مند رہے۔ اور جب موت کے آثار طاری ہو جائیں تو امید افضل ہے خوف سے۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ۷)

مطلب یہ ہے کہ صحت کی حالت میں خوف وخشیت بہتر ہے تاکہ اعمال صالحہ کا صدور ہو۔ اور جب عمل کا وقت نہ رہے تو امید اور رضا بہتر ہے۔ امام بیہقی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ خوف کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی معصیت سے اپنے آپ کو روک دے اور اپنے آپ کو عبادت وطاعت پر ابھارے۔ یہاں تک کہ جب موت کا وقت آجائے تو خدا کی رحمت سے امید زیادہ وابستہ ہو جائے اور اس کے کرم وفضل پر زیادہ دل متوجہ ہو جائے اللہ کے وعدہ پر بھروسہ کرتے ہوئے۔ امام نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے "ریاض الصالحین" میں بیان کیا ہے کہ حالت صحت میں خوف وامید دونوں برابر ہو اور مرض کی حالت میں صرف امید اور حسن ظن ہو۔ (دلیل جلد۲ صفحہ۳۶۴)

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! خدا سے امید تمہیں معصیت پر برانگیختہ نہ کر دے۔ اللہ پاک سے ایسا خوف کرو کہ وہ تمہیں رحمت سے مایوس نہ کر دے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ۱۸)

امام بیہقی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بیان کیا ہے کہ خدا سے ایسا خوف نہ کرتا رہے کہ وہ اس کے کرم سے ناامید کر دے۔ جیسا کہ ایسی امید ورجاء نہ ہو کہ خدا کی گرفت سے مامون ہو جائے اور گناہ پر دلیر ہو جائے۔

امید پر فضل خداوندی کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ نے اپنے ایک بندے کو جہنم کا حکم دیا۔ چنانچہ جب وہ جہنم کے قریب کھڑا ہوا تو کہا اے اللہ! آپ کے متعلق میرا گمان بڑا اچھا تھا (کہ آپ مغفرت فرما دیں گے) تو اللہ پاک نے کہا اسے لوٹاؤ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔

(بیہقی فی الشعب صفحہ۹)

قریب الموت خدائے پاک سے حسن ظن رکھنے کا حکم

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی وفات سے تین دن قبل فرمایا: تم میں

سے کسی کی وفات نہ ہو مگر یہ کہ خدا کے ساتھ اسے حسن ظن ہو۔ (مسلم صفحہ ۳۸۷، ریاض الصالحین)

فائدہ: ابن علان مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب موت کا وقت قریب ہو جائے تو امید اور رجاء کو اپنے اوپر غالب رکھے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ مرنے کے وقت حسن ظن کا نہ رکھنا ممنوع ہے۔

ابن علان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا اب تو عمل اور معاصی سے بچنے کا وقت تو ہے نہیں۔ اس لئے حسن ظن کے علاوہ اور وہ کیا رکھ سکتا ہے۔ حسن ظن کا مفہوم یہ ہے کہ خدائے پاک کی رحمت سے معافی کی امید رکھے۔
(دلیل الفالحین جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)

بندوں کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن ظن رکھنا عبادت ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے متعلق حسن ظن رکھنا اہمیت اور فضیلت میں عبادت کی طرح ہے کہ اس کی وجہ سے بندوں کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ربط و محبت کا ذریعہ ہے جو محمود اور مطلوب ہے۔ اسی وجہ سے مؤمن کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۴ صفحہ ۱۳۴)

ہاں مگر یہ کہ دلائل اور آثار ظاہرہ سے کوئی بات نامناسب معلوم ہو تو دوسری بات ہے۔ پھر اس کی تاویل کرے اور اس کا بہتر محمل ڈھونڈے تاکہ بدگمانی سے بچا رہے۔

صراحۃً کوئی نامناسب امر دیکھے اور اس سے حسن ظن قائم نہ رہ سکے تو اس کی گنجائش ہے۔ مگر پھر بھی اس کی تاویل کرے تو بہتر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے: جب ہم کسی کو عشاء کی جماعت میں نہ پاتے تو ان سے بدگمان ہو جاتے۔ حافظ ابن حجر نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یا تو وہ کسی مرض جسمانی کی وجہ سے شریک نہ ہوا یا پھر وہ دین میں متساھل اور کمزور ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہوا۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۹)

لوگوں کے ساتھ بدگمانی نہ کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار بدگمانی سے بچو۔ بدگمانی بری بات ہے۔ (مسلم صفحہ ۳۱۶، بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۹۶، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۹)

فائدہ: علامہ نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ اس سے کسی کے ساتھ بدگمانی کا ممنوع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر کسی کے متعلق ذہن میں یا دل میں کوئی کھٹک آئے تو یہ ممنوع نہیں۔ ہاں مگر اسے دل میں جگہ نہ دے

بالکل نکال دے۔ (شرح مسلم صفحہ ۳۱۶)

اسی طرح اگر کسی کے متعلق کوئی خلاف شرع بات نامناسب سنے تو فوراً اس سے بدگمانی نہ کرنے لگ جائے اور متاثر نہ ہو بلکہ ذہن سے گزار دے اس سے صرف نظر کرے یا اس کی اچھی تاویل ڈھونڈ کر نکال لے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اس کی تاکید ہے کہ کسی مؤمن کے بارے میں جس کی نیکی اور صلاح ظاہر ہو اس کے متعلق نامناسب خبر سن کر فیصلہ نہ کرلو۔

﴿وَلَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾ (سورہ نور)

اس سے ثابت ہوا کہ کسی مسلمان کے بارے میں جب تک کسی گناہ یا عیب کا علم کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے ساتھ نیک گمان رکھنا اور بلا کسی دلیل کے عیب و گناہ کی بات اس کی طرف منسوب کرنے کو جھوٹ قرار دینا عین تقاضائے ایمان ہے۔ (معارف القرآن صفحہ ۸۹)

مشورہ

مشورہ کے متعلق آیت قرآنیہ

قرآن کریم نے مشورہ کا صریح حکم دیا ہے:

سورہ شورہ میں مؤمنین کاملین کے اوصاف کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾

ترجمہ: ”ان کے امور آپس میں مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ کمال ایمان سے مشورہ کا تعلق ہے۔ ”جبابرہ“ اور ”متکبرین“ کا طریقہ ہے کہ وہ خود اپنے کو سب سے زیادہ صائب الرائے اور عقل سمجھ کر بلا مشورہ کے امور انجام دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مشورہ کا حکم دیا گیا چنانچہ آپ نے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے متعلق اصحاب سے مشورہ کیا۔ غزوۂ احد، غزوہ خندق میں حدیبیہ کے موقعہ پر اہمیت کے ساتھ مشورہ کیا۔ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسی نقش قدم پر گامزن رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو معمولی معمولی امور میں بھی اصاغر تک سے مشورہ فرماتے۔

چنانچہ ایسے دینی و دنیاوی امور جن میں حکم واضح اور صریح نہ ہو ان میں مشورہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اسلام عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کی سنت و باعث برکت اور انجام کے اعتبار سے خیر کے پہلو کا حامل ہے۔

مشورہ کا محل

خیال رہے کہ مشورہ کا حکم ہر مقام پر نہیں ہے۔ مشورہ ان ہی چیزوں میں ہے جن کے بارے میں قرآن و حدیث کا واضح قطعی حکم موجود نہ ہو۔ مثلاً علم دین حاصل کرنے کا مشورہ نہ کرے۔ ہاں یہ کر سکتا ہے کہ کہاں جائے، کیا صورت و ترتیب اختیار کرے۔

انتظامی امور میں مشورہ کی اہمیت

خیال رہے کہ انتظامی امور میں ارکان انتظام سے جو ان کے انتظام میں معین و مددگار ہوں ازحد مشورہ ضروری ہے۔ خواہ وہ ماتحت ہی کیوں نہ ہوں۔

اس سے انتظامی امور کے نافذ کرنے میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا حال اور مآل کا پہلو کس رخ کا حامل ہے۔ یعنی اس وقت تک اس کا کیا ثمر ظاہر ہوگا اور بعد میں اس کا کیا نتیجہ سامنے آئے گا۔ عموماً آج کل حب جاہ اور اپنے تصوراتی وقار واقتدار کے نشہ میں مشورہ کو اپنے مرتبہ کے خلاف سمجھتے ہیں جس کا نتیجہ بالکل واضح اور نمایاں ہوتا ہے ان کا انتظام اپنے علاوہ کی نگاہوں میں ناکامیاب ہوتا ہے۔ گو ان کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ جب خامیوں اور ناتجربہ کاریوں کا آوا پھوٹ جاتا ہے تو وہ انتظام سے سبکدوش ہو جاتے یا کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر یہ سنت کے مطابق مشورہ سے امور انجام دیتے تو ناکامیابی قدم نہ چومتی۔

مشورہ برائے نام

آج کل مشورہ اولاً تو ہوتا نہیں، اگر ہوتا ہے تو صرف خانہ پری کرنے کے لئے، مشورہ سے پہلے ہی ایک متعین حکم ذہن میں رکھ لیا جاتا ہے، پس مجلس میں اس کی تصدیق مقصود ہوتی ہے۔ ماتحت حضرات لحاظاً اس کی تصویب کر دیتے ہیں۔ یا یہ کہ پہلے سے ہی احباب سے مل کر یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ یہ پاس کرنا ہے اور اس کی تائید کرنی ہے۔

مشورہ کس سے؟

جس کام کے متعلق مشورہ کرے اسے واقف اور اچھی صحیح جانکاری رکھنے والے سے مشورہ کرے۔ مثلاً معالجہ کا مشورہ کسی اچھے ڈاکٹر سے کرے۔ کسی باورچی یا گھاس کھودنے والے سے نہ کرے۔ مشورہ میں اس کا لحاظ رکھے کہ دیندار سے ہوتا کہ دنیا کی اچھائی کے ساتھ دین کا گھاٹا نہ کرادے۔ اس لئے حکم ہے کہ مشورہ سمجھدار دیندار سے کرے تاکہ دین کا نقصان نہ ہو۔

مشورہ سے اچھائی کا رخ نکلتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کام کے کرنے میں کسی مسلمان سے مشورہ کیا۔ خدائے پاک اسے اچھے راستہ کی جانب رہنمائی فرمائیں گے۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۹۶)

مطلب یہ ہے کہ جو مشورہ سے اپنے اہم امور کو انجام دیتا ہے۔ خدائے پاک اس کے لئے خیر کا راستہ کھول دیتے ہیں اور اس میں وہ نقصان نہیں اٹھاتا۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب کوئی قوم مشورہ سے کام کرتی ہے تو ضرور ان کو صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۸۷)

مشورہ والا گھاٹے میں نہیں رہتا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے استخارہ کیا وہ

گھاٹے میں نہ رہے گا۔ جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہ ہوگا۔ جس نے (خرچ میں) میانہ روی اختیار کی وہ تنگ دست نہ ہوگا۔

چونکہ مشورہ سے خیر کا راستہ کھلتا ہے۔ اس لئے شرمندگی کا منہ نہیں دیکھے گا۔ اگر کسی وجہ سے خدانخواستہ گھاٹا بھی نظر آئے گا تو تسلی ہو جائے گی کہ میں نے مشورہ سے کام لیا ہے انشاء اللہ خدا کی مدد و نصرت ہوگی۔ خاص کر کے مدارس اور مساجد اور قومی ملی امور میں کام مشورہ سے کرنا، بہت ہی خیر کا باعث اور فتنہ وفساد کے دفع کا باعث ہوتا ہے۔ اسی لئے کامیاب مدارس میں شوریٰ کا نظام ہوتا ہے۔

سمجھداروں سے مشورہ کرو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صائب الرائے اہل فہم سے مشورہ کرو، صحیح رہنمائی حاصل ہوگی۔ اور مشورہ کے خلاف مت کرو کہ ندامت ہو۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۴۱۰)

فائدہ: جو مشورہ میں پاس ہو جائے تو خدا پر بھروسہ کر کے وہی کرے۔ اس کے خلاف نہ کرے کہ ندامت اٹھانی پڑے اور خدا کی مدد و نصرت نہ ہو۔

اہل مشورہ کون؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشورہ دیندار سمجھدار اور عبادت گزار سے کرو۔ اپنی رائے کو دخل نہ دو۔ (طبرانی، کنز صفحہ ۴۱۱)

فائدہ: مشورہ ہمیشہ دیندار سے کرے تاکہ دین کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو مشورہ دے۔ مثلاً ناجائز سودی تجارت کا مشورہ کسی دنیا دار سے کرے گا تو وہ اسے یقیناً اختیار کرنے کا مشورہ دے دیگا، بخلاف دیندار کے کہ وہ اسے ہرگز مشورہ نہ دے گا۔ اسی طرح لڑکیوں کی اسکولی تعلیم کا، ٹی وی کا مشورہ دنیادار دے گا مگر کوئی دیندار نہ دے گا۔ اس لئے مشورہ کسی نیک صالح سے کرے۔

مشورہ سے بھلائی کی رہنمائی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کسی کام کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس میں کسی مسلمان سے مشورہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس میں اچھائی کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

(طبرانی فی الاوسط، کنز صفحہ ۴۰۹)

مشورہ خیر کا باعث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے حکام اچھے لوگ ہوں۔ تمہارے مالدار سخی ہوں۔ تمہارے کام آپس میں مشورہ سے طے پائیں۔ تو زمین کے اوپر کا حصہ نیچے سے

بہتر ہوگا۔ (ترمذی ۵۲ مختصرا)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ علاقے کے انتظامی امور مشورہ سے حل ہونا خیر وعافیت کا باعث ہے۔ اس کے بر خلاف منتظم اور حاکم کا خود اپنی مرضی سے کہ جو چاہے کرے شر اور فتنہ کا باعث ہے۔ ایسا زمانہ جو من مانی کا ہو، بلا مشورے کے حاکم اور منتظم ہو جو چاہے کرے یہ شر کا زمانہ ہے۔ چنانچہ آج ارباب انتظام میں ایسی ہی بات پائی جارہی ہے۔ مشورہ دیا تو اس وجہ سے کہ اپنی من مانی نہ ہو سکے گی یا اپنی کمزوری کی وجہ سے خوف ہے کہ اپنی رائے کو غالب نہ کر سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کام میں اچھے نتائج ظاہر نہیں ہوتے اور مستقبل میں کوئی روشن نتائج نہیں آتے۔

کس سے مشورہ نہ کرے؟

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صلہ رحمی (صدقہ خیرات) میں بخیل سے، جہاد میں بزدل سے، شادی بیاہ میں جوان سے مشورہ نہ کرے۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۶۰، کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۷۹۰)

فائدہ: چونکہ یہ خود خیر پر نہیں تو دوسرے کو کیا خیر کا مشورہ دیں گے۔

ع ہر کہ خود گم است کرا رہبری کند

شادی بیاہ کے سلسلہ میں معمر سے مشورے کرے کہ وہ تجربہ کے دور سے گزر چکا ہے۔ نئی عمر کے نوجوان امورنفسانی کی رعایت کرتے ہوئے مشورہ دیں گے جو گو وقتی اعتبار سے خوش نما نظر آئے گا مگر مآل کے اعتبار سے مہلک ہوگا۔ مثلاً وہ شادی میں حسن اور مال کو بنیاد بنائے گا۔ اخلاق سیرت اور معاشرہ کی صلاح گھریلو امور کی اچھائی کی رعایت نہ کرے گا۔

غلط مشورہ دینے والا خائن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے کوئی مسلمان مشورہ چاہے اور اس نے بغیر سمجھے بوجھے دے دیا تو اس نے خیانت کی۔ (ادب مفرد صفحہ ۸۷)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے جان بوجھ کر خیر کے خلاف مشورہ دیا۔ اس نے خیانت کی۔ (کنز العمال)

مشورہ دینے والا ذمہ دار ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ ذمہ دار ہوتا ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۸۶، ابن ماجہ صفحہ ۲۶۶، ابوداؤد صفحہ ۶۹۹)

فائدہ: بعض لوگ باوجودیکہ خیر اور نفع کا رخ جانتے ہیں پھر بھی دوسرا مشورہ دے کر نقصان میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ بہت غلط بات ہے ایسا آدمی خائن ہے۔ مثلاً کسی نے مشورہ لیا میں فلاں جگہ تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں یا

فلاں کے یہاں کام کرنا چاہتا ہوں اور وہ جانتا ہے کہ اچھا اور بہتر ہے۔ مگر اس کو اس جگہ یا اس آدمی سے حسن ظن یا اچھے تعلقات نہیں یا یہ کہ اس نے ایسا کیا تو ہم سے بڑھ جائے گا لہٰذا اس کے خلاف مشورہ دے دیا۔ مثلاً جس سے مشورہ کیا جائے اس کی ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ خیر خواہی اور ہر پہلو کو دیکھ کر سوچ سمجھ کر مشورہ دے ایسا نہ ہو کہ عداوت مخالفت یا حسد کی وجہ سے نامناسب مشورہ دے کر اسے نقصان پہنچا دے۔ جیسا کہ بعض بے پرواہ لوگ ایسا کر کے پریشان کر دیتے ہیں۔ بعض بدخلق انسانیت سے دور خیر اور نفع کا مشورہ نہ دے کر پھنسانے میں کمال سمجھتے ہیں۔ اس کی ممانعت ہے یہ اسلام ہی نہیں مروت انسانی کے بھی خلاف ہے۔

کم عمروں سے بھی مشورہ کرے

ابن شہاب زہری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کو کسی معاملہ میں ضرورت پڑتی تو جوانوں کو بلا کر مشورہ کرتے اور ان کی تیزی عقل سے فائدہ اٹھاتے۔ (کنز العمال صفحہ ۷۸۹، جامع بیان العلم)

فَائِدَہ: معلوم نہیں کہ کون کس ذہن کا حامل ہے۔ اور کس پر معاملات کا نفع ونقصان واضح اور روشن ہے۔ اس لئے اپنے سے کم عمروں سے بھی مشورہ کرے۔ اس میں تواضع اور مسکنت بھی ہے۔ جوانوں کی عقل وذہانت سے خیر ونفع کا پہلو بھی واضح ہو جائے گا۔ ان کی اعانت بھی شامل رہے گی۔ ابن عبدالبر مالکی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے ''جامع بیان العلم'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی مجلس میں جوان، عمر رسیدہ قرآء کا اجتماع رہتا تھا اور وہ ان حضرات سے بسا اوقات مشورہ فرماتے۔

خیر و برکت کی وجہ سے مشورہ کا حکم

حضرت ضحاک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ مشورہ کیا کریں۔ چونکہ مشورہ میں خیر اور برکت ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۹۸)

فَائِدَہ: جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو مشورہ کا حکم دیا گیا تو امت کو بدرجۂ اولیٰ مشورہ کا حکم ہوگا اور اس کی تاکید ہوگی۔ آج کل مشورہ سے کام نہیں ہوا کرتا جس کی وجہ سے نتیجہ خیر کے بجائے شر کا، برکت کے بجائے زحمت کا ہوتا ہے۔ جب دل میں کسی بات کو ناحق اور انصاف و مساوات کے خلاف جاری کرنے کا عزم ہوتا ہے۔ جسے دوسرے الفاظ میں کہئے جب دل میں چور ہوتا ہے تو مشورہ نہیں کیا جاتا۔ چونکہ اس کی بنیاد نفس پرستی پر ہوتی ہے اس لئے انجام بہتر نہیں ہوتا۔ صحیح طور اور سنت کے مطابق مشورہ کرنے میں یہ خرابی نہ ہوگی اور مستقبل میں خیر کا پہلو ظاہر ہوگا جس سے دین اور دنیا دونوں کی بھلائی پر رہے گا۔

عدل وانصاف

عدل کے متعلق فرمان الٰہی

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ﴾

ترجمہ: ''اللہ پاک تمہیں عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔''

قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں عدل وانصاف کا حکم ہے۔ اس آیت میں جن اچھی باتوں کا حکم دیا ہے ان میں سب سے پہلے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ عدل قانون کا اقتضاء ہے اور احسان اور درگزر کرنا اخلاق کا مطالبہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نظم عالم کو قائم رکھنے کے لئے سب سے پہلے عدل کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد احسان کی تاکید کی ہے۔ عام معاملات میں عدل وانصاف کی سب سے زیادہ ضرورت روزانہ کی خرید وفروخت اور ایک دوسرے سے لین دین میں پڑتی ہے۔ اس کی ضرورت جہاں انفرادی معاملہ میں پڑتی ہے اس سے کہیں زائد جہاں انتظامی معاملہ ہو، جس کی ماتحتی میں لوگ کام کرتے ہوں، ضرورت پڑتی ہے۔

عدل وانصاف حکومت وسلطنت خواہ وہ کسی درجہ کی ہو (جیسے نظامت صدارت اہتمام) کامیابی کا ستون اور بنیاد ہے۔

ترقی اور فلاح کی روح عدل وانصاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوروں اور اجانب، قریب بعید کے درمیان میں فرق ہو جائے۔ کسی کا اختلاف اور اس کی مخالفت عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھڑا دے کہ یہ بڑا نازک ہے۔ اسی لئے قرآن نے تاکید سے بیان کیا ہے ''وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ الایۃ''

منصف اور عادل خدا کے قریب ہوں گے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ پاک کے قریب وہ ہوگا جو منصف اور عادل حاکم ہوگا۔ اور سب سے سخت ترین عذاب اور غضب خداوندی کے اعتبار سے وہ ہوگا جو لوگوں کے حقوق کو ضائع کرتا ہوگا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۲)

خدا کے سایہ میں کون سبقت کرنے والا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جانتے ہو قیامت کے دن خدائے

پاک کے سایہ میں کون سبقت کرنے والا ہوگا؟

آپ نے فرمایا وہ ہیں جن کو حق بات کہی جائے تو قبول کرلیں، ان سے سوال کیا جائے تو خرچ کریں، اور لوگوں کے لئے ایسا ہی فیصلہ کریں جیسا اپنے حق میں کریں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۲)

انصاف برتنے والوں کا مقام

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ اپنے معاملہ میں انصاف کرنے والے ہوں گے۔ وہ قیامت کے دن رحمٰن کے قریب دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔

(مختصراً، مسلم جلد۲ صفحہ ۱۲۱، مشکوٰۃ صفحہ ۲۱)

فائدہ: چونکہ انصاف کرنا ایک بہت مشکل امر ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس بات میں حق وانصاف کا دامن نہیں چھوڑتے، کہ آخرت میں ایسے بلند وبالا درجہ کے حامل ہوں گے۔

ہر ایک سے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے۔ ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا (اپنے ماتحتوں پر انصاف کیا کہ نہیں)۔ پس وہ حاکم جو لوگوں پر مامور ہے ان سے ان کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ آدمی اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے ان کے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت (گھر کی) مالکہ ہے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔ غلام مولیٰ کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کے مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ خبردار سن لو کہ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے۔ اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۹۷۷، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۱)

منصف حاکم مستجاب الدعوات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ روزہ دار کی تاوقتیکہ افطار نہ کرے، منصف حاکم کی، اور مظلوم کی۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۶۶)

انصاف کے ایک ساعت کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! انصاف کی ایک ساعت ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (ترغیب صفحہ ۱۶۷)

انصاف اور ذمہ داری نہ ادا کرنے کی سزا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دس آدمی پر بھی ذمہ دار ہو۔ اس کو قیامت کے دن ہاتھ باندھ لایا جائے گا۔ اس کا انصاف ہی اس کا ہاتھ کھولے گا۔ (مسند احمد، ترغیب صفحہ ۱۷۴)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو تین آدمی پر بھی منتظم ذمہ دار ہو۔ اس کا دایاں ہاتھ بندھا ہوا ہوگا۔ اس کا انصاف ہی اسے چھڑائے گا۔ یا اس کا ظلم اسے اور کس دے گا۔ (ابن حبان، ترغیب صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: بڑے خوف اور ڈر کی بات ہے۔ جو شخص کسی معاملہ میں ذمہ دار ہو کر ذمہ داری ادا نہ کرے گا تو قیامت میں اس وقت تک چھٹکارا نہ پائے گا جب تک کہ وہ حقوق میں منصف ثابت نہ ہو جائے۔

حق نہ ادا کرنے والا خوشبو بھی نہ پائے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری امت میں سے جس کو کوئی بھی ذمہ داری دی گئی ہو اور اس نے اس کی اس طرح حفاظت نہیں کی جس طرح اپنے معاملہ کی۔ تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ (ترغیب صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: یعنی جس کو کسی طرح کی بھی ذمہ داری اور ماتحتوں کا انتظام یا کوئی قومی کام سپرد ہوا اور اس نے کما حقہ، اس کو نہیں نبھایا۔ تغافل برتا۔ اپنے نفع کے پھیر میں رہا خواہ دوسرے کا نقصان ہوا ایسا آدمی اس وعید کا حامل ہوگا۔

جو اپنے ماتحتوں کی خیر خواہی نہ کرے

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار ہو۔ پھر ان کے لئے کوشش نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے تو ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(مسلم، ترغیب صفحہ ۱۷٦)

فائدہ: یعنی ذمہ داری کے ادا کرنے میں سستی یا غفلت نہ برتے۔ اپنے ماتحتوں کو شر میں ڈال کر اپنا فائدہ نہ چاہے۔ ہمیشہ اس کے نفع کے لئے کوشش کرتا رہے۔

ہر ذمہ دار سے ماتحتوں کا سوال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی ذمہ دار ہوگا اس سے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ ان کے حق کو ادا کیا یا ضائع کیا۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۱۰)

فائدہ: خواہ ذمہ داری بڑی ہو یا چھوٹی۔ قوم کی ہو یا اہل کی۔ ہر ذمہ داری کے بارے میں مؤاخذہ ہوگا۔ اہل انتظام خواہ مدارس و مکاتب کے ہوں یا سیاسی و قومی ملی تنظیموں کے ہر ایک سے سوال ہوگا۔ کہ صرف نام اور

حکومت چلانے کے لئے تھے یا خدمت اور نفع پہنچانے کے لئے تھے۔

امت کب تک بھلائی پر رہے گی؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی کہ جب بولے تو سچ بولے۔ فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ۔ کوئی رحم طلب کرے تو رحم کرے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ۱۹۹)

فائدہ: یعنی فیصلہ میں قرابت رشتہ داری یا اپنے نفع اور تعلق کا لحاظ نہ کرے۔ حق فیصلہ کرے۔ خواہ اس سے اپنا تعلق دنیاوی خراب ہوتا ہو۔ حق امور کے نافذ کرنے میں خدا کا حکم، اور یہ کہ حق والے کو حق مل جائے ملحوظ رکھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاف ورعایت کا ایک واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے۔ اور فرمایا میرے قریب آؤ میں گیا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور ام سلمہ اور زینب کے گھر لائے۔ اندر گئے اور میری اجازت لائے میں داخل ہوا۔ اور پردہ تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا تمہارے پاس کھانا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پس تین روٹیاں لائی گئیں۔ اور صاف دستر خوان پر رکھ دی گئیں۔ پھر آپ نے پوچھا سالن نہیں ہے؟ انہوں نے کہا تھوڑا سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا۔ پھر آپ نے ایک روٹی اپنے سامنے رکھ لی اور ایک روٹی میرے سامنے اور ایک روٹی کو توڑ کر آدھی اپنے سامنے رکھی اور آدھی میرے سامنے رکھی۔

(مکارم الخرائطی صفحہ۳۷)

فائدہ: آپ نے رعایت اور انصاف سے کام لیا۔

اجتماعیت اور اتحاد

اجتماعیت رحمت ہے

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اجتماع اور اتحاد رحمت ہے۔ اور افتراق اور اختلاف عذاب ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ ۲۲۰)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ یہاں جس اختلاف کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد علمی اختلاف نہیں ہے، کہ وہ تو رحمت ہے۔ مراد اس سے وہ اختلاف ہے، جو دین وخدا اور سنت سے ہٹ کر ہو۔

جماعت سے علیحدگی خطرہ کا باعث

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ جس طرح بھیڑیا علیحدہ بکری کو پکڑ لیتا ہے۔ خبردار تم تفرق اور اختلاف سے بچو۔ تمہارے اوپر اجتماعیت لازم ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ۲۲۲)

جماعت اور اجتماعیت خدا کی رسی ہے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم پر اتباع اور اجتماعیت جماعت لازم ہے۔ یہ خدا کی رسی ہے جسے خدا نے پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ۲۲۵)

جماعت سے علیحدگی جہنم کا سبب ہے

حضرت سعید بن جنادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی وہ منہ کے بل جہنم میں گرا۔ (مجمع جلد۵ صفحہ۲۲)

فَائِدَہ: اجتماعیت اور جماعت سے اسلام اور عقائد اسلام کی اجتماعیت مراد ہے۔ ماحول میں دین زہد تقویٰ پر عمل نہیں۔ اگر اپنے زہد تقویٰ اور دین بچانے کے لئے الگ ہو کر یکسوئی کے ساتھ عبادت میں منہمک ہے تو مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔

جماعت پر خدا کی مدد ہے

حضرت عرفجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جماعت کے ساتھ خدا کی مدد ہے۔ اور اس کا مخالف شیطان کے ساتھ ہے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ۱۰۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو کام جماعتی پیمانہ پر ہو۔ ملت اور مسلمانوں کی جماعت کا اس میں فائدہ ہو۔ کسی فرد یا کسی خاندان یا قبیلہ کے لئے خاص نہ ہو تو اس کام پر خدا کی مدد و نصرت ہوتی ہے۔ اور ایسے کام کا مخالف جس کا فائدہ ملت مسلمہ عام مسلمانوں کو ہو رہا ہو، شیطان ہے۔

جماعت سے علیحدگی اسلام سے علیحدگی

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا۔ اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۱)

جماعت کا مفہوم اوپر گزر چکا ہے کہ خدا تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے وہ طریقے ہیں جسے جمہور امت نے قبول کیا ہے۔

سواد اعظم کے پکڑنے کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سواد اعظم کی اتباع کرو۔ جو اس سے جدا ہوا جہنم میں گرا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰، ابن ماجہ)

سواد اعظم سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے طریق پر چلنے والے مراد ہیں۔ اس سے مراد وہ اہل بدعت نہیں جنہوں نے دین میں بدعات کو داخل کر دیا، سنت میں تغافل برتا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقے کو چھوڑ کر جس میں نفس اور دنیا کو فائدہ ہوا سے اختیار کیا۔ **"اللھم احفظنا"**

جماعت میں برکت ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں میں برکت ہے۔

1. جماعت میں (یعنی اجتماعیت اور اتحاد کے ساتھ رہنے میں)
2. ثرید میں۔
3. سحری میں۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۶۸)

فائدہ: مراد اس سے امت مسلمہ سے جڑ کر رہنا ہے۔ ملی اور قومی دینی اجتماعی کام باہم مل کر رہنے کے بغیر نہیں انجام پا سکتے۔ مسلمانوں کی اجتماع میں جو قوت ہے انفرادیت میں نہیں۔ خیال رہے کہ اس سے مراد اہل ایمان کی جماعت ہے فساق و فجار آزاد لوگوں کی جماعت نہیں ہے کہ ان کی موافقت سے دین اور دیانت کا ہی خاتمہ ہو جائے گا۔

لوگوں کے درمیان اصلاح اور اچھے تعلقات پیدا کرنا

لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم قرآن

سورہ حجرات میں حکم خداوندی ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾

ترجمہ: ''مؤمن آپس میں بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرا دیا کرو اور خدا سے ڈرو۔'' یعنی اگر دو شخصوں یا دو جماعت کے درمیان تنازع اور اختلاف ہو جائے تو آپس میں صلح کرا دیا کرو۔ (القرطبی جلد ۱۶ صفحہ ۳۰۸)

باہم تنازع اور اختلاف کی صورت میں مصالحت اور آپس میں میل ومحبت کو قائم کرا دینا دین و دنیا کے عظیم فائدوں کا باعث ہے۔ کہ اختلاف اور تنازع کا باقی رہنا عناد، کینہ، تحاسد اور بے شمار اخلاقی بگاڑ اور خرابیوں کا باعث ہوتا ہے۔ اور جس قدر طول کھینچتا ہے اسی قدر اپنی جڑیں مضبوط کرتا جاتا ہے اور تباہیوں کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہے۔ پھر صرف وہی شخص اس سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ اس کے اہل تعلق اور اقرباء واحباب اور اہل محبت کو بھی اپنے لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ پھر اصلاح اور مصالحت و باہم مودت کے امکانات کم سے کم ہوتے جاتے ہیں۔ اسی لئے ابتداء ہی میں مصالحت اور مودت کی صورت اختیار کرائی جائے تاکہ ''یہ مونڈ دینے والی شئے'' باقی رہ کر برے پھل اور نتائج پیدا نہ کرے۔ پھر یہ شخصی اور انفرادی تنازع خاندان اور علاقائی تنازع کی شکل نہ اختیار کرے۔

دو شخصوں کے درمیان اصلاح تمام نوافل سے افضل

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو روزہ، نماز صدقہ سے افضل ترین عمل نہ بتا دوں؟ کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو شخصوں کے درمیان حسن تعلقات پیدا کرنا، کہ وہ دو شخصوں کے درمیان اختلاف اور فساد مونڈ دینے والا ہے۔

(مکارم طبرانی صفحہ ۳۳۸، ابوداؤد صفحہ ۶۷۳، ترمذی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۸۸)

ایک روایت میں ہے کہ وہ (اختلاف) مونڈ دینے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بال کو مونڈ دیتا ہے بلکہ میں کہتا ہوں وہ دین کو مونڈ دینے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: نماز اور دو شخصوں کے درمیان اصلاح سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ (مختصراً، الترغیب صفحہ ۴۸۹)

فَائِدَہ: یعنی نوافل و مستحبات سے بڑھ کر یہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان اختلاف دور کر کے حسن تعلقات پیدا کردے۔ کیونکہ اس سے بہت سے مفاد کا حصول اور برائیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔

خدا اور رسول کے لئے خوشنودی والے اعمال

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم کو خدا اور رسول کے نزدیک خوشنودی والا عمل نہ بتا دوں؟ کہا ہاں آپ نے فرمایا لوگوں کے درمیان جب لڑائی اور فساد ہو جائے تو تم جوڑ پیدا کرو اور جو تم سے دور ہو تو تم اس کے قریب ہو جاؤ۔ یعنی تم بھی دوری اختیار نہ کرو کہ اس سے حقوق ضائع ہوں گے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۸۹)

محبوب ترین صدقہ کیا ہے؟

حضرت ابوایوب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوایوب! میں تم کو ایسا صدقہ نہ بتا دوں جو خدا اور رسول کو محبوب ہے۔ لوگوں کے درمیان حسن تعلقات پیدا کرو جب ان میں بغض اور لڑائی ہو رہی ہو۔ (طبرانی، ترغیب صفحہ ۴۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ دو کے درمیان صلح کرا دینا افضل ترین صدقہ ہے۔
(بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۴۸۹، کنز العمال صفحہ ۵۸)

اصلاحی کوشش میں ہر کلمہ پر غلام کی آزادی کا ثواب

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو دو آدمیوں کے درمیان صلح اور حسن تعلقات کے لئے سعی کرے گا اللہ پاک اس کے معاملہ کو درست فرمائے گا اور ہر کلمہ کے بدلے ایک غلام کی آزادی کا ثواب بخشے گا اور وہ شخص اپنے ماضی کے گناہ سے مغفور لوٹے گا۔ (الترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۸۹)

نماز اور خیرات سے زیادہ ثواب

یحیٰ بن سعید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا کہ میں نے سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں تم کو نماز روزے سے زیادہ ثواب کی چیز نہ بتا دوں؟ کہا ہاں۔ کہا دو شخصوں کے درمیان صلح کرا دینا اور دیکھو بغض عداوت سے بچو۔ یہ مونڈ دینے والا ہے۔ (مؤطا امام مالک)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ تمام روزے اور نماز سے عظیم ترین شئے دو آدمیوں کے درمیان اصلاح ہے۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۵۸)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر دو شخصوں یا دو جماعتوں کے درمیان باہم کوئی تنازع اختلاف بغض عداوت ہو تو کے درمیان ربط جوڑ اور حسن تعلقات پیدا کر دینے کا بڑا ثواب ہے۔ نماز روزے سے بھی اہم ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ اختلاف دین دنیا کے بہت بڑے بڑے نقصانات کا باعث ہوتا ہے قتل تک کی نوبت آجاتی ہے۔ اس لئے شریعت نے اس کی بڑی تاکید کی ہے۔ اور اس کی جانب ترغیب دی ہے۔ لوگ آج کل عام طور پر اس قسم کے معاملہ میں نہیں پڑتے کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کیا مطلب۔ وہ جانے ان کا کام جانے۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اچھا ہے ان کی لڑائی میں ہمارا فائدہ ہے۔ وہ دراصل ان مکارم اخلاق کی ترویج اور اس کے عظیم ثواب اور ماحول کی پاکیزگی اور ان کے فوائد سے غافل ہیں۔ وہ صرف اپنے ذاتی فائدے کے حامل اور قائل ہیں۔ شریعت اسلامیہ کو ایسا مزاج پسند نہیں۔

اس وجہ سے کہ یہ بہت اہم اور ماحول کی اصلاح کے لئے ضروری ہے جھوٹ تک کی اجازت دی ہے۔

اصلاح میں جھوٹ جھوٹ نہیں

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دو شخصوں کے درمیان صلح کے لئے (جھوٹ) بولے وہ جھوٹا نہیں، یا تو خیر بولے گا یا خیر پہنچائے گا۔ (مسلم صفحہ ۳۲۵، ادب مفرد صفحہ ۳۸۵، مکارم الخرائطی)

ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ جھوٹ کی اجازت تین چیزوں میں ہے۔

1. دو شخصوں کی اصلاح کے بارے میں۔
2. شوہر کے لئے۔
3. بیوی کا شوہر سے موانست اور خوشگواری کے تعلقات کے سلسلے میں۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ اصلاح چونکہ بہت اہم امور میں سے ہے۔ اس کے فوائد ونتائج بڑی اہمیتوں کے حامل ہیں اس لئے اگر اصلاح کے سلسلے میں کوئی بات خلاف واقعہ کی نوبت آجائے تو گنہ گار نہ ہوگا۔ مثلاً ایک نے دوسرے کے بارے میں بے جا نامناسب کلمات کہے جس سے مزید لڑائی کا شعلہ بھڑک سکتا تھا۔ اس نے کہا نہیں ایسی بات تو نہیں بلکہ وہ تو یہ کہہ رہا تھا۔ وہ لوگ اچھے ہیں کسی نے تمہیں غلط خبر دے دی ہے وغیرہ وغیرہ۔

خیال رہے کہ آج کل کے دور میں یہ نادر ہے کہ کوئی اصلاح کی کوشش کرے بلکہ اختلاف اور تنازع کی صورت اور اس کے اسباب اختیار کرتے ہیں اور لڑائی کے برے نتائج سے خوش ہوتے ہیں اور اسے اپنا کمال تصور کرتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔

اہل تقویٰ اور نیکوں کی صحبت وہم نشینی

حکم خداوندی

﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والوتقویٰ اختیار کرو۔ اور صادقین (صالحین) کے ساتھ رہو۔“

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾

ترجمہ: ”آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھئے جو صبح وشام (ہمیشہ) اپنے رب کی عبادت اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔“

فائدہ: اللہ پاک نے اولاً تقویٰ اور پرہیز گاری کا حکم دیا۔ اور یہ تاکید کی کہ صالحین کی صحبت اختیار کرو۔ اور تقویٰ زہد آخرت کی رغبت ومعرفت محض علم سے نہیں حاصل ہوتیں بلکہ اہل تقویٰ اور نیکوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ امور احوال ہیں اور احوال صاحب حال یعنی جو اس دولت کے حامل ہوں گے ان سے حاصل ہوں گے۔

﴿ لَا دِيْنَ اِلَّا بِالصُّحْبَةِ ﴾

ترجمہ: ”حقیقی دین کسی اہل دین کی صحبت ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔“

آج کل اہل تقویٰ واہل زہد کی صحبت سے بے رغبتی ہے اسی وجہ سے کامل اور حقیقی دین جو قلب وجگر میں پیوست ہو۔ بہت کم لوگوں کو نصیب ہے۔

اہل خیر کی صحبت کی اہمیت اور وقعت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی تعلیم کے لئے یہ حکم ہوتا ہے کہ مخلص بندوں کے پاس اوران کی صحبت میں وقت گزارا کریں۔

جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اہل ذکر صلاح تقویٰ کی صحبت اور ان کے ساتھ وقت گزارنے کا اہتمام کریں تو امت کو تو بدرجہ اولیٰ اس کی تاکید ہوگی۔

دین تقویٰ معرفت محبت کے حصول کا ذریعہ، محبت اور ربط وتعلق ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے رتبے بلند اسی صحبت کی وجہ سے تھے اور جو شریعت ومعرفت کمال صحبت نبی سے حاصل ہوئی دیگر حضرات اس کو عظیم ترین مجاہدہ اور ریاضت سے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

کس کی ہم نشینی اختیار کرے؟

سفیان بن عیینہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ارشاد ہے ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جن کی صورت دیکھ کر تمہیں خدا یاد آ جائے۔ جن کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے۔ جن کا عمل تمہیں آخرت کا شوق دلائے۔ (العلم والعلماء صفحہ ۱۹۴، ابن عبد البر)

شعبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا قول ہے اہل علم کی ہم نشینی اختیار کرو۔ دیکھیں گے تو تعریف کریں گے۔ برائیاں ہوں گی تو درگزر سے کام لیں گے۔ غلطی کرو گے تو جھڑکی نہ دیں گے۔ بے عقلی کا کام کرو گے تو علم سکھائیں گے۔

(العلم والعلماء ۹۵)

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابو رزین رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس پر قدرت دارین کی خیر کا باعث ہو۔ اللہ کا ذکر کرنے والے کی مجلس اختیار کرو۔ اور جب تم تنہا ہوا کرو تو جس قدر بھی تم سے ہو سکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دیتے رہو اور اللہ کے لئے دوستی کرو اور اسی کے لئے دشمنی کرو۔

(فضائل صدقات صفحہ ۱۱۴)

فَائِدَہ: احادیث میں اس کی تاکید ہے کہ نیک و صالح متقی پرہیزگار کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرے کہ جو آخرت کا ذکر کرنے والے اللہ کو یاد کرنے والے ہوں کہ ان کی صحبت سے دین کا مزاج ہو۔ اسی وجہ سے ارباب حدیث نے مجالس صلحاء پر استحباب کا باب قائم کیا ہے، چنانچہ مسلم میں ہے "استحباب مجالسة الصالحين"

(جلد صفحہ ۳۳۰)

جس سے مقصد یہ ہے کہ اہل صلاح وتقویٰ سے خصوصی ربط و تعلق رکھے اور ان کی مجلس میں اہتمام سے جایا کرے۔

اہل ایمان کی صحبت اختیار کرے

حضرت ابو سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مؤمن کے علاوہ کسی کی ہم نشینی اختیار مت کرو۔ اور پرہیزگار کے علاوہ کسی کو کھانا مت کھلاؤ۔

(ابوداؤد صفحہ ٦٦۴، ترمذی جلد ۲ صفحہ ٦۵، دارمی، حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۲۸)

نیک ہم نشین کی مثال

حضرت ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا صالح ہم نشین کی مثال عطر فروش کی طرح ہے اگر وہ تم کو نہ بھی دے گا تب بھی اس کی خوشبو تم کو پہنچ کر رہے گی۔ اور برے ہم نشین کی مثال لوہار کی

بھٹی کی طرح ہے اگر اس کی چنگاری نہ بھی تم کو جلائے گی تب بھی اس کا دھواں تم کو ضرور لگے گا۔

(ابوداؤد صفحہ۶۶۴، احسان صفحہ۳۴۱، بخاری)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اہل خیر اور نیک حضرات کے پاس بیٹھنے سے نیکی حاصل نہ کرے گا تب بھی نیکی کی خوشی اور اس کا اثر تو پا ہی لے گا۔

اسی وجہ سے تو آپ ان لوگوں کے درمیان جو اچھے لوگوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہوں اور جو نیک لوگوں سے کوئی ربط و تعلق نہیں رکھتے دونوں کے دین میں اور دینی مزاج میں بہت فرق پائیں گے۔ خصوصاً اس دور میں جلیس صالح کی بڑی ضرورت ہے۔ بددینی کے فتنوں سے بچنے بچانے میں یہ حضرات دینی قلعہ ہیں۔

ہر زمانہ اور ہر عمر کا جلیس صالح وہ ہے جو حرام و ناجائز امور سے بچتا ہو۔ ماحول میں عام لوگوں کے اعتبار سے دیانت داری، تقویٰ، زہد، رغبت اور فکر آخرت میں زائد ہو، بس ایسوں کی صحبت لازم پکڑ لے۔ اس زمانہ میں جنید رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ شبلی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کو تلاش کرنا حماقت اور محرومی کا باعث ہے۔ ہمارے عہد حاضر کے یہی جنید رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ و شبلی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ ہیں۔

اہل فسق وبدعت سے احتیاط کرنا

حکم خداوندی

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست مت بناؤ۔''

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾

ترجمہ: ''آپ ان لوگوں کی بات مت مانئے جن کے دل ہماری یاد سے غافل ہیں اور جو اپنی خواہش نفسانی کی اتباع کرتے ہیں۔''

فائدہ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ دشمنان اسلام وخدا اور جو فاسقین و فاجرین ہیں جن کے قلوب یاد خدا سے غافل اور بے پرواہ ہیں جن کی زندگی کا مطمح و مقصد محض ہوس رانی اور خواہشات نفسانی کی تکمیل اور دنیا کی ہوس ولذت ہے ہرگز ان سے تعلق وربط نہ رکھیں۔ کہ صحبت کا اثر موثر ہوتا ہے اور تجربہ ہے نیکیوں کے مقابلہ میں برائیوں کا اثر جلدی سرایت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے کافر مشرک فاسق و گناہ میں مبتلا شخص کی مصاحبت وہم نشینی سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

آج بیشتر بداخلاقی اور گناہ جو ماحول میں رائج ہے اس میں مصاحبت کو بہت دخل ہے۔ دوسروں کے تلوث گناہ کو دیکھ کر خود بھی ملوث ہو جاتا ہے۔ چونکہ عموماً نفسانی گناہ میں حظ ہوتا ہے اس حظ سے وہ لذت اور چاشنی محسوس کرتا ہے اور اس کے انجام بد کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے شریعت نے گناہ ہی سے نہیں اسباب گناہ سے بھی روکا ہے اور یہ صحبت گناہ کا نہایت ہی قوی سبب ہے۔

مشرکین کے ساتھ مل جل کر رہنا برا ہے

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مشرکین صنم پرستوں کے ساتھ بود و باش اختیار کرے اس کا ذمہ خدا سے بری ہے۔ (جامع صغیر صفحہ ۵۱/۲ ،بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۴۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کافر و فاسق سے ربط و محبت نہ رکھے۔ اس سے اس کے برے اوصاف اس میں بھی آنے لگیں گے۔ کہ صحبت و مودت کا بہت برا اثر ہوتا ہے۔ البتہ دنیاوی ضرورتوں میں بقدر ضرورت ملنے جلنے میں کوئی حرج نہیں۔

آدمی اپنے ساتھی کے مسلک پر ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے ساتھی کے دین پر ہوتا ہے۔ پس وہ دیکھ لے کہ کس کے ساتھ اس کا خلط ملط ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت اور تعلق ہوتا ہے اسی کی راہ اختیار کرتا ہے اس لئے آدمی کو چاہئے کہ جس کے ساتھ بود و باش کرتا ہے۔ اس کا طور طریق مزاج و مسلک دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ اس کی بددینی سے یہ بددین ہو جائے۔

غیروں کے اجتماع اور میلوں میں شریک نہ ہو

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے دشمن یہود، نصاریٰ (وکفار) کے مذہبی اجتماع اور میلوں میں ہرگز شریک نہ ہو۔ ان سے بچو۔ کہ ان پر غضب خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم کو بھی نہ پہنچ جائے۔ اور ان میں خلط ملط ہرگز نہ کرو ورنہ ان کے عادات و اطوار آجائیں گے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۴۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خلاف شرع میلوں میں اور غیر مسلم کے مذہبی اجتماعات اور مجلسوں میں شریک ہونا درست نہیں۔ اسی طرح مذہبی تہواروں میں شریک ہونا، موافقت کرنا بھی درست نہیں، آج ہمارا معاشرہ خصوصاً شہری باشندے خدا اور رسول کو ناراض کر کے ان کو خوش کرنے کے لئے ان کے تہواروں میں شریک ہوتے ہیں تاکہ ان کے اور ہمارے درمیان محبتانہ رشتہ قائم اور باقی رہے۔ یہ ناجائز اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔ ہاں ان سے معاشرہ اور تجارت وغیرہ کا ضروری ربط درست ہے۔

اہل معصیت کی ہم نشینی نہ کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل قدر (تقدیر کا انکار کرنے والے جو مبتدع ہیں) ان کی ہم نشینی مت اختیار کرو اور ان کو نہ اپنے گھروں میں آنے دو۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۲۲)

فائدہ: خیال رہے کہ اہل فسق اور معصیت سے اجتناب اور ان کی صحبت سے بچنا اور ان سے عدم ربط و تعلق مشروع اور مطلوب ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اہل معصیت اس سے متاثر ہو کر برائی چھوڑ دیں۔ دوم اس وجہ سے کہ ان کے برے اثرات ان میں نہ سرایت کریں۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے "باب مایجوز من الھجر ان لمن عصی" اس سے مقصد یہ ہے کہ اہل معصیت سے ترک تعلق مشروع ہے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۹۷)

مصاحب کا اثر آتا ہے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک رکھنے والے اور بھٹی جلانے والے کی سی ہے اگر مشک خریدتا ہو (تو فبہا) ورنہ اس کی خوشبو سے ضرور معطر ہوگا۔ اور بھٹی جلانے والے یا تو (اس کی چنگاری سے) کپڑا جل جائے گا یا کم از کم اس کے دھوئیں سے ضرور دو چار ہوگا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۶، بخاری، صفحہ ۳۳۰، بیہقی جلد ۷ صفحہ ۴۲)

فائدہ: اس حدیث میں صالحین کی صحبت کا اثر خیر اور بروں کی صحبت کا اثر بد سمجھایا گیا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ برے لوگ، اہل بدعت اور جو غیبت کرتے ہوں یا جن کا فسق و فجور عام ہو ان کی صحبت سے بچنے کا حکم ہے۔ اسی وجہ سے محدثین نے بروں کی صحبت اختیار نہ کرنے کے استحباب پر باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے "باب مجانبة قرناء السوء" (شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۰)

اہل بدعت سے محبت و تعلق نہ رکھے

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی اہل بدعت کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے کی کوشش اور اعانت کی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۱)

فائدہ: بدعتی کی تعظیم و توقیر گویا سنت کی توہین و تذلیل ہے۔ گو درست نہیں۔ نیز تعظیم محبت اور عقیدت کی علامت ہے حالانکہ اس سے اجتناب اور گریز کا حکم دیا گیا ہے تاکہ محبت اور خلط سے یہ برائیاں منتقل نہ ہو جائیں۔

فائدہ: خیال رہے کہ قرآن و حدیث میں اچھی صحبت اختیار کرنے کا حکم ہے جیسا کہ "كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" اور "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ" جیسی آیتوں سے معلوم ہو رہا ہے۔ اور بروں مثلاً فاسقین، مبتدعین، کافرین، مذہب سے آزاد لوگوں کی صحبت و ہم نشینی و مجالست سے روکا اور منع کیا گیا ہے جیسا کہ "وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ. وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا اَوْ كَفُورًا" جیسی آیتوں سے پتہ چلتا ہے۔ اس لئے کہ آدمی جس قسم کے لوگوں میں کثرت سے نشست و برخاست رکھا کرتا ہے اسی قسم کے آثار آدمی میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اسی بناء پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو ابھی گزرا تیرے گھر میں متقیوں کے علاوہ کوئی داخل نہ ہو یعنی اس سے میل جول ہوگا تو ان کے اثرات پیدا ہوں گے۔ ماقبل صالح ہم نشین کی مثال گزری کہ مشک بیچنے والے کے پاس بیٹھنے والا خریدے گا تب بھی فائدہ اٹھائے گا نہ خریدے گا تب بھی خوشبو دماغ میں پہنچ جائے گی اور برے ساتھی کی مثال لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے والے کی طرح ہے کہ چنگاری اڑ کر لگی تو بدن کپڑے کو جلا دے گی اور یہ نہ ہوا تو بدبو اور دھویں سے گھٹن تو کہیں گیا ہی نہیں۔ اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے مسلک اور روش پر ہوتا ہے پس اچھی طرح غور کرے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ پاس بیٹھنے کا اور صحبت کا اثر گو وہ ارادہ نہ کرے آدمی میں سرایت کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی اس کا مذہب اختیار کر لیتا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے جو سیاسی ذہن رکھنے والے کے پاس بیٹھتا ہے وہ بھی سیاسی ہو جاتا ہے اور اسی سیاست کا مشغلہ اختیار کرتا ہے۔ جو ڈاکٹر، تاجر کے پاس بیٹھتا ہے خود اگر ڈاکٹر تاجر نہیں بن سکتا تو اپنی اولاد کو اس منزل کی رہنمائی کرتا ہے اور اسی جانب لے جاتا ہے۔ اسی لئے پاس بیٹھنے والوں کو دینی حالت پر غور کر لینا چاہئے کہ بد دینوں کے پاس کثرت سے بیٹھنے سے بد دینی پیدا ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس سے اس چیز پر قدرت ہو جائے۔ جو دارین کی خیر کا سبب ہو۔ اللہ کا ذکر اختیار کرنے والے کی مجلس اختیار کرو اور جب تم تنہا ہوا کرو تو جس قدر بھی تم سے ہو سکے اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے حرکت دیتے رہا کرو۔ اور اللہ ہی کے لئے دوستی کرو اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کرو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۷)

یعنی جس سے دوستی ہو یا دشمنی وہ اللہ ہی کے واسطے ہو۔ اپنے نفس کے واسطے نہ ہو۔ مصاحبت اور ہم نشینی کن لوگوں کی اختیار کرے چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس شخص کی مصاحبت اختیار کرو اس میں پانچ چیزیں ہونی چاہئے:

❶ اول یہ کہ صاحب العقل ہو اس لئے کہ عقل والا صاحب راس المال ہے۔ بے وقوف کی مصاحبت میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس کا مآل کار وحشت اور قطع رحمی ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے تو یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ احمق کی صورت کو دیکھنا بھی خطا ہے۔

❷ دوسری چیز یہ ہے کہ اس کے اخلاق اچھے ہوں۔ کہ جب آدمی کے اخلاق خراب ہوں گے تو وہ بسا اوقات عقل پر غالب آجاتے ہیں۔

❸ تیسری چیز یہ ہے کہ وہ فاسق نہ ہو۔ اس لئے کہ جو شخص اللہ جل شانہ سے بھی نہ ڈرتا ہو اس کی دوستی کا کوئی اعتبار نہیں۔ نہ معلوم کس جگہ مصیبت میں پھنسا دے۔

❹ چوتھی چیز یہ ہے کہ وہ بدعتی نہ ہو کہ اس کے تعلقات کی وجہ سے بدعت میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس کی نحوست کے متعدی ہو جانے کا خوف ہے۔ بدعتی اس کا مستحق ہے کہ اس سے اگر تعلقات ہوں تو منقطع کر لئے جائیں نہ یہ کہ تعلقات پیدا کئے جائیں۔

❺ پانچویں چیز یہ ہے کہ وہ دنیا کے کمانے پر حریص نہ ہو۔ کہ اس کی صحبت قاتل ہے۔ اس کے لئے کہ طبیعت

تشبہ اور اقتدا پر مجبور ہوتی ہے اور مخفی طور پر دوسرے کے اثرات لیا کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ بھی دنیا کا حریص ہو جائے گا۔ اور دنیا کی حرص آخرت کے امور کو پیچھے ڈال دیتی ہے اور آخرت کے اعمال کو پامال کر دیتی ہے۔ کہ حریص دنیا میں وقت اور مال زیادہ لگاتا ہے۔ اور آخرت کے گھاٹے اور خسارے کی پرواہ نہیں کرتا۔

حضرت امام باقر رَحِمَہُ اللّٰہُ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے میرے والد حضرت زین العابدین رَحِمَہُ اللّٰہُ تعالیٰ نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ نہ رہنا۔ ان سے بات بھی نہ کرنا۔ حتی کہ راستہ چلتے ہوئے ان کے ساتھ راستہ بھی نہ چلنا۔

❶ ایک فاسق شخص کہ وہ تجھے ایک لقمہ سے بھی کم میں فروخت کر دے گا۔ میں نے پوچھا ایک لقمہ سے کم میں فروخت کا کیا مطلب؟ فرمایا ایک لقمہ کی امید پر وہ تجھے فروخت کر دے گا پھر اس کو وہ لقمہ بھی جس کی امید تھی مل کر نہ رہے گا (بلکہ محض امید پر فروخت کر دے گا)۔

❷ بخیل کے پاس نہ جائیو کہ وہ تجھ سے ایسے وقت میں تعلق توڑ دے گا جب تم اس کے سخت محتاج ہو گے۔

❸ جھوٹے کے پاس نہ جائیو کہ وہ سراب (دھوکے) کی طرح قریب کو دور اور دور کو قریب ظاہر کر دے گا۔

❹ احمق کے پاس کو نہ گزرنا کہ وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا اور نقصان پہنچا دے گا۔

❺ قطع رحمی کرنے والے کے پاس نہ گزریو کہ میں نے اس پر قرآن پاک میں تین جگہ لعنت پائی ہے۔

(فضائل صدقات صفحہ ۱۱۵)

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی صحبت اور ہم نشینی کے لائق نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ ضرورت کی وجہ سے بقدر ضرورت تعلق رکھنا اس میں کوئی قباحت نہیں۔ یہ صحبت غیر موثر ہے ضرورت کی وجہ سے بنیا کے پاس جاتا ہے تو بنیا گیری کا ذہن نہیں ہوتا۔ ہاں اگر لائق صحبت آدمی نہ ملے جیسا کہ آج کے ماحول میں۔ تو پھر دو صورت اختیار کرے۔ ضروریات کی تکمیل کے علاوہ میں تنہائی اور وحدت اختیار کرے کہ سلامتی تنہائی میں ہے اور قرب قیامت کا حکم بھی یہی ہے کہ عزلت نشین ہو کر عبادت میں لگا رہے۔ دوسرا یہ کہ اس زمانہ اور ماحول اور علاقے میں جو سب سے نیک اور صالح نظر آئے اس سے تعلق رکھے اس کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرے۔ اور ایسے لوگ کمی کے ساتھ ہر زمانہ میں ہوں گے یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ اور پچھلے زمانہ کے صالح و نیک لوگوں کی طرح لوگوں کو نہ ڈھونڈے کہ پھر ہمیشہ محروم رہے گا۔ کہ جس زمانہ میں یہ ہے اس زمانہ کے اصحاب خیر یہی لوگ ہیں۔

مشتبہات سے بچنا

مشتبہات سے بچے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حلال بالکل واضح ہے۔ اور حرام بھی بالکل واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں۔ جس سے اکثر لوگ واقف نہیں۔ پس جوان مشتبہات سے بچ گیا ہوا اپنے دین اور عزت کو بچالے گیا۔ اور جو مشتبہات میں پڑ گیا۔ (یعنی اسے استعمال کر لیا) حرام میں واقع ہو گیا۔ جیسے چرواہا اگر بکریوں کو حد کے کنارے چرائے گا تو قریب ہے کہ بکریاں حد کے اندر (کھیت میں) چلی جائیں گی۔ ہاں ہر ایک ملک کی ایک حد ہے۔ اللہ پاک کی حد اللہ کے محارم ہیں۔ (بخاری صفحہ ۲۷۵، مسلم، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بہت سے امور ایسے ہیں جن کے بارے میں صاف اور واضح طور پر جائز یا ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ناجائز ہو۔ یا جائز و ناجائز دونوں کا احتمال ہو۔ یا ناجائز کی آمیزش جائز میں ہوگئی ہو۔ تو ایسے مشتبہ امور سے بچنا بھی اسلام کے اہم تعلیمات میں سے ہے۔ تاکہ یہ حرام تک نہ پہنچا دے۔ کیونکہ آدمی آہستہ آہستہ ہی برائی کے قریب ہوتا ہے۔ مشتبہ امور کو بے دریغ کرنے کی وجہ سے ناجائز امور کرنے کی ہمت ہو جائے گی۔ اسی لئے شریعت نے مستقبل کے خطرے سے بچنے کے لئے شروع ہی سے مشتبہ امور سے احتیاط اور بچنے کی تاکید کر دی ہے۔

شبہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں کھجور پایا تو آپ نے فرمایا اگر مجھے صدقہ کا خوف نہ ہوتا تو اسے کھا لیتا۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۵۵۸، بخاری، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۴۸، ریاض صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: آپ نے صدقہ کے شبہ میں نہیں کھایا باوجودیکہ آپ کو ضرورت تھی۔ ضرورت کے موقعہ پر بھی آدمی مشتبہات سے بچ جائے کمال احتیاط ہے۔

جس میں شک وشبہ ہو اسے چھوڑ دے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات محفوظ رکھی ہے

کہ شبہ وشک والی بات کو چھوڑ دے اور جس میں شک وشبہ نہ ہو اسے اختیار کرے۔

(ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۵۸، ترمذی، ریاض صفحہ ۲۷۸)

متقی کب ہوسکتا ہے؟

حضرت عطیہ بن عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بندہ اس وقت تک پرہیز گاروں میں شمار نہیں ہوسکتا جب تک کہ شبہ والی بات کو چھوڑ نہ دے یعنی گرفت اور مواخذہ سے بچتے ہوئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ واقعی شبہ صحیح ہو اور وہ غلط وممنوع ہو اور یہ اختیار کرکے جواب دہ ہو جائے۔

(ترمذی، ترغیب صفحہ ۵۵۹، ریاض الصالحین صفحہ ۲۷۹)

دل میں کھٹک ہو تو چھوڑ دے

حضرت نواس بن سمعان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حسن اخلاق بھلائی ہے۔ گناہ وہ ہے جس کے بارے میں تمہیں تردد ہو اور دل میں کھٹکے۔ اور وہ لوگوں پر ظاہر ہونا پسند نہ کرو۔ (یعنی پتہ نہیں غلط ہے کہ صحیح، میرا نکلتا ہے یا نہیں۔ تو تردد والے مسئلہ میں نہ پڑے اطمینان والی صورت پر عمل کرے)۔

(مسلم، ریاض صفحہ ۲۷۷)

شبہ والی چیز کو چھوڑنا تقویٰ ہے

حضرت واثلہ بن الاسقع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ شبہ والی چیزوں سے رک جانا تقویٰ میں سے ہے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۵۸)

نیکی اور برائی کی علامت

حضرت ابوثعلبہ خشنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا جو حرام و حلال ہو اس کی تعلیم فرمایئے۔ آپ نے فرمایا نیکی وہ ہے جس میں تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔ اور تمہارا نفس خاموش ہو جائے۔ گناہ وہ ہے جس میں تمہارے نفس کو سکون نہ ہو اور دل کو اطمینان نہ ہو۔ اگرچہ تم کو کوئی بددین حکم دے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۵۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مؤمن کی شان اور اس کی علامت یہ ہے کہ برائی اس کے دل میں کھٹکتی ہے۔ اسے سکون نہیں ہوتا۔ اور بھلائی سے اس کا دل مطمئن اور منشرح رہتا ہے۔ لہٰذا جو بات دل سے سکون ختم کردے۔ ہرگز اسے نہ کرے۔ خواہ کوئی اسے مشورہ اور حکم کیوں نہ دے۔ کہ اصل تو قلب ہے۔

کس کا ایمان مکمل؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں تین باتیں ہوں اس نے ثواب کو واجب کرلیا اور ایمان کو مکمل کرلیا۔ ایسے اخلاق کہ لوگوں کے ساتھ باہمی زندگی گزارے۔ ایسا احتیاط جو اسے خدا کے حرام کردہ سے بچادے۔ ایسی برداشت جو اسے جاہل کی جہالت سے روک دے۔

(ترغیب جلد۲ صفحہ ۵٦۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب تک حرام اور مشتبہ امور سے احتیاط نہ کرے گا ایمان کامل کا حاصل کرنے والا نہ ہوگا۔ افسوس آج لوگ شبہ کی بات تو درکنار حرام سے بھی احتیاط نہیں کرتے۔ اور اپنے اوپر جہنم واجب کرتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشتبہ آمدنی سے احتیاط کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو انہیں آمدنی لاکر دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر اس کی آمدنی استعمال کرتے تھے۔ ایک دن اس غلام نے کچھ (کھانے کا سامان لایا) حضرت ابوبکر نے اسے کھالیا۔ غلام نے کہا معلوم ہے کہاں سے آیا تھا۔ حضرت نے پوچھا کیسا تھا۔ اس نے کہا میں ایام جاہلیت میں جو کہانت کی باتیں بتاتا تھا۔ اور میں اپنی کہانت کو اچھا کرنے کے لئے خوب دھوکہ دیا کرتا تھا (یعنی جھوٹ بولتا تھا) وہ اسی کی آمدنی تھی جو اس نے (پچھلے) کہانت پر دیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر نے یہ سنا تو حلق میں انگلی ڈال کر جو کھایا تھا سب پیٹ سے نکال دیا۔ (بخاری، ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۵۹)

فائدہ: اسی طرح غیب کی بات بتانے والے اور فال کھولنے والے کی آمدنی بھی درست نہیں۔

کہانت آئندہ ہونے والی چیزوں کو جھوٹا بیان کرنے کا نام ہے۔ ایام جاہلیت میں لوگ کہانت کا پیشہ کرتے تھے اور اس کی آمدنی کھاتے تھے۔ یہ آمدنی حرام ہوتی تھی۔ اسی کہانت کی بات بتانے پر جو ہدیہ ملا تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلوم ہوجانے کے بعد قے کرکے نکال دیا۔ آج کل تعویذ گنڈے والے بھی فال کھولتے ہیں وہ بھی اسی قسم کی حرکت ہے جو ناجائز ہے اور اس کی آمدنی ناجائز۔ غیب اور چھپی بات کا علم کسی کو نہیں ہے۔ یہ لوگ جھوٹ بیان کرکے عورتوں اور جاہلوں کو ٹھگتے ہیں۔ اس جھوٹ اور ٹھگ پر جو لیتے ہیں ناجائز ہے۔

ہر مؤمن کو نفع پہنچانا اور اس کی بھلائی کا خواہش مند رہنا

محبوب خدا کون؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ مخلوق میں خدا کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کو نفع پہنچائے، یعنی مخلوق کو نفع پہنچائے۔

(مکارم طبرانی صفحہ ۳۴۲)

لوگوں میں بہتر

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ (جامع صغیر صفحہ ۲۴۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور اس کی برائی سے لوگ مامون رہیں۔ (ابویعلی، جامع صغیر صفحہ ۲۵۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کی شان اور اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق میں یہ ہے کہ دوسروں کو ہر ممکن طرح سے نفع پہنچائے اور ایسا معاملہ اور طریقہ اختیار کرے کہ دوسرے بھائی کو نفع پہنچائے اسے ضرر اور نقصان پہنچانے کی صورت اختیار نہ کرے کہ جو دوسرے کو نقصان پہنچانے کی صورت اختیار کرتا ہے وہ ایسی حالت میں قدرت کی جانب سے گرفتار ہو جاتا ہے کہ اسے بھی نقصان پہنچتا ہے۔ آج ہمارا حال اس حدیث کے بالکل خلاف ہو رہا ہے کہ ہم ہر ممکن طریقہ سے اپنے ہی کو فائدہ اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کے پھیر میں رہتے ہیں۔ اسی کو ذہانت اور چالاکی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ناراضگی خدا اور جہنم کا باعث ہے۔ خدا ہی حفاظت فرمائے۔ اسی لئے حدیث پاک میں ایسے لوگوں کو اہل خیر کہا گیا ہے۔ اور اہل خیر دنیا میں بھی خیریت اور سعادت مندی کے ساتھ رہیں گے اور آخرت میں بھی۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔ اور اسے

تین مرتبہ فرمایا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۴)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی نماز قائم کرنے پر، زکوٰۃ ادا کرنے پر اور اس بات پر کہ ہم ہر مسلمان کے لئے بھلائی خیر خواہی چاہیں گے۔

(بخاری صفحہ ۲۸۹، ترمذی جلد۲ صفحہ۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کے لئے خیر اور بھلائی چاہنا۔ اور اس کے لئے خیر کا طریقہ ہموار کرنا یہ دین ہے اور دین کا اہم ترین جز ہے۔

خیال رہے کہ دین صرف عبادت ذکر وظیفہ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دین یہ ہے کہ حق اللہ ادا کرتے ہوئے بندوں کے ساتھ بہتر معاملہ رکھا جائے۔ اذیت اور تکلیف نہ دی جائے۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ عبادت تو کسی قدر کر لیتے ہیں۔ مگر لوگوں کے ساتھ معاملات اور برتاؤ میں اذیت و تکلیف دہ معاملہ کرتے ہیں۔ عموماً جو ماحول میں ضعیف وکمتر ہیں۔ اس کی تذلیل اور اس کے نقصان کے درپے ہوتے ہیں۔ سو یہ ایمان کی شان کے خلاف ہے۔

بہت سے لوگ ایسے مزاج کے ہوتے ہیں کہ ان کو صرف اپنے نفع سے مطلب ہوتا ہے، خواہ اس سے دوسروں کو نفع پہنچے یا نقصان اس سے کوئی مطلب نہیں۔

سو یہ بھی مذموم ہے۔ کمال یہ ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچائے خواہ اپنا کچھ نقصان ہو تب بھی گوارا کرے۔ اگر یہ نہ ہو تو کم از کم اپنے نفع کے ساتھ دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے۔ یہ انسانیت کا تقاضہ ہے۔

باہمی تعاون

ایک دوسرے سے ربط وتعاون

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن ایک دیوار کی طرح ہے۔ ایک دوسرے سے بندھے ہوتے ہیں۔ (جس طرح دیوار کی اینٹ ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہے اسی طرح مؤمن بھی ایک دوسرے سے جڑا ہوتا ہے) پھر آپ نے ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی میں داخل کر کے بتایا۔ اسی درمیان کے آپ تشریف فرما تھے ایک سائل آیا یا کوئی ضرورت مند، وہ ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ (یعنی مانگنے لگا) آپ نے کہا سفارش کرو ثواب پاؤ گے۔ (بخاری صفحہ ۸۹۰)

اہل ایمان آپس میں کس طرح؟

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن ایک دوسرے کے ساتھ شفقت کرنے والے، محبت کرنے والے اور خیال کرنے والے ہوتے ہیں، ایک جسم کے مانند کہ اگر ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم بے خوابی اور بخار میں شریک ہو جاتا ہے۔ (بخاری جلد ۹ صفحہ ۸۸۹)

فائدہ: اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس ایمان کے اتحاد اور بھائی چارگی کے تقاضے سے لازم ہے کہ آپ ہی ایک دوسرے کا تعاون کریں۔ ایک دوسرے کے کام آئیں۔ ایک دوسرے کی غمی اور خوشی میں شریک ہوں۔ اگر ایسی بات نہیں تو انسان کیا جانور سے بھی بدتر ہیں۔ وہ انسان ہی کیا جو دوسرے کے کام نہ آئے۔

کھانا کھلانا

قرآن میں کھانا کھلانے کی اہمیت وتاکید

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾

ترجمہ: ”وہ اہل ایمان خدا سے محبت کی بنیاد پر یتیموں مسکینوں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔“

(سورۂ دھر)

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾

ترجمہ: ”کس چیز نے تم کو جہنم میں پہنچایا، وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والے نہیں تھے اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔“

لوگوں کو کھانا کھلانا خدائے پاک کے نزدیک بڑا ہی پسندیدہ محبوب عمل ہے۔ خدائے پاک نے اہل جنت کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے ان کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ وہ مسکینوں کو یتیموں کو، اور (کافر) قیدیوں کو ان سے محبت وشفقت کی بنیاد پر کھانا کھلاتے ہیں۔

غیر مسلم قیدیوں کو بھی کھلانا بڑے ثواب کی بات ہے۔ سورۂ دھر میں قیدیوں کے کھلانے سے مراد بدر کے کافر قیدی ہیں جن کو حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے کھلایا تھا۔ جب کافر کے کھلانے پر یہ ثواب ہے تو مؤمن کے کھلانے پر کس قدر ثواب ہوگا۔ چنانچہ علامہ سیوطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس آیت کریمہ کے تحت حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ذکر کیا ہے کہ اللہ نے قیدیوں کو کھانا کھلانے کا حکم بیان کیا ہے جو مشرک تھے تو پھر مسلمان بھائیوں کے کھانا کھلانے کا کیا حال (ثواب) ہوگا۔ کہ وہ قابل احترام اور اس کے زائد مستحق ہیں۔

(الدر المنثور جلد ۸ صفحہ ۳۷۱)

کھانا کھلانا اور اس میں توسع اور سخاوت کا مزاج اہل جنت کے اوصاف ہیں۔ کہ اللہ پاک نے اہل جنت کے اعمال میں اسے ذکر کیا ہے۔ اس کے برخلاف کھانا نہ کھلانا، اس میں بخل کرنا، باوجود ضرورت کے اس میں تنگی کرنا، یا کھلانے کا مزاج ہی نہ ہونا۔ یہ کافر اہل جہنم کے اوصاف ہیں۔ چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ کن اعمال نے تم کو جہنم میں پہنچایا۔ ”مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ“ اس کے جواب میں وہ نماز کا نہ پڑھنا۔ مسکینوں کو کھانا

نہ کھلانا باطل میں مشغول رہنا ذکر کریں گے۔ ”لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ الخ“

اسی طرح سورۂ ماعون میں دین کا انکار اور جھٹلانے والوں کے اوصاف میں ہے۔ ”وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ“ کہ وہ اپنے آپ کو اور نہ دوسروں کو غریبوں کو کھانا کھلانے پر ابھارتے ہیں۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اطعام طعام اہل ایمان اہل جنت کے اوصاف میں سے ہے۔ اس کے خلاف کھانا نہ کھلانے کا مزاج اہل جہنم کے اوصاف اور ان کی عادات میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت کے اوصاف سے نوازے اور اہل جہنم کے اوصاف سے بچائے۔ آمین۔

جنت میں جانے کے سہل اعمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ اعمال بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا: کھانا کھلاؤ، سلام کو رائج کرو۔ رشتوں کو جوڑو، جب لوگ سو رہے ہوں تو رات میں نماز (تہجد) پڑھو۔ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد، ترغیب صفحہ ۶۲)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہات سے آنے والے نے سوال کیا کہ جنت والے اعمال ہمیں بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: غلام آزاد کرو۔ اس کی قوت نہ ہو تو بھوکوں کو کھلاؤ۔ پیاسوں کو پلاؤ۔

جنت کا وارث کون؟

حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس یہ فرماتے ہوئے گزرے۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ سلام رائج کرو۔ جنت کے وارث بن جاؤ۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۲۰)

جنت کس کے لئے واجب؟

حضرت مقدام بن شریح عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ایسے اعمال بتا دیجئے جس سے جنت واجب ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا۔ سلام کو رائج کرنا جنت کو واجب کر دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۲۰)

جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مؤمن کو پیٹ بھر کھلائے۔ تو اللہ پاک جنت کے جس دروازے سے چاہے اسے داخل ہونے دے گا۔ وہ تمام لوگ جو اسی جیسے اعمال کے عامل ہوں گے ہر دروازے سے داخل ہوں گے۔ (طبرانی ترغیب صفحہ ۶۶۰)

جنت کا شیش محل کس کے لئے؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک ایسا محل ہے جس کا اندر باہر سے اور باہر اندر سے نظر آتا ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یہ محل کس کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اس کے لئے ہے جس کا طرز کلام اچھا ہو۔ لوگوں کو کھانا کھلاتا ہو۔ اور جب لوگ سو رہے ہوں تو وہ نماز پڑھتا ہو۔ (طبرانی۔ ترغیب صفحہ ۶۳)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندر باہر سے اور باہر اندر سے نظر آئے۔ ان جیسوں کے لئے ہیں۔

قیامت کی سختی سے محفوظ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اپنے بھائی کو ایک میٹھا لقمہ چکھایا۔ وہ قیامت کے دن کی سختی کو نہ چکھے گا۔ (کتاب البر صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: جب ایک لقمہ کا یہ ثواب ہے تو پورے کھانے کا کیا ثواب ہوگا۔

لوگوں میں بہتر کون؟

حضرت حمزہ بن صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو کھانا کھلائے۔ (اسی وجہ سے میں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ کھانا کھلاتا ہوں اور کھانے میں زائد خرچ ہوتا ہے)۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۳۲۹)

رحمت کے اسباب کیا ہیں؟

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمت کے اسباب غریب مسلمانوں کو کھانا کھلانا ہے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۴)

قیامت کی سختی سے کون محفوظ؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مؤمن کو ایک لقمہ میٹھا کھلائے خدائے پاک اسے قیامت کی سختی سے محفوظ رکھے گا۔ (کنز العمال، کتاب البر ابن جوزی صفحہ ۲۴۴)

کس کے لئے جہنم کے درمیان سات خندقیں حائل؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کو کھانا کھلایا یہاں تک کہ پیٹ بھر گیا اور پانی پلایا یہاں تک کہ سیراب ہوگیا۔ تو اللہ پاک اس کے لئے جہنم سے

دور سات خندقیں حائل فرما دیتے ہیں اور ہر خندق کی مسافت پانچ سو سال کے برابر ہوگی۔

(مکارم طبرانی صفحہ ۳۷۱، الترغیب صفحہ ۶۵)

جنت کا پھل کون توڑے گا؟

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مؤمن کو بھوک پر کھانا کھلائے خدائے پاک اسے جنت کا پھل کھلائے گا۔ جو کسی مؤمن کی پیاس بجھائے خدا اسے جنت کا خالص شراب پلائے گا۔ جو مؤمن کسی کپڑے کی ضرورت والے کو کپڑا پہنائے خدا اسے جنت کا جوڑا پہنائے گا۔ (الترغیب صفحہ ۶۶)

خدا ملائکہ پر فخر فرماتے ہیں

حضرت جعفر عبدی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے پاک ملائکہ سے ان لوگوں پر فخر فرماتے ہیں جو اس کے بندوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (الترغیب صفحہ ۶۸)

کھانا کھلانے پر تین آدمی جنت کے مستحق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک لقمہ کی وجہ سے یا ایک کھجور یا اس کے مثل جو کسی ضرورتمند کو نفع دے تین آدمی کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ ایک تو وہ جس نے کھلانے کا حکم دیا۔ دوسرا اس کی بیوی جس نے کھانا بنایا۔ تیسرے وہ خادم جس نے اس غریب کو کھلایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اللہ کی حمد ستائش جس نے خادم (تک کو نوازا) بھولا نہیں۔ (الترغیب جلد ۲ صفحہ ۶۵)

اسباب مغفرت کیا ہیں؟

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغفرت کے اسباب میں سے اہل حاجت کو کھانا کھلانا بھی ہے۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۷۰)

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ مغفرت کے اسباب کھانا کھلانا اور سلام کرنا ہے۔

عرش کے سایہ میں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اہل ضرورت کو کھانا کھلائے خدا اسے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ (مکارم صفحہ ۳۷۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ تین شخصوں کو خدائے پاک اس دن سائے میں رکھے گا جس دن کوئی سایہ اس کے سایہ کے علاوہ نہ ہوگا۔

1. مشقت کے باوجود وضو کرنے والا (مثلاً سردی میں)
2. اندھیرے میں مسجد جانے والا۔
3. بھوکوں کو کھانا کھلانے والا۔ (الترغیب جلد۲ صفحہ ۶۸)

جو کسی کو ایک لقمہ کھلائے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے کسی بھائی کو ایک میٹھا لقمہ کھلائے خدائے پاک اسے قیامت کے دن حشر کی سختی سے محفوظ رکھے گا۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۷۳)

فرشتوں کی دعائے رحمت کب تک؟

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگوں کے کھانے کے لئے) دسترخوان جب تک لگا رہتا ہے۔ فرشتوں کی جانب سے دعائے رحمت ہوتی رہتی ہے۔

(مکارم طبرانی صفحہ ۳۷۲)

فائدہ: لوگوں کو کھانا کھلانا دسترخوان وسیع رکھنا یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔ یتیم مساکین مسافرین اور اہل علم وفضل اور دین کی خدمت کرنے والوں پر دسترخوان کا عام رکھنا یہ دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں اس عظیم ثواب کا باعث ہے جس کا بیان گزرا۔ اہل علم اور دین کی خدمت کرنے والوں کو کھلانے کا زیادہ ثواب ہے۔ سات سو گنا تک ان پر خرچ کرنے کا ثواب ہوتا ہے۔ مبارک اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان فضائل کے حامل ہیں۔ دین ودنیا کی دولت لوٹ رہے ہیں۔

کسی کو کپڑا دینا یا پہنانا

جنت کا سبز لباس

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی ضرورت مند کو کپڑا پہنایا تو خدائے پاک اسے جنت کا سبز جوڑا پہنائے گا۔ (کتاب البر صفحہ ۲۴۳، ابوداود، مکارم طبرانی صفحہ ۳۸۱)

جنت کے جوڑے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مؤمن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے گا۔ خدائے پاک اسے جنت کا پھل کھلائے گا۔ جو مؤمن کسی کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا خدائے پاک قیامت کے دن اسے خالص شراب پلائے گا۔ جو مؤمن کسی مؤمن کو ضرورت پر کپڑا پہنائے گا خدائے پاک اسے جنت کا جوڑا پہنائے گا۔ (ترمذی، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۶۶)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا بہترین اعمال کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کو خوش کرنا۔ بھوکے کو کھانا کھلانا۔ کسی کے ستر کو چھپانا (یعنی کپڑا پہنانا) یا اس کی کسی ضرورت کو پورا کرنا۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چادر لے کر آئی جس کے کنارے خوش نما بنے ہوئے تھے۔ عورت نے کہا میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں آپ اسے قبول فرمالیجئے۔ آپ کو ضرورت تھی آپ نے لے لی۔ آپ اس کا تہبند بنا کر تشریف لائے تو ایک دیہاتی نے کہا اے اللہ کے رسول یہ مجھے بخش دیجئے۔ چنانچہ آپ مجلس میں جب تک تشریف فرما رہے (اس میں ملبوس رہے) پھر واپس آئے اس تہبند کو تہہ کر آپ نے اسے حوالہ کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ آپ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے اس نے کہا میں نے اسے پہننے کے لئے بھی نہیں مانگا بلکہ اس کے لئے مانگا کہ اس کا کفن بناؤں گا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۷ صفحہ ۵۰)

جب تک بدن پر کپڑا تب تک خدا کی حفاظت میں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن صحابہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مجمع میں ایک نیا کرتہ منگا کر زیب تن فرمایا۔ گردن تک بھی ڈال نہیں پائے تھے کہ یہ دعا پڑھی:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ"

پھر کہا میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اسی طرح کیا۔ پھر فرمایا قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کوئی مسلمان بندہ جب کوئی نیا کپڑا پہنتا ہے پھر یہ دعا پڑھتا ہے۔ پھر اپنے پرانے کپڑے کی جانب رخ کرتا ہے اور کسی مسلمان کو پہنا دیتا ہے۔ یا کسی غریب مسکین کو دے دیتا ہے۔ اور یہ محض اللہ کے واسطے کرتا ہے (نام و شہرت کے لئے نہیں کرتا) تو اس وقت تک خدا کی حفاظت اور ضمان میں اور اس کی پناہ میں رہتا ہے جب تک کہ اس کے بدن پر ایک چیتھڑا بھی رہتا ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۸)

ایسا آدمی خدا کی حفاظت اور اس کی پناہ میں رہتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ اچانک حوادث و مصائب سے محفوظ رہے گا۔ جو حفظ و امان میں رہنا چاہتا ہے وہ کپڑا پہنایا کرے۔ اس کی برکت سے جانی حوادث سے محفوظ رہے گا۔

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا

تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا صدقہ ہے

حضرت ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انسان کے جسم میں ہڈیوں کے تین جوڑ ہیں۔ ہر جوڑ کے بدلہ اس پر ایک صدقہ ہے۔ حضرات صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے نبی کون اس کی وسعت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا مسجد میں ناک لگی ہو تو اس کو (کھرچ کر) دفن کر دینا۔ راستہ کی تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو چاشت کی دو رکعت اس کی جانب سے کافی ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۱۱)

فائدہ: اس سے چاشت کی نماز کی اہمیت معلوم ہوئی کہ انسانی جوڑ کے صدقہ کا یہ متبادل ہے۔

حضرات ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستہ کی تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا صدقہ ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۱۱)

فائدہ: ایسی چیز جن سے راستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو ہٹا دینا، دور کرنا صدقہ ہے۔

ایک شخص کی مغفرت کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا انتقال ہو گیا۔ اس نے کوئی نیکی نہیں کی تھی۔ ہاں مگر اس نے راستہ سے کانٹے کی ٹہنی اٹھا کر پھینکی یا کوئی درخت تھا جسے کاٹ ڈالا اور اسے کنارے ڈال دیا۔ اللہ پاک نے اسے اس کے بدلے جنت میں داخل کر دیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۲، ابوداؤد صفحہ ۷۱۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہو کہ آدمی معمولی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھے اور اسے نہ چھوڑے۔ شاید کہ یہی اس کے لئے باعث نجات ہو جائے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ آدمی کی بڑی بڑی نیکیاں رہ گئیں۔ اور معمولی نیکی جس کی اس کے نزدیک کوئی وقعت واہمیت نہ تھی مغفرت کا باعث بن گئی۔

امت کے بہترین اعمال

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے اچھے اور برے اعمال مجھ پر پیش کئے گئے۔ تو میں نے اچھے اعمال میں سے راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا پایا ہے۔

فائدہ: یعنی یہ معمولی نیکی بھی اعمال فاضلہ میں اور بلند اعمال میں داخل ہے کہ ایک انسان تکلیف اور ضرر سے بچتا ہے اور اس سے کسی کو ضرر سے بچانے کی اہمیت معلوم ہوئی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۲)

نفع بخش عمل

حضرت ابو برزہ اسلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کوئی عمل بتا دیجئے جس سے نفع ہو؟ آپ نے فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹایا کرو۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۵۱۲)

جس کی نیکی قبول وہ جنت میں

حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا جو شخص مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرے اس کے لئے نیکی کی لکھی جاتی ہے اور جس کی نیکی قبول ہوگئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۶۱۸)

فَائِدَہ: یعنی مقبول نیکیوں کا صلہ جنت ہے۔ خدائے پاک ہماری نیکیوں کو قبول فرمائے۔

نیکیاں زائد

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے انس! مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹاؤ۔ تمہاری نیکیاں زائد ہوں گی۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۵۱۶)

فَائِدَہ: یعنی اس عمل کا ثواب ملے گا جس سے نیکیوں میں زیادتی ہوگی۔

جنت کے مزے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک درخت تھا جو راستہ میں لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک شخص نے راستہ سے اکھاڑ کر الگ کر دیا۔ اس پر نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں نے اس آدمی کو جنت میں اس درخت کے سایہ میں کروٹ لیتے دیکھا۔ (مسند احمد، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۶۲۱)

مسلم کی حدیث میں اس طرح ہے کہ میں نے ایک آدمی کو جنت میں کروٹ لیتے دیکھا۔ جس نے راستہ سے ایک تکلیف دہ درخت کو کاٹ دیا تھا۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۲۶۰)

فَائِدَہ: دیکھئے معمولی نیکی پر کیسا عظیم ثواب پایا۔ اس لئے نیکی خواہ چھوٹی ہی ہو اس کی قدر کرے۔

ایک پتھر کے ہٹانے پر بھی جنت

حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو شخص راستہ سے ایک پتھر بھی ہٹا دے۔ تو اسے ایک نیکی ملتی ہے اور جس کی نیکی ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۵۱۶، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۶۱۹)

ایک ہڈی کا اٹھانا بھی صدقہ ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستہ سے ایک ہڈی کا اٹھانا بھی صدقہ ہے۔ (بیہقی جلد ۷ صفحہ ۵۱۶، مکارم الخرائطی صفحہ ۵۱۶)

ایمان کی شاخیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر سے اوپر شاخیں ہیں۔ سب سے ادنیٰ (آخری) درجہ یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزیں ہٹا دے اور سب سے اونچا درجہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ“ ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷، بخاری صفحہ ۱۰، مسلم)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا اور دور کر دینا گو بظاہر معمولی کام ہے۔ مگر اس کا ثواب بہت ہے۔ اور اللہ کے نزدیک اس کی بڑی قیمت ہے۔ ٹھیک اسی طرح اس کے بالمقابل راستہ میں کسی ایسی صورت کا اختیار کرنا جس سے گزرنے والے کو تکلیف ہو، گزرنے میں پریشانی ہو۔ گناہ اور بے مروتی اور ظلم کی بات ہے۔ مثلاً راستہ پر پانی بہا دینا کہ کیچڑ پیدا ہو جائے۔ کوڑا کرکٹ ڈال دینا۔ غلاظت ڈال دینا۔ اسی طرح سائیکل موٹر یا گاڑی کھڑی کر دینا کہ گزرنے والے کو تکلیف اور پریشانی ہو درست نہیں۔ اسی طرح دیکھا گیا ہے کہ لوگ گلیوں میں عام راستوں میں دہلیز نکال دیتے ہیں دروازے کی سیڑھی بنا دیتے ہیں یہ بھی درست نہیں ظلم اور گناہ کی بات ہے۔ کہ غیر مملوک زمین کو اپنی ملک اور تصرف میں لانا ہے۔ اور عام لوگوں کے حق کو ضائع کرنا ہے۔ اسی طرح راستہ میں بچوں کو پاخانہ کرا دیتے ہیں جس سے گزرنے والوں کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ اور وہ کچھ بھلا برا کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ نہایت ہی قبیح فعل ہے لعنت کے امور میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے اور لعنت فرمائی ہے۔ آج کل راستوں پر عام طریقہ سے ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو گزرنے والوں کے لئے اذیت وکلفت کا باعث ہوتی ہیں۔ لوگ بددینی، بے مروتی اور جہالت کی وجہ سے اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور لوگوں کی لعنت وخدائی گرفت میں گرفتار ہوتے ہیں۔

اہل تعلق کی آمد پر خوشی کا اظہار

آنے والے کو خوش آمدید کہے

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ کپڑے سے پردہ کئے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا ام ہانی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا اے ام ہانی (خوش آمدید اے ام ہانی)۔

(بخاری صفحہ ۹۱۲، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی جہل کہتے ہیں کہ میں جب آپ کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا اے "مہاجر سوار۔" (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب وفد قیس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا۔ (بخاری صفحہ ۹۱۲)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتی تو آپ مرحبا فرماتے۔

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ اہل تعلق ومحبت کے آنے پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنا مسنون اور اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ ہماری زبان میں اس مرحبا کا ترجمہ خوش آمدید ہے۔

سلام

سلام اور قرآن

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْرُدُّوْهَا﴾ (سورہ نساء:۸۶)

ترجمہ: ”اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر طور پر سلام کرو یا اسے لوٹا دو۔“

(تفسیر ماجدی جلد ا صفحہ ۲۷۷)

جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”احکام القرآن“ میں کہا: اہل عرب ایک دوسرے کو حیاک اللہ (خدا تجھے زندہ رکھے) سے سلام کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اسے السلام علیکم سے بدل دیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے مطابق (آیت کے نازل ہونے کے بعد) سلام کیا اور کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں سلام کرنا مستحب ہے اور جواب دینا واجب ہے۔ سلام کے جواب میں سلام تو بہرحال واجب ہے۔ اس کے بعد دو اختیار دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ جواب سلام، سلام سے بہتر ہو۔ مثلاً ”السلام علیکم“ کہے تو جواب ”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ“ کہا جائے۔ اور ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہے تو ”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہا جائے۔ اور مسلمان کو زیادتی کے ساتھ جواب دیا جائے۔ (احکام القرآن صفحہ ۳۰۹)

دنیا کی ہر مہذب قوم میں اس کا رواج ہے کہ جب آپس میں ملاقات کریں تو کوئی کلمہ آپس میں موانست اور اظہار محبت کے لئے کہتے ہیں لیکن موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ اسلامی سلام جتنا جامع ہے کوئی دوسرا ایسا جامع نہیں۔ کیونکہ اس میں صرف اظہار محبت ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ ادائے حق محبت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ آپ کو تمام آفات اور آلام سے سلامت رکھیں۔ پھر دعا بھی عرب کے طرز پر صرف زندہ رہنے کی نہیں بلکہ حیات طیبہ کی دعا ہے۔ یعنی تمام آفات و آلام سے محفوظ رہنے کی۔ اس کے ساتھ اس کا بھی اظہار ہے کہ ہم تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ ایک دوسرے کو کوئی نفع بغیر اس کے اذن کے نہیں پہنچ سکتا۔ اس معنی کے اعتبار سے یہ کلمہ ایک عبادت بھی ہے اور اپنے مسلمان بھائی کو خدا تعالیٰ کی یاد دلانے کا ذریعہ بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تحیہ ایک عالم گیر جامعیت رکھتا ہے۔

❶ اس میں اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہے۔
❷ تذکیر بھی۔
❸ اپنے بھائی مسلمان سے اظہار تعلق ومحبت بھی۔
❹ اس کے لئے بہترین دعا بھی۔
❺ اوراس سے یہ معاہدہ بھی کہ میرے ہاتھ اور زبان سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔

(معارف القرآن پارہ ۵ صفحہ ۱۵۳)

سلام کو رائج کرنے کا حکم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا۔ مریض کی عیادت کا، جنازہ کے ساتھ چلنے کا، چھینک کے جواب کا، مہمان کی خدمت کا، مظلوم کی مدد کا، سلام کو پھیلانے کا، قسم پوری کرنے کا۔ (بخاری صفحہ ۹۳۱)

فائدہ: حدیث پاک میں افشاء سلام کا ذکر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام لوگوں کے درمیان سلام کثرت سے رائج کرے، اسے پھیلائے، ہر ایک کو سلام کرے۔ خواہ متعارف ہو یا غیر متعارف، چھوٹا ہو یا بڑا، عامۃ الناس میں سے ہو یا خواص میں سے۔ صالح صاحب تقویٰ و زہد ہو یا نہیں۔ جب بھی ملاقات ہو سلام کرے اور سلام میں پہل کرے۔

سلام اللہ کے ناموں میں سے ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سلام اللہ پاک کے ناموں میں سے ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر رکھا ہے۔ پس آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۹۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس کو آپس میں (سلام کر کے) رائج کرو۔ (مجمع الزائد جلد ۸ صفحہ ۲۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سلام اللہ کے ننانوے ناموں سے ایک ہے۔ اس کے معنی سلامتی اور حفاظت کے ہیں اس معنی کی رعایت سے دعا کے طور پر بندوں کے درمیان رائج کیا۔ لہٰذا اسے خوب پھیلاؤ۔

سب سے پہلا سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ ان کی لمبائی ۶۰ ہاتھ تھی۔ جب پیدا کیا تو فرمایا جاؤ فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہے ان کو سلام کرو۔ اور دیکھو وہ تمہیں سلام کا جواب کیا دیتے ہیں۔ پس وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔

پس انہوں نے کہا السلام علیکم تو انہوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ انہوں نے رحمۃ اللہ زیادہ کیا۔

(ادب مفرد بخاری صفحہ ۹۱۹، شرح السنۃ جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا اور روح ڈالی تو حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی۔ تو الحمد للہ کہا اللہ کے حکم سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یرحمك الله" اے آدم جاؤ فرشتوں کی مجلس میں۔ اور ان کو السلام علیکم کہو۔ انہوں نے السلام علیکم کہا تو ملائکہ نے جواب میں علیک السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ پھر اپنے رب کی جانب لوٹے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے آپس کے درمیان کا سلام وجواب یہی ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۰۰)

کلام و گفتگو سے قبل سلام

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گفتگو سے قبل سلام ہے۔

(ترمذی صفحہ ۹۸)

فائدہ: اسلامی شعائر اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ گفتگو اور ملاقات میں اولاً سلام کرے۔ بلا سلام کئے گفتگو نہ کرے۔

سلام کی کثرت سے نیکیاں زائد

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اپنے گھروں میں کثرت سے نماز پڑھا کرو تمہارے گھروں میں بھلائیاں اچھائیاں زائد ہوں گی۔ میری امت میں جس سے ملاقات ہو سلام کیا کرو۔ تمہاری نیکیاں زائد ہوں گی۔ (بیہقی، جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۸۶)

جنت کے اعمال

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! سلام رائج کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو، جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔ جنت میں سہولت و آرام کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (ترمذی، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۴۲۵)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی عبادت کرو، سلام کو پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۲۴)

جنت کس عمل سے واجب؟

حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہمیں ایسے اعمال بتائیے جس سے جنت

واجب ہو جائے۔ آپ نے فرمایا خوش کلامی، سلام کو پھیلانا، لوگوں کو کھانا کھلانا۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۴۲۴)

فائدہ: متعدد احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ اعمال جنت کے حصول کا باعث ہیں اگر کوئی کبائر سے محفوظ ہو۔ حق العبد اس کے ذمہ نہ ہو۔ فرائض اور احکام کی پابندی کرتا ہو تو یہ اعمال یقیناً جنت کو واجب کرنے والے ہیں۔

مغفرت کے اسباب

حضرت جیدہ سے طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مغفرت کے موجبات میں سے سلام کو رائج کرنا اور حسن کلام ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۲۶)

سلام آپس کی محبت کا ذریعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں اس وقت تک نہیں داخل ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ۔ اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ میں تم کو بتا دوں محبت کس چیز سے ہوگی۔ لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے کہا آپس میں سلام رائج کرو۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۹۰، ترمذی صفحہ ۹۸)

فائدہ: سلام مصافحہ آپس میں محبت اور مودت کا ذریعہ ہے۔ تعلقات کی خوشگواری اور آپس کی بدگمانی سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

سلام امت کی دعا اور تحیہ ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ سے سنا کہ اللہ عزوجل نے ''سلام'' کو ہماری امت کا تحیہ بنایا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ ۲۹)

فائدہ: یعنی آپس میں ایک دوسرے کو دعا دینے کا کلمہ بنایا ہے۔ جو خیریت و عافیت کی ترجمانی کرتا ہے۔

ابتداء سلام کرنے والا تکبر سے محفوظ ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے محفوظ ہے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سلام میں پہل کرنے والا متکبر نہیں ہوسکتا۔ چونکہ وہ تو یہ چاہے گا کہ لوگ مجھے سلام کیا کریں۔ معلوم ہوا کہ سلام میں پہل تواضع کی علامت ہے جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے۔

سلام کو عام کرنا نجات اور سلامتی کا باعث ہے

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سلام عام کرو۔ (اسے پھیلاؤ) نجات

پاؤ گے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سلام دعائیہ کلمہ ہے۔ ظاہر ہے سلامتی کی دعا سے یقیناً نجات ہوگی۔

سلام بلندی مرتبہ کا باعث

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کو عام کرو، تا کہ بلند رہو۔
(مجمع جلد۸ صفحہ ۳۰، طبرانی، ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۲۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سلام کو خوب عام کرو اس سے خدا کے نزدیک تمہارا مرتبہ بلند رہے گا۔ کہ یہ خدا کے برگزیدہ بندوں کی عادات میں سے ہے۔ جو خدا کو محبوب و پسند ہیں۔ مزید نیک لوگوں کے درمیان تمہارا مرتبہ اخلاق کے اعتبار سے بلند رہے گا۔

ایک دن میں بیس سلام کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک دن میں بیس مرتبہ سلام کیا خواہ جماعت کو یا تنہا لوگوں کو اور اسی دن اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر جنت لازم ہے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ ۳۰)

فائدہ: سلام کی کثرت کی فضیلت میں یہ حدیث بہت اہم اور قابل توجہ ہے کہ بیس سلام جس کے دن و رات میں ہو جائیں جنت اس کے لئے لازم ہے۔

بعض اعمال بہت سہل اور آسان اور اس کا ثواب بہت زائد ہے انہیں میں سے یہ بھی ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سلام کی کثرت منقول ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بازار اسی مقصد سلام کے لئے جاتے تھے۔ کہ سلام کا زیادہ موقعہ ملے اور زیادہ وہ اس کے دینی و دنیاوی فوائد کو حاصل کر سکیں۔

سلام سے درجات بلند

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام کو رائج کرو۔ تا کہ تمہارا درجہ بلند ہو۔ (ترغیب، مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ ۳۰)

فائدہ: سلام اخلاق حمیدہ عالیہ میں سے ہے۔ ابتداء کرنا تواضع و مسکنت کی علامت ہے۔ اور یہ دنیا و دین میں بلندی مرتبہ کی دلیل ہے۔

آپس کے کیا حقوق ہیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔

❶ ان سے ملاقات ہوتو سلام کرو۔

❷ دعوت دے تو قبول کرو۔

❸ نصیحت چاہے تو نصیحت کرو۔

❹ چھینکنے پر "الحمد للّٰہ" کہے تو "یرحمك اللّٰہ" کہو۔

❺ بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرو۔

❻ مرجائے تو اس کے جنازہ میں شریک ہو۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۴۲۶)

فَائِدَہ: دیگر روایتوں میں اس سے زائد بھی حقوق بتائے گئے ہیں۔ تاہم سلام کرنا اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق میں سے ہے جو خدائے پاک نے مسلمانوں کے درمیان محبت ومودت کے قائم رہنے کے لئے مشروع کیا ہے۔

سلام میں پہل کرنے والا افضل

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو سلام میں پہلے کرے وہ لوگوں میں بہتر ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۶، ترمذی)

فَائِدَہ: سلام میں پہل کرنے والا باعث فضیلت ہے۔ بعض لوگ انتظار میں رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ یہ خود سلام کرے۔ سو یہ فضیلت سے محرومی اور کبر کی علامت ہے۔

سلام کا مسنون طریقہ

حضرت جابر بن سلیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے۔ تو اس طرح سلام کہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ (ابن سنی صفحہ ۲۰۰، ابوداؤد)

فَائِدَہ: زندہ کو سلام کرنے کا مسنون اور متعارف طریقہ جس پر امت کا تعامل ہے انہیں الفاظ کے ساتھ ہے۔ گو سلام یا السلام علیکم سے بھی سلام ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ آہستہ سے سلام کرتے ہیں۔ تمام کلمے صحیح طور پر سنائی نہیں دیتے۔ یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ سلام زور سے صاف لفظوں میں کرے۔

سلام میں پہل کرنے والے کو دس نیکیاں زائد

غالب قطان کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو لوگوں پر سلام کرے اسے دس نیکیاں ملیں گی۔ (ابن سنی صفحہ ۱۷۶)

فَائِدَہ: سلام میں پہل کرنا زیادتی ثواب کا باعث ہے اور تواضع ومسکنت کی علامت ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ سلام میں سبقت کی تھی۔ متکبرین جاہ ووقار والے ابتداء سلام کم کرتے ہیں وہ دوسروں کے سلام کا

انتظار کرتے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں۔

سلام کا جواب نہ دینے پر وعید

حضرت عبدالرحمٰن بن شبلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو سلام کا جواب نہ دے وہ میری امت میں سے نہیں۔ (ابن سنی صفحہ ۱۷)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ ابتداء سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے۔ ابن عبدالبر مالکی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے جواب کے فرض ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ (حاشیہ ابن سنی)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو کسی ناراضگی اور شکایت یا باہمی اختلاف کی وجہ سے جواب نہیں دیتے یہ درست نہیں۔ یہ کبر اور فسق ہے۔

خطوط ومرسلات میں تحریری سلام

نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نام تعزیت نامہ جوان کے صاحبزادے کی وفات پر لکھا تھا اس کی ابتداء آپ نے بسم اللہ کے بعد سلام سے اس طرح کی تھی۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعْدُ" (الحدیث رواہ الحاکم حصن صفحہ)

فَائِدَہ: نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جب بھی کسی کو خط یا مراسلہ لکھوایا تو اولاً سلام لکھوایا۔ پھر مقصد تحریر پیش کیا۔ حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بھی اسی طریقہ پر عمل کیا۔ امام بخاری نے ادب المفرد میں باب قائم کیا ہے۔ "كَيْفَ يَكْتُبُ صَدْرَ الْكِتَابِ" کہ خطوط ومراسلہ کی ابتداء کس طرح کرے۔ پھر حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی ان روایتوں کو بیان کیا ہے جس میں خطوط ومراسلہ کی ابتدا بسم اللہ اور سلام سے ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ انہوں نے بیعت کے متعلق جب عبدالملک کو خط لکھا تو اس طرح لکھا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لِعَبْدِ الْمَلِكِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ سَلَامٌ عَلَيْكَ" (ادب مفرد صفحہ ۳۲۷)

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت معاویہ کو خط لکھا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد "سلام علیك امیر المؤمنین ورحمة الله" لکھا۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۲۷)

خیال رہے کہ حدیث پاک میں السلام قبل الکلام۔ ہر گفتگو اور بات سے قبل سلام سنت ہے۔ ظاہر ہے کہ تحریری مکاتب ومراسلہ بھی کلام ہے۔ لہٰذا اس کی ابتداء بھی سلام سے ہونی چاہئے۔ اسی پر حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور خیر القرون اور اس کے بعد کا تعامل ہے۔ اس لئے اہل اسلام کے لئے خطوط اور مراسلہ میں بسم

اللہ پھر سلام کا لکھنا صرف طریق مسنون ہی نہیں بلکہ اسلامی شعائر میں سے بھی ہے۔

۷۸۶ کا لکھنا خلاف سنت ہے

خیال رہے کہ خطوط اور مراسلہ میں ۷۸۶ لکھنے کا بہت عام رواج ہے۔ یہ بالکل غلط اور خلاف سنت و اسلاف ہے۔ اس کے لکھنے سے ہرگز سنت نہ ادا ہوگی نہ سنت کا ثواب ملے گا۔ احادیث و آثار سے جو طریقہ ثابت ہے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سلام علیک یا السلام علیک ہے۔ یہی خیر القرون کا عمل رہا ہے۔ خیر القرون اور اس کے بعد ائمہ محققین میں سے کسی سے بھی یہ عدد لکھنا ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اس طریقہ کو چھوڑنا اور ترک کر کے طریقہ سنت کو رائج کرنا لازم ہے۔ اور یہ عذر شرعاً معتبر نہیں کہ بسم اللہ کے لکھنے سے بے ادبی ہوتی ہے بچانا لازم ہے وہ ایسے کاغذوں کو محفوظ جگہ میں رکھ کر دفن کر دیا کریں یا جلا کر زمین میں چھپا دیا کریں۔ اس طرح بجائے السلام علیک کے محض سلام مسنون لکھنا یہ بھی بہتر نہیں اس سے سلام کا جو ثواب آیا ہے وہ نہیں ملتا۔ عوام ہی نہیں خواص بھی اس سے غافل ہیں۔ دراصل ماحول میں کوئی چیز رائج ہو جاتی ہے تو پھر اس کے خلاف جلدی ذہن نہیں جاتا۔ اور رواج شدہ امور کو مشروع سمجھا جانے لگتا ہے۔ خدائے پاک دین کا فہم اور علم پھر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

ہر اعلیٰ ادنیٰ کو سلام کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ اور قلیل کثیر کو سلام کرے۔ (بخاری صفحہ ۹۲۱)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کو سلام کرے۔ اعلیٰ ادنیٰ کو سلام کرے۔ تاکہ تواضع اور ربط محبت کی شکل پیدا ہو۔ بڑے مرتبہ والے چھوٹے کو سلام کریں گے تو چھوٹے بھی سلام کریں گے۔ غیروں کی طرح یہ طریقہ ہمارے یہاں نہیں کہ ادنیٰ اعلیٰ کو چھوٹے بڑے کو سلام کریں۔ بلکہ ہر مؤمن ایک دوسرے کو سلام کرنے میں سبقت کرے۔ اسی طرح خواہ متعارف ہو یا غیر متعارف سب کو سلام کرے۔

سلام تین مرتبہ تک کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے۔ اور گفتگو کرتے تو تین مرتبہ اس کو لوٹاتے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۳۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ اجازت لیتے وقت سلام کرتے۔ پہلے دوسرے میں جواب نہ ملنے پر تیسری مرتبہ سلام کرتے اگر تیسرے کا جواب نہ دیا جاتا تو واپس ہو جاتے۔

سونے والے کو سلام کس طرح کرے؟

حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ رات میں (اپنے گھر) تشریف لاتے تو اس طرح سلام کرتے کہ سویا ہوا جاگتا نہیں اور جاگتا ہوا سن لیتا۔ (ادب مفرد صفحہ۳۰۲)

فائدہ: یعنی آپ آہستہ سلام فرماتے تاکہ سوتا آدمی جاگ نہ جائے اور اس کی نیند میں خلل نہ پڑے۔اس سے معلوم ہوا کہ سونے والے شخص کی رعایت لازم ہے۔ کہ اس کی نیند اس کے سبب سے نہ ٹوٹے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوتے ہوئے کے قریب نہ زور سے گفتگو کرے۔ نہ کوئی ایسی حرکت کرے کہ اس کی نیند ٹوٹ جائے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کسی سبب سے نیند ٹوٹ جاتی ہے تو دوبارہ نہیں آتی جو اس کے لئے پریشانی کی بات ہوتی ہے۔ اور کسی مؤمن کو اپنے فعل سے تکلیف و پریشانی میں ڈالنا درست نہیں۔

بغیر سلام کے اجازت نہیں

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اجازت چاہنے سے قبل سلام نہ کرے اسے اجازت نہ دو۔ (مشکوۃ صفحہ۴۰۱، مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۳۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کے گھر یا مجلس وغیرہ میں آنے کی اجازت چاہے اور پہلے سلام نہ کرے تو اسے داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً سلام کرے پھر اجازت چاہے۔

بغیر سلام کے آئے تو واپس کردے

صفوان بن امیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ وہ حضور پاک ﷺ کے پاس چلے گئے نہ اجازت لی نہ سلام کیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ واپس ہو جاؤ۔ اور کہو السلام علیکم، کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ (ترمذی صفحہ۱۰۰)

فائدہ: کسی کے گھر یا کمرہ وغیرہ میں جائے تو اولاً سلام کر کے اجازت لے لے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر بغیر سلام کے داخل ہو جائے تو اسے واپس کردے اور سلام کے ساتھ داخل ہونے کی تاکید کرے۔ بعض لوگ واپس کرنے سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اسے تشدد قرار دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ آپ راہ اعتدال پر تھے متشدد نہ تھے۔ یہ تو طریقہ مسنون کی ترویج و مشق ہے۔

بخیل کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے۔ (ادب مفرد صفحہ۲۹۹)

فائدہ: یعنی جو شخص سلام کا عادی نہیں۔ لوگوں کو سلام نہیں کرتا وہ بخیل ہے۔ اور بخل کی مذمت جو حدیث پاک

میں ہے اس کا مستحق ہے۔

کسی کے سلام کا جواب کس طرح دے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام سلام کہتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: علیہ السلام و برکاتہ۔

(ترمذی جلد۲ صفحہ ۹۹، بخاری صفحہ ۹۲۴)

فائدہ: سلام کے جواب میں سلام کرنے والے کے مقابلہ میں دعائیہ کلمہ زائد کرنا افضل ہے۔

کسی دوسرے کو سلام بھیجنا

حضرت غالب ابن قطان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ مجھے میرے والد نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ اور سلام پیش کرو۔ چنانچہ میں نے آپ کی خدمت میں والد کا سلام پیش کیا تو آپ نے فرمایا "عَلَیْکَ وَعَلٰی اَبِیْکَ السَّلَامُ" (نزل الابرار صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ غائب کو سلام بھیجنا مسنون مشروع ہے۔ اور جواب میں سلام لانے والے کو بھی شامل کرے اور اس طرح جواب دے وعلیک وعلیہ السلام۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی تھیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ (نسائی، نزل صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: سبحان اللہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کیا عظیم مرتبہ تھا کہ خدا کی جانب سے سلام پیش کیا جا رہا ہے۔ کسی کو سلام بھیجنا خدائے تعالیٰ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مبارک فعل ہے۔

مجلس میں آتے اور اٹھتے وقت سلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی مجلس میں آئے تو سلام کرے پس اگر بیٹھ گیا۔ پھر ختم مجلس سے پہلے اسے اٹھنے کی ضرورت پیش آئے تو سلام کرے۔ (پھر اٹھے)۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۹۸)

فائدہ: مطلب یہ کہ پہلا سلام کافی نہیں بلکہ اٹھتے وقت پھر سلام کرے۔ مگر خیال رہے کہ اگر تقریر یا ذکر وغیرہ میں لوگ مشغول ہوں تو سلام نہ کرے۔

سلام کا ثواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی! جو شخص بھی

مجلس سے گزرتا ہے۔ اور اہل مجلس کو سلام کرتا ہے۔ تو اس کا درجہ بلند ہوتا ہے دس نیکیاں لکھی جاتیں ہیں۔
(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۳۱)

سلام کا ثواب کم اور زائد

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا السلام علیکم۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جواب دیا اور فرمایا دس نیکیاں۔ پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جواب دیا اور فرمایا بیس نیکیاں۔ پھر ایک شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تیس نیکیاں۔

اسی طرح سہل بن حنیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ جس نے السلام علیکم کہا وہ دس نیکیاں۔ اور جس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا وہ بیس نیکیاں اور جس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا وہ تیس نیکیاں پائے گا۔ ایک روایت میں پچاس نیکیوں کا ذکر ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۳۱)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام کے الفاظ کی کمی زیادتی سے ثواب میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔

قریبی وقفہ ہو تب بھی سلام کرے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے۔ اگر درخت کی آڑ آ جائے یا کوئی دیوار حائل ہو جائے اور پھر سے سامنا ہو جائے تو سلام کرے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۹، ابوداود صفحہ ۷۰۷)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اصحاب ساتھ چلتے اور درخت حائل ہو جاتا، جس کی وجہ سے دونوں جانب بٹ جاتے کوئی دائیں کوئی بائیں پھر جب باہم ملتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔ (ترغیب صفحہ ۴۲۸، ادب مفرد صفحہ ۲۹۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام کو تھوڑا وقفہ بھی ہوا ہو تو سلام کرے۔ ہمارے ماحول میں رائج ہے کہ سلام کو تھوڑا وقفہ ہو اور پھر ملاقات ہو جائے تو سلام نہیں کیا جاتا سوچا جاتا ہے کہ ابھی تو کیا ہی ہے۔ سو اس روایت اور تعامل صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے معلوم ہوا کہ اگر بہت معمولی وقفہ بھی ہو اور سلام کیا ہو پھر سلام کرے۔ کہ یہ دعا ہے جس قدر زیادہ ہو بہتر اور باعث ثواب ہے۔

سلام میں زائد الفاظ کہاں تک استعمال کرے

حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آیا اور کہا السلام علیکم۔ آپ نے جواب دیا اور فرمایا دس نیکیاں۔ پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ

نے جواب دیا اور فرمایا بیس نیکیاں۔ پھر ایک شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے جواب دیا وہ بیٹھ گئے پھر فرمایا تیس نیکیاں۔ معاذ بن انس کی روایت میں ہے کہ پھر ایک شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ آپ نے فرمایا چالیس نیکیاں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۹، ابوداود جلد۲ صفحہ ۷۰۶، ترغیب جلد۲ صفحہ ۴۲۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام میں مغفرتہ تک زائد کیا جاسکتا ہے۔ متعدد احادیث شریفہ سے یہ بات ثابت ہے۔ اگرچہ مغفرتہ والی حدیث ضعیف ہے۔ محدث ابوداود نے لکھا ہے کہ فضائل میں معتبر ہے۔ لہٰذا اس کلمہ تک اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کے بعد رضوانہ کی روایت میں بھی اضافہ کا ثبوت ہے۔ چنانچہ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن سنی کی عمل الیوم واللیلہ کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے اصحاب کی بکریاں چرا رہا تھا۔ اس نے آپ کو السلام علیکم یا رسول اللہ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ ورضوانہ۔ (الاذکار صفحہ ۲۰۹)

اسی طرح حافظ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح الباری میں بیہقی کی شعب الایمان کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہمیں جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سلام فرماتے تو ہم لوگ جواب میں یہ کہتے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔

ان روایتوں کے ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان احادیث ضعیفہ کے انضمام سے قوت پیدا ہو جائے گی اور برکاتہ سے زائد کی گنجائش (یعنی مغفرتہ تک) نکل آئے گی۔ اوجز المسالک شرح موطأ امام مالک میں بھی اس مغفرتہ کی زیادتی کو جائز قرار دیا ہے۔ گو سنت (جس پر آپ نے دوام اختیار کیا ہے) معروف روایتوں میں (یعنی برکاتہ تک ہے) ادب مفرد میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے منتہی السلام کا باب قائم کیا ہے کہ سلام کی انتہا کہاں تک ہے۔ پھر حضرت خارجہ ابن زید ثابت کے اس اثر کو پیش کیا ہے۔ وہ خط میں سلام اس طرح لکھتے ہیں۔ السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ وطیب صلوتہ اس سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ برکاتہ پر اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ (صفحہ ۲۹۶)

اس طرح امام بخاری نے ادب المفرد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک اثر کو نقل کرتے ہوئے برکاتہ پر زیادتی کو ثابت کیا ہے۔ کہ سالم ان کے غلام بیان کرتے ہیں میں نے ان کو ایک مرتبہ اس طرح سلام کیا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وطیب صلواتہ۔

(ادب مفرد صفحہ ۳۰۰)

ان تمام احادیث و آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ برکاتہ پر زیادتی کی گنجائش ہے۔ مگر اس کے خلاف حضرت ابن

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ برکاتہ منتہی سلام ہے۔ اس کے بعد زیادتی کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حافظ ہی نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ جو بیہقی کی شعب الایمان کے حوالہ سے ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں آتے ہوئے اس طرح سلام کیا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ومغفرتہ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: برکاتہ تک بس۔ یہیں تک کافی ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۶)

اس روایت کا اعتبار کرتے ہوئے فقہاء احناف نے برکاتہ تک اجازت دی ہے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

اور اسی طرح ہندیہ میں بھی ہے "لا ینبغی ان یزاد علی البرکات" (جلد ۵ صفحہ ۳۲۵)

مگر احادیث و آثار صحابہ کے پیش نظر برکاتہ کے بعد مغفرتہ کی اجازت ملتی ہے۔ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں عملاً اس کا ثبوت ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے منع کرنے کا مقصد اس کا مسنون جس پر آپ کا عمل رہا ہو اس کا اختیار کرنا ہو۔ اور اپنے عمل میں مغفرتہ وغیرہ کا اضافہ حد جواز کو اختیار کرنے کے اعتبار سے ہو۔

متعارف اور واقفین ہی کو سلام کرنا قیامت کی علامت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ جاننے اور پہچاننے والے کو سلام نہ کریں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۳۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب سلام خاص لوگوں کے لئے ہو جائے گا۔

(ادب مفرد صفحہ ۳۰۸)

فائدہ: ہر اہل ایمان کا آپس میں سلام کرنا حق ہے خواہ ایک دوسرے کو پہچانے یا نہ پہچانے۔ صرف متعارف اور واقفین کو سلام کرنا مذموم اور ناپسندیدہ عادت ہے۔ جو قیامت کی علامت ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جس سے تعارف ہوتا ہے صرف اسی کو سلام کرتے ہیں۔

ہر ایک مؤمن کو سلام کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آکر پوچھا اسلام کے اچھے پسندیدہ اعمال کیا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو کھانا کھلاؤ، اور سلام کرو خواہ متعارف ہو یا غیر متعارف ہو۔

(بخاری صفحہ ۹۲۱، ادب مفرد ۳۹۲)

مشترک مجلس میں بھی سلام کرے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مجلس سے گزرے جس میں

مسلمان اور یہود ملے بیٹھے تھے۔ تو آپ نے سلام کیا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۹۹، بخاری صفحہ ۹۲۴)

فائدہ: یعنی ایسی مجلس میں بھی سلام کرے جس میں غیر مسلم وغیرہ بھی ہوں۔ کہ مسلمان مراد ہوں گے اور وہی جواب بھی دیں گے۔ یعنی نیت اہل اسلام کے سلام کی کرے۔ اور جواب بھی مسلمانوں کو ہی دینا چاہئے۔

عورتیں رشتہ دار اور محرم کو سلام کریں

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ پردہ کرا رہی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ (مسلم، نزل الابرار صفحہ ۳۵۱)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام فرمایا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۹، مسند احمد)

فائدہ: خیال رہے کہ اپنی والدہ بہن چچی پھوپھی اور محارم رشتہ داروں کو سلام کرنے کی اجازت ہے قریبی رشتہ داروں میں چچا کی لڑکی۔ یا ماموں پھوپھی کی جوان لڑکی کو سلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح اجنبی عورتوں کو بھی سلام کرنا درست نہیں۔ (حاشیہ بخاری جلد۲ صفحہ ۹۲۳)

بوڑھی عورتوں کو جب اتہام وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو سلام کی اجازت ہے۔ اجنبی عورتوں کو اگر سلام کوئی کر دے تو جواب واجب نہیں ہے۔ اگر جواب دینا چاہے تو دل میں جواب دے سکتی ہے۔ آواز سے جواب دینا درست نہیں۔ (شامی جلد۶ صفحہ ۳۶۹)

عورتیں اجنبی مردوں کو سلام نہ کریں

حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد عورتوں کو سلام کریں۔ (جب کہ اجنبیہ نہ ہو فتنہ کا خوف نہ ہو)۔

اور عورتیں مردوں کو (جب کہ اجنبی ہوں یا فتنہ واتہام کا اندیشہ ہو) سلام نہ کریں۔ (ابن سنی صفحہ ۲۱۶)

فائدہ: عورتیں صرف اپنے محارم اور رشتہ داروں کو جب کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو سلام کر سکتی ہیں۔ کہ ان کی آواز عورت ہے۔ اسی وجہ سے اذان اقامت ان سے ممنوع ہے۔ لہٰذا اجنبی مردوں کو اور غیر محرم رشتہ داروں کو سلام نہ کرے۔ (فتح الباری صفحہ ۳۴)

گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کرے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ شیطان نہ تو اس کے کھانے میں شریک ہو، نہ اس کے ساتھ سونے میں اور نہ اس کے ساتھ رات گزارنے

میں تو جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرے اور کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۳۸)

فائدہ: جس شئے پر اور جس کام پر اللہ کا نام لیا جاتا ہے شیطان اور اس کے تصرف سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ جب گھر میں داخل ہونے کے وقت اللہ کا نام لے لیا جائے گا تو شیطان اس کے ساتھ گھر میں داخل نہ ہوگا۔

سلام شیطان سے حفاظت کا باعث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو۔ جب تم سلام کرو گے تو شیطان تمہارے گھر میں داخل نہ ہوگا۔

(مکارم للخرائطی جلد۲ صفحہ ۸۱۶)

سلام گھر میں خیر و برکت کا باعث

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آٹھ سال تک آپ کی خدمت کی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے انس وضو کو مکمل طور پر ادا کرو۔ عمر میں زیادتی ہوگی۔ امت کے افراد میں سے جس سے ملاقات ہو (خواہ پہچان ہو یا نہ ہو) سلام کرو۔ نیکیاں زائد ہوں گی۔ اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو اہل خانہ پر سلام کرو گھر کی بھلائی میں اضافہ ہوگا۔ (طبرانی جلد۲ صفحہ ۲۰، الخرائطی صفحہ ۸۱۷)

فائدہ: یہ تین نصیحتیں بڑی گرانقدر ہیں۔ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام برکت اور خیر کا باعث ہے۔ جو اپنے گھر کو خیر و برکت سے بھرا دیکھنا چاہتے ہیں وہ سلام کی عادت ڈالیں۔ خود بھی کریں بچوں کو بھی عادت ڈالیں۔

حضرت سعید بن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کرو۔ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا باعث ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۹۹، بیہقی فی الشعب)

گھر سے نکلتے وقت بھی سلام کرے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گھر میں داخل ہو تو سلام کرو۔ اور جب تم گھر سے نکلو تو سلام کے ساتھ رخصت ہو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۹)

فائدہ: جس طرح گھر میں داخل ہوتے وقت سلام مسنون ہے اسی طرح گھر سے نکلتے وقت بھی سلام مسنون ہے۔

کون خدا کی حفاظت میں؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی خدائے پاک کی ضمانت و ذمہ داری میں ہوں گے۔ زندہ رہے تو خدا کی حفاظت میں رہیں گے۔ موت آئی تو جنت میں داخل ہوں گے۔

❶ جو گھر میں داخل ہو تو سلام کرتا ہوا داخل ہو۔ یہ خدا کی ضمانت اور حفاظت میں ہے۔
❷ مسجد سے (عبادت کر کے) نکلنے والا خدا کی ضمانت وحفاظت میں۔
❸ جو خدا کے راستہ میں نکلے وہ خدا کی ضمانت اور حفاظت میں۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۲۰)

فائدہ: ہر مسلمان کو خدا کی ضمانت اور حفاظت کی ضرورت ہے۔ کون اس کا انکار کر سکتا ہے۔ بہت ہلکے اعمال اور ثواب اس قدر اہم ہے۔ خیال رہے کہ گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کی بڑی تاکید ہے۔ اور دینی و دنیاوی برکات وفوائد ہیں۔

بچوں کو بھی سلام کرنا مسنون

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے سلام کیا۔ (بخاری صفحہ ۹۲۳، مسلم)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو بڑی محبت سے سلام فرماتے۔ جس سے آپ کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔ نیز بچوں کو سلام کرنے کا مقصد اس کی تعلیم ہے کہ وہ سلام کے عادی ہوں۔ اس وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب "التسلیم علی الصبیان" قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ بچوں کو سلام کرنا مسنون ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا استحباب نقل کیا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس امرد مراہق کو جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو مثلاً خوب رو ہو تو ممنوع قرار دیا ہے۔ (حاشیہ ابن سنی صفحہ ۹۸۸)

چھوٹا بڑے کو سلام کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ اور قلیل کثیر کو سلام کرے۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کو سلام کرے۔ تاہم ادب اور شرافت کا تقاضہ یہ ہے کہ چھوٹے پر بڑوں کا اکرام ہے۔ لہٰذا اولاً چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ابتداء سلام چھوٹے ہی کے ذمہ ہے۔ بلکہ بڑا بھی چھوٹے کو سلام کرے تاکہ بچوں کی تعلیم اور عادت ہو۔

غیروں کو سلام میں پہل نہ کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ کو سلام میں تم پہل نہ کرو۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۹۸)

فائدہ: جب اہل کتاب کو سلام میں پہل کرنے کی ممانعت ہے تو مشرکین اور بت پرستوں کی بدرجہ اولیٰ

ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ سلام میں پہل اکرام و احترام کی علامت ہے اور یہ اس کے مستحق نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ سلام کریں تو جواب دیا جا سکتا ہے مگر علیہم السلام نہ کہا جائے بلکہ "یَهْدِیْکُمُ اللّٰہُ" کہا جائے گا۔

مجلس میں ایک شخص کا جواب کافی ہے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگ گھر میں آنے کی اجازت چاہتے ہیں ہمیں کیا ایک کی اجازت سب کے لئے کافی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایک کی اجازت کافی ہے۔ پھر پوچھا لوگ گزرتے ہیں اور ان میں سے ایک سلام کرتا ہے کیا جماعت کی جانب سے کافی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا گیا قوم کا ایک فرد جواب دیتا ہے کیا یہ سب کی طرف سے کافی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۳۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جماعت کے ایک شخص کا اجازت میں سلام کرنا۔ جواب دینے میں کافی ہے۔ پوری جماعت کی ضرورت نہیں کہ ہر ہر شخص سلام کرے اور یا ہر ہر شخص جواب دے۔

تنہا شخص جماعت کو سلام کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شادی سے واپس آتے ہوئے آپ کی ملاقات ایک جماعت سے ہوئی جس میں عورتیں بچے اور غلام وغیرہ تھے تو آپ نے ان سب کو سلام کیا۔ (ابن سنی صفحہ ۱۸۹، بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ فرد جماعت کو سلام کرے۔ اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر محدثین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک قلیل کثیر کو سلام کرے پر باب قائم کیا ہے۔ "**سلام القلیل علی الکثیر**" باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلائق سید الانام والمرسلین تھے ہر موقعہ پر خواہ کسی طبقہ کے لوگ ہوں سلام میں سبقت کرتے تھے۔ افسوس کہ بسا اوقات ماحول اور عرف میں بڑوں کو دیکھا جاتا ہے وہ سلام میں سبقت کے بجائے دوسرے کے سلام کرنے کو شرف کا باعث سمجھتے ہیں۔ خصوصاً دینی و دنیاوی عہدے والوں کو سلام میں سبقت کرنا ایک عار جیسا محسوس ہوتا ہے۔ جو شرعاً مذموم ہے۔

مقررین اور خطیبوں کا تقریر اور خطبہ سے پہلے سلام

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر تشریف لاتے تو لوگوں کی طرف رخ فرماتے اور ان کو سلام فرماتے۔ (طبرانی، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۲۰)

حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرسلاً بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف لاتے تو لوگوں کی طرف رخ فرماتے۔ اور السلام علیکم فرماتے ...... (پھر خطبہ دیتے) اسی طرح حضرت ابوبکر اور عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے۔

ابونضرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب منبر پر تشریف لاتے تو لوگوں کو سلام فرماتے۔ عمر بن مہاجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ جب منبر پر تشریف لاتے تو لوگوں کو سلام فرماتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تقریر اور خطبہ سے قبل سلام مشروع ہے۔ بعض حضرات اس پر نکیر کرتے ہیں سو یہ درست نہیں ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ البتہ احناف کے نزدیک خطبہ سے قبل سلام کرنا۔ خطبہ کی سنتوں میں سے نہیں ہے کہ اس کا فقہی سنت ہونے کے اعتبار سے اہتمام کیا جائے گا۔ (بحرالرائق جلد۲ صفحہ ۱۵۸)

طحطاوی علی المراقی میں حدادی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مشائخ احناف رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت کا قول لکھا ہے کہ خطیب سلام کرے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی جوہرہ کے حوالہ سے لاباس کہہ کراجازت دیتے ہوئے کراہت جو ترک کا مفہوم تھا نفی کی ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۱۵۰)

خیال رہے کہ گو اس باب کی یہ احادیث ضعیف ہیں۔ مگر ان احادیث سے مشروعیت ہی نہیں استحباب بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی فتح القدیر کے حوالہ سے ہے۔ ضعیف سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔

لہٰذا خطبہ عیدین و جمعہ اور اسی طرح خطاب و تقریر سے پہلے آتے ہوئے بیٹھتے ہوئے سلام کرنا مشروع ہے اس پر رد اور نکیر درست نہیں۔

پیشاب کرنے والے کو سلام نہ کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے پیشاب کرنے کی حالت میں سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے کسی شخص کو سلام کرنا منع ہے۔ اور جواب دینا بھی منع ہے۔ اسی طرح ان مقامات پر سلام کرنا منع ہے۔

1. درس یا سبق کی مجلس میں۔
2. نماز پڑھتے ہوئے شخص کو۔
3. جو شخص ذکر و تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو۔
4. کھانے والے شخص کو۔

۵ علمی تکرار اور بحث و مباحثہ کرتے ہوئے حضرات کو۔ (شامی جلد ۶ صفحہ ۴۱۵)

علیک السلام کہنا ممنوع ہے

حضرت جابر بن سلیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں آیا اور علیک السلام کہا۔ تو آپ نے فرمایا علیک السلام مت کہو۔ (یہ مردوں کا سلام ہے) بلکہ السلام علیکم کہو۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۱)

فَائِدَہ: مردوں کو جن الفاظ کے ساتھ سلام کرتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ زندوں کو سلام کرنا منع ہے۔ مردوں کا سلام علیک السلام ہے۔ خیال رہے کہ اہل جنت کا آپس میں سلام علیکم بغیر الف لام کے ہوگا۔

غیر مسلم کو سلام نہ کرے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہود نصاریٰ کو اولاً سلام نہ کرو۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۸)

فَائِدَہ: اگر کسی خطرے کا اندیشہ ہو یا کوئی ضرورت ہو تو مجبوراً سلام کیا جا سکتا ہے۔ محض خوش کرنے کے لئے کہنا مذموم ہے۔

شرابی وغیرہ کو سلام نہ کرے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ شراب پینے والوں کو سلام مت کرو۔
(بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۲۵)

جوا کھیلنے والے کو سلام نہ کرے

حضرت علی بن عبداللہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے تھے کہ جو شطرنج کھیلتا ہو اسے سلام نہ کرو کہ وہ جوا ہے۔

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کا قول ہے کہ تمہارے درمیان فاسق قابل احترام نہیں (یعنی سلام جو باعث اکرام ہے اس کے لائق نہیں)۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۰۰)

فَائِدَہ: جس کا فسق ظاہر ہو یا لوگوں کو گالیاں دیتا ہو یا لغو امور کا مشغلہ رکھتا ہو تو ایسے لوگوں کو سلام نہ کرے۔
(شامی جلد ۶ صفحہ ۴۱۵)

ہاتھ یا انگلی کے اشارہ سے سے سلام کرنا ممنوع ہے

حضرت عمرو بن شعیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت مت اختیار کرو۔ اہل یہود کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے۔ اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے ہے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اہل سلام کو غیروں کے طور طریق اور تہذیب اور مخصوص علامات اور عادتوں کے اختیار

سے آپ نے نہایت تاکید سے منع فرمایا ہے مگر افسوس کہ آج لوگ اسی میں مبتلا ہیں۔ اسلام خود ایک مستقل جامع مذہب ہے، اس کی اپنی تہذیب ہے۔ تو غیروں کی تہذیب اختیار کرنے کی کیا ضرورت؟ ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کرنا ممنوع ہے، بلکہ سلام سلام کے الفاظ کے ساتھ بلا اشارہ ہے۔

سلام کے چند آداب ومسائل

❶ سلام کرنا سنت ہے۔ اور سلام کرنے والے کا جواب دینا واجب ہے۔ (شامی جلد ۶ صفحہ ۴۱۵)

❷ سلام اس طرح کرے کہ جس کو سلام کر رہا ہے وہ سن لے۔

❸ اگر اس نے سلام کیا اور اس نے نہیں سنا تو جواب واجب نہیں۔

❹ جواب دینے والا بھی اسی طرح جواب دے کہ سلام کرنے والا سن لے۔

❺ اگر کسی کے سلام کے جواب میں وعلیکم کہا تو جواب ہو گیا۔ (شامی)

❻ خطوط اور مراسلہ میں جو سلام لکھا جاتا ہے اس کا جواب بھی واجب ہے۔ خواہ زبانی دے یا خط کے اوپر ہی لکھ دے۔

❼ سلام کا جواب اسی وقت واجب ہے جس وقت سلام کیا جائے۔ (شامی صفحہ ۴۱۵)

❽ کوئی شخص دوسرے کا سلام پہنچائے تو اولاً سلام پہنچانے والے کو جواب دے۔ پھر اس غائب کو سلام کا جواب دے۔ مثلاً اس طرح وعلیک وعلیہ السلام۔ (الشامی صفحہ ۴۱۵)

❾ افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ سلام اور جواب برکاتہ تک کرے۔ یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(ہندیہ جلد ۵ صفحہ ۳۲۵)

❿ اگر ملاقات ہونے پر ہر ایک نے ایک ساتھ سلام کیا۔ تو ہندیہ میں لکھا ہے ہر ایک جواب دے۔

(ہندیہ جلد ۵ صفحہ ۳۲۵)

⓫ ہر آنے والے پر سلام ہے۔ (ہندیہ جلد ۵ صفحہ ۳۲۵)

⓬ اگر کسی کا نام لے کر سلام کیا تو اسی پر جواب واجب ہے۔ اور دوسرے نے جواب دیا تو جواب ادا نہ ہوگا۔ اور اس پر جواب واجب رہے گا۔ مثلاً کسی نے السلام علیکم یا خالد کہا تو خالد پر ہی جواب واجب ہوگا۔

(ہندیہ صفحہ ۳۲۵)

⓭ اگر گھر میں کوئی آدمی نہ ہو تب بھی سلام کرے۔ اور اس طرح سلام کرے۔ "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" (شامی صفحہ ۴۱۳)

⓮ غیر مسلم کو سلام کرے تو اس طرح کہے۔ "السلام علی من اتبع الھدیٰ" (شامی صفحہ ۴۱۲)

۱۵ اگر مجلس میں مرد عورت دونوں ہوں تو سلام کرے اور مرد کی نیت کرے۔ ادب یہ ہے کہ پیچھے سے آنے والا آگے چلنے والے کو سلام کرے۔

۱۶ سلام کرنے میں واحد صیغہ ادا کرنے کے بجائے جمع کا صیغہ افضل ہے۔ (ہندیہ صفحہ ۳۲۵)

۱۷ اگر کسی نے کسی کے واسطے سے سلام بھیجا ہے تو اسے سلام پہنچانا واجب ہے۔ کہ یہ ادائے امانت ہے۔

۱۸ تحریری سلام کا جواب جو خطوط یا مراسلہ میں ہوتا ہے۔ عموماً لوگ پڑھ لیتے ہیں۔ اس کا جواب نہیں دیتے نہ تحریراً نہ زبان سے۔ یہ غفلت عام ہے، سمجھتے ہی نہیں کہ اس کا جواب دینا ہے۔ خیال رہے کہ اس کا جواب خواہ تحریراً ہی خط میں یا خط کے جواب میں زبان سے دینا واجب ہے۔

ان حالتوں میں سلام مکروہ ہے

۱ نماز پڑھنے والے کو سلام کرنا درست نہیں۔

۲ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی سلام کرے تو مختار یہ ہے کہ اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (شامی صفحہ ۴۱۵، ہندیہ جلد ۵ صفحہ ۳۲۵)

۳ جو شخص ذکر و وظیفہ میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح وعظ و تقریر میں مشغول شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۴ تکرار، علمی مذاکرہ کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ صفحہ ۳۲۶)

۵ درس کی حالت میں جب طلبہ استاد کے پاس پڑھ رہے ہوں تو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۶ جمعہ اور عیدین کے خطبہ کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ صفحہ ۳۲۶)

۷ خطبہ سننے والے یا حدیث پاک یا تقریر سننے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۸ قاضی حاکم جو فیصلہ کرنے بیٹھا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۹ جو شخص اذان دے رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۱۰ اقامت کہنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۱۱ پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ)

۱ ایسا فاسق و فاجر شخص جس کا گناہ واضح اور کھلا ہوا عام ہو۔ اس کو ابتداء سلام نہ کرے۔

۲ اجنبی عورت کو سلام نہ کرے۔ اگر کوئی سلام کرے تو عورت اس سلام کا جواب نہ دے۔

۳ عورت کسی اجنبی مرد کو سلام نہ کرے۔

۴ اگر بوڑھی عمر دراز عورت ہو تو سلام کر سکتی ہیں۔ اور اس کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔ (ہندیہ صفحہ ۳۲۷)

۵ رشتہ دار جوان لڑکیوں کو سلام نہ کرے۔

۶ جھوٹ کے عادی شخص کو سلام نہ کرے۔

۷ مسخرہ۔ دل آزار، مذاق اور واہیات کے عادی کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ صفحہ ۳۲۶)

۸ لغویات کے عادی کو جو لغو اور واہی امور بکتا رہتا ہو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۹ جو شخص گالم گلوچ کا عادی ہو۔ اس کی زبان پر گالی رہتی ہو تو ایسوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۱۰ جو شخص نگاہ کی حفاظت نہ کرتا ہو۔ بازار سڑکوں پر بیٹھا بد نگاہی کرتا ہو۔ ایسے مقام پر بھی جاتا ہو جہاں بدنگاہی سے اپنے آپ کو مخلوط کرے تو ایسے لوگوں کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۸)

۱۱ مبتدع بدعتی کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ ہاں کسی مصلحت یا دفع ضرر و فساد کے لئے درست ہے۔

۱۲ سائل، مانگنے والا سلام کرے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں۔ (ہندیہ جلد ۵ صفحہ ۳۲۵)

مصافحہ

مصافحہ کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ ان کی دعاؤں کو سنے اور دونوں ہاتھوں کے الگ ہونے سے پہلے ان کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ۴۷)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص زوال سے پہلے چار رکعت پڑھے گا گویا اس نے شب قدر میں نماز پڑھی۔ اور مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو ان کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ (بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ۴۷)

مصافحہ سے گناہ جھڑ جاتے ہیں

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مومن جب دوسرے مومن سے سلام کرتا ہے۔ مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے پت جھڑ میں جھڑ جاتے ہیں۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۴۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت حذیفہ سے ہوئی۔ آپ نے مصافحہ کا ارادہ کیا (وہ ہٹ گئے) اور کہا میں حالت جنابت میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے (گرمی کے موسم میں) جھڑ جاتے ہیں۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۴۳۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں پھر خدا کی حمد کرتے ہیں اور اللہ سے استغفار کرتے ہیں تو اللہ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ۴۷)

جو مسرت اور بشاشت سے مصافحہ کرتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں

تو ستر مغفرت ان کے درمیان تقسیم ہوتی ہے۔ ۶۹ اس کے لئے جو بشاشت اور مسکراتے چہرے سے ملتا ہے۔
(مکارم الخرائطی صفحہ ۸۲۰)

سلام کے بعد مصافحہ بھی کرے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سلام مکمل اس وقت ہوگا کہ جب تم اپنے بھائی سے مصافحہ بھی کرو۔ (ادب مفرد صفحہ ۹۶۸)

مطلب یہ ہے کہ موقع ہو تو سلام کے بعد مصافحہ بھی کرو۔ نیز چونکہ مصافحہ سلام کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اولاً سلام پھر مصافحہ ہو۔

بچوں سے بھی مصافحہ ہو

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ادب المفرد میں مصافحہ الصبیان کا باب قائم کر کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث پیش کی کہ وہ تمام لوگوں سے مصافحہ کر رہے تھے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۸۶)

فائدہ: ان میں سلمہ بن وردان بھی تھے جو چھوٹے تھے۔

مصافحہ سے پہلے سلام ہو

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ نہ فرماتے جب تک کہ سلام نہ فرما لیتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۳۶)

خیال رہے کہ مصافحہ سلام کا نتیجہ ہے۔ اس لئے مصافحہ کے بعد سلام یا صرف مصافحہ ہو سلام نہ ہو یہ خلاف شرع خلاف سنت ہے۔ بسا اوقات بھیڑ اور ازدحام کے موقعہ پر لوگ مصافحہ کرتے ہیں اور سلام نہیں کرتے۔ یہ خلاف سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مصافحہ بلا سلام منقول نہیں۔

مصافحہ سلام کا اتمام ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں عیادت مریض کا اتمام یہ ہے کہ اس پر ہاتھ رکھے اور اس کا حال پوچھے۔ اور سلام کا اتمام یہ ہے کہ مصافحہ کرے۔
(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۲، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۷۲، ادب مفرد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۲، ترغیب صفحہ ۴۳۴)

مصافحہ سے دل صاف ہوتا ہے

حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصافحہ کرو اس سے کینہ کدورت

نکلتا ہے۔اور آپس میں ہدیہ لیا دیا کرو۔محبت ہوگی اور عداوت ختم ہوگی۔(ترغیب جلد۳صفحہ۴۳۴)

فرشتے بھی انسانوں سے مصافحہ کرتے ہیں

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: فرشتے سوار حاجی سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل والوں سے معانقہ کرتے ہیں۔(بیہقی فی الشعب جلد۳صفحہ۴۷۲)

مصافحہ اور معانقہ کب کرے؟

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب ملاقات ہو تو مصافحہ کرو۔اور جب سفر سے آؤ تو معانقہ کرو۔(طبرانی،ترغیب صفحہ۴۳۳)

مصافحہ سے محبت بڑھتی ہے

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ فرماتے ہیں کہ مصافحہ سے محبت زائد ہوتی ہے۔(مکارم الخرائطی)

ملاقات کے وقت مصافحہ اور گفتگو سے سو رحمتیں نازل

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا مسلمان جب ملاقات کرتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے اور ایک دوسرے سے (حال چال) پوچھتا ہے۔تو اللہ پاک ان دونوں کے درمیان سو رحمتیں نازل کرتا ہے۔(مختصراً ترغیب صفحہ۴۳۳)

پہل کرنے والوں پر نوے رحمتیں

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں۔اور اپنے ساتھی کو ایک دوسرا سلام کرتا ہے۔تو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو وہ محبوب ہے جو اپنے ساتھی سے مسکرا کر مل رہا ہو۔پھر جب وہ دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو ان پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔پہل کرنے والے پر ۹۰ اور دوسرے پر ۱۰ رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔(مجمع جلد۸صفحہ۳۷،مکارم الخرائطی صفحہ۸۲،ترغیب جلد۳صفحہ۴۳۳)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام اور مصافحہ میں پہل اور پیش قدمی کرنے والا زیادہ ثواب پاتا ہے۔افسوس کہ آج ہم لوگ اس سے غافل ہیں۔دوسری جانب سے انتظار رہتا ہے۔کہ وہ کرے گا تو ہم کریں گے۔بسا اوقات اس کی وجہ عجب اور کبر خفی ہوتا ہے۔خدائے پاک اس سے حفاظت فرمائے۔(آمین)

ہاتھ الگ ہوجانے سے پہلے مغفرت ہوجاتی ہے

حضرت براء سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جب کوئی دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے قبل ان کی مغفرت ہوجاتی ہے۔(ترمذی صفحہ۱۰۲،ترغیب صفحہ۴۳۲)

فَائِدَہ: اس معمولی عمل پر جو بہت ہی آسان ہے کس قدر عظیم ثواب ہے۔

مصافحہ کے لئے ہاتھ میں خوشبو ملنا

حضرت ثابت بنانی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ ہر روز صبح مصافحہ کی خاطر اپنے ہاتھوں میں خوشبودار تیل ملتے تھے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۹۹)

فَائِدَہ: آنے والوں اور مصافحہ کرنے والوں کے اکرام میں ایسا کرتے تھے۔

رخصت کے وقت بھی مصافحہ مسنون ہے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب کسی کو رخصت فرماتے۔ تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ اور اس وقت نہ چھوڑتے جب تک کہ وہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ہاتھ کو خود نہ چھوڑتا، اور آپ فرماتے تمہارا دین، تمہاری امانتیں اور اواخر اعمال سب اللہ کے حوالے ہے۔ (ترمذی، الاذکار صفحہ ۲۵۲)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ جانے اور رخصت کے وقت بھی مصافحہ مسنون ہے جیسا کہ آمد اور ابتداء ملاقات میں مصافحہ سنت ہے۔

خیال رہے کہ ہر نماز کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد جو بعض علاقوں اور لوگوں میں یہ طریقہ رائج ہے یہ بدعت ہے۔ یہ نہ تو حدیث پاک سے ثابت ہے اور نہ صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ و تابعین رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالیٰ سے ثابت ہے۔

عیدین یا نمازوں کے بعد مصافحہ

خیال رہے کہ مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے۔ اس کا وقت وقت ملاقات ہے۔ کسی بھی نماز کے بعد خواہ بقرعید ہی سہی مصافحہ مسنون نہیں ہے۔ بلکہ بدعت و مکروہ ہے۔ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھے بیٹھے مصافحہ کا رواج ہے۔ نہ سنت سے ثابت ہے۔ نہ خیر القرون میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ نہ کسی حدیث و آثار سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے محققین علماء امت نے اس کی تردید کی ہے۔ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ "صرح بعض علمائنا انها مكروهة وحينئذ انها من البدع المذمومة" (حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ "آنکہ بعضے مردم مصافحہ می کنند بعد از جمعہ جزئیست بدعت است۔" (اشعۃ اللمعات)

طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

"يكره المصافحة بعد الصلوٰة على كل حال لانها من سنن الروافض وهٰكذا الحكم فى المعانقة"

بتایئے علامہ طیبی اسے رافضیوں کی عادت قرار دے رہے ہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے مکروہ لکھا ہے۔

"قد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقیب الصلوٰة"

اسی طرح دوسری کتابوں میں مثلاً خلاصۃ الفتاوی۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی۔ مجالس الابرار، مدخل، فتاویٰ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ میں بھی اسے مکروہ لکھا ہے۔ لہٰذا عیدین کے بعد مصافحہ اور معانقہ اور عصر کے بعد مصافحہ بدعت ومکروہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دینا لازم ہے۔ کیونکہ رسم اور بدعت پر باقی رہنا ضلالت اور گمراہی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے ہر بدعت گمراہی ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک احسان وبھلائی کا برتاؤ

خدا کے نزدیک محبوب ترین اعمال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ترین عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۸۲)

والدین کی خدمت حج عمرہ و جہاد کے برابر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں مگر وسعت نہیں پاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے والدین میں سے کوئی ہے؟ انہوں نے کہا والدہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کو خدا کے سامنے پیش کرو۔ جب تم ایسا کرو گے تو حج، عمرہ، اور جہاد کرنے والے ہوں گے۔ (ابویعلی، ترغیب صفحہ ۳۱۵)

فائدہ: جہاد پر والدین کی خدمت اور اطاعت کو فوقیت متعدد روایتوں میں ہے۔ اسی طرح حج نفل کے مقابلہ میں والدین کی خدمت اور ان کی خبر گیری نفل حج وعمرہ کا ثواب رکھتا ہے۔ کتنی بڑی فضیلت کی بات ہے۔ عوام تو عوام خواص کا طبقہ بھی والدین کی خدمت اور اس کی اہمیت کو گم کر بیٹھا ہے۔

جنت ماں کے پیر تلے ہے

حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا۔ میں جہاد کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ نے معلوم کیا تمہاری ماں ہے؟ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر ان کی خدمت کرو (اور جہاد میں مت جاؤ) جنت اس کے پیر تلے ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱، بیہقی فی الشعب، ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۱۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ تواضع اور مسکنت اور خدمت واعانت کی وجہ سے جنت کے حقدار ہو جاؤ گے۔

جہاد جیسی عبادت پر والدین کی خدمت مقدم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی آئے اور جہاد میں جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے پوچھا والدین ہیں۔ کہا ہاں؟ آپ نے فرمایا انہیں میں جہاد کرو۔ یعنی خدمت کرو۔ (بخاری صفحہ ۸۸۳، مسلم صفحہ ۳۱۳)

والدین اگر جہاد سے روکیں تو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا جو جہاد میں جانا چاہتا تھا اور وہ اسے روک رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا: والدین کے پاس رہو جو ثواب چاہتے ہو اسی میں پاؤ گے۔ (کتاب البر صفحہ ۵۰)

ہجرت پر بھی خدمت والدین مقدم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں ہجرت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں اور اپنے والدین کو روتا چھوڑ آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ ان کو مناؤ جیسا کہ تم نے ان کو رلایا۔

فائدہ: والدین اگر خدمت کے محتاج ہیں۔ اور جہاد و ہجرت سے ان کو تکلیف و مشقت ہو تو ان کی خدمت و اطاعت مقدم ہوگی۔

والدین کی خدمت واطاعت سے عمر میں برکت اور زیادتی

حضرت سہل بن معاذ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے والدین کی خدمت کی مبارک ہو اسے، خدائے پاک اس کی عمر میں زیادتی فرمائے گا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۰، بیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۸۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ پاک اس کی عمر کو زائد کرے۔ اس کے رزق میں اضافہ فرمائے۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ اور رشتہ داروں پر احسان کرے۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آدم کی اولاد! اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اور رشتہ داروں کی رعایت کرو۔ تمہارے لئے سہولتیں ہوں گی۔ تمہاری عمر میں زیادتی ہوگی۔ اپنے رب کی اطاعت کرو، عقل مند کہلاؤ گے۔ ان کی نافرمانی مت کرو کہ جاہل کہلاؤ۔ (کتاب البر صفحہ ۵۳)

فَائِدَہ: متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت اور خوش سلوکی سے عمر میں برکت وزیادتی ہوتی ہے۔ عام صلہ رحمی کی یہ خاصیت ہے جیسا کہ حسن سلوک کے باب میں تفصیل سے آرہی ہے تو والدین کے ساتھ بدرجہ اولیٰ یہ بات ہوگی۔ نیز اس میں ان کی دلی دعاؤں کو بھی خاص کر دخل ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ادب مفرد میں والدین کی خدمت زیادتی عمر کا باعث ہونے پر باب قائم کیا ہے۔

موت میں تاخیر کچھ زندگی مل گئی

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کہتے ہیں کہ ایک دن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے درمیان تشریف لائے اور ہم لوگ صفہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نے گزشتہ رات عجیب خواب دیکھا۔ ہماری امت کے ایک شخص کے پاس ملک الموت آئے کہ اس کی روح قبض کریں۔ والدین کے حسن سلوک نے ملک الموت کو آکر روک دیا۔ ملک الموت نے اسے چھوڑ دیا۔ (کچھ مہلت دے دی)۔ (عمدۃ القاری بسند حسن جلد۲۲ صفحہ۹۲)

جنت کا دروازہ کس کے لئے کھلا اور کس کے لئے بند؟

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ فرمان مبارک نقل کرتے ہیں کہ جنت میں بیچ کا دروازہ والدین کی خدمت گاروں کے لئے کھلا ہوا ہے۔ پس جو ان دونوں کی خدمت کرے گا اس کے لئے کھول دیا جائے گا۔ اور جو نافرمان ہے اس کے لئے بند ہے۔ (جامع کبیر، کتاب البر صفحہ۷۹)

اعلیٰ علیین میں کون؟

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اپنے والدین کا فرمانبردار خدا کا مطیع وفرمانبردار ہے۔ جو میرے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہوگا۔

فَائِدَہ: یعنی اگر فرائض واجبات کی ادائیگی کے ساتھ والدین کی خدمت واطاعت کرے گا تو جنت کے بلند بالا رتبے کو پائے گا۔ (کتاب البر صفحہ۷۹)

جنت کے دروازے کس کے لئے کھل جاتے ہیں؟

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو شخص صبح اس حال میں کرتا ہے کہ وہ والدین کے سلسلے میں خدا کا مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اگر ایک کی (خدمت کی اور خوش کیا) تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ (مختصراً مشکوٰۃ صفحہ۴۲۱)

جو والدین کی خدمت سے جنت نہ پاسکا

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو جائے

جنہوں نے اپنے ماں باپ کو یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور وہ جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۸)

فائدہ: بڑھاپے اور آخر عمر میں والدین کو خدمت اور مال کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس عمر میں طبیعت میں تحمل اور سنجیدگی کا مادہ بھی کم ہو جاتا ہے۔ ادھر اولاد بھی صاحب اہل وعیال ہو جاتی ہے۔ ایسے موقعہ پر خدمت اور ان کا خوش کرنا ان کی ضرورتوں کی رعایت رکھنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں بہت کم لوگ خدمت اور خوش کر پاتے ہیں حدیث پاک میں اس کی تاکید ہے کہ ایسا قیمتی موقعہ پایا اور خدمت وخوش رکھ کر جنت نہ پا سکا تو وہ بڑے گھاٹے میں رہا۔ خدمت کر کے خوش رکھتا تو جنت پا لیتا۔

خدا کی رضا اور خوشنودی کس میں؟

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا والد کی خوشی خدا کی خوشی ہے اور والد کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۹)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ ناراضگی اس وقت معتبر ہے جب کہ شریعت کے دائرے میں ہو اگر والد کے حق کی واجب امور میں کوتاہی ہی ہو۔ مثلاً ادب اکرام احسان وغیرہ کے نہ ہونے سے یا ضرورت پر اس کی خدمت و رعایت نہ ہوتی ہو۔ تب تو ان کی ناراضگی سے خدا کی ناراضگی ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ خلاف شرع امور نہ کرنے پر ناراض ہوں مثلاً ٹی وی نہ لانے پر، رسم ورواج کے مطابق شادی نہ کرنے پر یا اسکول میں نہ پڑھنے پر یا، شرع کی رعایت میں وہ ناراض ہوتے ہوں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

والدین کی خدمت سے رزق کی زیادتی اور برکت

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو اس بات کو پسند کرتا ہو کہ خدا اس کی عمر میں زیادتی کرے اور اس کے رزق میں اضافہ فرمائے تو وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۱۷۸، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۸۵، مجمع جلد ۸ صفحہ ۱۳۶)

فائدہ: والدین کی خدمت اور اطاعت سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ اور کسب میں پریشان حال نظر نہیں آتا۔ چنانچہ تجربہ یہ ہے جو لوگ اپنی زندگی میں والدین کو تکلیف واذیت پہنچاتے ہیں وہ آخرت کی سزا کے علاوہ دنیا میں پریشان حال زندگی سے دوچار ہوتے ہیں۔

والدین کی جانب دیکھنا بھی باعث ثواب ہے

عبداللہ بن عون رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بیان کرتے ہیں کہ والدین کی جانب دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (کتاب البر صفحہ ۶۲)

والدین کو دیکھنا حج مبرور کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صالح اولاد محبت کی نظر سے اپنے والدین کو دیکھے تو اسے ہر نگاہ پر ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اگر دن میں سو مرتبہ دیکھے تو؟ فرمایا ہاں تب بھی۔ اللہ بڑا ہے اور بڑا پاکیزہ ہے۔ (یعنی ہر مرتبہ دیکھنے کا ثواب حج مقبول کا ملے گا)۔ حتی کہ سو مرتبہ دیکھے گا تو سو حج کا ثواب پائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۱۶۳)

فائدہ: ان روایتوں سے والدین کی درجہ اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ عظمت ومحبت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حج مبرور جیسی عظیم ثواب کا باعث ہے۔ اسی طرح کعبہ اور قرآن پاک کا بھی محض دیکھنا ثواب کا باعث ہے۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۸۶)

والدین باعث جنت وجہنم ہیں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صاحب نے پوچھا۔ والدین کے کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ تمہارے جنت وجہنم ہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۲۱)

فائدہ: یعنی ان کی رضا اور خوشی باعث جنت اور ناراضگی باعث جہنم ہے۔

والدین کو ناراض کرنے کی سزا اسی دنیا میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدائے پاک تمام گناہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ ہاں مگر والدین کی نافرمانی اور ناراضگی کی سزا اسی دنیا میں اسے مرنے سے قبل مل جاتی ہے۔

(حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۵۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام حقوق کو معاف فرما دیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی اور ان کے حق واجب کی کوتاہی کی سزا مرنے سے قبل اسی دنیا میں دے دیتے ہیں۔ بڑے خوف کی بات ہے۔ تجربہ ہے یہ سزا اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔ یا تو امن وسکون وعافیت کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ یا مال میں برکت نہیں ہوتی۔ گھریلو زندگی سے پریشانی رہتی ہے۔ اکثر بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کی اولاد بھی اس کی نافرمان ہو جاتی ہے۔ ضرورت اور بڑھاپے پر خدمت اور رعایت تو دور کی بات پریشان اور ظلم کرتی ہے۔ بسا اوقات تو اس کے گھر سے اسے باہر نکال دیتی ہے۔ اسی کے مال وجائداد پر قابض ہو کر اسے بھوکوں مارتی ہے۔ خدا کی پناہ مگر پھر بھی ہوش اور سبق وعبرت نہیں۔

والدین کے ساتھ ہنسنا ہنسانا جہاد سے افضل

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُما سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہارا چارپائی پر سونے کے درمیان والدین کے ساتھ خوش طبعی کرنا ہنسنا ہنسانا تمہارا راہِ خدا میں تلوار سے جہاد کرنے سے بھی افضل ہے۔

(بیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۷۹، درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۷۳)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں والدین کے ساتھ خوش طبعی کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ عموماً سوتے وقت کچھ موقعہ ملتا ہے۔ اس وقت کچھ خوش طبعی ہنسانے اور ہنسنے والی بات ہو جائے۔ تو یہ جہاد سے افضل ہے۔ ظاہر ہے یہ ہنسی و خوش طبعی اس وقت ہوگی جب کہ دونوں کے درمیان خوشگوار تعلقات ہوں گے۔ آج کے اس دور میں کدورت اور بدظنیوں کے انبار ہوتے ہیں تو اس کا کہاں موقعہ مل سکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کا دل خوش کرنا جہاد عظیم ہے۔ دیکھئے کس قدر معمولی عمل اور کتنا بڑا ثواب۔

والدین کی خدمت کی وجہ سے جنت

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہا فرماتی ہیں کہ میں سوئی تو اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ پھر ایک قرآن شریف پڑھنے والے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا حارثہ بن نعمان ہیں۔ اس پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا: نیکی ایسی ہوتی ہے۔ وہ اپنی والدہ کا بڑا خدمت گزار تھا۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۸۳، مشکوٰۃ، حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۵۱)

فَائِدَہ: ماں کی خدمت کی وجہ سے جنت ملی اور اس کی بشارت دنیا ہی میں نبی کی زبانی مل گئی۔

اعمال صالحہ کے ساتھ والدین کی نافرمانی نہ ہوتو

عمرو بن مروہ جہنی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں ”لا الہ الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ“ کی شہادت دیتا ہوں۔ پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں۔ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا اگر ان اعمال پر تمہاری موت ہوئی تو قیامت کے دن تم انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گے آپ نے انگلی سے اشارہ کیا ہاں یہ کہ والدین کی نافرمانی نہ کی ہو تب! (مجمع الزوائد صفحہ ۱۴۷)

والدین کا نافرمان ملعون ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ ملعون ہے جو والدین کا نافرمان (اور اسے ناخوش رکھنے والا ہے)۔ (کتاب البر صفحہ ۱۰۱)

فَائِدَہ: یعنی جو والدین کے حق شرعی کو پامال کر کے انہیں ناراض رکھتا ہے۔

تکلیف پہنچے تب بھی اطاعت وخدمت واجب

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح اس حال میں کرتا ہے کہ اس کے والدین خوش رہتے ہیں تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور جو شام اس حال میں کرتا ہے کہ اس کے والدین اس سے ناخوش ہوتے ہیں تو اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں اگر ایک کو خوش کیا تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ پوچھا گیا: اگر وہ دونوں ظلم کریں تب بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ دونوں ظلم کریں تب بھی، ظلم کریں تب بھی۔ (دار قطنی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱، کتاب البر صفحہ ۹۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر والدین کی جانب سے کوئی تکلیف دہ ناانصافی کا معاملہ پیش آئے تب بھی ان سے بدکلامی، اور تکلیف دہ بات نہ کہے۔ بلکہ درگزر کرے اور اس حالت میں بھی ان کی خدمت، رعایت، حسن سلوک واجب ہے۔ عموماً والدین سے گھریلو معاملہ میں، بیوی وغیرہ کے سلسلے میں کوئی تکلیف دہ بات پیش آجاتی ہے تو ان سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ اور ان سے حسن سلوک روک لیتے ہیں۔ اور ان کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ سو حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ خواہ کیسا ہی معاملہ کریں برداشت اور درگزر کرتے ہوئے ان کی خدمت و رعایت کریں تاکہ ان کی ناراضگی سے اس وعید میں داخل نہ ہوں۔

مغفرت نہیں ہوگی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والدین کے ساتھ قطع تعلق رکھنے والے سے کہا جاتا ہے چاہے جو عمل کرو میں تمہاری مغفرت نہیں کروں گا۔ اور خدمت گار خوش رکھنے والے سے کہا جاتا ہے۔ جو عمل چاہے کرو تمہاری مغفرت کروں گا۔ (کنز العمال، کتاب البر صفحہ ۱۰۲)

خلاف شرع میں والدین کی اطاعت نہیں

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ والدین کے ساتھ نیکی کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ ان پر اپنا مال خرچ کرو۔ اور جس میں گناہ اور جو خلاف شرع نہ ہو۔ اس میں ان کی فرمانبرداری کرو۔ (کتاب البر صفحہ ۶۰)

فائدہ: خیال رہے کہ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تاکید وہاں ہے جہاں خالق کی نافرمانی نہ ہوتی ہو۔ خلاف شرع امور میں ان کی رعایت اور موافقت نہیں اسی لئے امام بخاری نے ادب مفرد میں باب قائم کیا ہے۔ "باب یبر والدیہ مالم یکن معصیۃ" اس سے اس بات کی وضاحت مقصود ہے کہ خلاف شرع گناہ میں ان کی اطاعت نہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔ "لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" مخلوق اور بندوں کی بات وہاں نہیں مانی جائے گی جہاں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ لہٰذا شرک کفر بدعت کے سلسلے میں اسی طرح خلاف

شرع شادی کا حکم دیں۔ نقد تلک کا حکم دیں۔ مزار پر بدعت کا حکم دیں۔ عرس اور مزار پر جانے کا حکم دیں۔ سودی معاملہ کا حکم دیں۔ بینک کی ملازمت کو کہیں۔ حج پر شادی کو ترجیح دینے کو کہیں وغیرہ تو ان جیسے امور میں ان کی اطاعت نہ کی جائے گی۔ اوران کی ناراضگی کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

والدین کی خدمت گناہوں کا کفارہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھ سے کسی بڑے گناہ کا صدور ہو گیا ہے۔ کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا خالہ ہے؟ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا ان کے ساتھ نیکی کرو۔

(ترمذی، ترغیب صفحہ ۳۲۲، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۰)

فائدہ: اگر سائل کی والدہ ہوتیں تو آپ انہیں کی خدمت و طاعت کا حکم دیتے۔ نہ ہونے پر خالہ کی خدمت کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدہ کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت گناہوں کی معافی کا باعث ہے۔

والدین کافر ومشرک ہوں تب بھی بھلائی اور خدمت کا حکم

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ عہد نبوت میں میری والدہ کفر کی حالت میں میرے پاس (مدینہ منورہ) آئیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ وہ میرے پاس آئیں ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ احسان اور اس کی (ماں) خدمت کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کی خدمت کرو۔

(بخاری، مسلم، ترغیب صفحہ ۳۲۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ والدین کافر ہوں تب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی ہر طرح بقدر ضرورت وخوشی ہر قسم کی خدمت کی جا سکتی ہے اور کی جائے۔ ہاں کفر وشرک کے سلسلہ میں ان کی کوئی بات نہیں مانی جائے گی۔ چنانچہ حکم خداوندی ہے۔ "وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ الخ فَلَا تُطِعْهُمَا" اگر وہ کافر بنانے کی کوشش کریں تو ہرگز ان کی اطاعت نہ کریں۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں "باب صلة الوالد المشرك" قائم کر کے اسی حدیث سے اس کی وضاحت کی ہے کہ والدین گو کافر ہوں ان کی خدمت واعانت اور نصرت واجب ہے۔ (صفحہ ۸۸۴)

ماں کا حق باپ پر مقدم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آنے والے نے پوچھا اے اللہ کے رسول حسن خدمت اور سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والدہ۔ پھر پوچھا۔

آپ نے فرمایا والدہ۔ پھر پوچھا تو آپ نے فرمایا ماں۔ پھر چوتھی مرتبہ پوچھا تو آپ نے فرمایا باپ۔

(بخاری جلد۲ صفحہ ۸۸۳، مسلم)

حضرت کعب بن علقمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے اللہ تعالیٰ سے نصیحت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اس لئے کہ حمل کی تکلیف کو برداشت کیا۔ پھر پوچھا کہ پھر کس کے ساتھ۔ فرمایا والد کے ساتھ۔ (کتاب البر صفحہ ۲۷)

حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ ماں کا حق خدمت دو تہائی اور والد کا ایک تہائی ہے۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۸۷)

بہز نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میں سب سے زیادہ نیکی بھلائی کس کے ساتھ کروں؟ آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ اسی طرح تین مرتبہ کے جواب میں آپ نے ماں فرمایا۔ پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا: باپ پھر اسی قدر قریبی رشتہ دار۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۸۰)

محمد بن منکدر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی مرفوعاً یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ تم کو ماں باپ دونوں نماز کی حالت میں بلائیں۔ تو تم ماں کی پکار کا جواب دو والد کا نہ دو۔ (اس وجہ سے کہ ماں زیادہ ضرورت مند ہوتی ہے اور اس کا مرتبہ خدمت میں زیادہ ہے)۔ (طبرانی کتاب البر صفحہ ۶۴)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ ماں کی خدمت اور رعایت کا حق والد کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ماں نے پرورش میں اور خدمت میں زیادہ مشقت اٹھائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے کا اندیشہ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: ایک نئی عمر کا نیک جوان ہے (مرنے کا وقت ہے)۔ جب اسے کلمہ ”لا الہ الا اللّٰہ“ پڑھنے کو کہا جاتا ہے تو نہیں پڑھ سکتا۔ آپ نے پوچھا وہ نماز پڑھتا تھا۔ کہا ہاں۔ آپ ﷺ اٹھے۔ ہم لوگ بھی اٹھے۔ اور اس جوان کے پاس آئے۔ آپ نے اسے تلقین فرماتے ہوئے کہا ”لا الہ الا اللّٰہ“ کہو۔ اس نے کہا میں بول ہی نہیں سکتا اور اس نے والدہ کو ناراض کر رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس کی والدہ زندہ ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو بلاؤ۔ پس بلایا تو وہ آئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ تمہارا بیٹا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا بتاؤ اگر آگ بھڑکائی جائے اور تم سے کہا جائے اگر تم سفارش کرو تو میں اسے چھوڑوں ورنہ آگ میں جلا دوں۔ تو تم اس کی سفارش کرو گی (کہ تمہارے سامنے آگ میں نہ جل سکے) اس نے کہا ہاں

اے اللہ کے رسول! میں شفاعت کروں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اللہ کو گواہ بناؤ اور مجھے گواہ بناؤ۔ کہ میں اس (لڑکے) سے راضی ہوں۔ چنانچہ اس نے کہا اے اللہ میں آپ کو آپ کے رسول کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس جوان سے کہا اے نوجوان کہو "**لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله**" پس اس نے کہہ دیا۔ فرمایا رسول پاک ﷺ نے شکر اللہ کا میری وجہ سے یہ جہنم سے بچ گیا۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۱۹۷، مسند احمد، ترغیب صفحہ ۳۳۲)

فائدہ: کس قدر خوف کی بات ہے کہ والدین کی ناراضگی سوء خاتمہ کا باعث ہے۔ یہ واقعہ بڑی عبرت اور سبق کا ہے۔ آج کی دنیا اسی حالت سے گزر رہی ہے۔ کتنوں نے اپنے والدین کو ناراض کر رکھا ہے اور کوئی خوف نہیں۔

والدین کی اطاعت بہر صورت

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں اپنے والدین کی نافرمانی نہ کروں خواہ وہ مجھے اس بات کا حکم دیں کہ میں اپنے اہل وعیال سے الگ ہو جاؤں۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۳۸، مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۲۱۸)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کی نافرمانی مت کرو۔ اگر چہ وہ حکم دیں کہ ساری دنیا چھوڑ دو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اپنے والدین کی اطاعت کرو۔ اگر چہ وہ حکم دیں کہ اپنی دنیا چھوڑ دو تو تم دنیا چھوڑ دو۔ (کتاب البر صفحہ ۴۷)

فائدہ: خیال رہے کہ والدین کی اطاعت صرف وہاں ممنوع ہے جہاں خدا کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ شریعت کی مخالفت ہوتی ہو۔ جہاں شریعت کی مخالفت نہ ہوتی ہو وہ امر مباح ہو تو ان کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اول تو والدین اگر سمجھ دار ہوں گے۔ شریعت کی رعایت کرنے والے ہوں گے تو ایسی چیز کا حکم ہی نہ دیں گے جس میں انکار ضرور ہوتا ہو۔ تاہم وہ ایسی چیز کا حکم دیں گے جو خلاف شرع نہ ہو مثلاً دنیا کے کسی کام سے منع کریں۔ مال وغیرہ کے کمانے کی کسی صورت سے منع کریں یا ان کو خدمت کی ضرورت ہو۔ اس لئے وہ کسب وغیرہ کے مشاغل سے منع کریں۔ اور اس میں کسی کی حق تلفی نہ ہوتی ہو تو اطاعت واجب ہے۔

تاہم کمال اطاعت اور فرمانبرداری یہ ہے کہ خلاف شرع اور فرض واجب کے علاوہ تمام امور میں ان کی اطاعت اور خوشی کو اولین درجہ حاصل ہو۔

والدین سے قطع تعلق کرنے والا جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی

مسافت سے آتی ہے اور جنت کی خوشبو احسان کر کے جتلانے والا، اور (والدین سے) قطع تعلق کرنے والا اور شراب کا عادی نہیں پا سکتا۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ چار آدمیوں کو نہ جنت میں داخل کرے اور نہ ان کو اپنی نعمتوں کا مزہ چکھائے۔ شرابی، سود خور، ناحق یتیم کا مال کھانے والا۔ والدین سے قطع تعلق رکھنے والا۔ (الترغیب صفحہ ۳۲۸)

خدا کی لعنت کس پر؟

حضرت ابن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا خدا کی لعنت اس پر جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے۔ خدا کی لعنت اس پر جو زمین کی حدوں کو پامال کرے۔ خدا کی لعنت اس پر جو اپنے والدین کو برا بھلا کہے۔ (ابن حبان، ترغیب صفحہ ۳۲۹)

فَائِدَہ: عموماً مخالفت اور باہمی اختلافات کی نوبت میں برا بھلا کہہ دیتا ہے۔ سو یہ بھی ناجائز حرام اور قابل لعنت ہے۔ کوئی عمل نفع بخش نہیں۔

حضرت ثوبان رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تین چیزوں کے ساتھ کوئی عمل مفید نہیں۔ ① شرک ② والدین کی نافرمانی ③ میدان جنگ سے فرار۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۲۸)

والدین کو ناراض رکھنا اور قطع تعلق گناہ کبیرہ ہے

حضرت عبداللہ بن انیس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اکبر الکبائر گناہوں میں سے خدا کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی اور جھوٹی قسم ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۳۱، کتاب البر صفحہ ۹۲)

حضرت انس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نزدیک کبائر کا ذکر کیا گیا یا پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا خدا کے ساتھ شرک، انسان کا قتل اور والدین کی نافرمانی۔ (بخاری صفحہ ۸۸۴، مسلم)

فَائِدَہ: متعدد روایتوں میں اس کا اکبر الکبائر گناہوں میں ہونا ذکر کیا گیا ہے اور شرک کے بعد اسے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے یہ صاف واضح ہے کہ والدین کو ناخوش کرنا بڑا جرم ہے اور بلا توبہ خوشی کے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہو سکتا

حضرت ابن عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا والدین کا نافرمان اور شرابی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (دارمی جلد۲ صفحہ ۱۱۲، مسند احمد جلد۲ صفحہ ۲۰۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(کتاب البر صفحہ ۹۲)

خدا کی نظر نہیں

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی جانب قیامت کے دن خدائے پاک نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔ جن میں سے ایک والدین کا نافرمان بھی ہے۔

(کتاب البر صفحہ ۹۴)

اگر والدین بیوی کو چھوڑنے کا حکم دیں تو

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی۔ میرے والد (حضرت عمر) کو وہ ناپسند تھی۔ انہوں نے کہا اسے طلاق دو۔ میں نے نہیں دی۔ حضرت عمر (والد) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا (اسے طلاق دے دو) والد کی بات مانو۔ (ابوداود، ابن ماجہ، ترمذی جلد ا صفحہ ۲۲۶)

ترمذی میں یہ ہے کہ میں اسے پسند کرتا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ ناپسند تھی۔ (صفحہ ۲۲۶)

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا پھر میں نے اسے (والد کے کہنے سے) طلاق دے دی۔ (صفحہ ۱۵۱)

فائدہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عورت سے ایذاء پہنچتی تھی۔ اگر کسی شخص کے والدین کو اس سے ایذاء پہنچتی ہو۔ مثلاً والدین کو ہمیشہ طعن و تشنیع کرتی ہو، زبان دراز ہو۔ بیٹے اور والدین کے درمیان نزاع پیدا کرتی ہو اور والدین اس سے بیوی کو طلاق دینے کو کہیں تو ایسی صورت میں اس شخص کے ذمہ طلاق دینا واجب ہے۔ لیکن اگر والدین کو اس کی بیوی سے کوئی واقعی تکلیف نہیں بلکہ والدین خواہ مخواہ اس کو طلاق دینے کو کہہ رہے ہوں تو ایسی صورت میں والدین کے حکم پر عمل ضروری نہیں بلکہ اس صورت میں طلاق دینا عورت پر ایک طرح کا ظلم کرنا ہے۔ طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بری چیز ہے۔ فقط مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے۔ (درس ترمذی جلد ۳ صفحہ ۵۰۴)

والدین پر خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ (مجلس پاک سے) ایک ایسے شخص کا گزر ہوا جو دبلا پتلا تھا۔ اس پر حاضرین مجلس نے کہا: کاش یہ جسم راہ خدا (جہاد) میں (دبلا) ہوا ہوتا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید وہ اپنے بوڑھے والدین کے لئے محنت (کماتا اور خرچ) کرتا ہو جس کی وجہ سے دبلا ہوا ہو۔ تو پھر یہ اللہ کے راستہ میں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا شاید وہ چھوٹے بچوں کے لئے محنت کرتا ہو۔ تو یہ (محنت اور خرچ) اللہ کے راستہ میں

ہے۔ شاید وہ اپنی جان کے لئے محنت کرتا ہوتا کہ لوگوں کا محتاج نہ رہے۔ تو یہ فی سبیل اللہ (راہ خدا) ہے۔

(درمنثور جلد ا صفحہ ۱۷۳، از بیہقی)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صرف جہاد کے لئے یا جہاد میں خرچ کرنا فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ بلکہ دیگر راہوں میں محنت اور خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ چنانچہ اپنے والدین کے لئے کمانا محنت کرنا۔ ان کے لئے مشقت برداشت کرنا تا کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں۔ فی سبیل اللہ محنت اور خرچ کرنے کا ثواب رکھتا ہے۔ اسی طرح اپنی آل اولاد کے لئے یا اپنی ذات کے لئے کمانا اور شریعت کے مطابق خرچ کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہے کہ اللہ پاک نے اس کا حکم دیا ہے اور اس کی تاکید کی ہے۔

والدین پر خرچ کرنا افضل ترین خرچ ہے

حضرت مورق عجلی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو اللہ کے راستے میں بہترین خرچ کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا خدا کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا والدین پر خرچ کرنا افضل ترین خرچ ہے۔

(کتاب البر صفحہ ۶۱)

جو آج والدین کی خدمت کرے گا کل اس کی اولاد اس کی خدمت کرے گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی عورتوں سے پاکیزہ رہو، تمہاری عورتیں پاکیزہ رہیں گی۔ اپنے والدین کی خدمت و اطاعت کرو، تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے گی۔ تمہارا بھائی تمہارے پاس معذرت کرتے ہوئے آئے تو اسے قبول کرو۔ خواہ حق ہو یا باطل اگر تم ایسا نہ کرو گے تو حوض (کوثر) پر تم نہ آسکو گے۔ (الترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۱۸)

فائدہ: واقعی تجربہ ہے جن لوگوں نے اپنے والدین کا اکرام کیا، ان کے ساتھ احسان و بھلائی سے پیش آئے۔ آج ان کی اولاد ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کر رہی ہے۔ اور ان کی خدمت کر رہی ہے۔ اس کے برخلاف جنہوں نے اپنے ماں باپ کو ستایا، ان کا حق پامال کیا، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ آج ان کے لڑکے اور ان کی اولاد ان کے ساتھ برا اور تکلیف دہ معاملہ کر رہے ہیں۔

والدین کی خدمت دنیا کے حوادث و مصائب کے دفاع کا باعث

بخاری میں (حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی) روایت ہے کہ تین آدمی سفر کر رہے تھے کہ بارش نے روک لیا اور ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ ادھر غار کے منہ پر پہاڑ کا ایک بڑا چٹان آکر گرا اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ تو ایک نے دوسرے سے کہا اپنا وہ عمل جو خالص اللہ کے لئے کیا ہو، اس کے وسیلہ سے دعا کرو شاید اللہ اس

کی برکت سے یہ حل کر دے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ میرے دو بوڑھے والدین تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ جب میں شام کو آتا تو بکریوں کا دودھ دوھتا اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا ایک دن میں تاخیر سے آیا تو دونوں سو گئے تھے۔ میں نے دودھ نکالا جیسا کہ نکالتا تھا۔ اور ان سے پہلے بچوں کو پلانا بھی اچھا معلوم نہیں ہوا۔ اور بچے میرے پیر کے پاس بھوکے چمٹتے رہے۔ اسی طرح میرا ان کا سلسلہ رہا یہاں تک کہ صبح نمودار ہوگئی اے اللہ اگر آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کی رضا کے لئے یہ خدمت کی تو آپ غار کا منہ کھول دیجئے کہ آسمان نظر آنے لگے۔ بس اللہ نے کھول دیا یہاں تک کہ انہوں نے آسمان دیکھ لیا۔ (بخاری و مسلم جلد۲ صفحہ ۳۵۳ مختصراً من الترغیب صفحہ ۳۲۰)

فائدہ: والدین کی خدمت کی برکت سے دنیا کی مصیبت دفع ہوگئی اور غار کے منہ سے بڑا چٹان جس نے غار کا منہ بند کر رکھا تھا کھل گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت قبولیت دعا اور دفع مصائب کا باعث ہے۔ علامہ نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی رعایت بیوی بچوں کے مقابلہ میں ہوگی اور جب والدین کی رعایت بیوی بچوں کے مقابلہ میں ہوگی تو جو والدین محتاج اور ضرورت مند ہوں تو بیوی بچوں کے مقابلہ میں ان کی رعایت مقدم ہوگی۔

والدین کی بددعا کا عجیب خوفناک واقعہ

عوام بن حوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مقام پر ٹھہرا اس محلے کے بغل میں ایک قبرستان تھا۔ جب عصر کے بعد کا وقت ہوا تو ایک قبر پھٹی۔ اس سے ایک آدمی نکلا۔ اس کا سر تو گدھے کی طرح اور پورا جسم انسان کی طرح تھا۔ اور گدھے کی طرح تین مرتبہ چیخا۔ پھر قبر میں چلا گیا۔ ادھر ایک بوڑھی عورت کو دیکھا جو بال یا اون کات رہی تھی۔ ایک عورت نے کہا اس بوڑھی عورت کو دیکھتے ہو۔ میں نے کہا ہاں کیا بات ہے۔ اس نے کہا یہ اس کی ماں ہے۔ میں نے پوچھا قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ شخص شرابی تھا جب شراب پی کر شام کو آتا تو اس کی ماں کہتی اے بیٹا خدا سے ڈر۔ کب تک شراب پیتے رہو گے۔ تو وہ اس کے جواب میں کہتا تو اس طرح چیختا جس طرح گدھا چیختا ہے۔ اس عورت نے بتایا کہ وہ (کسی دن) عصر کے بعد مر گیا۔ اس کے بعد سے ہر دن اس کی قبر پھٹ جاتی ہے اور تین مرتبہ گدھے کی طرح چیختا ہے پھر قبر میں گھس جاتا ہے۔ (الترغیب جلد۳ صفحہ ۳۳۲)

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کو گدھی اور گدھے کی طرح چیخنے والی کہتا تھا۔ جس کی سزا میں وہ قبر میں گدھا ہو گیا اور گدھے کی طرح چیخنے لگا۔ بعض واقعہ میں ہے اس کی ماں نے اس پر کہا تو مجھے گدھی کہتا ہے خدا تجھے ہی گدھا بنا دے۔ اس کی پاداش میں اس کا یہ برا حشر ہوا۔ خدا کی پناہ کیسا دل دہلانے والا واقعہ ہے۔ خدائے پاک اسے سننے والوں کے لئے باعث عبرت بنائے۔ خیال رہے کہ اس واقعہ کو متعدد محققین اصحاب حدیث نے

ذکر کیا ہے۔ چنانچہ محدث منذری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کی الترغیب میں۔ ابن جوزی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے کتاب البر میں متعدد طرق اور مختلف راویوں سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح محدث الاصبہانی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بھی ذکر کیا ہے۔ محدث ابوالعباس الاصم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اس روایت کو حفاظ کے ایک جم غفیر میں املاء کرایا۔ کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی۔

باوجود زہد عبادت کے والدین کی بددعا کا اثر

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ جریج ایک عابد زاہد شخص تھا۔ ایک خانقاہ میں رہتا تھا۔ خانقاہ کے نیچے ایک گائے چرانے والا بھی رہتا تھا۔ گاؤں کی ایک عورت اس چرواہے کے پاس آتی تھی۔ ایک دن جریج کی ماں آئی اور پکارا ''اے جریج'' اور یہ نماز میں تھے (نفل نماز میں) اس نے نماز پڑھتے ہوئے دل میں سوچا ماں یا نماز۔ (ماں کو دیکھوں یا نماز کو دیکھوں۔ یعنی جواب دوں یا نماز ہی میں مشغول رہوں) پس اس نے نماز کو ترجیح دی۔ ماں نے دوبارہ پکارا۔ اس نے پھر دل میں یہی سوچا۔ ماں کو دیکھوں یا نماز کو چنانچہ نماز کو ترجیح دی (اور ماں کی پکار کا جواب نہیں دیا) جب اس نے جواب نہیں دیا۔ تو ماں نے کہا اے جریج جب تک تو فاحشہ کا منہ نہ دیکھے تب تک تجھے موت نہ آئے۔ یہ کہہ کر اس کی ماں چلی گئی (اور یہ نماز ہی میں مشغول رہے)۔

(ادھر یہ ہوا کہ) وہ عورت بادشاہ کے پاس لائی گئی کہ اس نے ایک بچہ جن دیا تھا (حالانکہ وہ غیر شادی شدہ تھی) بادشاہ نے پوچھا کس کا ہے؟ اس نے کہا جریج سے۔ اس نے کہا وہی خانقاہ والا؟ کہا ہاں۔ اس نے حکم دیا: اس کی خانقاہ گرا دو، اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ کدال سے گرا دی گئی اور گردن میں رسی باندھ کر اسے لایا گیا۔ چلتے ہوئے فاحشہ عورتوں نے ان کی طرف دیکھا جریج مسکرائے۔ بادشاہ نے پوچھا اس کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے۔ ان عورتوں نے کہا بچہ اسی راہب کا ہے۔ جریج نے پوچھا وہ بچہ کہاں ہے۔ کہا کہ اس عورت کی گود میں ہے۔ اس نے بچہ کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا تمہارا باپ کون ہے۔ اس بچہ نے (جو ابھی نومولود تھا) جواب دیا گائے کا چرانے والا'' بادشاہ نے جب یہ ماجرا دیکھا کہ راہب کو غلط متہم کیا گیا ہے اور اس کی پاک دامنی کو دودھ پیتے بچے نے ظاہر کیا۔ جو جریج کے لئے کرامت ثابت ہوئی۔ کہا کہ تمہارا صومعہ سونے سے بنا دوں۔ عابد نے کہا نہیں۔ پھر کہا چاندی سے۔ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا کہ آخر کیسا بنا دوں۔ عابد نے کہا جیسا تھا ویسا ہی بنا دو۔ (یعنی مٹی کا)۔ پھر اس نے پوچھا تم (فاحشہ عورتوں کو دیکھ کر) مسکرائے کیوں۔ اس نے کہا ایک واقعہ یاد آگیا (کہ میری ماں نے جو کہا تھا فاحشہ عورتوں کا منہ دیکھو گے وہ آج پورا ہوا) کہ میری ماں نے بد دعا دی تھی۔ پھر والدہ کا قصہ سنایا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴، مسلم صفحہ ۳۱۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی بددعا لگ جاتی ہے۔ گو اس کا اثر آخرت میں نہ ہو، تاہم دنیا کی

پریشانی تو لاحق ہو ہی جاتی ہے۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ یہ نفل نماز میں تھے۔ والدہ کی پکار پر ان کو جواب دینا لازم تھا۔ ان کو چاہئے تھا کہ نماز کو مختصر کر کے جواب دے دیتے۔ نفل نماز پر والدین کو فوقیت حاصل ہے۔ (مسلم صفحہ ۳۱۳)

ظاہر ہے کہ والدہ نے کسی ضرورت سے پکارا تھا اور یہ نفل نماز میں تھے ان کو توڑ کر جواب دینا تھا۔ جس کی بنا پر ماں نے بددعا دی اور بددعا کا یہ اثر ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی بددعا سے بچے ان کو ناراض نہ کرے۔ خدانخواستہ اگر کسی غلط فہمی کی بنیاد پر بددعا دے دیں اور بددعا لگ جائے تو دنیا کی پریشانی اور مصیبت تو ضرور پیش آئے گی مگر آخرت میں اس کا اثر نہ ہوگا۔ لیکن اگر ناحق ستایا۔ برا بھلا کہا تو دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی و پریشانی ہوگی۔

وفات کے بعد والدین کا مطیع وفرمانبردار کیسے ہو؟

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک مر جائے اور وہ شخص (زندگی میں) نافرمان تھا۔ تو اگر وہ ان کے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتا رہے گا اور دعائیں کرتا رہے گا تو وہ شخص (اس کی وجہ سے) فرمانبرداروں میں شمار ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱)

فَائِدَہ: کیسا سنہرا موقع دیا گیا ہے کہ اگر زندگی میں کسی وجہ سے خدمت اور حسن سلوک کر کے خوش نہ کر سکا۔ تو اس کی تلافی مرنے کے بعد دعا و استغفار سے ہو سکتی ہے۔ ان کے لئے ایصال ثواب عبادت اور صدقہ خیرات کے ذریعہ کرتا رہے۔

اللہ کا کس قدر فضل و احسان ہے کہ زندگی میں نہ کر سکا تو موت کے بعد اسے موقعہ دیا۔ اس سے زیادہ کون محروم ہوگا کہ وہ موت کے بعد بھی دعا و استغفار و ایصال ثواب کے ذریعہ اسے راضی کر کے فرمانبرداروں میں شامل نہ ہو سکا۔

والدین کے ایصال ثواب کی دعا

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْعَظْمَةُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعٰلَمِيْنَ. وَلَهُ

النُّوْرُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ“

اس کے بعد یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔
(فضائل صدقات صفحہ ۲۰۶)

والدین کی جانب سے صدقہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ان کی والدہ کا انتقال ان کے غائبانہ حالت میں ہو گیا تھا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں ان کی جانب سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا آپ گواہ رہنا میں نے باغیچہ ان کے لئے صدقہ کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے والد انتقال کر گئے ہیں اور کوئی وصیت نہیں کی۔ کیا میں ان کی جانب سے کوئی صدقہ کروں تو ان کو پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۲۴، کتاب البر صفحہ ۳۴)

فائدہ: والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی جانب سے کوئی صدقہ جاریہ کر دے تاکہ اس کا ثواب پہنچتا رہے۔ اگر کوئی صدقہ جاریہ نہ کر سکے تو مختلف اوقات میں ان کی جانب سے ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرتا رہے یا تلاوت و عبادت کا ثواب ان کو پہنچاتا رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ اس کو اگر بولنے کا موقعہ ملتا تو صدقہ کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں تو ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ (اس کو ثواب ملے گا)۔ (مسلم جلد ۶ صفحہ ۳۲۴، مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۲)

فائدہ: صدقہ خیرات کا ثواب ملتا ہے۔ والدین نے اولاد کی پرورش میں ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ صرف کیا ہوگا۔ پیدائش سے لے کر جوانی تک کے اخراجات کی نہایت حسن و خوبی کے ساتھ ذمہ داری نبھائی۔ اس میں کوئی معمولی خرچ نہیں ہوتا۔ آج وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اگر تھوڑی سی رقم ان کے ایصال ثواب کے لئے نکال لیا کریں تو کون سا نقصان ہوگا۔ لہٰذا یہ معمول بنا لیں کہ وقتاً فوقتاً ان کے لئے کچھ رقم صدقہ خیرات کر دیا کریں۔ مثلاً کسی کو کھانا کھلا دیا۔ موقعہ بموقعہ کسی کو کپڑا پہنا دیا، مسجد میں قرآن دے دیا، مدرسہ میں کتابیں ہبہ کر دیں، اس کے ثواب میں والدین کی نیت کر لی۔ اسی طرح نفل نمازیں پڑھیں اور اس کا ثواب بخش دیا۔ قرآن پڑھا اور اس کا ثواب بخش دیا بہتر یہ ہے کہ یومیہ معمول بنا لے۔ مثلاً مغرب کے بعد چھ رکعت نفل اوابین پڑھ لیا کرے اور اس کا ثواب بخش دیا کرے۔ ہر ماہ جمعہ کو۔ یا ماہ مبارک میں ان کے نام سے کچھ صدقہ خیرات کا معمول بنا لیا کرے۔ اس طرح گرانی اور بوجھ بھی نہ ہوگا اور والدین کے حق میں بہترین سلوک بھی ہوگا برزخ

میں ان کی روح کو آرام ملے گا اور خوشی کا باعث ہوگا۔ جب یہ اپنے والدین کے لئے کریں گے تو ان کی اولاد بھی ان کے حق میں کیا کرے گی۔

خیال رہے کہ دوسروں کو ثواب بخشنے سے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔ خدائے پاک اپنے فضل سے ان کو بھی ثواب عطاء فرما دیتے ہیں۔ اللہ پاک کی بندوں کے ساتھ کتنی رعایت ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو کچھ تلاوت کلام پاک درود وظائف پڑھے اس کا ثواب پوری امت کو عام مؤمنین مؤمنات کو یا اپنے اقرباء رشتہ داروں کو یا اکابرین اولیاء اللہ کو بخش دیا کریں۔ ان کی روح بھی خوش ہوگی اور ان کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

قرض ادا کرنے سے فرمانبرداروں میں شامل

حضرت امام اوزاعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جس نے زندگی میں اپنے ماں باپ کو ستایا پھر ان کی طرف سے جو ذمہ میں قرض تھا ادا کر دیا۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ ان کی رعایت کرتے ہوئے کسی کو گالی نہ دی۔ تو اس کو حسن سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا۔ اور جس نے زندگی میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا اور (ان کے مرنے کے بعد) جو ذمہ میں قرضہ تھا ادا نہ کیا اور نہ ان کے لئے استغفار کیا اور گالی وغیرہ کا کام کیا۔ تو والدین کو ستانے والوں میں لکھ دیا جائے گا۔ (الدر المنثور جلد۴ صفحہ ۱۷۴)

فَائِدَہ: دیکھئے والدین کا قرضہ ادا کرنے کی کتنی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے زندگی کا نافرمان موت کے بعد کا، فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرضہ کے سبب آدمی جنت جانے سے روک دیا جاتا ہے۔ جب ان کا قرضہ ادا کر دیا جائے گا تو ان کے لئے جنت جانے کی اجازت مل جائے گی۔ ظاہر ہے کہ ان کے لئے کتنی خوشی و مسرت کی بات ہوگی۔ اولاد کا وہ عمل جو والدین کے لئے جنت کی اجازت کا سبب بن جائے یقیناً اس سے زیادہ ان کے حق میں نفع کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

والدین کی جانب سے حج بدل و عمرہ کا ثواب

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو اپنے والدین کی جانب سے حج کرے یا ان کے قرضہ کو ادا کرے وہ قیامت کے دن ابرار کی جماعت کے ساتھ اٹھے گا۔

(مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ ۱۴۶)

''ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو یہ ان کے لئے حج بدل ہو سکتا ہے۔ ان کی روح کو آسمان میں اس کی خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ شخص اللہ کے نزدیک فرمانبرداروں میں شمار ہوتا

ہے۔ اگر چہ پہلے سے نافرمان ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین میں سے کسی کی طرف سے حج کرے تو ان کے لئے ایک حج کا ثواب ہوتا ہے اور حج کرنے والے کے لئے نو حجوں کا ثواب ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ ۲۰۶)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے والد یا والدہ کی جانب سے حج کیا، حج کا ثواب ان کو بھی اور ان کے والدین کو بھی ملے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ والدین کی جانب سے حج کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ یہ ثواب سے محروم نہ رہیں گے۔ اسی طرح ہر نیکی اور بھلائی کا حکم ہے۔ دوسروں کو ثواب بخشنے سے یا دوسروں کے لئے کرنے سے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا اور وہ حج نہیں کر سکے۔ آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ اگر تمہارے والد پر قرضہ ہو اور تم ان کی جانب سے ادا کرو گے تو ادا ہو گا کہ نہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بھی تو ذمہ ہی ہے اس کی جانب سے تم ادا کر دو۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)

فائدہ: متعدد صحابہ سے منقول ہے کہ ان کے والدین کے ذمہ حج تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر کے انہوں نے ان کی جانب سے حج کر دیا۔

خیال رہے کہ اگر والدین یا ان میں سے کسی ایک پر استطاعت کی وجہ سے حج فرض ہو چکا تھا اور وہ اپنی صحت یا کسی سستی یا دینی اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ حج کے فریضے کو ادا نہ کر سکے تو استطاعت مالی کی صورت میں ان کی اولاد پر لازم ہے کہ ان کی جانب سے حج بدل ادا کر دیں یا دوسروں سے کرا دیں تا کہ برزخ اور ہجرت میں وہ اس فریضہ کی سخت گرفت سے محفوظ رہیں۔

اگر انہوں نے وصیت کر دی ہے تب تو وصیت کے فقہی امور کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی جانب سے حج کرنا واجب ہے۔ اگر وصیت نہ کی ہو تب بھی والد کا ایک اخلاقی فریضہ ہے کہ جن کی دنیا ان سے بحکم الٰہی بنی ہے وہ ان کی آخرت بننے کا سبب بنیں۔

والدین کی موت کے بعد حسن سلوک کی صورت

حضرت ابو سعید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کیا کوئی ایسی نیکی ہے جو والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان کے لئے دعا و استغفار کرنا، ان کے عہد کو پورا کرنا، ان

کے رشتہ داروں واقارب سے حسن سلوک کرنا۔ ان کے احباب دوستوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۰، ابوداؤد، ابن ماجہ)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ والدین کی موت اور دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کے حق میں حسن سلوک اور بھلائی کی جاسکتی ہے۔ اگر ان کی حیات میں خدمت وطاعت بھلائی اچھائی کسی وجہ سے نہ کر سکا۔ تو اس کا موقعہ ختم نہیں ہوا ہے بلکہ وہ موت کے بعد بھی اس کی تلافی کر کے ان کے ساتھ بھلائی کرنے والا اور مطیع وفرمانبردار ہوسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے جواب میں پانچ ایسے امور ارشاد فرمائے جن کا ذکر کرنا ان کی وفات کے بعد حسن سلوک میں شامل ہوگا۔

❶ ان کے لئے دعا رحمت کی جائے۔

❷ مغفرت اور نجات کی دعا کی جائے۔

❸ ان کے عہد، وصیت کو نافذ کیا جائے یا جو وہ کہہ کر اور تمنا کر کے گئے ان کو پورا کیا جائے۔ مثلاً کہہ گئے فلاں کو فلاں سامان دے دینا۔ یا فلاں کو فلاں کام کرنے کو کہہ دینا۔ یا اولاد میں کسی کو حافظ یا عالم بنانے کو کہہ گئے۔ یا شادی کے متعلق کہہ گئے۔ تو ان کا پورا کرنا حسن سلوک میں داخل ہے۔ البتہ مال وجائداد کی جو وصیت کی ہو وہ کسی عالم سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

❹ ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ حسب ضرورت مدد کرنا۔ بیماری و دکھی کا خیال رکھنا وغیرہ۔

❺ والدین کے احباب ملنے جلنے والوں کے ساتھ اکرام واحترام کا برتاؤ کرنا۔ ان سے حسن تعلقات رکھنا۔ وقت ضرورت ان کے کام آنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کا بڑا خیال رکھتے۔ ادب مفرد میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ ایک سفر کے موقعہ پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ملاقات ایک اعرابی سے ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں میں سے تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک سواری کا گدھا اور اپنا عمامہ اتار کر ہدیہ دے دیا۔ اس پر رفقاء نے کہا کہ ان کو تو دو درہم بھی دینا کافی تھا۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے اپنے والد کا لحاظ کیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے والد کی دوستی کا خیال رکھنا اس کو مت کاٹنا۔ ورنہ اللہ تیرا نور بجھا دے گا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۴، ادب مفرد صفحہ ۲۶)

دراصل ان چیزوں سے ان کی روحوں کو خوشی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ان امور کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں مدینہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف

لائے۔ اور کہا جانتے ہو میں کیوں آپ کے پاس آیا۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا میں نے حضور پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اپنے والدین کے ساتھ جو قبر میں جا چکے ہوں حسن سلوک اور بھلائی کرے تو ان کے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ حضرت عبداللہ کے والد اور ان کے والد کے درمیان محبتانہ تعلقات تھے۔ (اسی نسبت سے میں نے چاہا) تمہارے ساتھ حسن سلوک کروں۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۲۳)

فائدہ: متعدد احادیث میں آیا ہے کہ والدین کی وفات کے بعد ان کے اقارب و دوست احباب کے ساتھ حسن سلوک کرنا گویا اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ لہٰذا جس کے والدین وفات پا چکے ہوں اور وہ حسن سلوک کی فضیلت و ثواب کو حاصل کرنا چاہتے ہوں تو ان کے بعد ان کے اقارب اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

وفات کے بعد ان کے احباب و متعلقین کے ساتھ حسن سلوک

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور پاک ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ والد کے ساتھ حسن سلوک کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے چلے جانے کے بعد اس کے احباب و اہل محبت و تعلق سے حسن سلوک کرے۔

(مسلم صفحہ ۴۱۹، مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۴)

ابن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ کے راستہ میں تھے۔ ایک بدو جاتا ہوا ملا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سلام کیا اور اسے اپنی سواری دے دی اور سر پر جو عمامہ تھا وہ بھی دے دیا۔ ابن دینار نے کہا: خدا بھلا کرے یہ تو بدو تھا اس سے کم پر بھی راضی ہو جاتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ان کے والد ہمارے والد کے دوستوں میں تھے۔ اور میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا ہے کہ بہترین حسن سلوک یہ ہے کہ باپ کے دوستوں کے ساتھ احسان کرے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۲۳)

والدین کے حق میں دعا کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی جب مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے (یعنی ثواب کا دروازہ بند ہو جاتا ہے) مگر تین چیزوں کا اسے نفع (ثواب) پہنچتا رہتا ہے۔ (مسلم صفحہ ۴۱، ادب مفرد صفحہ ۲۵)

1. ایسا صدقہ و خیرات جس کے نفع کا سلسلہ چلتا رہتا ہو۔ جیسے مسجد مدرسہ وغیرہ بنا دیا۔
2. علم کا سلسلہ قائم کر دیا جس کا نفع لوگوں کو بعد میں ہوتا رہا۔ مثلاً کتابیں لکھ دیں۔ ہمیشہ درس و تدریس کا سلسلہ رکھا۔ عالم حافظ بنا دیا وغیرہ۔

۳ اولاد کی دعا۔ مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کے حق میں رحمت مغفرت رفع درجات کی دعا جو مانگے گی اس کا والدین کو آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔ اولاد کی دعاؤں سے والدین کو برزخ میں بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ تخفیف یا رفع عذاب اور مغفرت کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ ان کی دعاؤں سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اولاد کا حق ہے کہ وہ والدین کے حق میں دعائیں کیا کریں۔ کہ ان کے دینی و دنیاوی عظیم احسانات ہیں۔ خدا کے بعد انہی کی کرم فرمائی اور احسانات سے وہ زندگی کے قابل ہوئے۔

والدین کے لئے مغفرت کی دعا

حضرت ابو کامل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد بھلائی کی خدائے پاک کا حق ہے کہ اسے قیامت کے دن خوش رکھے گا۔ ہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کیسے ہوگی۔ آپ نے فرمایا اپنے والدین کے لئے استغفار کرے اور کسی کے والدین کو برا بھلا نہ کہے کہ وہ اس کے والدین کو برا کہے۔ (کتاب البر صفحہ ۱۳۲)

فائدہ: وفات کے بعد ان کے لئے دعاء و استغفار کرنا حسن سلوک میں داخل ہے۔ جس طرح دنیا میں خدمت جسمانی یا مالی سے ان کو فائدہ پہنچتا تھا اسی طرح مرنے کے بعد دعاء استغفار اور صدقاتِ، خیرات و ایصال ثواب سے فائدہ پہنچتا ہے۔

دعاء مغفرت کی وجہ سے والدین کے درجات بلند

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک صالح بندے کا درجہ جنت میں بلند فرما دیتے ہیں۔ وہ عرض کرتا ہے اے رب یہ درجہ کیسے بلند ہوا (کہ میرا کوئی عمل تو ایسا نہ تھا)۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہاری اولاد نے تمہارے لئے جو مغفرت کی دعا کی اس کی وجہ سے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۰۶، ادب مفرد صفحہ ۲۵)

فائدہ: معلوم ہوا کہ موت کے بعد مغفرت کی دعا ان کے حق میں عظیم سلوک ہے۔ دعائے مغفرت سے ان کے گزشتہ گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔ ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اولاد کا یہ عمل ان کے حق میں کس قدر خوشی کا باعث ہوتا ہوگا۔ مردوں کے لئے زندوں کی جانب سے یہ "ہدیہ" ہے جس کا فائدہ ان کو پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں نافرمان اولاد موت کے بعد مغفرت کی دعا سے فرمانبرداروں میں شامل ہو جاتی ہیں۔

والدہ کے بعد خالہ کا درجہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ (بخاری، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا میں نے بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا توبہ کی گنجائش ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہاری ماں ہے۔ کہا نہیں، پھر فرمایا خالہ ہے۔ کہا ہاں، فرمایا پھر ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۲، ترغیب صفحہ ۳۲۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ والدہ کی وفات کے بعد خالہ سے حسن سلوک کرنا گویا ماں سے حسن سلوک کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے بعد خالہ کا درجہ قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے تربیت و پرورش میں ماں کے نہ ہونے کی صورت میں خالہ کا اعتبار ہوگا۔ خالہ کا حق دادی اور بہن سے پہلے ہے۔ کہ وہ اپنی بہن کی اولاد کو ماں کی طرح دیکھتی اور سمجھتی ہے اور ماں جیسی شفقت کا برتاؤ کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ والدہ کی وفات کے بعد خالہ کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔ اور ماں کی طرح اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہئے کہ خالہ کی خدمت بھی گناہ کی معافی کا باعث ہے۔

والدین کی وفات کے بعد قبر کی زیارت

محمد بن النعمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرفوعاً روایت بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے والدین کی قبر کی یا ان میں سے کسی ایک کی ہر جمعہ کو ایک مرتبہ زیارت کرتا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اسے فرمانبرداروں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (الجامع الصغیر صفحہ ۱۷۸، مجمع الزوائد صفحہ ۶۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت جمعہ کے دن کرے گا اور سورہ یٰسین پڑھے گا۔ اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (جامع الصغیر للسیوطی بسند ضعیف جلد ۲ صفحہ ۵۲۸)

جمعہ کے دن زیارت کا ایک واقعہ

ایک نیک عورت کا قصہ "روض" میں لکھا ہے جس کو "باہیہ" کہتے تھے، بڑی کثرت سے عبادت کرنے والی تھی۔ جب اس کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اے وہ ذات جو میرا توشہ اور میرا ذخیرہ ہے، اسی پر میرا زندگی اور موت میں بھروسہ ہے۔ مجھے مرتے وقت رسوا نہ کیجئیو اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھیو۔ جب وہ انتقال کر گئی تو اس کے لڑکے نے یہ اہتمام شروع کر دیا کہ ہر جمعہ کو وہ ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کو ثواب بخشتا اور اس کے لئے اور سب قبرستان والوں کے لئے دعا کرتا۔ ایک دن اس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اماں تمہارا حال کیا ہے۔ ماں نے جواب دیا موت کی سختی بڑی چیز ہے۔ میں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت سے ہوں۔ ریحان میرے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ ریشم کے تکیہ لگے ہوئے ہیں قیامت تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا۔ بیٹے نے پوچھا کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہو۔ اس نے کہا تو ہر جمعہ کے میرے پاس آ کر جو قرآن پڑھتا ہے، اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تو آتا ہے تو سارے قبرستان

والے خوش ہو کر مجھے خوش خبری دینے آتے ہیں کہ تیرا بیٹا آ گیا۔ مجھے بھی تیرے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے اور ان سب کو بھی بہت خوشی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے میں اسی طرح ہر جمعہ کو اہتمام سے جاتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع مردوں اور عورتوں کا میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا تم لوگ کون ہو۔ کیوں آئے ہو۔ وہ کہنے لگے ہم فلاں قبرستان کے آدمی ہیں ہم تمہارے شکریہ ادا کرنے آئے ہیں۔ تم ہر جمعہ کو ہمارے پاس آتے ہو اور ہمارے لئے دعائے مغفرت کرتے ہو۔ اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے اس کو جاری رکھنا۔ اس کے بعد سے میں نے بھی اور بھی زیادہ اہتمام اس کا شروع کر دیا۔ (فضائل صدقات صفحہ ۹۹)

اولاد کے ساتھ حسن سلوک

شریعت کے مطابق اولاد پر خرچ کرنا صدقہ ہے

حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا آدمی کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔ (بخاری صفحہ ۸۰۵، مسلم، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تمہارا وہ دینار جو راہ خدا میں خرچ ہو، وہ دینار جو غلام پر خرچ ہو، وہ دینار جس کا تم خیرات کردو اور وہ دینار جو اپنے اہل پر خرچ کرو۔ سو اس میں سے زیادہ افضل وہ ہے جو اہل وعیال پر خرچ کرو۔ (مسلم صفحہ ۳۲۲)

حضرت مقدام بن معدیکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو تم اپنے آپ کو کھلاؤ۔ صدقہ ہے۔ جو تم اپنی اولاد کو کھلاؤ صدقہ ہے۔ جو اپنی بیوی کو کھلاؤ صدقہ ہے۔ جو اپنے خادم کو کھلاؤ صدقہ ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۲۲)

اولاً اہل وعیال پر خرچ کرنا افضل ہے

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: آدمی کا افضل ترین مال وہ ہے جو اہل وعیال پر خرچ ہو۔ (مختصراً، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۲۲)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل وعیال اور بیوی بچوں پر جو آدمی خرچ کرتا ہے اس کا بھی ثواب ملتا ہے۔ بشرطیکہ یہ خرچ شریعت کے مطابق ہو۔ اور اس میں اسراف اور تجاوز "عن الحد" نہ ہو۔ لہٰذا خلاف شرع لباس و معیشت پر خرچ کرے تو ثواب نہیں بلکہ گناہ ملے گا۔ مثلاً ٹی وی پر خرچ، بے پردگی اور فیشن والے امور پر خرچ وغیرہ۔

اہل عیال مقدم

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اول (خرچ) اپنے اوپر سے شروع کرو۔ اس سے فاضل ہو تو اہل وعیال پر خرچ کرو۔ پھر اس سے فاضل ہو جائے تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو۔ پھر رشتہ داروں سے فاضل ہو تو اس طرح (اہل ایمان پر) خرچ کرو۔ اپنے سامنے سے پیچھے سے، بائیں

سے، دائیں سے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۳۲۲)

فائدہ: اس حدیث پاک میں مصرف کی ترتیب بیان کی گئی ہے۔ کہ اولاً اپنی ذات پر اس قدر خرچ کرے کہ صحت باقی رہے۔ ضروریات پوری ہوں۔ اس کے بعد اہل وعیال بیوی بچوں پر خرچ ہو۔ اس کے بعد اہل قرابت پر پھر عام مؤمنین پر۔ خیال رہے کہ اپنے اہل وعیال پر خرچ سے مراد ضروری اخراجات ہیں۔ عیش پرستی اور فراوانی کا خرچ مراد نہیں اس صورت میں تو کبھی بھی اہل ثروت کے لئے دوسروں کا نمبر نہ آئے گا۔ چونکہ عیاشانہ زندگی کا خرچہ لامحدود ہے۔

ادھر مال میں ہر ایک کا حق ہے۔ ایسے مالدار جن کا اپنا ہی تعیشانہ خرچ پورا نہیں ہوتا۔ اپنے عیش میں لگے رہتے ہیں۔ آپ نے ان کے متعلق "ھَالِکُوْنَ" ہلاک ہونے والا فرمایا ہے۔ تاوقتیکہ وہ فراخدلی سے راہ خدا میں خرچ نہ کریں۔

اہل وعیال پر مشفقانہ برتاؤ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری امت سے قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا اس کی (بظاہر) کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس سے جنت کی امید ہو سکے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اسے جنت میں داخل کر دو یہ اپنے اہل وعیال پر بڑا مہربان تھا۔ (کتاب البر صفحہ ۱۴۵)

تین بیٹیوں کی پرورش پر جنت واجب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں۔ وہ ان کو ادب سکھائے۔ ان پر شفیقانہ برتاؤ کرے۔ ان کی ذمہ داری ادا کرے تو یقیناً اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔ پوچھا گیا اللہ کے رسول اور دو بیٹیاں ہوں تو۔ آپ نے فرمایا تب بھی۔ (مجمع جلد ۸ صفحہ ۵۸، کتاب البر صفحہ ۱۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں۔ وہ ان کی تکلیف خوشیوں اور پریشانیوں کو (پرورش اور تربیت میں) برداشت کرے تو اللہ پاک اپنے فضل سے اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ کسی نے پوچھا دو ہوں تب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ہوں تب بھی۔ پھر کسی نے کہا اگر ایک ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ہو تب بھی۔ (یعنی پرورش پر جنت)۔ (مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۳۵)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر خرچ کرے۔ (یعنی پرورش پر) یہاں تک کہ بالغ ہو جائیں (قابل نکاح ہو کر نکاح ہو جائے) یا انتقال ہو جائے۔ تو یہ اس کے لئے جہنم سے حجاب کا باعث ہوں گی۔ (یعنی جہنم جانے سے روک دیں گی)۔
(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۵۷)

فَائِدَہ: احادیث میں جس تاکید اور اہمیت کے ساتھ لڑکیوں کی پرورش پر ثواب ہے۔ لڑکوں پر نہیں۔ اس لئے لڑکوں کی تربیت بوجھ نہیں بنتی کہ اس کا نفع والدین کو عود کر کے آئے گا اور لڑکی دوسرے کے گھر چلی جائے گی۔ لڑکوں سے مستقبل میں امیدیں وابستہ ہوتی ہیں لڑکیوں سے نہیں۔

بیٹی پر بیٹے کو ترجیح نہ دے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس کی بیٹی ہو۔ اس نے نہ اسے تکلیف دی۔ نہ اس کو نیچا سمجھا اور نہ بیٹے کو اس کے مقابلہ میں ترجیح اور فوقیت دی۔ خدائے پاک اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (ابوداؤد، حاکم، البر صفحہ ۱۴۸)

فَائِدَہ: عموماً لوگ بیٹی کی پیدائش پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ لڑکوں کے مقابلہ میں اسے کمتر سمجھتے ہیں۔ مال وغیرہ اور دیگر آرام راحت کے امور میں بیٹے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ بھی بیٹی کو زائد کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا دوسرے کے گھر چلی جائے گی۔ شادی بیاہ کی پریشانی کی وجہ سے اسے بار گراں سمجھتے ہیں۔ سو یہ چیزیں نہایت قبیح اور مذموم ہیں۔ اس کے مقابل میں جس نے ان بیٹیوں کے ساتھ مکرمانہ برتاؤ۔ بیٹے کو فوقیت نہ دی تو اس کا صلہ اس کو جنت میں ملے گا۔ اولاد خواہ بیٹا ہو یا بیٹی خدا کی نعمت ہے۔ اپنی جانب سے تفریق درست نہیں آج کے اس دور میں تو بیٹے کے مقابلے میں بیٹی زیادہ مطیع فرمانبردار اور والدین کے ساتھ محبت کرنے والی ہوتی ہے۔ ذرا سی تکلیف سن کر متاثر ہو جاتی ہے۔ بخلاف بیٹوں کے کہ وہ آزاد پھرتے رہتے ہیں۔

لڑکی کے باعث برکت ہے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب بچی پیدا ہوتی ہے تو اللہ پاک ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو ان کے لئے برکت لے کر اترتے ہیں۔

ابن شریط رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ جب آدمی کی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ پاک ملائکہ کو بھیجتے ہیں و گھر والوں کو سلامتی (مبارک بادی) پیش کرتے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۵۶)

فَائِدَہ: عموماً بچیوں کی ولادت پر لوگ ناخوشی اور تکدر کا اظہار کرتے ہیں سو یہ غلط مذموم ہے۔ بچی کی پیدائش باعث برکت ہے۔

بیٹیوں کی پرورش پر جنت میں آپ کی معیت

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں

ہوں۔ وہ ان کی پرورش کرے۔ تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ پھر آپ نے چاروں انگلیوں سے اشارہ کیا۔ یعنی جس طرح انگلیاں متصل ہیں اسی طرح وہ میرے بغل میں ہوں گے۔ ان کے اور میرے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہوگا۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۵۷، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۵۶)

حضرت ابوالمحبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو بیٹی، یا دو بہنوں، یا دو خالاؤں، یا پھوپھیوں یا دو دادیوں کی خبر گیری اور ان کی کفالت کی وہ میرے ساتھ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ جس طرح یہ دو انگلیاں۔ اور آپ نے شہادت اور بیچ کی انگلیوں کو ملا کر دکھلایا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۸)

فائدہ: آج کے ماحول میں بیٹیوں کا مسئلہ بڑا پیچیدہ بن گیا ہے۔ جہیز کے جٹانے پھر شادی کرنے میں اچھی خاصی پریشانی ہو جاتی ہے۔ لوگوں کی جائیداد۔ معاشی پونجی کا صفایا ہو جاتا ہے۔ اس سے ماحول میں بیٹی کی پیدائش پھر اس کی پرورش اور تربیت ایک اہم مسئلہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی پرورش اور تربیت سے دنیاوی فائدہ نہیں پہنچتا ہے کہ دوسرے کے گھر چلی جاتی ہے۔ اس لئے شریعت نے اس کی پرورش اور حسن تربیت پر اہم ترین ثواب جنت دیا ہے۔

بیٹی جہنم سے روک اور حجاب کا باعث

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو خدا نے بیٹی دے کر آزمایا۔ اس نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ یہ اس کے لئے جہنم سے روک کا باعث ہوگی۔

(بخاری صفحہ ۱۹۰، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۰)

فائدہ: عموماً بیٹی میں خرچہ ہی خرچہ ہے۔ لوگ اس سے ایک قسم کی گرانی محسوس کرتے ہیں۔ بسا اوقات طعنہ بھی دیتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے حسن برتاؤ کی تاکید کی ہے اور فضیلت بیان کی ہے۔

وہ عورت جو پہلے لڑکی جنے باعث برکت ہے

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ عورت کے لئے باعث برکت یہ ہے کہ وہ پہلے لڑکی جنے۔ یعنی اس سے لڑکی پیدا ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۶ صفحہ ۴۷)

فائدہ: بچوں کے اقسام بیان کرنے میں حق تعالیٰ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ لڑکوں کا ذکر بعد میں کیا ہے۔ اس آیت کے اشارہ سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہوتی ہے۔ (معارف القرآن پارہ ۲۵، صفحہ ۵۴)

فائدہ: اس پرفتن دور میں لڑکی کی پیدائش پر عورت کو منحوس اور اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ خدا کی پناہ۔ قرآن و

حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے لڑکی پیدا ہونا باعث برکت ہے۔ اور ہم اسے برا اور منحوس سمجھیں۔ وجہ یہ ہے کہ شادی بیاہ کے فتنہ نے ہمارے ماحول میں لڑکی کی اہمیت کھودی ہے۔ خدا کی پناہ۔ بعض علاقے میں سنا گیا ہے کہ لڑکی کی پیدائش پر بیوی کو طلاق دے دی۔ اللہ ہی بچائے گا۔ اس بے چاری کا کیا قصور ہوا۔ دراصل وہ خدا کی اس تقسیم پر رد کر رہا ہے۔ کسی اہل معرفت کا یہ شعر ہے ؎

مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ
فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ

''جو میری تقسیم و تقدیر پر راضی نہیں وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا رب تلاش کرے۔''

ظاہر ہے کہ کوئی دوسرا رب ہے ہی نہیں۔ بندے کی شان ہے کہ وہ خدا کی تقسیم پر راضی رہے۔

بہنوں کے ساتھ حسن سلوک اور تربیت کی فضیلت

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں۔ یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں۔ اس نے اس کی پرورش کی اور بہترین سلوک کیا تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۶، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس کے پاس تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں۔ اس نے ان کے بارے میں خدا سے خوف کیا۔ ان کی نگرانی کی۔ (یعنی ان بہنوں یا بیٹیوں کو اچھی طرح خوش رکھتے ہوئے کفالت کی) تو وہ میرے ساتھ اس طرح جنت میں ہوگا۔ (یعنی میرے ساتھ جیسے انگلی کے بغل انگلی)۔ (مکارم الخرائطی جلد۲ صفحہ ۶۴۵)

فَائِدَہ: آج کل اپنی اولاد بیوی بچوں کی پرورش ہی مشکل ہے تو بہنوں اور خالاؤں کو کون پوچھتا ہے۔ تاہم ایسے لوگ جو والد کے ضعیف اور کمزور ہونے کی وجہ سے یا انتقال کی وجہ سے ان بہنوں کا جس کا کوئی سہارا اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو۔ وہ ان کی کفالت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں ایسوں کی جزاء جنت ہے۔

مطلقہ بیٹی پر خرچ کرنے کی فضیلت

حضرت سراقہ بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں تم کو بہترین صدقہ نہ بتا دوں۔ یہ تیری وہ لڑکی ہے جو لوٹ کر تیرے پاس ہی آگئی ہو۔ اس کے لئے تیرے سوا کوئی کمانے والا نہ ہو۔

(ادب مفرد صفحہ ۳۷)

فَائِدَہ: لوٹ کر آنے کا مطلب یہ ہے شوہر نے طلاق دے دی۔ جس کی وجہ سے وہ تمہارے ذمہ ہوگئی۔ تو

اس پر والدین کا خرچ کرنا۔ اس کی ضرورتوں کی رعایت اور خبر گیری بہترین افضل ترین صدقہ ہے۔ اس میں پانچ رخ کے اعتبار سے ثواب ہے۔

1. صدقہ کا۔
2. مصیبت زدہ کی امداد کا۔
3. صلہ رحمی کا۔
4. اولاد کی خبر گیری کا۔
5. غمزدہ کی دلداری کا۔

اولاد کی پرورش کی وجہ سے بیوہ رہنے کی فضیلت

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور وہ عورت جس کا چہرہ مرجھایا ہوا ہو۔ بے رونق گال ہو۔ جو شوہر کی موت کی وجہ سے بیوہ ہوگئی ہو۔ اور بچوں کی پرورش کی وجہ سے صبر کر کے بیٹھی رہی۔ جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے۔ جس طرح یہ دو انگلیاں۔

(ادب مفرد صفحہ ۵۴، مکارم الخرائطی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت جس نے محض یتیم اولاد کی خاطر اپنی آرام و آسائش چھوڑ دی۔ اپنے جذبات کا گلا گھونٹا فکر رنج اور بوجھ تربیت و صرفہ کی وجہ سے چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ مرجھا گیا۔ خوب صورتی چلی گئی۔ ایسی صابرہ عورت کا درجہ یہ ہوگا کہ وہ آپ کے ساتھ ہوگی۔ اللہ اکبر کتنا بڑا مرتبہ ہے۔ اگر ایسی عورت فرائض واجبات کی پابندی کرے۔ زبان اور اخلاق درست رکھے تو جنت کے ابتداءً داخل ہونے اور بلند پایہ رتبہ پانے میں مردوں سے بھی آگے ہو جائے گی۔

جنت جانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کون آگے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت کا دروازہ سب سے پہلے میں کھولوں گا۔ مگر اس عورت کو دیکھوں گا جو مجھ سے بھی آگے ہونے میں بیتاب ہوگی میں کہوں گا تو کون ہے اور اس جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ وہ کہے گی میں وہ عورت ہوں کہ یتیموں کی پرورش کی خاطر میں نے دوسرے سے شادی نہیں کی۔ ویسے ہی بیٹھی رہی۔ (ابو یعلی اسنادہ حسن، ادب مفرد مترجم صفحہ ۹۴)

فائدہ: شوہر کے طلاق یا وفات کی صورت میں عورت بیوہ ہوگئی اور چھوٹا بچہ ہے۔ محض اس کی تربیت اور دیکھ بھال کی وجہ سے اس نے شادی نہ کر کے جوانی اور صحت کو قربان کر دیا تو ایسی عورت کی یہ فضیلت ہے۔ مگر خیال

رہے کہ اگر عورت کی عمر نئی ہے۔ اقرباء اعزاء میں کوئی پرورش اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو تو شادی کر لینا بہتر ہے تا کہ فتنہ وغیرہ سے محفوظ رہے۔ یا جب بچے بالغ اور اپنے پیر پر کھڑے ہو جائیں تو شادی کر لینی چاہئے۔ عورتوں کو بلا شوہر کے رہنا فتنوں اور مصائب کا سبب ہے۔ اس لئے بیوہ عورت کی نکاح کے بڑی تاکید اور فضیلت ہے۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک واخلاق کا حکم

اہل قرابت پر صدقہ وخیرات کا دگنا ثواب

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غریب مسکین پر صدقہ کا دگنا ثواب ہے۔ایک خیرات کا دوسرا رشتہ داری کی رعایت کا۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۱۴۲)

حضرت عامر ضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا دگنا ثواب رکھتا ہے، صدقہ کا اور رشتہ داری کی رعایت کا۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۱۴)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک باندی آزاد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے آزاد کرنے کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ اگر تم اپنے ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ ثواب پاتیں۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۳۲۳)

فائدہ: خیال رہے کہ عام لوگوں کے مقابلہ میں رشتہ داروں پر صدقہ خیرات ہدایا تحائف کا زیادہ ثواب ہے۔ رشتہ داروں کی رعایت عام لوگوں کے مقابلہ میں افضل اور دگنے ثواب کا باعث ہے۔

جو رشتہ دار مخالفت اور عناد رکھے اس پر خرچ کا ثواب

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ خیرات میں سب سے بہترین صدقہ خیرات وہ ہے جو تم مخالفت اور عناد رکھنے والے رشتہ دار پر خرچ کرو۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۱۶، کتاب البر صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: اس کا زیادہ ثواب اس وجہ سے ہے کہ نفس انکار کرتا ہے اور نفس پر بہت گراں گزرتا ہے کہ اس کو دوں جو ہماری مخالفت کرتا ہے۔ ایسا صدقہ خالص اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

بری موت سے بچنے کا ذریعہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جسے یہ پسند ہو کہ عمر اس کی بڑھ جائے، رزق وسیع ہو جائے،

بری موت سے بچ جائے، وہ خدا سے تقویٰ اختیار کرے۔ رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرے۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ ۳۳۵)

عمر بڑھنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خدائے پاک نے اس کی عمر کے اضافہ کو اس کار خیر سے متعلق رکھا ہو۔ یا اس میں برکت ہوجائے۔ یعنی وقت میں برکت ہوجائے۔

بری موت سے بچنے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

❶ ایکسیڈنٹ جیسے حادثہ کی موت یا

❷ موت کے وقت شیطانی جال اور اس کے فتنہ سے محفوظ رہنا مراد ہو بہر صورت یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ جو حسن سلوک کے لئے مرغوب ہے۔

برکت رزق کا ذریعہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا رزق وسیع کر دیا جائے اور اس کے بعد اس کے نشانات قدم میں تاخیر کی جائے۔ وہ رشتہ داروں کے ساتھ رعایت اور احسان کا معاملہ کرے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۸۵، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دوسری روایت میں ہے انساب کو سیکھو۔ یعنی اپنے رشتوں کو معلوم کرو تا کہ ان رشتہ داروں کی تم رعایت کرسکو۔ اس لئے کہ صلہ رحمی کرنا اہل خاندان والوں سے محبت کرنا ہے، جو مال کو بڑھانے والا، نشانات قدم کو مؤخر کرنے والا ہے۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۵، ادب مفرد صفحہ ۳۵)

فَائِدَہ: رزق کی برکت اور وسعت کا خاص کر اس دور میں کون طالب نہیں۔ جسے برکت رزق کی طلب ہو وہ حسن سلوک شروع کردے۔ نشانات قدم کی تاخیر کا مطلب یہ بھی ہے کہ موت میں تاخیر یعنی عمر میں برکت ہو جائے۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اولاد میں برکت ہو۔ جس کا سلسلہ دیر تک چلتا رہتا ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اس کا ذکر خیر انتقال کے بعد مدتوں باقی رہتا ہے احسان وسلوک خیر کی وجہ سے لوگوں میں ان کا حسن ذکر چلتا رہتا ہے۔ واللہ اعلم۔

رشتہ داروں کی رعایت اور حسن سلوک زیاتی عمر کا باعث

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو۔ رزق میں وسعت ہو۔ بری موت سے حفاظت ہو۔ وہ خدا سے ڈرے۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۵)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: صدقہ اور رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی

واحسان کے برتاؤ سے خدا عمر میں اضافہ فرماتا ہے۔ بری موت سے محفوظ رکھتا ہے۔ رنج اور مصائب سے بچاتا ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۲۳۵)

رشتہ داروں کی رعایت، ان کے ساتھ احسان و بھلائی کے برتاؤ کی حدیث پاک میں بڑی فضیلت اور ترغیب و تاکید آئی ہے اور اس کے خلاف پر سخت ترین وعید آئی ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ اس قدر اہم ترین اور مقبول ترین عمل ہے کہ اس کی وجہ سے عمر میں اضافہ اور اس میں برکت کر دی جاتی ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارا ماحول رشتہ داروں کے ساتھ توڑ کا ہے۔ غیروں اور اجانب کے ساتھ تو ہم رعایت کرتے ہیں۔ ان سے تعلقات بڑھاتے ہیں مگر رشتہ داروں سے نفرت اور عناد رکھتے ہیں۔ بڑے گھاٹے کی بات ہے۔

حسن سلوک اور صلہ رحمی میں زیادتی عمر اور وسعت رزق کو بہت دخل ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ "**من بسط له فى الرزق بصلة الرحم**" (صفحہ۸۸۵)

اسی طرح دیگر محدثین نے بھی یہ باب قائم کر کے اس کو واضح کیا ہے کہ اس سے رزق میں زیادتی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا گیا ہے جو شخص ایک بات کا ذمہ لے لے اس کے لئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں یعنی جو شخص صلہ رحمی کرے۔

1. اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔
2. اعزہ اس سے محبت کرتے ہیں۔
3. رزق میں اس کی وسعت ہوتی ہے۔
4. اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات جلد۱ صفحہ۲۰۳)

چھ چیزوں پر جنت کی ضمانت

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم چھ چیزوں کی ذمہ داری لے لو۔ میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

1. گفتگو کرو تو جھوٹ نہ بولو۔
2. وعدہ کرو تو وعدہ خلافی نہ کرو۔
3. امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرو۔
4. اپنی نگاہ کی حفاظت کرو۔

❺ اپنے ناموس کی حفاظت کرو۔

❻ رشتہ داروں کے ساتھ احسان وسلوک کرو۔ (کتاب البر صفحہ ۱۶۲، مجمع الزوائد صفحہ ۳۰۴)

گھر کی آبادی اور خوش حالی

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا، اچھے اخلاق کا اختیار کرنا، پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ گھروں کو آباد اور خوش حال رکھتا ہے اور عمر کو بڑھاتا ہے۔
(مجمع صفحہ ۵۳، کتاب البر صفحہ ۱۵۵، الخرائطی فی المکارم صفحہ ۵۱)

جنت کو قریب کرنے والے اعمال

حضرت ابوایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ایک بدو نے پوچھا مجھے جنت کو قریب کرنے والے اور جہنم کو دور کرنے والے اعمال بتا دیجئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔ (کتاب البر صفحہ ۱۶۳)

باوجود گناہ کے مال اولاد میں زیادتی کس عمل سے؟

ابوسلمہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا سب سے جلدی جزاء صلہ رحمی کا ملتا ہے۔ یہاں تک کہ گھر والے اگرچہ گناہ گار ہوتے ہیں لیکن جب وہ لوگوں کے ساتھ احسان و بھلائی کرتے ہیں تو ان کے مال اور اولاد میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۲۶۴)

فَائِدَہ: سبحان اللہ۔ کس قدر مؤثر اور نفع بخش ہے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا کہ گناہ جو رزق کو تنگ کرتا ہے۔ باوجود اس کے مال اولاد میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ خدا کو کس قدر محبوب ہے یہ عمل۔

رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کے دس فوائد

فقیہ ابواللیث رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں صلہ رحمی (رشتہ داروں کے ساتھ احسان و بھلائی) میں دس فوائد ہیں۔

❶ اول یہ کہ اس میں اللہ جل شانہ عم نوالہ کی رضا وخوشنودی ہے۔ اللہ پاک کا حکم صلہ رحمی کا ہے۔

❷ دوسرے رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرنا ہے اور حضور پاک کا ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل مؤمن کو خوش کرنا ہے۔

❸ تیسرے اسی سے رشتے کو بھی بہت مسرت ہوتی ہے۔

❹ چوتھے مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔
❺ پانچویں شیطان علیہ اللعنۃ کو اس سے بڑا رنج و غم ہوتا ہے۔
❻ چھٹے اس کی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔
❼ ساتویں رزق میں برکت ہوتی ہے۔
❽ آٹھویں مردوں کو اس سے مسرت ہوتی ہے۔ باپ دادا کا جب انتقال ہو گیا ان کو جب اس کی خبر ہوتی ہے تو ان کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔
❾ نویں آپس کے تعلقات میں اس سے قوت ہوتی ہے۔ جب تم کسی کی مدد کرو گے اس پر احسان کرو گے تمہاری ضرورت اور مشقت کے وقت وہ دل سے تمہاری اعانت کرنے کا خواہش مند ہوگا۔
❿ دسویں مرنے کے بعد تمہیں ثواب ملتا رہے گا۔ جس کی بھی تم مدد کرو گے، تمہارے مرنے کے بعد وہ ہمیشہ تمہیں یاد کر کے دعائے خیر کرتا رہے گا۔ (فضائل صدقات صفحہ ۲۰۲)

مال میں زیادتی کس عمل سے؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تین باتیں بالکل حق اور پکی ہیں۔
❶ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ چشم پوشی کرے اس کی عزت بڑھتی ہے۔
❷ جو شخص مال کی زیادتی کے لئے سوال کرے اس کے مال میں کمی ہوتی ہے۔
❸ جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ ۲۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو خدا سے خوف کرے گا۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرے گا۔ اس کی عمر میں برکت ہوگی اور مال میں فراوانی ہوگی۔ رشتہ داروں میں وہ محبوب ہوگا۔

تین لوگوں سے آسان حساب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگوں کا حساب اللہ پاک سہولت و آسانی سے لے گا۔ اور انہیں محض اپنے کرم سے جنت میں داخل کرے گا۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ اے خدا کے رسول آپ پر ہمارے ماں باپ قربان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
❶ جو تم کو محروم رکھے تم اس کو دو۔
❷ جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے جوڑ رکھو۔

۳ جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو۔ جب تم یہ کرو گے تو خدا تم کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(ترغیب صفحہ ۳۴۲، حاکم)

اولین وآخرین کے بہترین اخلاق

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اولین وآخرین کے بہترین اخلاق نہ بتاؤں۔ میں نے کہا ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جو تمہیں اپنی طرف سے محروم رکھے اسے دیا کرو۔ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔ جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو۔

(ترغیب صفحہ ۳۴۲)

افضل ترین صدقہ

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا آدمی کا بہترین صدقہ وہ ہے جو ایسے رشتہ داروں پر کرے جو اس سے عناد رکھیں۔ (ترغیب صفحہ ۳۴۱)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ ایسا رشتہ دار جس سے نہ بنتی ہو۔ اس سے کسی حالت میں اختلاف اور جھگڑا ہو تو اس کو دینے میں افضل ترین صدقہ ہے۔

رشتوں کے جوڑ سے اللہ کا جوڑ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قیامت کے دن رحم (رشتہ داری) اعلان کرے گا جس نے مجھے جوڑ کے رکھا خدا اسے جوڑے جس نے مجھے توڑ کے رکھا۔ خدا اس سے توڑ رکھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۱)

جنت کی خوشبو بھی نہیں

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے آتی ہے۔ مگر والدین سے قطع رحم وتعلق رکھنے والا اور رشتوں کو توڑنے والا اس کی خوشبو نہیں پا سکتا۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۲۹)

رشتوں کا تعلق عرش پر معلق ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''رحم'' رشتوں کا تعلق عرش پر معلق ہے اور اس کا کہنا ہے جو مجھے جوڑے رکھے خدا اسے جوڑے، جو مجھ سے توڑ رکھے خدا اسے توڑے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۹)

خدا کی رحمت سے دور کب؟

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جب لوگ علو ظاہر کریں اور دلوں میں بغض رکھیں۔ اور قطع رحمی کرنے لگیں۔ تو اللہ جل شانہ اس وقت ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتے ہیں اور اندھا بہرا کر دیتے ہیں۔ (درمنثور، فضائل صدقات صفحہ ۱۹۶)

آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی گناہ ایسا نہیں کہ آخرت میں ذخیرہ ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی اس کی سزا جلد مل جاتی ہے۔ وہ ظلم اور رشتوں کو توڑنا ہے۔

فائدہ: یعنی ظلم کسی کو تنگ کرنے اور ستانے کی سزا اور رشتوں کو توڑنے کی سزا اس دنیا میں مل جاتی ہے۔

سب سے جلدی کس کا ثواب؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلائیوں میں سب سے جلدی ثواب حسن سلوک کا ملتا ہے۔ اور مؤاخذہ اور گرفت سب سے جلدی ظلم کا ہوتا ہے۔ (ترغیب صفحہ ۳۴۳، ابن ماجہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ رشتہ داری میں احسان و بھلائی کا ثواب جلد اسی دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ اور ظلم کی سزا آخرت کے علاوہ اسی دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔

کس پر خدا کی رحمت نہیں اترتی؟

معجم طبرانی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر فرشتے رحمت لے کر نہیں اترتے جس میں رشتوں کو توڑنے والا ہوتا ہے۔ (ترغیب صفحہ ۳۴۵)

کوئی عمل قبول نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسانوں کے اعمال شب جمعہ کو پیش کئے جاتے ہیں۔ پس رشتہ توڑنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۲)

فائدہ: شب جمعہ میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ کس قدر خوف اور ڈر کی بات ہے کہ رشتہ توڑنے کی وجہ سے اعمال مردود ہو جاتے ہیں۔

آسمان کے دروازے کس کے لئے بند؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے: میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو چلا جائے۔ ہم لوگ اللہ جل

شانہ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی۔ اس سے پہلے ہی دروازہ بند کرلیا جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ ہماری دعا ہوگی تو دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے قبولیت سے رہ جائے گی۔ (فضائل صدقات صفحہ ۲۱۸)

رشتہ توڑنے والوں پر قرآن میں لعنت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرابت (رشتہ داری) کو توڑنے والا ہو۔ اس سے میل جول پیدا نہ کیجیو۔ میں نے قرآن پاک میں دو جگہ ان لوگوں پر لعنت پائی ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ ۱۹۵)

رشتوں کا توڑ قیامت کی علامت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تین امور قیامت کی علامتوں میں سے ہیں۔

1. پڑوسی کا تکلیف دہ ہونا۔
2. رشتوں میں ربط و جوڑ کا نہ ہونا۔
3. جہاد کا منقطع ہو جانا۔ (احکام القرآن صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: آج کل رشتوں کا توڑ بہت عام ہے ذرا ذرا سی دنیاوی بات پر رشتوں کو توڑ دیتے ہیں۔ جو بہت بڑا گناہ اور ملعون کام ہے۔ خدا کی رحمت اور فضل سے دور کرنے والا ہے۔

رشتہ کے توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی آمد و رفت نہ رکھے۔ شادی بیاہ، رنج و غم میں نہ جائے اور نہ شریک ہو۔ عیادت نہ کرے۔ ضرورت کے موقعہ پر اعانت نہ کرے۔ اس سے مطلب نہ رکھے۔ خیریت وغیرہ نہ معلوم کرے۔ نہ اس کے خوش کرنے کے اسباب اختیار کرے۔

دیکھئے آج یہ تینوں علامتیں پائی جا رہی ہیں جو آپ نے فرمائی ہیں۔ ملکی جہاد تو ہے لیکن اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد بالکل ختم ہے۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن برتاؤ

پڑوسیوں کے حقوق اور ان کی رعایت قرآن پاک میں

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى. الخ﴾

ترجمہ: ”اور تم اللہ کی عبادت اختیار کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔ اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غرباء کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی۔ اور ہم مجلس کے ساتھ بھی۔ اور راہ گیر کے ساتھ بھی۔ اور غلاموں کے ساتھ بھی۔ یقیناً خدا ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھے اور شیخی کی باتیں کریں۔“ (سورہ نساء)

فائدہ: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اولاً اپنا حق بیان کیا کہ توحید، ایک خدا کو ماننا اسی کی عبادت کرنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔ اسلام کی بنیاد اور اساس ہے۔ پھر انسانی حقوق کو بیان کیا۔ جس میں اولاً والدین کے حق کو ذکر کیا۔ جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کے بعد اگر کسی کا احسان ہے۔ اور آدمی اس کے احسان پر مجبور ہے کہ اسے خدائے پاک کے احسان کی طرح مستغنی نہیں ہوسکتا تو والدین ہیں۔

اس کے بعد آدمی جس ماحول میں اور کنبہ میں رہتا ہے اس کے احسان سے وابستہ ہوتا ہے۔ چنانچہ تیسرے نمبر پر تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن وسلوک کی تاکید فرمائی۔ پھر اس کے بعد گھر کے بغل کا پڑوسی جس سے قرب وجوار کی وجہ سے مسائل وابستہ ہوتے ہیں۔ بیاہ شادی اور دیگر گھریلو ضرورت میں بغل میں ہونے کی وجہ سے بسا اوقات ان کی اعانت وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے چوتھے نمبر پر پڑوسی کے حقوق کو بیان کیا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔ قرآن پاک نے اس مقام پر دو لفظوں کو ذکر کیا ہے ”جار ذی القربی“ اس سے مراد وہ پڑوسی ہے جو مکان کے متصل میں رہتا ہے اور ”جار جنب“ سے مراد وہ پڑوسی ہے جو مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ”جاری ذی القربی“ سے وہ شخص مراد ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی۔ اس طرح اس میں دو حق جمع ہوگئے اور ”جار جنب“ سے مراد وہ شخص ہے جو صرف پڑوسی

ہے، رشتہ دار نہیں۔ اس لئے اس کا درجہ پہلے سے موخر رکھا گیا ہے۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ "**جارذی القربی**" وہ پڑوسی ہے جو اسلامی برادری میں داخل اور مسلمان ہے۔ اور "**جار الجنب**" سے مراد غیر مسلم پڑوسی ہے۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید رشتہ دار ہو یا غیر۔ مسلم ہو یا غیر مسلم بہر حال اس کا حق ہے۔ بقدر استطاعت کے اس کی امداد و اعانت اور خبر گیری لازم ہے۔ (معارف القرآن صفحہ ۶۴)

ابوبکر رازی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے احکام القرآن میں بیان کیا کہ ایک حدیث میں ہے کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں۔

1. ایک وہ جس کے تین حقوق ہیں۔ پڑوسی بھی ہے، رشتہ دار بھی ہے اور مسلمان بھی ہے۔
2. ایک وہ پڑوسی ہے جس کے دو حقوق ہیں۔ یہ وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی ہے۔
3. ایک وہ ہے جس کا صرف ایک ہی حق ہے۔ وہ یہ ہے جو غیر مسلم ہے۔ (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۷۶)

معلوم ہوا کہ غیر مسلم پڑوسی کا بھی حق ہے کہ اس کی رعایت کی جائے۔ اسے تکلیف نہ دی جائے۔ تو مسلمان پڑوسی کا پھر کتنا حق ہوگا۔ لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ آج اس دور میں ایک پڑوسی دوسرے کے حق میں اذیت اور تکلیف کا باعث ہے۔

پڑوسیوں کا اکرام

ایمان والا اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ (بخاری صفحہ ۸۸۹، مسلم ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۵۲)

سہولت نہ پہنچا سکے تو تکلیف اور اذیت تو ہرگز نہ پہنچائے۔ یہ صرف مسلمان کے ساتھ خاص ہی نہیں بلکہ عام انسانوں کا حق ہے۔ البتہ ایمان کی بنیاد پر اور پھر پڑوسی ہو تو اس کے حق میں اور زیادہ تاکید ہو جاتی ہے کہ اسے کسی طرح تکلیف اور اذیت نہ پہنچائے۔ مگر افسوس کہ آج کل ماحول اس کے برعکس ہے۔ قریب والوں سے شکایت دور والوں سے راحت۔

جس کے ضرر سے پڑوسی نہ بچے وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنت میں نہیں داخل ہوسکتا جس کے ضرر سے پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ (مسلم، ترغیب صفحہ ۳۵۲)

مؤمن نہیں ہوسکتا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے ضرر سے نہ محفوظ رہے اور نہ اس کے شر سے مامون ہو کر رات گزارے۔
(ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۵۳)

جنت میں جانے کا مستحق ہی نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن وہ ہے جس سے لوگ مامون رہیں۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔ مہاجر وہ ہے جس نے گناہ کو چھوڑ دیا۔ قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کوئی بندہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ (ابویعلی، ترغیب صفحہ ۳۵۳)

جس نے پڑوسی کو تکلیف دی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف دی اس

نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۳۵۴)

جس نے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جس نے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی۔ اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی۔ (ابوشیخ، ترغیب صفحہ۳۵۴)

فائدہ: پڑوسی سے لڑائی خدا سے لڑائی ہے کیونکہ وہ خدا کے بندے اور اس کے پیدا کردہ ہیں۔ اسے کیا حق کہ اللہ کے بندے کو تکلیف دے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے پڑوسیوں کا مقدمہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسیوں کا مقدمہ پیش ہوگا۔ (مسند احمد، ترغیب صفحہ۳۵۵)

فائدہ: اللہ کے نزدیک پڑوسیوں کا مسئلہ کس قدر اہم ہے کہ پہلے اسی کا حساب ہوگا۔

باوجود نماز، روزہ اور صدقہ کی کثرت کے جہنم میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ فلاں عورت نماز، خیرات اور روزہ بکثرت کرتی ہے۔ ہاں مگر اپنی زبان سے پڑوسی کو تکلیف دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جہنم میں ہو گی۔ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول فلاں عورت روزہ نماز کم کرتی ہے۔ اور (تھوڑا بہت) پنیر کے ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے اور پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔

(مسند احمد، حاکم، بزار، ترغیب صفحہ۳۵۶)

فائدہ: متعدد احادیث میں ایسی عورت کو باوجود روزہ نماز کے اہل جہنم میں سے کہا گیا ہے۔ پڑوسی کو تکلیف پہنچانا خدا کے غیظ وغضب کی بات ہے۔ کہ اس کا برا اثر عبادت پر غالب آجاتا ہے۔ عموماً آج کل کے ماحول میں پڑوسی کو تکلیف دینا عام بات ہے۔ اگر پڑوسی غریب یا اجنبی ہے علاقائی نہیں ہے تو پھر کمزور سمجھ کر بچے بچیاں تک پریشان کرتے ہیں۔ کس قدر انجام بد کا باعث ہے۔

ایمان والا اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرے

ابوشریح کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان لائے۔ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرے۔ (ادب مفرد، ابن ماجہ، مکارم صفحہ۳۸۸)

فائدہ: یہ ایمان کی علامت ہے کہ لوگوں کے ساتھ خوش اسلوبی کا معاملہ کرے اور پڑوسی اس کا زیادہ مستحق ہے

کہ مابین اچھے تعلقات رہیں۔

مؤمن ہے تو اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (بخاری و مسلم صفحہ ۸۸۹، ابوداود، مکارم صفحہ ۳۹۱)

پڑوسی کا احترام والد کے احترام کی طرح

حضرت سعید ابن المسیب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ایک پڑوسی کا دوسرے پر ایسا ہی احترام ہے جیسے والد کا۔ (جامع صغیر، مکارم ابن ابی الدنیا)

وہ جس کا پڑوسی بھوکا ہو

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا وہ مؤمن نہیں جس کا تو پیٹ بھرا ہوا ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۷، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۲۹)

فَائِدَہ: آج اس دور میں عام طور پر پڑوسیوں کے ساتھ تکلیف دہ معاملہ کیا جاتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات میں لڑائی جھگڑا اور گالم گلوچ کی صورت اختیار کر لی جاتی ہے۔ بلا وجہ و دلیل کے کسی نقصان پر بدگمانی اختیار کر لی جاتی ہے۔ اگر پڑوسی غریب یا غیر علاقائی ہو یا ماحولاً کمزور ہو تو پھر ظلم و توہین کا کیا کہنا۔ ہر طرح اس پر فوقیت ظاہر کی جاتی ہے۔ اسے نیچا سمجھ کر اس کے ساتھ تکلیف دہ معاملہ کیا جاتا ہے۔ آج قیامت کی یہ علامت پائی جاتی ہے۔

گھر میں فراوانی اور عمر میں زیادتی کب؟

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تین چیزیں گھر کی آبادی اور عمر کی زیادتی کا سبب ہیں۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، رشتوں کا جوڑ اور اچھے اخلاق۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۲۶)

فَائِدَہ: پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا کیا ہی اچھا انجام ہے۔ دوسروں کا دل خوش کرنے سے خدائے پاک کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور خدائے پاک کی خوشی ان چیزوں کا ذریعہ بنتی ہے۔

پڑوسی کے لئے شوربا زائد رکھنا

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اے ابوذر! جب تم شوربہ پکاؤ تو پانی زیادہ ڈالو تاکہ پڑوسی کے لئے بھی گنجائش ہو جائے۔ (ادب مفرد صفحہ ۴۷، مکارم الخرائطی جلد ۱ صفحہ ۲۳۱)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی (سالن کی) ہانڈی چڑھائے تو شوربا زائد رکھے کہ اپنے پڑوسی کو دے سکے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۰)

اچھا پڑوسی خوش قسمتی کی بات ہے

ابن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی خوش نصیبی میں سے یہ ہے کہ اس کا کشادہ گھر ہو اچھا پڑوسی ہو اور اچھی سواری ہو۔

(ادب مفرد صفحہ ۴۷، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۶۳، احکام الخرائطی صفحہ ۲۴۰)

فائدہ: واقعی اچھے پڑوسی سے بڑی راحت ملتی ہے ضرورت اور وقت پر اس کی اعانت سے بڑی سہولت ملتی ہے۔ مثلاً ضرورت پڑ گئی تو بازار بھیج کر سامان منگوا لیا۔ کھانے پینے روز مرہ کے کسی سامان کی ضرورت ہوئی تو منگوا لیا۔ آمد و رفت اور حسن تعلقات و گفتگو سے دل بہل گیا۔ غرض معاشرتی ماحول میں اس سے بڑی آسانیاں ملتی ہیں۔ اس لئے اچھے پڑوسی کی تلاش کا حکم ہے۔

پڑوسی کی رعایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے پڑوسی کو اس بات سے نہ روکے کہ وہ اس کی دیوار میں کوئی کیل لگائے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۶۹، مکارم الخرائطی صفحہ ۲۴۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی معمولی ضرورت سے اس کی دیوار میں جو اس کی طرف ہے۔ کیل وغیرہ لگائے تو اسے منع نہ کرے کہ یہ بد اخلاقی ہے اور مروت کے خلاف ہے کیل سے اس کا کیا نقصان ہوگا۔ اور ادھر اس کا فائدہ ہو جائے گا۔

بدبختی کی باتیں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں۔ ① برا پڑوسی ② بری عورت ③ پریشان کن سواری ④ اور تنگ گھر۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۶۳)

جس پڑوسی کی وجہ سے لوگ دروازہ بند رکھیں

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس پڑوسی سے مال کے خوف کی وجہ سے دروازہ بند رکھے۔ وہ مؤمن نہیں۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دروازہ کھلا رکھنے کی صورت میں پڑوس کی جانب سے تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہو۔ مثلاً مال یا کوئی گھریلو سہولت دیکھ لے تو پریشان کرے۔ کوئی چیز دیکھ لے تو مانگنے لگ جائے اور نہ دینے پر اذیت پہنچائے۔ مرغا، مرغی، بکرا، بکری، گھر میں گھس کر پریشان کرے اور کچھ کہے تو لڑائی مول لے۔ گھر کھلا دیکھ کر سامان چرا لے ان وجوہات کی وجہ سے اگر کسی پڑوسی کی وجہ سے دروازہ بند رکھے تو وہ پڑوسی ایمان سے خالی ہے

چونکہ مؤمن وہ ہے جو کسی اذیت کا باعث نہ بنے۔

پڑوسی کا بچہ گھر آئے تو

حضور پاک ﷺ نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا اے عائشہ اگر پڑوسی کا بچہ تمہارے گھر آ جائے تو اس کے ہاتھ میں کچھ دے دو یہ آپس کی محبت کا سبب ہے۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کا کوئی چھوٹا بچہ آ جائے تو اسے بسکٹ وغیرہ یا کھانے پینے کی چیزیں اس کے ہاتھ میں دے دے۔ اس سے اس کے والدین پر اثر ہوگا اور حسن تعلقات کا سبب بنے گا۔ خاص کر کے اگر اس کے چھوٹے بچے کھا رہے ہوں یا ان کے ہاتھ میں کچھ مٹھائی وغیرہ ہو اور پڑوسی کا بچہ اسی وقت آ جائے۔ تو ضرور اسے دے دے ایسا نہ کرے کہ اسے بھگا دے اور گھر سے نکال دے۔ بڑی بے مروتی کی بات ہے۔ اگر بڑوں سے کوئی اختلاف ہو تو بچوں کے ساتھ ایسی بداخلاقی نہ کرے۔

پڑوسی کے معمولی ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو خطاب فرماتے ہوئے کہا: اے مسلمان عورتو! اپنے پڑوسی کے ہدیہ حقیر نہ سمجھو خواہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (ادب مفرد صفحہ ۴۹)

فَائِدَہ: عموماً عورتوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ کسی کے معمولی ہدیہ کو حقیر اور اہانت کی نگاہ سے دیکھ کر واپس کر دیتی ہیں۔ جس سے بیچاری غریب پڑوسن کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر خلوص محبت کی بنیاد پر کوئی کچھ دے تو اسے واپس نہ کرے کہ دل شکنی کی بات ہے۔

اپنی دیوار پر پڑوسی کو لکڑی، ڈاٹ رکھنے سے منع نہ کرے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی مؤمن بھائی اس بات سے نہ روکے کہ اس کی دیوار پر کوئی لکڑی رکھے۔ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب تمہارا پڑوسی تمہاری دیوار پر کوئی ڈاٹ (بیم یا ستون) رکھنا چاہے تو اسے نہ روکو۔

(بیہقی کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۶۱)

فَائِدَہ: عام طور پر ہمارے ماحول میں یہ رائج ہے کہ کوئی اپنی دیوار سے کسی دوسرے کو فائدہ اٹھانے نہیں دیتا۔ ہر شخص اپنی دیوار بناتا ہے۔ اگر کوئی کسی کی دیوار پر چھت یا ستون رکھنا چاہتا ہے تو اسے روک دیا جاتا ہے۔ ظاہر یہ اخلاق اور مروت کے خلاف ہے کہ اس سے غریب پڑوسی کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو کسی سے فائدہ پہنچ جائے تو بڑی سعادت کی بات ہے۔

ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر کیا حق ہے؟

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ان کے دادا نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے پڑوسی کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1. اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔
2. اگر انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے کے پیچھے چلو۔
3. اگر قرض چاہے تو اسے قرض دو۔
4. اگر اسے کپڑے کی ضرورت ہو تو اسے کپڑے کی سہولت دو۔
5. اگر اسے خوشی ہو تو مبارک باد دو۔
6. اگر مصیبت و حوادث پہنچے تو اس کی تعزیت کرو۔

اس طرح اس کے مکان پر اپنا مکان بند نہ کرو کہ ہوا کی آمد و رفت رک جائے۔ اپنی ہانڈی سے اسے تکلیف مت پہنچاؤ ہاں مگر یہ کہ اس کے برتن میں ڈال دو۔ (یعنی اچھی چیز کی خوشبو سے وہ للچائے نہیں اسے بھی دے دو تا کہ اسے ناداری پر افسوس نہ ہو)۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۶، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۶۵، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۸۵)

فائدہ: پڑوسی کے حقوق کے سلسلے میں یہ حدیث بہت جامع ہے۔ اس حدیث پاک میں بہت سے اہم حقوق کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور بنیادی حقوق کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی روشنی میں چاہئے کہ ہم موازنہ کریں کہ ہم سے یہ حقوق ادا ہو رہے ہیں یا نہیں۔

جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کے لئے نکلے تو فرمایا جو پڑوسی کو تکلیف دینے والا ہو وہ میرے ساتھ آج شریک نہ ہو۔ ایک شخص نے کہا میں نے پڑوسی کی دیوار پر پیشاب کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھ آج مت آؤ۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۷۰)

فائدہ: آپ نے تاکیداً شرکت جہاد سے روکا تا کہ لوگوں کو اس کی اہمیت معلوم ہو کہ ماحول میں پڑوسی کی تکلیف اہم چیز ہے۔

پڑوسیوں کے ساتھ رعایت کی تاکید

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پڑوسیوں کے متعلق حضرت جبرائیل علیہ السلام (اس کثرت سے) ہمیں نصیحت کرتے رہے کہ ہم نے گمان کیا کہ ان کو وارث بنا دیا جائے گا۔

(بخاری صفحہ ۸۸۹، مسلم، ابوداود، ابن ماجہ)

غیر مسلم پڑوسی کی بھی رعایت

حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ایک بکری ذبح کی گئی تو اپنے غلام سے بار بار کہنے لگے: اپنے یہودی پڑوسی کو ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ اس کی تاکید کرتے رہے کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ وہ وارث بنا دیں گے۔ (ادب مفرد صفحہ ۴۴)

فائدہ: خیال رہے کہ پڑوسی کے لئے نہ ایمان شرط ہے نہ صلاح تقویٰ۔ ہر ملک مزاج کے لوگ داخل ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ پڑوسی میں مسلمان، کافر، عابد، فاسق، دوست دشمن علاقائی غیر علاقائی، نفع پہنچانے والا، نقصان پہنچانے والا، قریب دور سب شامل ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۶۲)

قیامت کی علامت

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ آدمی اپنے پڑوسی کو، بھائی کو، باپ کو قتل نہ کر ڈالے۔ (ادب مفرد صفحہ ۴۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے پڑوسی کا برا ہونا ہے۔ (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

پڑوسی کی حد

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! میں نے فلاں محلے میں قیام کیا ہے اور جو پڑوسی سب سے زیادہ قریب ہے وہی مجھے سخت تکلیف دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا وہ مسجد آئے اور اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے اعلان کرنے لگے۔ خبردار چالیس گھر تک پڑوسی ہے۔ اور کوئی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کا پڑوسی اس سے پریشان ہو۔

(ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۵۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کی حد چالیس مکان ہے۔ اس طرح ایک چھوٹا سا محلّہ آپس میں ہر ایک دوسرے کا پڑوسی ہے۔ ہر ایک پر ایک دوسرے کی رعایت ضروری ہے ضرر و تکلیف سے بچانا لازم ہے۔

پڑوسی کا حق کم لوگ ادا کر پاتے ہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا پڑوسی کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا قرض مانگے تو اسے قرض دو۔ مدد چاہے تو اس کی مدد کرو۔ ضرورت مند ہو تو اس کی اعانت کرو۔

مریض ہو تو عیادت کرو۔ پھر آپ نے آخر میں فرمایا سمجھتے ہو جو میں کہہ رہا ہوں۔ بہت ہی کم لوگ ہیں جو پڑوسی کے حق کی رعایت کرتے ہیں۔ خدا رحم کرے۔

فَائِدَہ: آج حقیقت یہ ہے کہ پڑوسی کے حقوق کو ادا نہیں کیا جاتا ہے اسے پامال کیا جاتا ہے۔ غریب کمزور ہو تو اسے ستایا جاتا ہے۔

صالح اور نیک پڑوسی کی برکت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک مسلمان صالح پڑوسی کی وجہ سے سو گھروں کی مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۳٦۳)

فَائِدَہ: صالح پڑوسی کی کیسی عجیب و عظیم برکت ہے کہ اس کے صالح اور نیک ہونے کی طفیل سو گھروں کے مصائب دفع ہوتے ہیں۔ اس خوبی اور برکت کا لحاظ کرتے ہوئے اچھے اور صالح پڑوسی کو آدمی جگہ دے۔ اس کے ساتھ سہولت اور رعایت کا معاملہ کرے۔ ایسا شخص محلے میں نہ ہو تو اسے جگہ دے تاکہ نیکی کی برکت سے محلے کو فائدہ پہنچے۔ افسوس لوگ کیسے بد بخت ہوتے جارہے ہیں کہ نیک اور صالح پڑوسی کو تکلیف دیتے ہیں۔ اور شریر فاسق پڑوسی کی رعایت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج برکت اٹھ چکی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس محلے میں نیک اور صالح عالم، اور بزرگ شخص ہو وہ محلہ بڑا ہی مبارک ہے۔ کہ اس کے وجود اور سکونت و قیام کو خیر کے آنے اور شر و فتنہ کے دفع ہونے کا سبب سمجھ کر ان کا اکرام کرے۔

برے پڑوسی سے پناہ مانگے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامَۃِ“

تَرجَمَہ: ”اے اللہ! میں گھر کے برے پڑوسی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

(ابن حبان، ترغیب صفحہ ۳۵۵)

فَائِدَہ: یعنی محلے اور سکونت کے پڑوسی سے برخلاف سفر کے پڑوسی سے کہ اس سے اتنی اذیت اور پریشانی نہیں ہوتی۔ کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے ساتھ ہوتا ہے۔

تمام مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

تمام مخلوق خدا کی عیال

حضرت انس اور عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ پس خدا کے نزدیک پسندیدہ وہ ہے جو اس کی عیال کے ساتھ بہترین برتاؤ کرے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۲)

فائدہ: مخلوق کے اندر مسلمان، کافر، انسان، حیوان سب ہی داخل ہیں۔ ہر مخلوق کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا اسلام کی تعلیم ہے اور اللہ جل شانہ کو محبوب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ قریش نے مسلمانوں کو بہت اذیت پہنچائی بہت نقصانات دیئے۔ آپ ان لوگوں پر بد دعا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بد دعا دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے کے ساتھ رحم کا برتاؤ نہ کرو۔ صحابہ نے عرض کیا ہم میں سے ہر شخص رحم تو کرتا ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رحم نہیں ہے جو اپنے ہی ساتھ ہو۔ بلکہ رحم وہ ہے جو عام ہو۔ (فضائل صدقات صفحہ ۲۱۴)

خیال رہے مذہب اسلام کی تعلیم ہے کہ خدا کی ہر مخلوق کے ساتھ خواہ وہ کافر ہو یا کوئی بھی حیوان ہو اس کے ساتھ رحم، رعایت کا معاملہ کیا جائے۔ اس کو پریشان نہ کیا جائے۔ اس پر ظلم تشدد اور سختی نہ کی جائے۔ ناحق مارا نہ جائے۔ بھوکا، پریشان حال ہو تو اس کا خیال کیا جائے۔

ہر مخلوق کے ساتھ بھلائی اور اچھائی کا برتاؤ کرنے والا خدا کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے یا چونکہ سب خدا کی عیال ہے۔ جس طرح آدمی کی عیال پر کوئی شفقت و رحمت کا معاملہ کرے تو اسے خوشی اور اس شخص سے اسے محبت ہو جاتی ہے اسی طرح خدا کی مخلوق خدا کی عیال ہے اس کے ساتھ محبت و شفقت کرنے والا خدا کو محبوب ہوگا۔

غیروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کی اجازت

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس زمانہ میں قریش سے معاہدہ ہو رہا تھا (یعنی صلح حدیبیہ) اس وقت میری والدہ جو مشرکہ اور کافرہ تھیں۔ میرے پاس آئیں (مکہ سے مدینہ منورہ) میں نے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا۔ میری والدہ اعانت کے سلسلہ میں میرے پاس آئیں میں ان کی مدد واعانت کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ان کی اعانت کرو۔ (بخاری صفحہ۸۸۴، مشکوٰۃ)

فائدہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بیوی تھیں اور اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ تھیں۔ باپ اور بیٹی اسلام سے مشرف ہو گئے تھے۔ مگر یہ کافرہ رہ گئی تھیں۔ اسی وجہ سے مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے مدینہ شوہر اور بیٹی کے ساتھ نہ آسکی تھیں۔ یہ اپنی بیٹی حضرت اسماء کے پاس مدد کے لئے آئی تھیں۔ اس کے مشرک ہونے کی وجہ سے حضرت اسماء کو پس و پیش ہوا کہ مدد کروں یا نہ کروں۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں باب "صلة الوالد المشرك" اور "باب صلة الاخ المشرك" قائم کر کے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کافر کے ساتھ بھی صلہ رحمی اور حسن سلوک کا برتاؤ کیا جائے گا۔ (صفحہ۸۸۴)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الجامع لاحکام القرآن میں بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اسی واقعہ پر قرآن پاک کی یہ آیت اتری:

﴿لَا يَنْهَا كُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْ كُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْ كُمْ. الخ﴾

ترجمہ: "کہ اللہ پاک نے ان کافروں کے ساتھ حسن برتاؤ یا بھلائی کرنے سے منع نہیں کیا جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں قتال نہیں کیا اور نہ تم کو اپنے گھروں سے نکالا۔" (جلد۱۷ صفحہ۵۷)

حدیث اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اس آیت قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ کافر اور مشرک کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے گا اور اس میں بھی ثواب ہے۔

لہٰذا جن حضرات کے یہاں غیر مسلم کام کرتے ہیں۔ یا ان کے کافر سے دنیاوی روابط وضوابط ہیں۔ دنیاوی فوائد کی وجہ سے تعلق اور آمد و رفت یا تجارتی تعلقات ہوں تو وہ ان کو ہدایا تحائف کھانے وغیرہ کی دعوت یا ضرورت پر جانی و مالی نصرت کریں تو یہ درست اور شرعاً اس کی اجازت ہے۔ اسی طرح کافر پڑوسی ہو تو اس کے احسان و بھلائی باعث ثواب ہے۔

خیال رہے کہ اسلام جب جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے تو انسان خواہ کافر ہی ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم کیوں نہیں دے گا۔ اسی قسم کے اخلاقی برتاؤ سے تو غیروں نے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا ہے۔ ہاں وہ جب ہمارے ساتھ قتال کریں۔ مذہب کی وجہ سے ظلم و تشدد کا برتاؤ کریں تو پھر ان کے ساتھ مذہبی عناد کی وجہ سے حسن سلوک اور احسان و اعانت روک لیا جائے گا۔ یہ بھی صرف انہیں لوگوں سے جو ایسا کریں گے۔ تمام جماعت اور افراد سے نہیں جیسا کہ سورہ ممتحنہ کی آیت "لَا يَنْهَا كُمُ الخ" بتا رہی ہے۔

چنانچہ معارف القرآن میں ہے اس آیت میں ایسے کفار جنہوں نے مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کیا اور ان

کے گھروں سے نکالنے میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا ان کے ساتھ احسان کے معاملے اور اچھے سلوک اور عدل و انصاف کرنے کی ہدایات دی گئی ہے۔ عدل و انصاف تو ہر کافر کے ساتھ ضروری ہے جس میں کافر ذمی مصالح اور کافر حربی و دشمن سب برابر ہیں۔ بلکہ اسلام میں تو عدل و انصاف جانوروں کے ساتھ بھی واجب ہے کہ ان کی طاقت سے زیادہ باران پر نہ ڈالے۔ اور ان کے چارے اور آرام کی نگہداشت رکھے۔ اس آیت میں اصل مقصود بر و احسان کرنے کی ہدایت ہے۔ (پارہ ۲۸، صفحہ ۷۸)

فقہاء کرام نے بھی اس توسیع کو بیان کیا ہے علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی لکھتے ہیں کہ امام محمد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ''سیر کبیر'' میں ذکر کیا ہے۔ کوئی حرج نہیں، حربی کافر یا ذمیوں کے ساتھ احسان کیا جائے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً اہل تقویٰ اور اہل علم و فضل کے ساتھ احسان اور بھلائی بہت زیادہ اور صدقہ جاریہ کے طور پر ثواب ہے کہ اس کی عبادت، عملی خدمت کا ثواب یہ پاتا رہے گا۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کے کافر مہمان کا واقعہ

امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ ایک مجوسی حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کا مہمان بننے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں تیری مہمانی قبول کرتا ہوں۔ وہ مجوسی چلا گیا۔ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ ابراہیم تم ایک رات کا کھانا تبدیلی مذہب بغیر نہ کھلا سکے۔ ہم ستر برس سے اس کے کفر کے باوجود اس کو کھانا دے رہے ہیں ایک وقت کا کھانا کھلا دیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ فوراً اس کی تلاش میں دوڑے وہ مل گیا۔ اس کو اپنے ساتھ واپس لائے اور اس کو کھانا کھلایا۔ اس مجوسی نے پوچھا کیا بات پیش آئی کہ تم خود مجھے تلاش کرنے نکلے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ نے وحی کا قصہ سنا دیا۔ وہ مجوسی کہنے لگا اس کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے تو مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے۔ اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ (احیاء العلوم فضائل صدقات صفحہ ۲۱۲)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں ان میں کوئی گنجائش نہیں (یعنی سب کے لئے ہے) والدین کے ساتھ احسان کرنا خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ امانت کا خیال کرنا ادا کر دینا خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔ وعدہ عہد و پیمان کا پورا کرنا خواہ مسلم کے ساتھ ہو یا کافر کے ساتھ۔

(جامع صغیر صفحہ ۲۰۹)

فَائِدَہ: خلاصہ یہ نکلا کہ مذہب اسلام کی بلند پایہ مکارم میں سے یہ ہے کہ غیروں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور مکارم اخلاق احسان و اعانت کا معاملہ رکھے، علامہ شامی لکھتے ہیں۔ ''صلة الرحم محمودة فی کل دین والاهداء الی الغیر من مکارم الاخلاق'' (صفحہ ۳۵۲)

مکہ کے کافروں کی مدد

حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ قریش (کفار مکہ) کو سخت قحط کا سامنا پڑا۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سونے کی گٹھلیاں ابوسفیان کو بھیجیں کہ وہ اپنی قوم کے درمیان تقسیم کر دیں۔ جب سفیان کو یہ پہنچا تو اس نے کہا محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس حسن سلوک ہی تو ہے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۸)

فَائِدَہ: یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حسن اخلاق کے بلند معیار پر ہیں کہ جنہوں نے آپ کو نکالا۔ تکلیفیں پہنچائیں۔ ضرورت کے موقعہ پر آپ نے خوب فراوانی کے ساتھ امداد کی۔

علامہ شامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں جب قحط پڑا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پانچ سو دینار (سونے کی اشرفیاں) مکہ مکرمہ بھیجے اور فرمایا کہ اسے ابوسفیان اور صفوان کو دے دینا۔ وہ فقراء مکہ اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۵۳)

اللہ اکبر مخالفوں اور دشمنوں اور غیروں کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سخاوت کا یہ حال تھا۔ کہ قریب پانچ لاکھ کی رقم آپ نے قحط کے موقعہ پر ان کو بھیجی! اس سے معلوم ہوا کہ قحط وفساد وغیرہ کے موقعہ پر کافروں کی مدد واعانت باعث ثواب ہے۔

یہ ہے مذہب اسلام کی بلند پایہ تعلیم پاکیزہ اخلاق کہ دشمنوں اور مخالفین مذہب کے ساتھ بھی امداد ونصرت کا حکم ہے۔ آج یہ بلند پایہ اخلاق اپنوں کے لئے اور غیروں کے لئے چھوٹ چکے ہیں۔ جس سے مذہب کی ترقی رک گئی ہے۔ ہماری بداخلاقی ہمارے مذہب کو بدنام اور متاثر کر رہی ہے۔

جانوروں کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ کا حکم

پانی پلا دینے سے مغفرت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے واقعہ بیان کیا کہ دو شخص سفر کر رہے تھے۔ ان کو سخت پیاس لگی۔ ایک کنواں دیکھا۔ اس میں اتر گئے اور پانی پی لیا۔ جب باہر نکلے تو ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے زبان نکالے ہانپ رہا تھا اور زمین کی تری چاٹ رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ اسے بھی پیاس لگ رہی ہے جس طرح مجھے پیاس لگی تھی۔ چنانچہ وہ کنویں میں اترا اور اپنے (چمڑے کے) موزہ میں پانی بھر اپھر میں نے منہ سے پکڑا اور کتے کو پلایا۔ خدا کو یہ پسند آ گیا اس کی مغفرت فرما دی۔

(بخاری صفحہ ۸۸۸، ادب مفرد ۱۷۶، مسند احمد)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے ساتھ بھی رحمت و شفقت کا برتاؤ کرے۔ چنانچہ امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے صحیح بخاری میں "باب رحمة الناس والبهائم" قائم کر کے اس بات کی تاکید کی ہے کہ جس طرح انسانوں پر رحم کا حکم ہے اسی طرح جانوروں پر بھی رحم کا حکم ہے۔ یہ درست نہیں کہ اس کو بے تحاشا مارے اور کھانے پینے میں تکلیف دے۔

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دوران سفر ایک منزل پر قیام کیا۔ ایک شخص نے پرندہ کا انڈا (گھونسلہ سے) اٹھا لیا۔ جب وہ چڑیا آئی تو حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سر مبارک کے چاروں طرف پھڑ پھڑانے لگی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کس نے انڈے کو اٹھا کر اسے پریشان کیا؟ ایک شخص نے کہا میں نے۔ آپ نے اس پر رحم کھاتے ہوئے فرمایا اس کے انڈے رکھ ڈالو۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: عموماً بچے شرارت اور کھیل میں پرندوں کے انڈے اٹھا لیتے ہیں۔ اس طرح گھر وغیرہ کے جھاڑنے میں بھی انڈے ضائع کر دیتے ہیں۔ جس سے جانور پریشان ہوتے ہیں، یہ درست نہیں البتہ سانپ کے انڈوں کو ضائع کرنا درست ہے۔

بلا وجہ جانوروں کو مارنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو شخص ناحق کسی چڑیے کو

مارے۔ قیامت کے دن اس کے متعلق اس سے مؤاخذہ ہوگا۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۴۸۳)

حضرت ثرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے جس نے بلا وجہ پرندے کو مارا (مثلاً کھانے کا ارادہ نہ تھا۔ کھیل یا نشانہ کے طور پر ایسا کیا) تو وہ قیامت کے دن فریاد کرے گا اے پروردگار اس نے مجھے بلا وجہ مارا تھا۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۴۸۳)

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص ایک چڑیا کو بھی بغیر حق کے ذبح کرے گا۔ قیامت کے دن اس سے مطالبہ ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس کا کیا حق ہے۔ حضور نے فرمایا ذبح کر کے اس کو کھایا جائے۔ یہ نہیں کہ ویسے ہی ذبح کر کے اس کو پھینک دیا جائے۔ (فضائل صدقات صفحہ ۲۱۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو جانور غیر موذی ہو اسے بلا وجہ مارنا اور تنگ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اسی طرح نہ کھائے جانے والے جانوروں کا مارنا اور شکار کرنا ممنوع ہے۔ کہ ناحق جان لینا ہے۔

ذبح کے وقت راحت کا خیال

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے ہر چیز میں اچھائی کو مقرر کر رکھا ہے۔ تم جب جانوروں کو ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ چھری کو تیز کر لیا کرو۔ ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جانوروں کے ذبح کے وقت چھری کو تیز کر لیا جائے اور اسے جانور سے چھپایا جائے (تا کہ اسے دیکھ کر احساس نہ ہو) جب ذبح کرو تو بہتر طریقہ اختیار کرو۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منع فرماتے تھے کہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت چھری کو اس کے سامنے تیز کیا جائے۔

فائدہ: عموماً لوگ کم تیز چھری سے جانوروں کو ذبح کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس سے ذبح میں دیر لگتی ہے کھال دیر سے کٹنے کی وجہ سے جانوروں کو شدید تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس طرح یہ بھی منع کیا ہے کہ اس کے سامنے چھری تیز کرے۔ کہ اسے احساس ہو جائے اور خوف زدہ ہو جائے۔ اس کا خیال رکھے حتی الامکان جانوروں کو بھی اذیت نہ دے۔ ہماری شریعت نے انسان تو انسان جانوروں کے ساتھ بھی تکلیف دہ معاملہ سے منع کیا ہے۔ اب رہا ذبح کے متعلق سو خدائے پاک نے اسی لئے ان کو پیدا کیا ہے۔ وہ ان کا مقصد پیدائش ہے۔

ذبیحہ کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ذبیحہ کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، شفقت و رحمت کا معاملہ کرے گا خدائے پاک قیامت میں اس پر رحم فرمائے گا۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۲۰)

فائدہ: ذبیحہ کے ساتھ شفقت کا مفہوم یہ ہے کہ ذبح کے لئے اسے بے دردی کے ساتھ کھینچ کر نہ لائے۔ اسے ہاتھ پیر سے دھکے نہ دے۔ بلکہ اسے پیار محبت کے ساتھ لائے۔ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرے، چمکارے۔ بھدی چھری سے ذبح نہ کرے۔

جانوروں کے کیا حقوق ہیں؟

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چڑیا یا اس سے کسی بڑے جانوروں کو ناحق مارنے سے منع فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اس کو مارنے کا مؤاخذہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اسے ذبح کرے۔ سر کاٹ کر یونہی نہ پھینکے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جانوروں کو کھانے ہی کے مقصد سے ذبح کرے۔ شکار یا ذبح کر کے یونہی نہ پھینک ڈالے۔ کہ یہ ناجائز ہے۔ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح مشکوٰۃ کے حوالہ سے ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ جو جانور نہیں کھائے جاتے ان کا مارنا حرام ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۹)

جانوروں کا نشانہ بنانا ممنوع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے کہ جانداروں کو نشانہ کے لئے مارا جائے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۷)

فائدہ: بعض بے رحم لوگ جانوروں کو پرندوں کو باندھ کر نشانہ کرتے ہیں اور مشق کرتے ہیں۔ اس کی سخت ممانعت ہے۔ اس طرح بے دردی سے مارنا حرام ہے۔ غیر ذی روح سے بھی مشق کیا جا سکتا ہے۔ ہاں البتہ شکار کرنا درست ہے۔ کہ یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریق ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کرتے تھے۔ کھائے جانے والے جانوروں کا مقصد پیدائش بھی یہی ہے۔

جانوروں کا پورا دودھ نہ نکالا جائے

حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ والی اونٹنی دی۔ میں نے اس کا دودھ نکالا تو خوب طاقت لگا کر سب نکالنے لگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا مت کرو۔ جس کی وجہ (بچے) سے دودھ ہوا ہے اس کے لئے کچھ چھوڑ دو۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جانوروں کا پورا دودھ کھینچ کر نہ نکالا جائے کہ اس کا بچہ کیا پیئے گا۔ اس کا بھی تو حق ہے۔ اسی بچہ کی وجہ سے تو دودھ ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے پینے کے لئے بھی چھوڑ دیا جائے۔

تکلیف دینے یا بھوکا مارنے پر عذاب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کو عذاب اس وجہ سے دیا جارہا ہے کہ اس نے ایک بلی پالی تھی۔ نہ تو اسے باندھ کر رکھنے کی صورت میں کھانا دیا۔ نہ اسے آزاد چھوڑا کہ چل پھر کر زمین سے کھالیتی۔ (مسلم صفحہ ۳۲۸، ادب مفرد صفحہ ۱۲۰)

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ ایک قول میں یہ عورت مسلمان تھی۔ باوجود مسلمان ہونے کے بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی۔ (صفحہ ۲۳۷)

خیال رہے کہ جانور پالے یا باندھ کر رکھے تو اس کے کھانے پینے کا انتظام واجب ہے۔ اگر اس نے واجب میں کوتاہی کی۔ اس کو گھاس چارہ وغیرہ نہ دیا۔ اور بھوکے رکھا تو اس کا گناہ اس کے مالکوں پر ہوگا۔ عموماً لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ بسا اوقات جانور پال لیتے ہیں اور ان کو بھوکا مارتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جانور سے فائدہ ہو یا نہ ہو بہر صورت قبضہ میں رکھنے کی وجہ سے اس کا حق ادا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح بیمار وغیرہ ہو جائے تو علاج کے ذریعہ آرام پہنچانا بھی واجب ہے۔

جانور کے چہرے پر نہ مارے

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ جانوروں کے منہ پر مارا جائے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۰۶)

فائدہ: دیکھا گیا ہے کہ بکری وغیرہ کوئی چیز کھالیتی ہے تو لوگ اس کے منہ پر مارتے ہیں۔ یہ منع ہے اس بیچاری کو کیا خبر کہ مجھے کیوں مارا جارہا ہے۔ جانور مکلّف نہیں وہ جس طرح چاہے جہاں جو مل جائے اس کو کھانا جائز ہے۔ لوگ مکلّف ہیں اس بات کے کہ وہ اس سے بچا کر اور محفوظ رکھیں۔ کہ وہ منہ نہ ڈال سکے۔

کسی چڑئے پر رحم کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن رحم کا مستحق

حضرت سعید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خدائے پاک ایک چڑئے پر رحم کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن اپنے مؤمن بندے کے ساتھ رحم کا معاملہ فرمائے گا۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۲۹)

ابوعمر الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک صحابی نے بیان کیا کہ ہم لوگ سفر میں تھے کسی نے چڑئے کا بچہ پکڑ لیا۔ پس چڑیا اس کے کجاوہ میں آنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا بچہ واپس کیا جائے۔ اور فرمایا

خدائے پاک اپنے بندہ پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، جتنا کہ یہ چڑیا اپنے بچہ پر۔ (مطالب عالیہ جلد۴ صفحہ ۲۹)

فائدہ: کتنی بڑی فضیلت کی بات ہے کہ ایک معصوم چھوٹے سے جانور پر رحم کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن رحمت خداوندی کا مستحق ہوگا۔ تو انسان پر رحم و کرم کی کتنی فضیلت ہوگی۔

جانوروں کی خدمت پر بھی ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرات صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا ان چوپایوں میں بھی ثواب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں ہر ذی روح جاندار میں ثواب ہے۔ (مسلم صفحہ ۲۳۷، بخاری صفحہ ۸۸۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی بھی ذی روح کو راحت پہنچانا اسے کھانا پینا دینا۔ گرمی ٹھنڈک میں اس کی رعایت کرنا، بیماری پر اس کی خدمت کرنا ثواب کا کام ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ہر جاندار کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کھانا پینا دینا باعث ثواب ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۲۳۷)

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کھاتے وقت کتا بلی وغیرہ آجائے تو اسے ڈنڈے سے مارنے دوڑتے ہیں بڑے ظلم کی بات ہے۔ اسے کچھ دے دے۔ یا باقی ماندہ اس کے سامنے ڈال دے۔ خدائے پاک رزاق نے اس کے رزق کو آپ ہی کے واسطے سے مقدر کر رکھا ہے۔ اس کا دھیان رکھیں تو مار پیٹ کی نوبت نہ آئے گی۔ ہاں نہ دینا ہو۔ ضرر کا اندیشہ ہو تو اسے بلا مارے ہانک دے۔ بلا وجہ مارنا گناہ ہے۔ خیال رہے کہ جانوروں کے ساتھ حسن برتاؤ سے آدمی مرتبہ ولایت کو پہنچ جاتا ہے۔ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں نے صالح بن کیسان رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کے گھر میں دیکھا وہ اپنی بلی کو کھلانے کے لئے روٹی توڑ رہے تھے۔ اور اپنے کبوتروں کے لئے روٹی چور رہے تھے۔ عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشہور صحابی ہیں چیونٹیوں کے لئے روٹی باریک کرتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۷ صفحہ ۴۸۳)

بلا ضرورت جانوروں پر سوار نہ رہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار جانوروں کی پیٹھ کو کرسی بنانے سے بچو۔ (بیہقی فی الشعب جلد۷ صفحہ ۴۸۵)

مطلب یہ ہے کہ اگر رک کر بات کرنے کی ضرورت ہو تو جانور کی پیٹھ سے اتر جائے۔ بلا ضرورت اس پر سوار نہ ہو۔ اگر سواری سے فارغ ہو جائے تو زین وغیرہ اتار دے تاکہ راحت محسوس کرے۔ خدائے پاک نے جانوروں کی پیٹھ کو ضرورت کی وجہ سے مسخر کیا ہے۔ لہٰذا بلا ضرورت انہیں تعب میں ڈالنا درست نہیں۔

کن جانوروں کو نہ مارے؟

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ① چیونٹی۔ ② شہد کی مکھی۔ ③ ہدہد اور ④ گوریا۔

(مجمع صفحہ ۴۴، ترغیب صفحہ ۶۲۸، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۷۱۴، ابن ماجہ صفحہ ۶۳۲)

مینڈک کو مارنا منع ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک طبیب نے مینڈک سے دوا بنانے کے بارے میں معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مارنے سے منع فرمایا۔

(ابوداؤد صفحہ ۷۱۴، ترغیب صفحہ ۶۲۹)

فائدہ: خیال رہے کہ ویسے تو ان تمام جانوروں کو جو نقصان اور ضرر نہ پہنچاتے ہوں اور ان کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو، ان کو مارنا منع ہے۔ اور جو جانور نقصان پہنچاتے ہوں ان کا مارنا درست ہے۔ مگر ان پانچ جانوروں کو جن کا ذکر اوپر کیا گیا خصوصیت کے ساتھ منع کیا گیا۔ اور اس کے منع کرنے میں حکمت اور مصلحت ہے۔ جسے علامہ قرطبی مشہور مفسر قرآن نے "الجامع لا حکام القرآن" میں بیان کیا ہے۔

گوریا: پہلا وہ پرندہ ہے جس نے روزہ رکھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ نیز یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی رہنمائی اسی نے کی تھی۔

جس کا واقعہ یہ ہے کہ جب شام سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کے لئے مکہ آئے چونکہ بیت اللہ کا مقام مٹ چکا تھا تو اسی گوریا نے راستہ بتایا اور بادل بھی گوریا کے ساتھ چلا۔ اس نے خانہ کعبہ کی مقدار بتائی۔ اور کہا کہ میرے سایہ کے برابر بیت اللہ کی مقدار ہے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوریا کے مارنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس نے خانہ کعبہ کا راستہ بتایا تھا۔

مینڈک: اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تھا پانی پہنچایا تھا۔ اور یہ کہ خدا کے دشمن فرعون اور قبطیوں کو اسی نے خوب پریشان کیا۔ اور یہ کہ اس کا ٹرٹرانہ تسبیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ مینڈک کو قتل مت کرو کہ اس کا ٹرٹرانہ تسبیح ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب جانوروں میں سب سے زیادہ تسبیح پڑھنے والا جانور مینڈک ہے۔ (قرطبی جلد ۷ صفحہ ۲۵۹)

ہدہد: اس وجہ کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف کی۔ اور ان کو ان کے لشکریوں کو حسن ترتیب سے

ظلم سے بچایا۔ اور سلیمان علیہ السلام کو پانی کے مقام کی رہنمائی کرتا جس سے وضو اور نماز میں سہولت ہوتی۔ اور بلقیس کی رہنمائی کی (جس کے نتیجہ میں ایمان لا کر زوجیت سلیمان میں داخل ہوئی)۔ (قرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۸۲)

شہد کی مکھی: خدائے پاک نے اس کی جانب الہام کیا۔ الہام جس کی تعبیر یہاں وحی سے کی گئی ہے۔ ایک نعمت اور فضیلت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر قسم کی مکھیوں مچھروں اور کیڑوں مکوڑوں کو اہل جہنم پر مسلط کر کے عذاب دیا جائے گا مگر شہد کی مکھی کو ان پر مسلط نہیں کیا جائے گا۔ (القرطبی)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ تمام مکھی مچھر جہنم میں ہوں گے سوائے شہد کی مکھی۔ (صفحہ ۲۶۵، مجمع صفحہ ۴۴)

شہد کی مکھی چونکہ انسان کے لئے نفع بخش ہے۔ اور اس سے نکلنے والی شئے کو خدائے پاک نے باعث شفا بنایا ہے۔ اس لئے اس کے مارنے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔

موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کسی جاندار کو مارنے سے مگر یہ وہ اذیت دے۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۴۵)

مطلب یہ ہے کہ جو جانور اذیت پہنچائے اس کو مارنا قتل کرنا درست ہے۔ جیسے سانپ بچھو کو تو بہر صورت مارنے کی اجازت ہے۔ اسے دیکھ کر چھوڑ دینا درست نہیں۔ کہ کسی دوسرے کو وہ اذیت پہنچا دے گا۔

کن جانوروں کو مارنے کا حکم یا اجازت ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا۔ اور فرماتے تھے سانپ کو اور کتوں کو قتل کر دو۔ اور دو نشان والے سانپ اور دم کٹے سانپ کو قتل کرو۔ جو نگاہ کو اچک لیتا ہے۔ حمل کو ساقط کر دیتا ہے۔ (مسلم صفحہ ۲۳۴)

یہ دونوں زہریلے سانپ ہیں۔ دم کٹا سانپ بڑا زہریلا ہوتا ہے۔ چنانچہ ناگ دم کٹا ہوتا ہے جس کے کاٹنے سے انسان مر جاتا ہے۔ ایسے سانپوں کو مارنے کا فوری حکم ہے۔ کیونکہ اگر یہ زندہ رہے گا تو نہ معلوم موقع پا کر کسی کو ڈس لے گا اور ہلاک کر دے گا۔

نہ مارنے پر وعید

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ کو مار دو اور جو حملے کے خوف سے نہ مارے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مجمع صفحہ ۴۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سانپ کو مارے گا اسے سات نیکیاں اور جو گرگٹ کو مارے گا اسے ایک نیکی ملے گی۔ اور جو سانپ کو مارے ڈر کے نہ مارے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۴۸)

فائدہ: سانپ کو مارنے کا حکم ہے چونکہ یہ موذی اور مہلک جانور ہے گرگٹ کو آپ نے مارنے کا حکم دیا چونکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تھا تو پھونک رہا تھا۔

بعض احادیث میں ہے کہ گھر میں رہنے والے سانپ کو نہ مارے۔ اس سے مراد مدینہ منورہ کے گھروں کے سانپ ہیں۔ چونکہ بعض جن ایمان لے آئے تھے جو بشکل سانپ گھروں میں رہتے تھے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں بیان کیا ہے کہ بعض علماء کی رائے ہے کہ تمام گھروں کے سانپوں کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ اس سے مراد مہلک اور ڈسنے والا اژدھا نہیں ہے۔ یہ گھر میں نظر آ جائے تو بہر صورت اس کے مارنے کا حکم ہے۔ جن حضرات نے تمام علاقے کے گھروں میں رہنے والے سانپ کو مارنے سے منع کیا ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ ان کو اگر مارے تو انذار یعنی متنبہ کر دے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں اس کا یہ طریقہ ذکر کیا ہے کہ نکلنے والے سانپ سے یہ کہے۔ میں تم کو بالقسم وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم سے حضرت سلیمان ابوداؤد علیہ السلام نے لیا ہے تم ہمیں اذیت نہ دو اور تم ظاہر نہ ہوا کرو۔ تین مرتبہ کہے پھر اگر نکلے تو مارے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مرتبہ ان کو مطلع کر دو۔ پھر نکلے تو مار دو کہ وہ شیطان ہے۔ (شرح مسلم جلد۲ صفحہ۲۳۴)

ہر قسم کے سانپ کو مارے

حضرت ابراہیم بن جریر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر سانپ کو مارو۔ جو حملہ کے خوف سے چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (طبرانی، سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ۸۱)

حضرت سراء بنت نبہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر سانپ کو مارو چھوٹا، بڑا، کالا، سفید جو اسے قتل کرے گا اس کے لئے جہنم سے چھٹکارے کا باعث ہوگا اور جسے سانپ مار دے وہ شہید ہو گیا۔ (مجمع الزوائد جلد۴ صفحہ۴۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے سانپ کو مارے۔ خواہ زہریلا ہو یا نہ ہو۔ جیسے عموماً سفید سانپ۔ اس لئے مشہور ہے کہ جتنا کالا اتنا ہی زہریلا۔ اس حدیث میں ہر سانپ کو مارنے کا حکم عام ہے۔ اگر زہریلا نہ ہو تب بھی موحش ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ نیز سب کو کہاں معلوم ہے کہ کون ڈسنے والا ہے کون نہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ سانپ کو مارنا جہنم سے چھٹکارے کا باعث اس وجہ سے ہے کہ سانپ نے ابلیس کا

تعاون کیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالنے میں۔ اسی وجہ سے سانپ کو مارنا گویا کافر کو قتل کرنا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اور اس کا قاتل دونوں جہنم میں جمع نہیں ہوں گے۔

(الجامع لاحکام القرآن جلد ا صفحہ ۳۲۵)

بچھو کو بھی مار ڈالے

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ تمام سانپ اور بچھو کو ہر حال میں قتل کرو۔

(سبل جلد ۹ صفحہ ۸۲)

فائدہ: یعنی خواہ کاٹے یا نہ کاٹے بہر صورت مار ڈالو۔ اگر تم کو نہیں ڈس سکا تو دوسرے کو تو ڈس سکتا ہے۔ اس لئے ضرر سے پہلے مار ڈالو۔

ایک کی وجہ سے سب کو نہ مارے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹی کی جگہ کو جلا دیا جائے۔ اللہ پاک نے ان کی جانب وحی بھیجی کہ کاٹا ایک چیونٹی نے اور تم نے اس کی پوری جماعت کو جلا دیا۔ جو تسبیح کرتی تھی۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۳۲، بخاری، ترغیب، جلد ۳ صفحہ ۶۲۸، مسلم صفحہ ۲۳۶)

ایک روایت میں ہے کہ ایک چیونٹی (جس نے کاٹا تھا) کو مار ڈالتے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایک کی وجہ سے پوری جماعت کا مارنا جائز نہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ نبی سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اس کے تحت انہوں نے ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔

(جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۳)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ اگر چیونٹی کاٹے تو اس کا مارنا جائز ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جو چیونٹی تم کو کاٹے اس کو قتل کر ڈالو۔ (جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۳)

بے قصور کو سزا دینا درست نہیں۔ جو جانور ستائے یا جس سے اذیت حاصل ہو صرف اسی کو مارا جا سکتا ہے۔ غصہ کی وجہ سے اس کی جنس کے دیگر افراد کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ خیال رہے کہ جب ایک معمولی چھوٹے سے جانور کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور ذی روح اور معزز و مشرف ہے۔ اس کی جماعت کو ایک فرد جرم کرے مثلاً قتل وغیرہ کرے تو دوسرے تمام افراد کو اس کی سزا میں سزا دینا یا مؤاخذہ کرنا ناجائز و حرام کیوں نہ ہوگا۔

چنانچہ آج کل یہ ملعون طریقہ چل گیا ہے کہ قوم کا ایک فرد جرم کرتا ہے تو پوری قوم کے افراد کو کہ یہ بھی اسی

گروہ کے ہیں سزا دینے لگتے ہیں جو قطعاً حرام ہے۔

اسی وجہ سے کسی ناگہانی واقعہ پیش آنے پر اسٹرائک کرنا، جگہ جام کرنا، احتجاج عام کرنا، راہ گیروں کو پریشان کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ خدا اس ظالمانہ حرکت سے حفاظت فرمائے۔ آمین

(اے اللہ اسے قبول فرما اور اپنی رضا و آخرت کا ذخیرہ بنا)

تمت بالخیر

مآخذ اور مراجع

اس کی تالیف وترتیب میں احادیث، تفسیر وسیر وغیرہ کی کتابوں کا ایک وسیع ذخیرہ پیش نظر رہا ہے۔ تاہم جو اہم اور بنیادی مآخذ اور مراجع کے حوالے ہیں۔ ان کی فہرست مختصراً پیش خدمت ہے۔

① بخاری
② مسلم
③ ابوداؤد
④ ترمذی
⑤ نسائی
⑥ ابوداؤد
⑦ طحاوی
⑧ سنن کبری للبیہقی
⑨ شعب الایمان للبیہقی
⑩ آداب بیہقی
⑪ سبل الہدیٰ والارشاد
⑫ ادب مفرد
⑬ مجمع الزوائد
⑭ جامع صغیر للسیوطی
⑮ ابن حبان
⑯ مسند بزار
⑰ مطالب عالیہ
⑱ الترغیب والترہیب
⑲ مسند احمد
⑳ مشکوٰۃ المصابیح
㉑ مصابیح السنۃ
㉒ مستدرک حاکم
㉓ فیض القدیر للمناوی
㉔ کنز العمال
㉕ مصنف ابن ابی شیبہ
㉖ مصنف عبدالرزاق
㉗ دارمی
㉘ دار قطنی
㉙ مکارم طبرانی
㉚ مکارم ابن ابی الدنیا
㉛ مکارم الخرائطی
㉜ اخلاق النبی ابوالشیخ
㉝ رسائل ابن ابی الدنیا
㉞ کتاب البر ابن جوزی
㉟ ابن سنی
㊱ نزل الابرار
㊲ مسند فردوس
㊳ ریاض الصالحین
㊴ جامع بیان العلم
㊵ طبقات ابن سعد

(۴۱) احیاء العلوم
(۴۲) زاد المعاد
(۴۳) اشعۃ اللمعات
(۴۴) اتحاف السادۃ
(۴۵) فتح الباری
(۴۶) عمدۃ القاری
(۴۷) مرقات المفاتیح
(۴۸) جمع الوسائل
(۴۹) نسیم الریاض
(۵۰) طیبی
(۵۱) الاذکار
(۵۲) الجامع لاحکام القرآن
(۵۳) تفسیر مظہری
(۵۴) روح المعانی
(۵۵) الدر المنثور
(۵۶) تفسیر ماجدی
(۵۷) معارف القرآن
(۵۸) تفسیر کبیر
(۵۹) معارف السنن
(۶۰) شرح شفاء
(۶۱) مقدمہ ابن صلاح
(۶۲) درس ترمذی
(۶۳) فضائل صدقات
(۶۴) مظاہر حق
(۶۵) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(۶۶) اسوۃ الصالحین
(۶۷) سیرۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
(۶۸) وصیۃ الاخلاص
(۶۹) کیمیائے سعادت
(۷۰) الفتاویٰ الشامیہ
(۷۱) ہندیہ
(۷۲) البحر الرائق

جامع دعا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور، دعائیں تو آپ نے بہت سی بتادی ہیں اور ساری یاد رہتی نہیں، کوئی ایسی مختصر دعا بتا دیجیے، جو سب دعاؤں کو شامل ہو جائے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ (ترمذی)

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ترمذی شریف)